فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین

الحمد للہ والمنہ ترجمہ اردوے کنز الدقائق کہ سفرے عجیب و دفترے غریبست بر مسائل فقہیہ شامل

موسوم بہ

احسن المسائل

سنہ ۱۳۳۱ ہجری

باہتمام احقر الانام سید محمد عبد السلام بن مولانا سید محمد معظم صاحب مرحوم و مغفور

در مطبع فاروقی واقع محلہ بلیماران دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین حسن المسائل کامل

جلد اوّل

مختصر فہرست کتب مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

اشراق نوری ترجمہ اُردو
قدروری یہ ترجمہ اُردو میں با محاورہ
ہے مترجم نے کم استعداد لوگوں
کے لئے عام فہم کیا ہو تمام اُردو
دان اصحاب بآسانی فقہ کے
مسائل سے گھر بیٹھے معلومات
حاصل کر سکتے ہیں اور عربی کے
شایق طلبا ترجمہ کی مطابقت
بخوبی کر کے اپنی عربی کی لیاقت
کو بخوبی بڑھا سکتے ہیں۔
جہاں ترجمہ لکھا لفظ ترجمہ لکھدیا
ہے اور جہاں فوائد کا اضافہ کیا
وہاں لفظ فائدہ ویا صرف حرف
ف لکھدی جو شرح و حواشی معتبرہ
سے اخذ کئے گئے ہیں تاکہ ترجمہ
اور فائدہ جدا جدا معلوم ہو جائے
بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ
ترجمہ ہوا ہی اس سے بہتر ترجمہ
نہ ہوگا نہایت صحیح کاغذ ولایتی
مطبوعہ فاروقی دہلی عہ دیکر دیہہ
ہدایہ آخیرین از محشی مولنا
عبدالحی صاحب مرحوم نہایت صحیح
خوشخط۔ فاروقی دہلی ۔ صہ ر
تفسیر بیضاوی مع حاشیہ
التعلیق الحاوی تا سورہ بقر
یعنی تا مقام درس نہایت بکارآمد

حواشی جدیدہ ومفیدہ از شیخ
زادہ شہاب خفاجی۔ عبدالحکیم
سیالکوٹی۔ ملا عصام چلپی
وملا سعد صحیح خوشخط کاغذ ولایتی
مطبوعہ فاروقی دہلی۔ عہ
شرح مائۃ عامل ترجمہ اُردو
الحل الکامل معہ ترکیب اُردو
شرح مأۃ عامل نہایت خوشخط
بخط نسخ متن میں اعراب دیئے ہیں
نیچے اوسکے اُردو ترجمہ ہی حاشیہ
پر اُردو زبان میں ہر صیغہ کی پوری
ترکیب لکھی ہی تاکہ مبتدی کو ابتدا
میں ترکیب کرنے میں جو دقت
معلوم ہوتی ہی وہ سب اس سے
رفع ہو جائے اور طریقہ ترکیب کا
بہت جلد آسانی کے ساتھ اچھی
طرح آجائے مطبوعہ فاروقی دہلی ۸ر
مرقاۃ درسا منطق میں ہے ۔
محشی فاروقی ۱۲ر
زنجانی محشی فاروقی ۲ر
تحریر سنبط مع تحفہ
خادمیہ وتلمیحات المفیدہ نہایت
صحیح خوشخط کاغذ ولایتی فاروقی ۱۰ر
قطبی محشی نہایت صحیح
خوشخط فاروقی ۔ ۹ر
اُردوئے معلی مرزا

غالب مرحوم دہلوی۔ ہر دو حصہ عہ
مخازن التعلیم۔ فارسی علم
طب میں لاجواب کتاب ہی۔ از
عالیجناب حکیم صادق علیخان
صاحب دہلوی جد امجد حاذق
الملک حکیم اجمل خان صاحب
دہلوی مطبوعہ فاروقی عہ ۴ر
دارمی شریف مترجم
اُردو کامل۔ یہ کتاب بخاری
شریف سے پہلے ترتیب دی
گئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب نے اپنی تصانیف میں
زیادہ تر اس کتاب کی روایتوں
سے حصہ لیا ہی۔ یہ کتاب نایاب
بلکہ کمیاب تھی۔ با محاورہ اُردو
میں ترجمہ کرا کے طبع کی گئی ہے
فی جلد کامل للعہ ر
خطبات التوحید
مترجم اُردو ومؤلفہ عارف باللہ
مولانا مولوی حافظ حسب اللہ
صاحب رئیس سرادہ دہیرطھ
رحمۃ اللہ تعالیٰ جمعہ و عیدین
میں جو خطبہ پڑھے جاتے ہیں
اور اُن میں اکثر بکارآمد ضروری
مسائل کا بیان ہوتا ہی لیکن
عربی زبان میں ہونے کی وجہ

سے ہزاروں آدمی نہیں سمجھ سکتے
کیا بیان ہوا ہی اس لئے مولوی
صاحب ممدوح نے چند خطبے اُردو
ترجمہ کے ساتھ لکھے اور ہر مسئلے
کا یہ اندازہ رکھا کہ ہر ایک مسئلہ
کا ایک ایک خطبہ الگ الگ ہو
مثلاً کسی خطبہ میں شرک کی برائی
کسی میں بدعت کی مذمت کسی میں
توحید و سنت کی تعریف ہی کسی میں
نماز کی تاکید کسی میں زکواۃ کا
بیان لکھا اور نماز روزہ حج زکوٰۃ
و قربانی و عقیقہ او ر ولیمہ و صدقہ
سحری و افطاری نماز عیدین
نماز کسوف و خسوف نماز استسقا
وغیرہ کی ترکیب اور ضروری مسائل
جنکی اکثر لوگوں کو ضرورت ہوا کرتی
ہے اور بہت لوگ اُنکی تلاش میں
حیران پھرا کرتے ہیں معتبر اور مستند
کتابوں سے ترجمہ کر کے لکھے ہیں
اور اس کا حوالہ بھی لکھدیا کہ یہ
روایت فلاں کتاب کے فلاں صفحہ
میں ہی تاکہ کوئی شخص اصل کتاب
سے مطابقت کرنی چاہے۔ تو
دشوار نہ ہو اور بفضلہ تعالیٰ اس
کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں
جو سند کے قابل نہ ہو۔ غرضکہ

جلد دوم

ترجمہ

دیباچہ مولٰنا شاہ اہل اللہ قدس اللہ سرہ

حمد بیحد سزاوار بارگاہ رب العزت کے ہی جو تمام جہان اور اہل جہان کا پروردگار ہی اور درود ثنا محدود اُس پیغمبر پر ہو کہ آدم اور تمام بنی آدم سے افضل ہی۔ اور اُس کا نام پاک **محمد** مختار ہی صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے بعدہٗ بارگاہِ کریم **اہل اللہ** بن شیخ **عبد الرحیم** بخشے اللہ اُسکو اور اُسکے ماں باپ کو اور عمدہ سلوک کرے اُسکے اور اُنکے ساتھ یہ کہتا ہے کہ عقائد اسلام کے درست کر لینے کے بعد سب سے زیادہ ضروری سیکھنا مسائل فقہ کا ہی اور اس باب میں سب کتابوں اور متونوں سے مشہور و معروف متن **کنز الدقائق** مؤلفہ امام ہمام ابو البرکات **عبد اللہ** بن احمد محمود نسفی کی ہی مگر چونکہ اُسکی عبارت مشکل ہے اور مبتدیوں کو مسائل کا نکالنا اِس سے دشوار ہے اِس لیئے اسکا ترجمہ زبانِ فارسی میں بعض فوائد ضروری کے ساتھ کیا جاتا ہی کہ طلبا کو اس کا پڑھنا آسانی اور سہولیت سے میسّر ہو توفیق اللہ ہی سے ہے اور وہی ہر ایک امر میں رفیق اور رہنما ہے

مگر ہمیشہ نہ کیا ہو یا بدون واجب کرنے کے آپ نے حکم دیا ہو اور لگاتار دھونے سے یہ مراد ہے کہ اس طرح
دھوئے کہ پہلا عضو خشک ہونے نہ پائے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک لگاتار دھونا فرض ہے
مسکین وغیرہ **ت** وضو میں مستحب یہ ہے کہ (کل اعضاء کے دھونے میں) داہنے عضو سے شروع کرنا
اور گردن کا مسح کرنا **ف** مستحب اس فعل کو کہتے ہیں جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت
کے طور پر کیا ہو اور مصنف کے اس مذکور پر اقتصار کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں مستحب
یہ دو ہی ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے چنانچہ خزائن میں انہوں نے ساٹھ سے کچھ اوپر مستحب امور بیان
کیے ہیں منجملہ ان کے وضو میں قبلہ رخ بیٹھنا اور پہلی مرتبہ دھونے میں اعضاء کو ملنا۔ کانوں کا مسح
کرتے وقت کن انگلیوں کو تر کرکے کانوں میں دینا۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا
اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اسے حرکت دینا اور اگر تنگ ہے اور اس کے نیچے پانی پہنچ جانے کا یقین ہے
تو حرکت دینا مستحب ورنہ فرض ہے اور بلا ضرورت باتیں نہ کرنا اور اونچی جگہ بیٹھنا تاکہ مستعمل پانی کی
چھینٹیں نہ پڑیں اور ہر عضو کو دھونے کے وقت بسم اللہ کہنا اور وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا اللھم
اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین الحمد وضو کے بعد وضو کا بچا ہوا پانی پی لینا
(توبہ کرنے والوں) (اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے کر دے ۱۲)
وغیرہ وغیرہ۔ اور واضح رہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں گردن کے مسح کو ذکر نہیں کیا مگر مختار
مذہب یہی ہے کہ یہ مستحب ہے اور محیط کی روایت میں ہے کہ فقیہ ابو جعفر اسے سنت فرمایا کرتے تھے
اور اسی سے اکثر علماء نے اخذ کیا ہے اور حلقوم کا مسح کرنا بدعت ہے۔ فتح و مسکین **ت** اور وضو
کرنے والے کے بدن سے ناپاکی نکلنے اور منہ بھر کر قے ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے برابر ہے کہ قے
پت کی ہو یا بستہ خون کی یا غذا کی یا پانی کی ہاں بلغم یا ایسے خون کی قے ہونے سے وضو نہیں جاتا
کہ جس پر تھوک غالب ہو (یعنی خون سے زیادہ تھوک ہو)۔ **ف** واضح رہے کہ بدن سے نکلنے والی
چیزیں دو قسم کی ہیں ایک وہ کہ جو پیشاب یا پاخانہ کے راستہ سے نکلیں ان سے تو بالاتفاق وضو
ٹوٹ جاتا ہے خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو یا دوسرے وہ کہ ان کے سوا کہیں اور جگہ سے نکلے مثلاً
قے خون پیپ وغیرہ سو قے میں منہ بھر کر ہونا شرط ہے اور خون و پیپ میں زخم کے منہ سے بہ جانا
شرط ہے اور دوسری قسم میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے ان کے نزدیک ان سے وضو نہیں ٹوٹتا مسکین
وغیرہ **ت** اور قے کا سبب (یعنی جی متلانا) کئی مرتبہ تھوڑی تھوڑی ہوئی قے کو جمع کر دیتا ہے

کتاب الطہارۃ

پاکیزگی کا بیان

ف طہارت کے لغوی معنے پاکیزگی کے ہیں اور اصطلاح میں حقیقی یا حکمی نجاست سے کسی جگہ کے صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ فتح ملتقطات **ت** وضو میں فرض یہ (چار) ہیں منہ دھونا یعنی پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک (طول میں) اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک (عرض میں) اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کہنیوں سمیت اور دونوں پیروں کو دونوں ٹخنوں سمیت دھونا اور چوتھائی سر اور ڈاڑھی کا مسح کرنا **ف** فرض کے لغوی معنے اندازہ کرنے کے ہیں اور شرع میں ایسے حکم کو کہتے ہیں جس میں کمی بیشی ہونے کا احتمال نہ ہو اس وجہ سے کہ وہ ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہوا ہو جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو اور یہ تعریف فرض قطعی کا ہے عملی کا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ فرض کی یہ تعریف اور تفسیر کی جائے کہ جس کا کرنا لازم ہو تاکہ دونوں قسموں کو شامل ہو جائے اور جب ان تینوں اعضاء میں سے ہر ایک کا دھونا لازم یعنی فرض ہو گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک عضو کے نہ دھونے سے وضو نہ ہوگا کیونکہ فرض کے ترک سے وہ عمل نہیں ہوا کرتا اور چوتھائی سر کا مسح فرض ہونے کی دلیل مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے بالوں اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا تھا اور یہ چوتھائی سر کے قریب قریب ہے اور یہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہے کیونکہ اس میں مجمل ہے اور یہ اس کا بیان واقع ہو گیا ہے اور یہ امام شافعی رح پر حجت ہی کیونکہ ان کے نزدیک مقدار فرض وہ ہے کہ جس پر مسح کا لفظ بول سکیں خواہ سر کے دو ہی بال ہوں علے ہذا القیاس امام مالک پر بھی کیونکہ وہ سارے سر کا مسح کرنا فرض کہتے ہیں فتح و مسکین **ت** وضو میں سنت یہ ہے اوّل دونوں ہاتھوں کو دونوں پہنچوں تک دھونا اور بسم اللہ کہنا اور بسم اللہ اس طرح کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ اور مسواک کرنا اور علیحدہ علیحدہ پانی سے کرنا دھونا۔ اور ناک میں پانی ڈالنا۔ ڈاڑھی اور انگلیوں میں خلال کرنا۔ وضو کے ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔ (وضو کی) نیت کرنا۔ سارے سر اور دونوں کانوں کا سر کے مسح سے بچے ہوئے پانی سے ایک مرتبہ مسح کرنا اور اس ترتیب سے وضو کرنا جو قرآن میں مذکور ہے اور کل اعضاء کو لگاتار دھونا **ف** سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہو

تری معلوم ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص نے خواب میں اپنے آپ کو صحبت کرتے دیکھا تھا پھر آنکھ کھلی تو اپنا بدن یا کپڑا گیلا نہ پایا تو اُس کو نہانا فرض نہیں ہے خواہ عورت ہو یا مرد ہو۔ ط ست جمعہ او عیدین (کی نمازوں) کے لیئے اور احرام (باندھنے) کے لیئے اور (حاجیوں کو) عرفہ کے روز نہانا سنت ہے اور مردے کو اور ایسے شخص جو جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا ہو نہلانا واجب ہے اور اگر کافر مسلمان ہوا اور وہ جنبی نہیں تھا تو اُس کو نہلانا مستحب ہے **ف** واجب شریعت میں اُس حکم کو کہتے ہیں جو کسی ایسی دلیل سے ثابت ہوا ہو جس میں کچھ شبہ ہو اُس کا ترک کرنے والا فاسق ہوتا ہے اور اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا **ت** بارش۔ چشمہ اور دریا کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اگرچہ کسی پاک چیز نے اس کی کسی صفت (یا کل صفات) کو بدل دیا ہو (پانی کے صفات۔ رنگ۔ بو۔ اور مزہ ہیں) یا (بہت دنوں) ٹھیرا رہنے کے سبب سے بدبودار ہو گیا ہو ہاں اس پانی سے وضو درست نہیں ہے جو بہت پتوں کے پڑنے سے یا کسی چیز میں ملکر پکنے سے بگڑ گیا ہو یا کسی درخت یا پھل سے نچوڑا ہو (مثلاً گنے کا رس ہو یا تربوز یا انگور وغیرہ کا پانی ہو) اور نہ ایسے پانی سے درست ہے کہ جس پر دوسری چیز کے اجزا غالب ہوں (جیسے ستو) اور نہ اس ٹھیرے ہوئے پانی سے جس میں پلیدی پڑ گئی ہو اور وہ دہ در دہ نہ ہو اور اگر دہ در دہ ہے تو وہ بہتے پانی کے حکم میں ہے اور بہتے پانی کی تعریف یہ ہے کہ تنکے کو بہا لے جائے۔

ف امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر پانی قلتین ہو تو اُس میں وضو کرنا جائز ہے اور قُلتین پانسو رطل کے ہوتے ہیں جس کی تخمیناً پانچ مشکیں متوسط ہوتی ہیں اور امام مالک علیہ الرحمہ کا قول یہ ہے کہ جب تک پانی کے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف نہ بدلے اس سے وضو کرنا جائز ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلیلوں کا خلاف ملاحظہ فرما کر دہ در دہ اختیار کیا ہے جس میں سب مذہبوں سے زیادہ احتیاط اور احادیث و آثار کی رُو سے یقیناً پاک ہے کیونکہ بڑے بڑے حوض اور چشمے سب کے نزدیک پاک ہیں اور عامہ مشائخ نے ان کے طول اور عرض میں سے ہر ایک کی مقدار دس گز اور گہراؤ اس قدر کہ چُلّو بھرنے سے زمین نہ نظر آنے لگے مقرر کر دیا ہے یعنی چار طرف سے دس دس گز ہو بعض فقہا نے لوگوں کی آسانی کے لیئے اس کی پیمائش کے لیئے کپڑے کا گز فرمایا ہے جو چوبیس انگل یا فقط سات مٹھی کا ہوتا ہے اور بعض نے مساحت گز فرمایا ہے جو سات مٹھی اور ایک کھڑی انگلی کا ہوتا ہے اور کہیں ایسی صورت ہو کہ پانی کا طول زیادہ ہو اور عرض کم یا گہرائی زیادہ ہو

ف یعنی اگر ایک دفعہ جی متلانے سے کئی دفعہ تھوڑی تھوڑی قے اتنی ہو گئی ہے کہ اگر وہ جمع کی جائے
تو اُس سے مُنہ بھر جائے تو اس کا حکم مُنہ بھر کر ہونے کا ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کئی
دفعہ جی متلانے پر اتنی قے ہوئی ہے تو اس سے نہیں ٹوٹے گا۔ یعنی **ت** اور کروٹ سے لیٹ
کر سونے اور دونوں سرین زمین پر ٹکا کر داہنی طرف کو پیر نکال کے سونے اور بے ہوش اور دیوانہ
اور مست ہونے اور بالغ آدمی کا نماز میں ٹھٹھا مار کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ سلام
پھیرتے وقت ہنسے اور مرد و عورت کے ننگے ہو کر ملنے سے بھی (جس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں)
اور زخم میں سے کیڑا نکلنے اور عضو تناسل اور عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا برابر ہے
کہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے ہو) اور نہانے میں کلی کرنا۔ ناک میں پانی دینا اور سارے بدن
کو تر کرنا فرض ہے اور بدن کو ملنا اور جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو اُس کو اپنے ز الد چمڑے میں پانی ڈالنا
فرض نہیں ہے اور نہانے میں سنّت یہ ہے کہ اوّل اپنے دونوں ہاتھ (پہنچوں تک) اور شرمگاہ کو
دھوئے (اگرچہ اس پر ناپاکی نہ لگی ہو) اور اگر ناپاکی بدن پر لگ گئی ہے تو اُس کو بھی دھوئے
پھر وضو کرے اور اس کے بعد سارے بدن پر تین دفعہ پانی بہائے۔ اگر عورت کے بالوں کی جڑیں
تر ہو جائیں تو اُسے گندھے بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے اور نہانا اس صورت میں فرض ہوتا
ہے کہ جب منی کود کر نکلے اور اس کے اپنی جگہ سے علیحدہ ہونے کے وقت شہوت (یعنی لذّت) ہو اور
قبل یا دبر میں (یعنی پیشاب گاہ یا پاخانہ کی جگہ میں حشفہ غائب ہونے سے کرنے اور کرانے والے
دونوں پر نہانا فرض ہو جاتا ہے (اگرچہ انزال نہ ہو) اور جب عورت حیض یا نفاس سے پاک ہو
تو اس پر بھی نہانا فرض ہو جاتا ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ مرد و عورت کی پاخانہ کی جگہ میں عضو تناسل داخل
کرنا قطعی حرام اور ناجائز ہے لیکن اگر کہیں اس بدفعلی کے مرتکب ہو جائیں تو نہانا دونوں پر فرض
ہوتا ہے برابر ہے کہ انزال ہو یا نہ ہو اور یہ آدمیوں کے ساتھ خاص ہے اور اگر کوئی نادان چوپائے
یا مردے بچے ساتھ ایسا کر بیٹھے تو اس صورت میں بدوں انزال ہوئے نہانا فرض نہیں ہوتا۔ فتح
وغیرہ **ت** مذی اور ودی نکلنے اور بلا احتلام کی تری معلوم ہونے سے نہانا فرض نہیں ہوتا
ف مذی اُس رطوبت کو کہتے ہیں جو عورت کو چھیڑنے کے وقت عضو تناسل سے نکلتی ہے
اور ودی وہ ہے جو پیشاب کرنے کے بعد کسی قدر غلیظ اور نیلگوں پانی آجاتا ہے اور بلا احتلام

یہ لفظ لیے گئے ہیں اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی ڈول نکالنے کے لیے کنوئیں میں اُترا اور وہ جنبی تھا[1] تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک پانی اور یہ آدمی دونوں نجس ہیں اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونوں اپنی اپنی حالت پر ہیں یعنی پانی پاک اور آدمی ناپاک اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں پاک ہیں۔ حاشیہ ت ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔ ف یہ حکم مرے ہوئے جانور کی کھال کا ہے ورنہ ذبح کیے ہوئے جانور کی کھال بلا دباغت کے بھی پاک ہوتی ہے اور دباغت سے مراد یہ ہے کہ اس کا سڑنا اور اس کی بدبو سکھانے سے یا کسی دوا وغیرہ سے دُور کر دی جائے۔ م ت آدمی اور مردہ جانور کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں اور کنوئیں میں نجاست گر جانے سے اُس کا (سارا) پانی نکالا جائے ہاں اونٹ اور بکری کی دو مینگنیوں اور کبوتر اور چڑیا کی بیٹ گرنے سے پانی نہ نکالا جائے (بخلاف مرغی اور بطخ وغیرہ کی بیٹ گرنے سے) اور جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے (یعنی حلال ہے) ان کا پیشاب نجس ہے اور جس چیز کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس نہیں ہے (مثلاً تھوڑی سی) قے اور وہ خون جو اپنی جگہ سے تجاوز نہ کرے) اور اُن جانوروں کا پیشاب ہرگز نہ پینا چاہیے۔ اگر چوہا یا چوہے کی برابر اور کوئی جانور کنوئیں میں گر کے مر جائے تو اوسط درجہ کے بیس ڈول اُس میں سے نکال دیے جائیں اور اگر کبوتر سا جانور گر کے مر گیا ہے تو چالیس ڈول اور اگر بکری سا جانور (مثلاً کتا یا آدمی) گر کے مر گیا ہے تو سارا پانی نکالا جائے۔ اور اگر کوئی جانور (خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو) کنوئیں میں گر کے پھول گیا یا پھٹ گیا تو اُس کا سارا پانی نکالنا چاہیے اور اگر سارا پانی نہ نکل سکے تو اس میں سے دو سَو (سے تین سو تک) ڈول نکال دئے جائیں اور اگر چوہا (وغیرہ) مرا، گلا، سڑا ہوا کنوئیں میں سے نکلا اور اُس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں ہے تو اس کنوئیں کو تین دن پہلے سے ناپاک قرار دیا جائے اور اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن رات سے ف تین دن رات سے ناپاک قرار دے جانے کا یہ مطلب ہے کہ ان دنوں کی نمازیں لوٹائی جائیں اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نمازیں لوٹانا ضروری نہیں ہیں یہاں تک کہ یہ تحقیق ہو جائے کہ کس وقت گرا ہے اور اِس میں فتویٰ امام محمد رح کے قول پر ہے کہ جس وقت جانور کو کنوئیں میں دیکھیں اُسی وقت سے اس کو ناپاک سمجھیں خواہ پھولا پھٹا ہو یا نہ ہو۔ مسکین وغیرہ ت اور پسینہ مثل جھوٹے (یعنی پانی وغیرہ) کے ہے (یعنی جس کا جھوٹا پاک ہے اُس کا پسینہ بھی پاک ہے اور جس کا وہ

---

[1] یعنی وہ آدمی اپنے بدن پر نجاست حقیقی نہ رکھتا ہو۔ اگر نجاست حقیقی رکھتا ہو تو سب اماموں کے نزدیک کنواں ناپاک ہو جاوے گا ۱۲

اور چوڑائی کم ہے لیکن پیمائش کے حساب سے ضرب کیئے جانے پر مکسر دہ در دہ ہو جاتا ہے تو ایسے پانی پر
بعض روایات میں دہ در دہ پانی کا حکم لگایا گیا ہے ۔ فتح وغیرہ ملخصات پس دہ در دہ پانی سے وضو
کیا جائے بشرطیکہ اس میں پلیدی کا اثر یعنی مزہ یا رنگ یا بو معلوم نہ ہو (اور اگر اس میں پلیدی کا اثر
معلوم ہو گا تو وہ پانی ناپاک ہو جائیگا) اور ایسے جانوروں کا پانی میں مرجانا کہ جن میں (بہتا ہوا) خون
نہیں ہوتا مثلاً مچھر ۔ مکھی ۔ بھڑ ۔ بچھو ۔ مچھلی ۔ مینڈک ۔ کیکڑا پانی کو ناپاک نہیں کرتا ۔ اور وہ پانی جو ثواب
کے کام میں استعمال کیا گیا ہو (مثلاً اس سے وضو پر وضو کیا ہو) یا اس سے حکمی ناپاکی رفع کی ہو (مثلاً
وضو ٹوٹ جانے پر اس سے وضو کیا ہو) جب یہ ایک جگہ ٹھیر جائے تو خود پاک ہے لیکن اور کسی چیز کو پاک
نہیں کر سکتا ف مستعمل پانی میں بہت ہی اختلاف ہے اول تو اس میں کہ پانی مستعمل کس چیز سے ہو جاتا
ہے سو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک تو حکمی ناپاکی رفع کرنے یا ثواب کے لیئے
استعمال کرنے سے مستعمل ہو جاتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک فقط ثواب کے لیئے استعمال کرنے سے ہوتا
ہے دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کس وقت ہو جاتا ہے سو امام صاحب کے نزدیک تو جب عضو سے
جدا ہوا مستعمل ہو جاتا ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جب ایک جگہ ٹھیر جائے اس وقت ہوتا ہے اور
جگہ عام ہے خواہ زمین ہو یا برتن ہو یا ہتیلی ہو مصنفؒ نے ضرورت کے خیال سے اسی کو پسند کیا ہے
تیسرا اختلاف اس کے حکم میں ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں اور یہی ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے کہ یہ
اور چیز کو بھی پاک کر دیتا ہے اور امام زفرؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا استعمال کرنے والا وضو سے تھا تو یہ
خود بھی پاک اور دوسری چیز کو بھی پاک کر دینے والا ہے اور اگر بے وضو تھا تو یہ خود تو پاک ہے اور چیز کو
پاک نہیں کر سکتا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ مثل نجاست مغلظہ کے ہے اور امام ابو یوسفؒ کے مثل نجاست
مخففہ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ خود پاک ہے اور چیز کو پاک نہیں کر سکتا مصنفؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے
جسکا مطلب ہے کہ اگر ایسے مستعمل پانی میں کپڑا یا بدن بھر جائے تو اسکا دھونا ضروری نہیں ہاں اس سے
دوبارہ وضو کر لینا بھی درست نہیں ہے لیکن اگر اس سے نجاست حقیقی کو دھویا جائے تو وہ پاک ہو جائیگی
کیونکہ اسکے دور کرنے میں بھی شرط ہے کہ بہنے والی پاک اور نجاست کو دور کرنے والی چیز ہو اور یہ تینوں وصف
اسمیں موجود ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے مستخلص وغیرہ ت اور کنوئیں کے مسئلے میں تین مذہب ہیں ج ح
ط ۔ ف ج علامت نجس کی ہے اور ح علامت بحال خود رہنے کی اور ط علامت طہارۃ کی اختصار کے لیئے

سے باہر ہو) اور اگر کسی کو پانی ملنے کی امید ہے تو وہ نماز اخیر وقت میں پڑھے اور اگر وقت سے پہلے تیمم کر لیا تو بھی درست ہے علیٰ ہٰذا القیاس دو فرضوں کے لیئے اور جنازہ اور عیدین کی نماز فوت ہونے کے خوف سے تیمم کر لینا جائز ہے اگرچہ نماز تباہی کے طور پر ہو ہاں جمعہ اور وقتیہ نماز کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم کرنا درست نہیں **ف** اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اور وقتیہ نمازوں کا بدلہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ فوت ہونے پر ظہر کی نماز اور وقتیہ فوت ہونے پر اس کو قضا پڑھ لے بخلاف جنازہ اور عیدین کی نماز کے کہ ان کا بدلہ نہیں ہو سکتی۔ اور بنا کی صورت یہ ہے کہ کسی نے وضو سے عید کی نماز شروع کر کے کچھ ادا کر لی تھی پھر وضو جاتا رہا اور باقی نماز اس نے تیمم سے ادا کر لی تو درست ہے۔ **ط ت** اگر کوئی اپنے اسباب میں پانی رکھ کے بھول گیا اور پھر تیمم سے نماز پڑھ لی تو (بعد میں پانی یاد آنے پر) نماز نہ لوٹائے اور اگر کسی کو پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو وہ ایک تیر بھر کے فاصلہ تک پانی کو تلاش کرے ورنہ نہ کرے۔ اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی ہو تو اس سے مانگے اگر وہ نہ دے تو تیمم کرے اور اگر وہ بلا داموں کے پانی نہیں دیتا اور اسکے پاس دام ہیں تو یہ تیمم نہ کرے (بلکہ دام دیکر پانی لیلے وضو کرے) ورنہ تیمم کرے (یعنی اگر اسکے پاس دام نہیں ہیں یا وہ واجبی سے داموں کا نہیں دیتا تو پانی نہ لے اور تیمم کرے اور اگر کسی کا اکثر بدن (جس کو دھونا ضروری ہے) زخمی ہے تو وہ تیمم کرے اور اگر کم بدن زخمی ہو تو اسکو دھوئے اور دھونا اور تیمم دونوں کو جمع نہ کرے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

ت موزوں پر مسح کرنا مرد اور عورت دونوں کو درست ہے اگر جنبی نہ ہوں اور شرط یہ ہے کہ موزوں کو ایسی وضو پر پہنا ہو جو ٹوٹنے کے وقت کامل ہو **ف** یعنی اگرچہ موزے پہننے کے وقت وضو کامل نہ ہو مثلاً ایک بے وضو شخص موزے پہنکر پانی میں گھس گیا اور پانی اُسکے موزوں میں پہنچ گیا پھر اُسنے اور اعضا دھو کر وضو پورا کیا اور اسکے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کو ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ ٹوٹنے کے وقت وضو کامل ہے اگرچہ موزے پہننے کے وقت وضو نہ تھا۔ یعنی **ت** مسح کی مدت وضو ٹوٹنے کے وقت سے لیکر مقیم کے لیئے ایک دن رات تک ہے اور مسافر کے لیئے تین دن رات تک اور اس کی صورت یہ ہے کہ (بھیگے ہوئے) ہاتھ کی تین انگلیاں موزوں کے اوپر جانب پاؤں کی انگلیوں پر رکھکر ایکدفعہ پنڈلی تک کھینچے (اور اگر کوئی اوپر پنڈلی کیطرف سے

ناپاک ہے یہ بھی ناپاک ہے) آدمی اور گھوڑے اور اُن جانوروں کا جھوٹا جن کا گوشت کھانا درست ہے پاک ہے
اور کتے اور سور اور درندہ چوپاؤں کا جھوٹا ناپاک ہے اور بلّی اور کوچہ گرد مرغی اور پرند شکاری جانوروں ا
گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا مکروہ (تنزیہی) ہے اور گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے اور اگر پانی
نہ ملے تو اس سے وضو کرکے تیمم بھی کر لینا چاہیئے اور وضو اور تیمم میں سے جس کو مقدم کرے درست ہے بخلاف
نبیذ تمر کے **ف** نبیذ تمر وہ پانی ہے جس میں اتنے چھوہارے بھگوئے گئے کہ پانی میٹھا ہو گیا لیکن رقیق
اور بہتا ہوا ہے پس اگر اور پانی نہ ملے تو امام صاحب اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے وضو کرے
بلکہ تیمم کرے اسی پر فتوے ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وضو اور تیمم دونوں کرے اور یہ اختلاف
اسی صورت میں ہے کہ پانی گاڑھا اور نشہ آور نہ ہو ورنہ پھر سب کے نزدیک اس سے وضو درست نہیں

باب التیمم

تیمم کا بیان

ف لغت میں تیمم کے معنے القصد کے ہیں اور شرع میں پاک مٹی کو پاکی کے قصد سے استعمال کرنے کا نام تیمم
ہے **ت** اگر آدمی پانی سے ایک میل کے فاصلے پر ہو یا بیمار ہو (اور پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا
اندیشہ ہو یا سردی (ایسی ہو) کہ مر جانے کا اندیشہ ہو) یا دشمن یا درندے یا پیاس کا خوف ہو یا ڈول رسی نہ ہو تو
وہ تیمم کرے اور تیمم کی صورت یہ ہے کہ زمین کی قسم سے جو چیز پاک ہو اگرچہ اسپر غبار نہ ہو تیمم کی نیت کرکے ایک
دفعہ دونوں ہاتھ اس پر مار کر سارے منہ پر پھیرے اور دوسری دفعہ ہاتھ مار کر دونوں کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں
پر پھیرے اگرچہ آدمی ناپاک (یعنی جنبی) یا حیض والی عورت ہو (یہی دو ضرب کافی ہیں) **ف** شریعت میں میل
ایک تہائی فرسخ کو کہتے ہیں جو چوبیس ۲۴ انگل کے گز سے چار ہزار گز کا ہوتا ہے اور زمین کی قسم سے
مراد وہ چیزیں ہیں جو نہ جلیں نہ پگھلیں جیسے ریت - پتھر - سرمہ - چونہ وغیرہ **ت** اگر باوجود زمین
کی قسم میسر ہونے کے کوئی غبار سے تیمم کرے تب بھی جائز ہے پس کافر کا تیمم کرنا بیکار ہے نہ کہ اُس کا وضو
کرنا (کیونکہ تیمم میں نیت کرنی شرط ہے وضو میں نہیں ہے اور کافر بوجہ کفر کے نیت کرنے کا اہل نہیں ہے)
اور مرتد ہونے سے تیمم نہیں جاتا بلکہ جن چیزوں سے وضو جاتا ہے ان ہی سے تیمم بھی جاتا رہتا ہے
اور اس قدر پانی پر قدرت ہونے سے جو اس کی حاجت (ضروری) سے بچ رہے تیمم کرنا جائز
نہیں رہتا اور اگر پہلے کر لیا تھا تو وہ اس قدرت سے جاتا رہتا ہے (خواہ آدمی نماز میں ہو یا نماز

کم از کم مدت تین دن ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور جو خون تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ آئے وہ (حیض نہیں) استحاضہ ہے (جو ایک رگ سے آتا ہے اور یہ ایک قسم کی بیماری ہے) اور سوائے سفیدی خالص کے اور جس رنگ کا بھی خون آئے سب حیض ہے یہ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے سے مانع ہوتا ہے (یعنی اس حالت میں یہ دونوں عبادتیں ممنوع ہیں) مگر عورت روزہ کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہ کرے (کیونکہ اس حالت میں نماز معاف ہے) اور ایسی عورت کو مسجد میں جانا۔ طواف کرنا اور ناف سے لیکر عورت کے زانو تک مرد کو نزدیکی کرنا۔ قرآن پڑھنا اور بغیر غلاف کے قرآن کو ہاتھ لگانا سب ممنوع ہے **ف** غلاف سے مراد وہ کپڑا ہے جو قرآن سے علیحدہ ہو جیسے جزدان اور ایسی حالت میں آستین سے بھی چھونا مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مسکین **ت** اور قرآن بے وضو بھی پڑھنا منع ہے اور جنابت اور نفاس دونوں کو مانع ہے (یعنی ان دونوں حالتوں میں قرآن پڑھنا یا اس کو ہاتھ لگانا دونوں ممنوع ہیں) اور جس عورت کا حیض اپنی اکثر مدت (یعنی دس دن) کے بعد بند ہوا ہو اس سے صحبت کرنا جائز ہے اگرچہ وہ نہائی نہ ہو اور اگر دس روز سے کم میں بند ہو گیا ہے تو اس سے صحبت جایز نہیں جب تک وہ نہا نہ لے یا اس پر نماز کا ادنےٰ وقت نہ گذر جائے **ف** نماز سے مراد فرض نماز ہے اس وجہ سے درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت عید کی نماز کے وقت پاک ہوئی تو اسیم ظہر کا وقت گذر جانے کا انتظار کرنا ضروری ہے اور ادنےٰ سے مراد یہ ہے کہ اتنا وقت گذر جائے کہ وہ نہا دھو کر نماز کی نیت باندھ لے۔ فتح ملخصاً۔ **ت** اور حیض و نفاس کی مدت میں دو خونوں کے درمیان عورت کا پاک ہونا بھی حیض اور نفاس ہے۔ **ف** یعنی حیض کی مدت میں کچھ دنوں حیض آکر بند ہو گیا اور پھر آنے لگا اسی طرح نفاس آتا آتا بند ہو کر پھر آنے لگا تو اس خون کے نہ آنے کے دنوں میں عورت کو پاک ہونے کا حکم نہ ہوگا بلکہ وہ پاک ہونا حیض کے دنوں میں حیض ہے اور نفاس کے دنوں میں نفاس۔ فتح وط **ت** اور اس پاک ہو جانے کی مدت کم از کم پندرہ دن ہے اور اکثر مدت کی کوئی نہیں ہے ہاں ہمیشہ خون جاری رہنے کی صورت میں عادت معین ہو جانے کے وقت (حیض کی عادت کے دن علیحدہ کر کے باقی پاک رہنے کے دن شمار کیے جائیں گے اور استحاضہ کا خون مثلاً ہمیشہ جاری رہنے والی نکسیر کے ہے اور اگر خون حیض و نفاس کی اکثر مدت سے بڑھ جائے تو جسقدر اس کی ہمیشہ کی عادت سے بڑھیگا وہ استحاضہ ہے **ف** یہ حکم اس عورت کے حق میں ہے جس کی عادت معین ہو مثلاً کسی کو ہمیشہ

کھینچے تب بھی مسح ہو جائیگا مگر یہ مکروہ ہے) اور موزوں کی زیادہ پھٹن مسح کو مانع ہے جسکی مقدار پاؤں کی تین
چھوٹی انگلیوں کا ظاہر ہو جانا ہے اور اس سے کم پھٹن مانع نہیں ہے اور اگر ایک موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہوا ہے تو انکو ایک جگہ جمع کیا جائے (اگر وہ
تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے تو مسح درست نہیں ورنہ درست ہے اور دونوں موزوں کی پھٹن جمع نہ کیجائے یعنی اگر دونوں کی پھٹن ملکر تین انگلیوں کی مقدار
ہو تو اسکا اعتبار نہیں بخلاف نجاست اور برہنگی کے یعنی اگر دونوں موزوں پر تھوڑی تھوڑی نجاست ہو جو ایک جگہ کرنے
سے ایک درم کی مقدار ہو جائے تو ان پر ناپاک کئے بغیر مسح درست نہیں ہے اور اسی طرح برہنگی
کا حال ہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی کئی جگہ ہے تو اُس کو ایک جگہ کر کے دیکھنا چاہیئے اگر چوتھائی عضو کی مقدار
ہو جائے تو اس سے نماز درست نہ ہوگی۔ حاشیہ وغیرہ ت اور وضو ٹوٹنے اور موزہ پاؤں سے نکلنے
اور مسح کی مدت گذر جانے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ (دھونے کی) سردی سے دونوں پاؤں جاتے
رہنے کا خوف نہ ہو اور موزہ نکلنے اور اُس کی مدت گذر جانے کے بعد (اگر وضو ہے تو) فقط پاؤں دھوئے
اور اکثر پاؤں کا نکل آنا نکلنے ہی کے حکم میں ہے۔ اگر کسی مقیم نے مسح کیا تھا اور ایک دن رات کے گذرنے
سے پہلے ہی وہ مسافر ہو گیا تو وہ تین دن رات مسح کرے اور اگر کوئی مسافر ایک دن رات گذرنے
کے بعد مقیم ہو گیا ہے تو وہ موزے نکال دے اور اگر اس سے پہلے مقیم ہو گیا ہے ایک دن رات پورا کرے
اور موزے کے اوپر کے موزے پر اور چمڑے کی جراب پر اور جن کے نیچے چمڑا لگا ہو یا ایسی سخت ہو کہ بغیر
باندھے پنڈلی پر ٹھیر جائیں ان سب پر مسح کرنا جائز ہے ہاں عمامہ اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر
مسح کرنا درست نہیں ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کی بندش پر اور زخم کی پٹی پر یا اسی طرح کی اور چیز پر (مثلاً
فصد وغیرہ کی بندش پر) مسح کرنا دھونے کے حکم میں ہے ان کے مسح کی کوئی مدت معین نہیں ہے اور
یہ مسح دھونے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے (یعنی صرف پٹی پر مسح کر لیا جائے اور باقی عضو دھو لیا جائے) اور
پٹی وغیرہ اگرچہ بے وضو باندھی ہو ان پر مسح کرنا درست ہے اور ساری پٹی پر مسح کر لیا جائے اسکے نیچے
زخم ہو یا نہ ہو پس اگر زخم اچھا ہونے کے باعث پٹی وغیرہ گر پڑے تو مسح باطل ہو جائیگا اور اگر بدوں
اچھا ہوئے گرے تو باطل نہ ہوگا اور موزے اور سر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔

باب الحیض

حیض کا بیان

ت حیض وہ خون ہے جو ایسی عورت کے رحم میں سے آئے جو بیمار اور کم عمر نہ ہو اُسکے جاری رہنے کی

جڑواں بچوں میں نفاس کی ابتدا پہلے بچے سے ہوتی ہے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے امام محمد اور امام زفرؒ کے نزدیک ابتدا دوسرے بچے سے ہوتی ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد چونکہ ابھی وہ عورت حاملہ ہے اس لیے اس کا یہ خون رحم سے نہیں ہے اسی وجہ سے بغیر دوسرا بچہ جنے عدت پوری نہیں ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نفاس اُس خون کا نام ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے اور یہاں ایسا ہی ہے پس یہ مثل اس خون کے ہوگیا جو ایک ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے باقی عدت کا پورا ہونا تو مطلق حمل کے جننے سے تعلق رکھتا ہے لہذا وہ دونوں کے جننے کو شامل ہوگا ۔ فتح

باب الانجاس

نجستوں کا بیان

ف انجاس نجس کی جمع ہے اور یہ خبث سے عام ہے جو حقیقی نجاست پر بولا جاتا ہے اور حدث سے بھی جو حکمی پر بولا جاتا ہے غرض کہ نجس نجاست حقیقی اور حکمی دونوں پر بولا جاتا ہے ۔ یعنی **ت** بدن اور کپڑا پانی سے پاک ہوجاتا ہے اور ہر ایسی بہتی (پاک) چیز سے بھی جو (نجاست کو) دُور کرنے والی ہو مثلاً سرکہ ۔ گلاب لیکن تیل سے پاک نہیں ہوتا **ف** شہد ۔ شیرہ اور گھی بھی تیل ہی کے حکم میں ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ چیزیں نجاست کو دور کرنے والی نہیں ہیں ۔ نہرت **ت** اگر موزے پر گاڑھی نجاست (مثلاً پاخانہ وغیرہ) لگ جائے تو وہ زمین پر رگڑ (کے اُتار) دینے سے پاک ہوجاتا ہے اور اگر گاڑھی نہیں ہے (مثلاً پیشاب وغیرہ لگ گیا ہے) تو اُس کو دھونا چاہیئے (خواہ خشک ہو یا تر ہو) اور خشک منی (خواہ بدن پر ہو یا کپڑے پر) ہاتھوں سے رگڑنے (اور کھرچنے) سے پاک ہوجاتی ہے ورنہ اُسے دھونا چاہیئے ۔ **ف** یعنی خواہ غلیظ ہو یا رقیق ہو مرد کی ہو یا عورت کی ہو ہاتھوں سے رگڑنے اور کھرچنے سے اس کی ناپاکی جاتی رہتی ہے اور اس کا دھبہ رہنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اگر منی خشک نہیں ہے بلکہ تر ہے تو اس کو دھونا چاہیئے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک منی ناپاک ہے بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک پاک ہے دھونے اور کھرچنے کی ضرورت نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک ایسی ناپاک ہے کہ بغیر دھوئے فقط کھرچنے سے بھی پاک نہیں ہوتی مگر انصاف اور غور سے دیکھنے پر امام صاحب کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسی چیز کا ناپاک ہونا جو غسل کا باعث ہو اور پیشاب کی جگہ سے نکلتی ہو آثار اور قیاس سے بہت ہی معلوم ہوتا ہے اور خشک منی کا رگڑنے سے پاک ہوجانا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اگرچہ اس کا دھبہ باقی رہ جائے ۔ فتح وغیرہ

ہیں سات دن حیض آنے کی عادت تھی پھر اُسے بارہ ۱۲ روز خون آیا تو جو سات دن سے زیادہ دن خون آیا ہی وہ
استحاضہ ہے اسی طرح اگر کسی کی عادت چار دن یا پانچ دن خون آنے کی ہو اور پھر دس سے بڑھ جائے تو
جسقدر اس کی عادت سے بڑھے گا یہ سب استحاضہ ہی اور اگر دس دن سے نہیں بڑھا تو حیض کے ایام میں
وہ سب حیض ہے اور اسی طرح نفاس میں اگر کسی کو مثلاً پینتیس ۳۵ دن خون آنے کی عادت تھی پھر اُسے پینتالیس ۴۵
دن خون آیا تو یہ دس دن کا خون استحاضہ ہی۔ عینی ت اور اگر کسی عورت کو پہلے ہی پہل خون آکر جاری
ہوگیا ہو تو (ہر مہینہ میں) دس دن اُسکے حیض کے ہونگے اور چالیس ۴۰ دن نفاس کے (اور جب حیض میں دس سے اور نفاس میں چالیس سے زیادہ دن ہونگے
وہ استحاضہ ہی) اور جس عورت کو استحاضہ (کی بیماری) ہو اور جس شخص کو سلس البول یا جسکا پیٹ چلتا ہو یا کسی کی ریح نکلتی رہتی ہو یا نکسیر بند
نہ ہوتی ہو یا کسی کے ناصور ہو تو ایسے شخص ہر فرض کے وقت (تازہ) وضو کیا کریں اور اس وضو سے (اس
وقت میں) فرض اور نفل (جسقدر چاہیں) پڑھیں۔ ف شریعت میں ان بیماری والوں کو معذور کہتے ہیں
امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص کو ہر فرض کے وقت تازہ وضو کرنا چاہیے اور امام شافعی کے نزدیک
ہر فرض کے لیے اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر نفل کے لیے بھی۔ فتح المعین ت اور ان کا وضو فقط وقت
کے نکلنے سے جاتا رہتا ہے ف یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام زفر کے نزدیک دوسری
نماز کا وقت آنے سے جاتا رہتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس نماز کا وقت جانے اور دوسری نماز کا
وقت آنے دونوں سے جاتا رہتا ہے حاشیہ ت اور (ان معذوروں کے لیے) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ
جب ان پر کسی فرض کا وقت ایسا نہ گذرے کہ جس میں انہیں یہ عذر نہ ہو ف یہ شرط عذر رہنے کی ہی اگر
یہ نہ ہوگی تو وہ معذور نہ کہلائیں گے اور پھر ان کا وضو اس عذر سے جاتا رہیگا ت نفاس اُس خون
کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اور اگر کسی حاملہ عورت کو خون آئے تو وہ استحاضہ ہے اور اگر
کسی کا حمل ساقط ہوگیا اور اس میں بعض عضو بھی ہیں (مثلاً ناخن اور بال وغیرہ) تو اُس کا حکم بچہ ہے ف
یعنی شرعاً وہ اس عورت کا بچہ ہے یہاں تک کہ اُس کے بعد کا خون نفاس ہوگا اور اگر وہ لونڈی تھی تو اب
ام ولد ہو جائیگی اور اگر عدت میں تھی تو عدت پوری ہو جائے گی اور اگر اس میں کوئی عضو معلوم نہیں ہوتا
بلکہ محض گوشت کا لوتھڑا ہے تو اس کے بعد کا خون نفاس نہ ہوگا اور نہ بچہ کے اور احکام ہوں گے مسکین
ت نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہی (چنانچہ بعض عورتوں کو ایک گھنٹہ بھر بھی نہیں آتا) اور
اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس ۴۰ دن ہے اور جسقدر چالیس دن سے بڑھے وہ استحاضہ ہے اور

کہ مچھلی بغیر ذبح کیئے حلال ہوتی ہے حالانکہ ذبح کرنا خون ہی نکالنے کے لیے مشروع کیا گیا ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خون نہیں ہے۔ عینی ت اور اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کے ناکے جیسی (یعنی مہین مہین بہت سی) پڑجائیں تو وہ بھی معاف ہی اور جو نجاست کہ نظر آتی ہو اُس کا جسم (اور اثر) دُور کردینے سے پاک ہوجاتی ہے مگر وہ نجاست کہ جس کا اثر (یعنی رنگ وغیرہ) دُور ہونا دشوار ہو یا ایسی نجاست ہو کہ خشک ہونے کے بعد اس کا اثر نہ معلوم ہوتا ہو تو وہ تین دفعہ دھونے اور ہر دفعہ نچوڑنے سے پاک ہوجاتی ہے ف تیسری دفعہ میں اس قدر زور سے نچوڑا جائے کہ اسکے بعد نچوڑنے سے پانی نہ ٹپکے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ دھونا کافی ہے مسکین ت اور جو چیزیں نچوڑی نہ جائیں (مثلاً بوریا وغیرہ) تو وہ تین دفعہ دھونے اور ہر دفعہ اُن کا پانی خشک کرنے سے پاک ہوجاتی ہیں ف یعنی تین دفعہ دھونے میں ہر دفعہ اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ انکا پانی ٹپکنا موقوف ہوجائے باقی خشک کرنا شرط نہیں ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز کبھی پاک نہیں ہوتی۔ مسکین ت اور (پیشاب پاخانہ پھرنے کے بعد) کسی صاف کرنے والی چیز مثلاً پتھر (اور ڈھیلے) وغیرہ سے استنجا کرنا مسنون ہے اور اس میں (ڈھیلے وغیرہ کی) کوئی شمار مسنون نہیں ہے اور (استنجا کرنے کے بعد) اس جگہ کو پانی سے دھونا مستحب ہی ف سنت استنجا ادا کرنے میں ضروری امر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفائی کرنی ہے نہ کہ ڈھیلوں کی گنتی بخلاف امام شافعی علیہ الرحمۃ کے کہ ان کے نزدیک طاق یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلے ہونے فرض ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اسکے خلاف کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ فتح وغیرہ ت اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز کرجائے (یعنی پیشاب یا پاخانہ اپنی اپنی جگہ سے تجاوز کرجائے) تو اس کا دھونا واجب ہی ف دھونا واجب اسی صورت میں ہے کہ نجاست ایک درم یا ہتیلی کے عرض سے زیادہ جگہ میں لگجائے اور اگر کم میں لگی ہے تو اس کا دھونا مستحب ہے ت اور اس مقدار کا لحاظ استنجے کی جگہ کے سوا کیا جائے گا اور ہڈی۔ لید۔ کھانے کی چیز اور دا ہنے ہاتھ سے استنجا کرنا جایز نہیں ہے ہاں اگر کسی کو کوئی عذر ہو (کہ بائیں سے نہ کرسکتا ہو تو اُسے داہنے سے کرنا جایز ہی۔

کتاب الصلوٰۃ

نماز (کے وقتوں وغیرہ) کا بیان

ف لغت میں صلوٰۃ کے معنے دعا۔ ثنا۔ قرارت۔ اور رحمت کے ہیں اور شرع میں ان معہودہ مخصوصہ

ت تلوار جیسی چیزیں (مثلاً آئینہ اور چھری وغیرہ) پونچھنے سے پاک ہوجاتی ہیں (برابر ہے کہ نجاست خشک
ہو یا تر ہو پیشاب ہو یا پاخانہ ہو) اور زمین خشک ہونے سے اور (نجاست کا) اثر جاتے رہنے سے نماز
(پڑھنے) کے لیئے پاک ہوجاتی ہے اور تیمم کے لیئے پاک نہیں ہوتی ف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے
کہ ایسی زمین پر تیمم کرنا بھی جائز ہے مگر ظاہر قول پہلا ہی ہے کیونکہ تیمم درست ہونے میں زمین کا پاک
ہونا نص قرآن سے شرط ہے لہذا یہ حکم اس سے ادا نہ ہوگا جو خبر واحد سے ثابت ہو۔ فقہاء فرماتے ہیں
کہ اگر ناپاک زمین پر آگ جلادی جاوے تو پھر اس سے تیمم کرنا جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر کوئی ناپاک
زمین کو اسی وقت پاک کرنی چاہیئے تو اُس پر تین دفعہ پاک پانی بہادے اور ہر دفعہ پاک کپڑے سے
پونچھتا رہے وہ پاک ہوجائیگی ۔ فتح ت نجاست مغلظہ مثلاً خون اور شراب (وغیرہ) میں سے ایک درم
کی مقدار اور ہتیلی کی چوڑائی کی مقدار معاف ہے (یعنی اگر کپڑے یا بدن پر اتنی نجاست لگ جائے تو
اسکو بغیر دھوئے نماز ہوجائیگی) علی ہذا القیاس مرغی کی بیٹ اور اُن جانوروں کا پیشاب کہ جن کا گوشت
نہیں کھایا جاتا اور لید اور گوبر بھی ۔ ف یعنی اگر ان چیزوں میں سے بھی ایک درم کی مقدار کہیں لگجائے
تو وہ معاف ہے ۔ درم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے پس اگر نجاست غلیظ ہے تو درم کے وزن سے اندازہ
کرلیا جائے اور اگر رقیق ہے تو ہتیلی کی چوڑائی سے ناپ لی جاوے پس اگر ان مقداروں سے زیادہ
تو اس کا دھونا فرض ہے اور اگر کم ہے تو دھونا مستحب ہے ت اگر چوتھائی کپڑے سے کم نجاست خفیفہ
میں بھر جائے ۔ ف یہاں اس کپڑے کی چوتھائی مراد ہے جس میں کم از کم نماز ہوجاتی ہو مثلاً ایک تہمد
ہو یا ایک چادر ہو اور بعض کا قول یہ ہے کہ اُس جگہ کی چوتھائی ہو جہاں نجاست لگی ہے جیسے دامن ہے
یا آستین ہے یا کلی وغیرہ ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں چوتھائی سے
ایک بالشت لمبا اور ایک بالشت چوڑا کپڑا مراد ہے مسکین ت مثلاً ان جانوروں کے پیشاب میں کہ
جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا گھوڑے کے پیشاب میں یا ان پرندوں کی بیٹ میں کہ جن کا گوشت
نہیں کھایا جاتا یا مچھلی کے خون میں یا خچر اور گدھے کے لعاب میں تو وہ بھی معاف ہے ف امام ابویوسف
رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مچھلی کا خون نجاست خفیفہ ہے کیونکہ وہ خون کی صورت ہوتا ہے اور امام اعظم
اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ مچھلی کے اندر کا سرخ پانی حقیقت میں خون نہیں ہوتا لہذا وہ نجس
نہیں ہے بلکہ ظاہر روایت میں پاک ہے کیونکہ خون کا جانور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا دوسری دلیل یہ ہے

جاگ جانے پر پورا اعتماد ہو (اور اگر اعتماد نہ ہو تو سونے سے پہلے ہی پڑھ لینی چاہئیں) اور جاڑوں میں ظہر کی نماز اول وقت پڑھنا اور مغرب کی نماز ہمیشہ اول وقت پڑھنا مستحب ہے اور جن نمازوں کے اول میں عین ہے (مثلاً عصر اور عشا) انکو ابر کے دن اول وقت پڑھنا اور ان کے سوا اور نمازوں کو ایسے دن موخر کرنا مستحب ہے (مثلاً فجر، ظہر، مغرب) اور جس وقت آفتاب نکلتا ہو یا جس وقت عین سر پر ہو یا جس وقت غروب ہوتا ہو ان تینوں وقتوں میں نماز اور تلاوت کا سجدہ اور جنازہ کی نماز پڑھنی مکروہ ہے مگر ہاں اسی دن کی عصر کی نماز (آفتاب کے غروب ہوتے وقت جائز ہے - فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا جائز نہیں ہے ہاں قضا نماز پڑھنا اور تلاوت کا سجدہ کرنا اور جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے اور صبح صادق ہونے کے بعد سوائے فجر کی سنتوں کے اور نفل پڑھنا یا مغرب کی نماز سے پہلے اور (جمعہ وغیرہ کا) خطبہ پڑھتے وقت نفل پڑھنا درست نہیں ہے اور دو وقت کی نماز کو کسی عذر سے (مثلاً سفر یا بارش وغیرہ کے سبب سے) ایک وقت میں ادا کرنا منع ہے **ف** اس کی وجہ یہ ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ والذی لا الہ غیرہ ما صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوٰۃ قط الا لوقتہا الا صلوتین جمع بین الظہر والعصر بعرفۃ وبین المغرب و العشاء بجمع - یعنی قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ وقت ہی پر نماز پڑھی ہے سوائے ان دو نمازوں کے کہ ظہر اور عصر کو عرفات میں جمع کیا اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ میں - باقی جہاں حضور انور سے ایسا وارد ہے کہ اس سے کسی بیماری وغیرہ عذر کے باعث دو نمازوں میں جمع کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے تو وہ جمع صوری پر محمول ہے اس طرح کہ پہلی نماز اخیر وقت پڑھا اور دوسری کو اول وقت اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ سفر اور بارش کے عذر سے ظہر اور عصر مغرب اور عشا کو جمع کر لینا جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبوک کے سفر میں ظہر اور عصر مغرب اور عشا جمع کیا تھا اور ہماری دلیل وہی روایت جو ہم نے ابھی بیان کی ہے - فتح مبین -

باب الاذان

اذان کے مسئلے

ف لغت میں اذان کے معنے آگاہ کرنے کے ہیں اور شرع میں اس خاص طریقہ پر آگاہ کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ اذان اپنا وقت ہونے پر موقوف ہوتی ہے کیونکہ وقت میں ایک طرح کی سببیت ہے اور سبب مقدم ہوتا اس لیے مصنف نے اوقات کو مقدم اور اذان کو موخر کیا ہے - مسکین ترجمہ فرض نمازوں کے لیے

ارکان کا نام ہے کیونکہ اس کے قیام میں قرارت اور قعود میں ثنا اور دعا اور ان کے ادا کرنے والے کے لیے
رحمت ہوتی ہے۔ فتح وغیرہ۔ ت فجر (کی نماز) کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے نکلنے تک ہے۔ ف
صبح صادق اُس روشنی کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب افق میں پھیلتی ہے ت اور ظہر کا وقت آفتاب کے
ڈھلنے سے لیکر اسوقت تک ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اُس کے اصلی سایہ کے سوا (جو ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے)
اس چیز سے دونا ہو جائے ف آفتاب کے ڈھلنے پر ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے
اول روز اسی وقت نماز پڑھائی تھی اور آخر وقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُس وقت ہے کہ جب ہر چیز کا سا
اس کے اصلی سایہ کے سوا اس سے دونا ہو جائے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اُس کے
اصلی سایہ کے سوا اس کی برابر ہو جائے یہی ایک روایت امام صاحب سے بھی ہے اور یہی قول امام زفر اور امام شافعی
کا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جبریل علیہ السّلام کی امامت اول روز اول وقت میں تھی اور دوسرے روز
آخری وقت میں پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ ظہر کا آخر وقت ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسّلام کا یہ ارشاد ہے ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم اور عرب میں زیادہ گرمی اسی وقت
ہوتی ہے اور اس زمانہ میں فتوی حرمین وغیرہ میں صاحبین کے قول پر ہے۔ فتح ت اور عصر کا وقت دو
مثل سے لیکر آفتاب کے غروب ہونے تک ہے اور آفتاب کے غروب ہونے سے لیکر شفق کے غائب ہونے
تک مغرب کا وقت ہے اور شفق سپیدی ہے (جو سُرخی کے بعد پیدا ہوتی ہے) ف صاحبین اور امام شافعی
کا قول یہ ہے کہ شفق یہ سُرخی ہی ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رہ سے بھی ہے اور اسی پر فتوی ہے
مسکین ت عشا اور وتر کا وقت شفق غائب ہونے سے لیکر صبح (صادق) ہونے تک ہے ف اور امام شافعی
علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ تہائی رات تک ہے مسکین ت اور وتروں کو عشا (کی نماز) سے مقدم نہ
کیا جائے کیونکہ ان دونوں میں ترتیب ہونی ضروری ہے (جیسا کہ وقتیہ نماز فائتہ پہ مقدم نہیں ہوتی) اور
جسے ان دونوں (یعنی عشا اور وتر) کا وقت نہ ملے اس پر یہ دونوں واجب نہیں ہیں ف مثلاً کوئی شخص ایسے
شہر میں ہو جہاں آفتاب غروب ہوتے ہی صبح صادق ہو جاتی ہو جیسے بلغار وغیرہ تو اس پر یہ دونوں نمازیں
فرض نہیں ہیں۔ ط ت اور فجر کی نماز اور گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا اور عصر میں اتنی تاخیر
کرنا کہ دھوپ میں زردی نہ آئے (کیونکہ اتنی تاخیر مکروہ تحریمی ہے) اور عشا کو تہائی رات تک مؤخر کرنا
مستحب ہے علی ہذا القیاس وتروں کو آخر شب تک مؤخر کرنا ایسے شخص کے لیے مستحب ہے کہ جسے اپنے (اُسوقت)

اور قضا نماز کے لیے اذان اور تکبیر دونوں کہے اور اگر کئی نمازیں قضا ہوگئی ہیں تو پہلی نماز کے لیے اذان
اور تکبیر دونوں کہے اور باقی نمازوں کے لیے اذان کہنے میں اختیار ہے (فقط تکبیر کہہ لے) اور (نماز کے) وقت
سے پہلے اذان نہ دیجائے اور اگر وقت سے پہلے دیدی ہے تو وقت پر دوبارہ دی جائے ناپاک آدمی
کی اذان اور تکبیر دونوں مکروہ ہیں اور بے وضو کی تکبیر اور عورت اور فاسق اور بیٹھے ہوئے اور نشہ والے
کی اذان بھی مکروہ ہے مگر غلام اور حرامی بچے اور اندھے اور دیہقانی کی اذان مکروہ نہیں ہے اور مسافر کو
اذان و تکبیر دونوں کا چھوڑ دینا مکروہ ہے ہاں جو شخص شہر کے اندر اپنے گھر میں نماز پڑھے اسکے لیے
مکروہ نہیں ہے اور اذان و تکبیر ان دونوں (یعنی مسافر اور گھر میں نماز پڑھنے والے) کے لیے مستحب ہیں عورتوں
کے لیے مستحب نہیں ہیں +

باب شروط الصلوٰة

نماز کی شرطوں کا بیان

ف شروط شرط کی جمع ہے اس کے معنے علامت کے ہیں اور اصطلاح میں شرط اُسے کہتے ہیں جس پر کوئی
چیز موقوف ہو اس کی جو شئ ہو ترجمہ اور وہ یہ ہیں۔ نمازی کا بدن نجاست حکمی اور حقیقی سے اور اسکا
کپڑا اور جگہ (نجاست حقیقی سے) پاک ہونا اور بدن عورت کا ڈھانکنا اور مرد کا بدن عورت ناف کے نیچے
سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور آزاد عورت کا سارا بدن عورت ہے سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں
اور دونوں پاؤں کے اور عورت کی چوتھائی پنڈلی کھلنے سے نماز نہیں ہوتی اور یہی حکم (سر کے) بالوں اور
پیٹ اور ران اور عورت غلیظہ کا ہے ف یعنی ان عضووں میں سے اگر کوئی عضو چوتھائی نماز میں کھلا رہے
نماز نہ ہوگی اور عورت غلیظہ سے مراد پیشاب یا پاخانہ کی جگہ ہے۔ اور جو بال سر کے نیچے لٹکے ہوئے
ہوں وہ بھی بالاتحقیق انہی بالوں کے حکم میں ہیں جو سر پر ہوں مسکین ترجمہ اور لونڈی مثل مرد کے
ہے (اس بارے میں) مگر اسکا پیٹ بھی اور ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے اور لونڈی
کی پیٹھ اور پیٹ بھی عورت ہے اور اگر نمازی کو ایسا کپڑا ملا کہ جو چوتھائی پاک ہے (اور باقی ناپاک) اور اسنے
ننگے بدن نماز پڑھ لی تو اس کی نماز درست نہ ہوگی ف نماز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چوتھائی کپڑے
کا پاک ہونا سارے کپڑے کے پاک ہونے کے حکم میں ہے جیسا کہ احرام میں ہوتا ہے عینی ترجمہ اور اگر
چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو نمازی کو اختیار ہے چاہے اسے پہن کر پڑھے اور چاہے ننگے پڑھ لے)

اذان دینا سنت ہی بلا ترجیع اور بغیر لحن کے **ف** بعض نے اذان کو واجب کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اذان
سنت مؤکدہ ہی اور یہ دونوں قول قریب ہی قریب ہیں کیونکہ سنت مؤکدہ اور واجب دونوں کے ترک
پر گناہ برابر ہوتا ہے اور اذان اُن فرائض کے لیے مسنون ہے جو اپنے اپنے وقت پر مسجدوں میں ادا کیے
جائیں اور گھروں میں ادا کرنے پر اذان مسنون نہیں ہے اور ترجیع یہ ہے کہ اول شہادتین کو دوبارہ آہستہ کہہ کے
پھر دوبار بلند آواز سے کہے اِس طرح کہنا امام صاحب کے نزدیک مسنون نہیں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک
مسنون ہے ان کی دلیل ابو محذورہ کی روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے اس طرح اذان
کہلائی تھی اور ہماری عبداللہ بن زید کی حدیث اور بلال کی اذان ہے کہ وہ آنحضرت کے سامنے آپکے وصال
تک سفر اور حضر ہر حالت میں بلا ترجیع اذان کہتے رہے باقی حضور انور کا ابو محذورہ سے اس طرح اذان کہلانے
کی تعلیم مقصود تھی جس کو وہ ترجیع سمجھ گئے فتح وغیرہ **ترجمہ** اور صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد مؤذن
الصلوٰۃ خیر من النوم زیادہ کرے اور تکبیر مثل اذان کے ہی اور اس میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد
قامت الصلوٰۃ زیادہ کرے اور اذان کے کلمات ٹھیر ٹھیر کے کہے اور تکبیر کے جلدی جلدی اور دونوں میں منہ
قبلہ رُخ رکھے اور ان میں بات نہ کرے اور حی علی الصلوٰۃ داہنی طرف منہ کر کے کہے اور حی علی الفلاح بائیں طرف
منہ کر کے اور اذان کے منارے میں گھوم کر اذان کہے (تاکہ اس کے روشن دانوں میں سے لوگوں کو اذان
کی آواز پہنچ جائے) اور اپنی دو انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ لے اور تثویب کرے۔ **ف** تثویب اُسے
کہتے ہیں کہ مؤذن اذان کہہ کر نمازیوں کو مستعد کرنے کے لیے تکبیر تک الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتا رہے اس میں ائمہ
کا اختلاف ہی امام شافعیؒ وغیرہ ائمہ تثویب سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو مکہ میں آپ کو ایک مؤذن ملا اور اُس نے آپ کو نماز کی خبر کی
آپ نے اُسے جھڑکا اور یہ فرمایا کہ کیا تیری اذان ہمارے لیے کافی نہیں ہے اور متقدمین کے نزدیک بھی یہ مکروہ
ہے یہی قول جمہور کا ہے چنانچہ امام نووی نے شرح المذہب میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے
عشا کے وقت ایک مؤذن کو تثویب کرتے دیکھ کے یہ فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکالدو ابن عمر سے بھی ایسا
ہی مروی ہے پس اس بنا پر تثویب بدعت ہی اس سے منع کر دینا چاہیئے۔ فتح وغیرہ **ترجمہ** اور اذان و تکبیر کے
درمیان بیٹھ جائے (یعنی اذان کہہ کے ٹھیر جائے تاکہ پابندی سے آنے والے لوگ آکر سنتیں وغیرہ پڑھ لیا
کریں) سوائے مغرب کے (کہ اس کی اذان کے بعد تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھنے کی مقدار ٹھیرے)۔

وہ مکروہ تحریمی ہو اور صحیح یہ ہے کہ یہ بالاتفاق فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔ ق ترجمہ اور نماز میں واجبات یہ ہیں الحمد پڑھنا۔ الحمد کے ساتھ ایک سورۃ (یا ایک آیۃ بڑی یا تین آیتیں چھوٹی) ملانا۔ پہلی دونوں رکعتوں کو قرآن پڑھنے کے لیے معین کرنا۔ جو فعل (ایک رکعت میں) مکرر ہیں ان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔ کل ارکان کو درستی کے ساتھ ادا کرنا۔ پہلا قعدہ کرنا۔ التحیات پڑھنا۔ (آخر نماز میں) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ وتروں میں دعاء قنوت پڑھنا۔ دونوں عیدوں کی نماز میں تکبیریں کہنا۔ جن نمازوں میں آہستہ یا پکار کر پڑھا جاتا ہے ان میں آہستہ یا پکار کے پڑھنا ف یہ سب امور نماز میں واجب ہیں ان میں سے کسی کے ترک ہونے پر خواہ عمداً ہو یا سہواً ہو سجدہ سہو کرنا یا دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر کسی نے نہ سجدہ سہو کیا اور نہ دوبارہ نماز پڑھی تو وہ گنہگار رفاسق ہوگا اور ایک رکعت میں مکرر فعل یہ ہیں جیسے دو سجدے پس اگر کسی نے دوسرا سجدہ چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ ناقص ہوجائے گی ہاں غیر مکرر فعل میں مثلاً رکوع اور قیام میں ترتیب فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ فتح وغیرہ۔

ترجمہ اور نماز میں سنتیں یہ ہیں تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔ امام کو پکار کے اللہ اکبر کہنا۔ سبحانک اللہم آخر تک پڑھنا۔ اعوذ باللہ پڑھنا۔ بسم اللہ پڑھنا۔ آہستہ سے آمین کہنا۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اور ناف سے نیچے رکھنا۔ رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ رکوع سے سر اٹھانا۔ رکوع میں تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنا۔ رکوع میں اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا۔ انگلیوں کو کھلی رکھنا۔ سجدہ میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ سجدہ میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلےٰ کہنا۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو سجدہ کے وقت زمین پر رکھنا (التحیات میں) بائیں پیر کو بچھانا۔ اور داہنے کو کھڑا کرنا۔ رکوع سجدہ کے درمیان (سیدھا) کھڑا ہونا۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔ دعا مانگنا۔ اور نماز کے آداب (یعنی مستحبات) یہ ہیں کہ سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا جمائی کے وقت (حتی الوسع) منہ بند رکھنا۔ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھوں کو آستینوں سے نکالنا۔ حتی الوسع کھانسی کو روکنا۔ تکبیر میں موذن کے حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہوجانا۔ جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہے امام کو نماز شروع کردینا ف یعنی پہلی ہی مرتبہ کہنے کے وقت نماز شروع کردینا اور اگر امام نے اتنی تاخیر کی کہ موذن نے تکبیر پوری کردی تو بالاجماع اسمیں بھی کوئی حرج نہیں ہے یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے ع

فصل

اور جب نماز شروع کرنے کا ارادہ ہو تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر تک اٹھائے اور اگر

اور اگر کپڑا نہ ہو تو نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدے اشارہ سے کرے اور یہ کھڑے ہو کر مع رکوع اور سجدوں کے پڑھنے سے بہتر ہے اور نیت بلا فصل کے ہونی چاہیئے **ف** یعنی نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی ایسا فصل نہ ہو جو اتصال کو مانع ہو مثلاً کھانا پینا اور جو اس اتصال کو مانع نہ ہو مثلاً وضو کرنا اور جماعت میں ملنے کے لیے چلنا تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے **ع ترجمہ** اور نیت میں شرط یہ ہے کہ نمازی اپنے دل میں یہ بات جان لے کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں (باقی زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے) اور نفلوں اور سنتوں اور تراویح کے لیے مطلق نماز کی نیت کر لینی کافی ہے اور فرضوں کے لیے (خواہ کسی وقت کے ہوں دل میں) اس فرض کا تعین کرنا شرط ہے مثلاً (یہ کہے کہ) عصر کے فرض (یا ظہر کے فرض اور اگر اس طرح نیت کرے کہ فرض ہذا الوقت پڑھتا ہوں تب بھی جائز ہے) اور مقتدی یہ بھی نیت کرے کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں اور جنازہ کی نماز میں یہ نیت کرے کہ نماز اللہ کے لئے ہے اور دعا اس میت کے لیے اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی نماز کی شرط ہے پھر مکہ والے کو خاص کعبہ کی عمارت کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور اوروں کو کعبہ کی سمت کی طرف منہ کر لینا کافی ہے اور اگر کسی کو (دشمن یا چور یا درندہ کا) ڈر ہو جس سے وہ قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے) تو اس سے جس طرف ہو سکے منہ کر کے نماز پڑھ لے اور جسے قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو وہ اٹکل کرے اور اگر اٹکل میں غلطی ہو جائے تو نماز دوبارہ نہ پڑھے اور اگر غلطی کا ہونا عین نماز میں معلوم ہو جائے تو وہ نماز ہی میں قبلہ کی طرف پھر جائے اور اگر (اندھیری رات میں) بہت سے آدمی امام کے پیچھے کھڑے تھے اور ہر ایک نے قبلہ رخ کو جدی طرف اٹکل کیا اور اپنے امام کا حال انہیں معلوم نہ ہوا (کہ اس کا منہ کس طرف ہے) تو ان سب کی نماز ہو جائے گی **ف** اور اگر کسی کو امام کا حال معلوم تھا اور پھر اس نے اس کے خلاف جانب منہ کیے رکھا تو اسکی نماز نہ ہوگی فتح

باب صفة الصلوٰة

نماز کی صفت کا بیان

ف مصنف نے شرطوں کو بیان کرنے کے بعد اب مشروط کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور نماز کی صفت سے اس کے فرائض و واجبات اور اس کے ادا کرنے کا طریق بیان کرنا مراد ہے۔ **ترجمہ** نماز میں فرض یہ چیزیں ہیں تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر کہنا) کھڑا ہونا۔ قرآن پڑھنا۔ رکوع و سجدہ کرنا اور اخیر میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا اور نماز سے اپنے فعل سے باہر آنا **ف** یعنی ایسے فعل کے ذریعہ سے نکلنا جو نماز کے منافی ہو اگرچہ

بسم اللہ کا اور سورتوں کی آیۃ نہ ہونا سو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سورۃ من القرآن
ثلثون آیۃ شفعت لرجل حتی غفر لہ وھی تبارک الذی بیدہ الملک یعنی قرآن شریف میں ایک
سورۃ تیس آیتوں کی ہے وہ اپنے پڑھنے والے کے لیئے ایسی سفارش کریگی کہ اُس کی مغفرت ہوجایگی اور
وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ اِس سورۃ کی بسم اللہ کے علاوہ
تیس آیتیں ہیں۔ فتح ترجمہ اور (بسم اللہ کے بعد) الحمد اور ایک سورۃ یا تین آیتیں پڑھے اور (الحمد کے بعد
امام اور مقتدی آہستہ سے آمین کہیں اور بغیر مد کے اللہ اکبر کہے (یعنی اللہ کے الف کو نہ بڑھائے کیونکہ
یہ ہمزہ استفہام کا ہوجاتا ہے اور یہ ناجائز ہے) اور رکوع کرے اور (رکوع میں) اپنے دونوں ہاتھوں
کو دونوں زانو پر رکھے اور انگلیاں کھُلی رکھے اور کمر کو برابر رکھے اور سر سرین کے برابر کردے اور اس حالت
میں تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہہ کے سر اُٹھائے اگر امام ہے تو فقط سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور
مقتدی ربنا لک الحمد (یا ربنا ولک الحمد یا اللھم ربنا لک الحمد یا اللھم ربنا ولک
الحمد) کہے اور اکیلا پڑھنے والا دونوں کہے پھر اللہ اکبر کہے اور دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں
ہاتھ پھر سر کو ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور اٹھنے میں اس کا الٹا کرے (یعنی جب سجدہ سے اُٹھے
تو اول سر اُٹھائے پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں زانو) اور ناک اور ماتھے سے سجدہ کرے اور اگر ناک ہی سے
یا ماتھے ہی سے یا پگڑی کے پیچ ہی سے سجدہ کیا تو یہ مکروہ ہے اور سجدہ میں دونوں کہنیں دونوں
بازوؤں سے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور پیروں کو قبلہ کی طرف کرے اور (ہر)
سجدہ میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلی کہے اور عورت سجدہ میں نیچی رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے
(میرا رب عالیشان قدوس ہے)
ملائے رکھے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر اُٹھائے اور اطمینان سے بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرا)
سجدہ اطمینان سے کرے اور (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے کے لیئے بدوں کسی چیز پر سہارا لینے
اور بدوں بیٹھنے کے اللہ اکبر کہے اور دوسری رکعت مثل پہلی رکعت کے ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ دوسری
رکعت میں سبحانک اللھم اور اعوذ باللہ نہ پڑھے اور نہ اللہ اکبر کہنے میں ہاتھ اُٹھائے سوائے فقعس
صمعج کے۔ ف یعنی سوائے ان آٹھ موقعوں کے جن کے اول کے حرفوں کا مجموعہ فقعس صمعج ہے ف سے
افتتاحِ نماز مراد ہے یعنی شروع نماز میں اللہ اکبر کہنے کے وقت ہاتھ اُٹھانا اور ق سے وتروں میں قنوت
کے وقت اور ع سے عیدین کی تکبیروں میں اور س سے استلام یعنی حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت

کسی نے (اللہ اکبر کے عوض سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کے ساتھ یا فارسی میں (خدا بزرگ است) کہنے کے سا
نماز کو شروع کیا تو نماز درست ہو جائے گی جیسا کہ اگر کوئی عربی میں قرآن نہ پڑھ سکے اور فارسی میں پڑھے
یا ذبح کرتے وقت بسم اللہ کے عوض فارسی میں بنام خدا کہدے ہاں اگر اللہم اغفرلی سے نماز کو شروع کرے
تو نماز درست نہ ہوگی اور اپنے دائیں ہاتھ کو ناف کے نیچے بائیں پر رکھ کر آہستہ سے سبحانک اللہم
شروع کردے **ف** یعنی داہنے ہاتھ کی ہتیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتیلی پر رکھے اور بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ
پہنچے پر رکھے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بائیں ہاتھ کے پہنچے کو چھنگلی اور انگوٹھے سے پکڑے
اور یہی مختار مذہب ہے اور یہ مردوں کے لیے ہے اور عورت ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاکے سینہ پر باندھے
عینی وغیرہ ترجمہ اور قرآن پڑھنے کے لیے اعوذ باللہ بھی آہستہ کہے (اور چونکہ اعوذ باللہ کہنا قرآن پڑھنے
کے تابع ہے) تو اس لیے اس کو مسبوق تو کہے اور مقتدی نہ کہے **ف** مقتدی وہ ہے کہ جسنے امام کے ساتھ
نماز شروع کی ہو چونکہ یہ امام کے تابع ہونے کی وجہ سے قرآن نہیں پڑھتا اس لیے اسے اعوذ باللہ پڑھنے
کی ضرورت نہیں ہے اور مسبوق وہ ہے جسے امام کے ساتھ ایک یا دو رکعت یا زیادہ نہ ملی ہو پیچھے آکے
ملا ہو پس چونکہ جو رکعت اس کو رہ گئی ہے اس میں یہ قرآن پڑھے گا اس لیے اس کو اعوذ باللہ پڑھنا
چاہیے (فتح وغیرہ ترجمہ اور عیدین کی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ پڑھے (کیونکہ پہلی رکعت میں قرآن تکبیروں
کے بعد ہی پڑھا جاتا ہے) اور ہر رکعت میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے اور بسم اللہ قرآن مجید کی ایک
آیۃ ہے ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے جدی کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے نہ یہ الحمد کی آیۃ ہے اور نہ
کسی اور سورۃ کی **ف** بسم اللہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ الحمد کی آیۃ ہے اور اسی
طرح اور سورتوں کی بھی کیونکہ اس کے قرآنوں میں لکھے جانے پر سب کا اجماع ہے باوجودیکہ غیر قرآن
میں نہ لکھنے کا تاکیدی حکم ہے اور یہ اعلے درجہ کی دلیلوں میں سے ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سورۃ کا دوسری سورۃ
سے جدا ہونا اسوقت تک معلوم نہیں ہوا جبتک آپ پر آیۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہ ہوئی - اسکو ابو داؤد
نے روایت کیا ہے اسکے علاوہ الحمد کے تقسیم کی حدیث ہے کیونکہ اس میں یہ ہے اذا قال العبد الحمد للہ
رب العالمین یقول اللہ حمدنی عبدی یعنی جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ فرماتا
ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے - پس اگر بسم اللہ الحمد کی آیت ہوتی تو اسی سے شروع کرنا اولے ہوتا باقی

الحمد للہ چھوڑ دی ہے تو الحمد کو دوبارہ نہ پڑھے اور فرض ایک آیۃ کا پڑھنا ہے ف لغت میں آیۃ کے معنے علامت کے ہیں اور عرف میں قرآن کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مطلق ہے اور کلام الٰہی پر احادیث سے زیادتی کرنی درست نہیں ہے ہاں آیۃ سے کم پڑھنا بیشک خارج ہے اور صاحبین تین چھوٹی آیتیں فرماتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ اس سے کم پڑھنے والے کو پڑھنے والا نہیں کہا جاسکتا برابر ہے کہ الحمد کی تین آیتیں ہوں یا اور کسی سورۃ کی یا ایک آیۃ بڑی ہو اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں الحمد پڑھنا فرض ہے اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ الحمد پڑھنا اور اسکے ساتھ ایک سورۃ پڑھنا فرض ہے ترجمہ اور سفر میں مسنون الحمد اور ایک سورۃ کا پڑھنا ہے خواہ کوئی سورۃ پڑھے اور حضر میں (یعنی مکان پر رہنے کی حالت میں) اگر فجر یا ظہر کی نماز ہے تو طوال مفصل (یعنی سورۃ حجرات سے سورۃ والسماء ذات البروج تک کی سورتوں میں سے کوئی سورۃ پڑھنی) مسنون ہے اور اگر عصر یا عشا کی نماز ہے تو اوساط مفصل (یعنی سورۃ والسماء ذات البروج سے سورۂ لم یکن تک کی سورتوں میں سے کوئی سورۃ) اور مغرب میں قصار مفصل (یعنی لم یکن سے والناس تک کی سورتوں میں سے کوئی سورۃ پڑھنی) مسنون ہے اور فقط فجر کی پہلی رکعت میں (دوسری رکعت سے) بڑی سورۃ پڑھی جائے (اور دوسری کو پہلی سے تین آیۃ کی مقدار بڑھانی بالاجماع مکروہ تنزیہی ہے) اور قرآن کی کوئی سورۃ کسی نماز کے لیے مخصوص نہیں ہے اور مقتدی الحمد اور سورۃ نہ پڑھے بلکہ سنے اور چپ رہے ف کیونکہ اللہ فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اور اکثر مفسرین اسی پر ہیں کہ یہ خطاب مقتدیوں کو ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقتدی سری نماز میں پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سب میں پڑھے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اور ہمارے ائمہ اور مشائخ سے مشہور یہ ہے کہ امام کے پیچھے الحمد یا سورۃ پڑھنی مکروہ تحریمی ہے اور اس کی دلیل گذشتہ آیۃ اور اس بارے میں صحابہ کا تشدد ہے مستخلص میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ الحمد کے پڑھنے کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ ایک رکن ہے لہٰذا اس میں امام مقتدی دونوں برابر ہیں اور ہمارا جواب آنحضرت علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ قِرَاءَةٌ لَهٗ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی سے پڑھنا حکماً ثابت ہے اور اسی پر صحابہ کا اجماع ہے دوسرے حضور انور نے فرمایا کہ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَةَ یعنی جسے

اور ص کوہِ صفا پر تکبیر کہنے کے وقت اور م سے کوہِ مروہ پر تکبیر کہنے کے وقت اور دوسرے ع سے عرفات
ہیں اور ج سے جمروں پر کنکریا مارنے کے وقت ہاتھ اُٹھانا مراد ہے۔ متنی ترجمہ پھر جب دوسری رکعت
دونوں سجدے کرچکے تو بایاں پیر بچھاکر اس پر بیٹھ جائے اور داہنا پیر کھڑا رکھے اور اُس کی اُنگلیاں قبلہ
ہی کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے اور عورت اپنے دونوں
پیر داہنی طرف نکالدے اور چوتڑوں پر بیٹھے۔ اور وہ التحیات پڑھے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے۔ ف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ التحیات مروی ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ٥
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ٥ ترجمہ اور فرضوں میں پہلی
دو رکعتوں کے بعد اور رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے۔ ف اور چاہے الحمد بھی نہ پڑھے اور امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان میں الحمد پڑھنا واجب ہے یہاں تک کہ اُسکے ترک سے سجدہ سہو کرنا واجب
ہوجاتا ہے اور صحیح مفتیٰ بہ پہلا ہی قول ہے اور اگر ان میں کسی نے تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لیا یا اتنی
دیر خاموش کھڑا رہا تب بھی نماز ہوجائیگی۔ طورح ترجمہ اور دوسرا قعدہ مثل پہلے قعدے کے ہے
اس میں التحیات پڑھے پھر درود پڑھے اور اس کے بعد ایسی دعا پڑھے جس کے الفاظ قرآن یا حدیث کے
الفاظ کے مشابہ ہوں نہ کہ ایسے کہ جیسے آدمیوں سے باتیں کرتے ہیں پھر امام کے ساتھ داہنیں بائیں سلام
پھیرے جیسے پہلی دفعہ اس کے ساتھ اللہ اکبر کہا تھا اور دونوں طرف سلام پھیرنے میں دونوں طرف کے
مقتدیوں اور کراماً کاتبین کو سلام کرنے کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو خواہ داہنے یا بائیں یا امام
کے پیچھے ہی ہے تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور امام دونوں سلاموں میں یہی نیت
کرے (کہ میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کرتا ہوں) اور فجر کی نماز میں اور مغرب اور
عشا کی پہلی دونوں رکعتوں میں قرارت پکار کے پڑھے اگرچہ قضا ہی پڑھتا ہو اور جمعہ اور دونوں عیدوں
کی نماز میں بھی اور باقی نمازوں میں آہستہ پڑھے جیسے دن کی نفلیں پڑھنے والا پڑھتا ہے اور جو شخص اکیلا
نماز پڑھے جس میں قرارت آواز سے پڑھی جاتی ہے تو اُس کو اختیار ہے (چاہے پکار کے پڑھے چاہے
آہستہ) جیسے رات کی نفلیں پڑھنے والا ہے (کہ اس کو بھی اختیار ہے) اور اگر کسی نے عشا کی پہلی دونوں
رکعتوں میں سورۃ چھوڑ دی تو وہ اخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ پکار کے سورۃ پڑھے اور اگر ان

اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہونے کے باعث اکثر جاہل ہی رہا کرتے ہیں اور دیہاتی عام ہے خواہ عربی
یا عجمی ہو اور فاسق میں کراہت کی یہ وجہ ہے کہ اس سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے اور بدعتی سے
ایسی بدعت کا مرتکب مراد ہے کہ جسکی وجہ سے اسکو کافر نہ کہا جاتا ہو مثلاً کوئی دیدار خدا کا منکر ہو بخلاف
اس بدعت کے جسکی وجہ سے اُسکو کافر کہا جا سکے مثلاً کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو
یا معراج کا یا معجزہ کا منکر ہو تو ایسے کو امام بنانا درست نہیں ہے اور رافضی جہمی اور قدری کا یہی حکم ہے اور ع
طت اور نماز میں (مقدار سنت سے) بڑی سورۃ پڑھنی اور صرف عورتوں کو جماعت کرنی مکروہ تحریمی) ہے اور
اگر وہ جماعت کریں تو جو عورت نماز پڑھائے وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہو مثل ننگوں (کی جماعت) کے
(کہ ان کا امام بھی بیچ میں کھڑا ہوتا ہے آگے نہیں بڑھتا) - اگر فقط ایک مقتدی ہو تو وہ امام کے
دہنی طرف کھڑا ہووے اور اگر دو (یا زیادہ) ہیں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور اول صف مردوں
کی ہو پھر لڑکوں کی پھر ہیجڑوں کی پھر عورتوں کی اور اگر رکوع سجدے والی نماز میں مرد کے برابر ایک
ہی جگہ بدون کسی آڑ کے کوئی ایسی عورت کھڑی ہو جائے کہ امام نے اپنی نماز کی نیت کرنے کے ساتھ
اسکی نماز کی بھی نیت کرلی ہو تو اس صورت میں اس برابر والے مرد کی نماز جاتی رہیگی - اور اگر امام نے
عورت کے امام ہونے کی نیت نہیں کی تھی تو عورت کی نماز نہ ہوگی اور مرد کی ہو جائے گی اور جنازہ کی نماز
میں یہ حکم نہیں ہے اور جماعت میں عورتیں شامل نہ ہوا کریں اور مرد کو عورت یا لڑکے کا مقتدی ہونا
(خواہ کوئی نماز ہو) اور پاک کو کسی عذر والے کا اور پڑھے ہوئے کو اَن پڑھ کا (یعنی جسے الحمد اور ایک
سورۃ بھی یاد نہ ہو اور کپڑے پہنے ہوئے کو ننگے کا اور اشارہ سے نماز نہ پڑھنے والے کو اشارہ سے
پڑھنے والے کا اور فرض پڑھنے والے کو نفل پڑھنے والے کا یا ایسے شخص کا جو اور وقت کے فرض پڑھتا
ہو مقتدی ہونا درست نہیں ہے (کیونکہ امام کا حال مقتدی سے افضل اور عمدہ ہونا چاہیئے اور ان
مذکورہ صورتوں میں بالعکس ہے) ہاں وضو سے نماز پڑھنے والے کو تیمم سے پڑھنے والے کا مقتدی ہونا
اور دھونے والے کو مسح کرنے والے کا اور کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے کا اور کبڑے کا مقتدی
ہونا اور اشارہ سے پڑھنے والے کو اپنے جیسے کا مقتدی ہونا اور نفل پڑھنے والے کو فرض پڑھنے والیکا
مقتدی ہونا درست ہے اور اگر کسی کو (نماز کے بعد) معلوم ہوا کہ میرا امام بے وضو تھا تو نماز پھر پڑھے اور اگر ایک
اَن پڑھ اور ایک پڑھا ہوا کسی اَن پڑھ کے پیچھے نماز پڑھیں یا پڑھا ہوا اخیر کی دو رکعتوں میں اَن پڑھ کو خلیفہ کردے

امام کے پیچھے پڑھا اُس نے فطرت سلیمہ کے خلاف کیا اور اس کے موافق اور بہت سی حدیثیں ہیں فتح عینی ت اگرچہ امام آیۃ ترغیب و ترہیب کی پڑھے (یعنی وہ آیتیں جن میں جنت کا بیان ہی یا وہ آیتیں جن میں دوزخ کا بیان ہے) یا خطبہ پڑھے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے **ف** اس درود سے خطبہ میں بھیجنا مراد ہے اور بعض فقہار کہتے ہیں کہ جب خطیب آیۃ یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا پڑھے تو سُننے والا اپنے دل ہی دل میں آنحضرت پر درود بھیجے۔ ط **ت** اور (امام سے) دور والا شخص (خطبہ اور نماز کے احکام میں) مثل پاس والے کے ہی ÷

باب الامامۃ

امامت کا بیان

ف امام ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں اور وہ یہ کہ امام بالغ ہو مسلمان ہو۔ عاقل ہو۔ مرد ہو۔ بقدر ضرورت قرآن شریف کی سورتیں حفظ ہوں اور تندرست ہو اُسے کوئی عذر نہ ہو ع **ت** جماعت (سے نماز پڑھنا) سنت مؤکدہ ہی اور امامت کے سب سے زیادہ لایق وہ ہے جو (نماز کے احکام میں) سب سے زیادہ جاننے والا ہو اور (اگر اس میں سب برابر ہوں تو) پھر وہ کہ جو قرآن سب سے اچھا پڑھتا ہو اور (اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو) پھر وہ کہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور (اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو) پھر وہ کہ جو عمر میں سب سے زیادہ ہو **ت** یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدرح کا ہے اور امام ابویوسف اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاری عالم پر مقدم ہے یہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں کہ یؤم القوم اقرءھم لکتاب اللہ تعالیٰ الیٰ آخرہ اور طرفین کی دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہی کہ مروا ابابکر فلیصل بالناس باوجودیکہ وہاں ابوبکر صدیق رضہ سے قرآن اچھا پڑھنے والے صحابہ موجود تھے چنانچہ مروی ہے کہ اقرءکم ابی یعنی تم میں سب سے اچھا پڑھنے والے ابی بن کعب ہیں پس اس صورت میں ابوبکرؓ کے امام ہونے کی وجہ ان کا سب سے بڑا عالم ہونا ہی ہے اور حدیث میں قاری کے مقدم ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اس زمانے میں قرآن کو مع احکام کے سیکھتے تھے حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے سورۂ بقر بارہ برس میں حفظ کی تھی بخلاف موجودہ زمانے کے کہ اکثر قاری جاہل ہی ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ قرأت پر نماز کا صرف ایک رکن موقوف ہی اور باقی سب ارکان علم ہی پر موقوف ہیں۔ فتح وغیرہ **ت** غلام دیہقانی۔ فاسق۔ بدعتی۔ اندھے اور حرامی کا امام ہونا مکروہ ہی **ف** غلام اور دیہقانی میں تو وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں

جاتا رہا تو ان سب صورتوں میں ان لوگوں کی نماز جاتی رہیگی **ف** پہلی صورت میں اتنا پانی ملنا ضروری ہے کہ جو اسکے وضو وغیرہ کے لیئے کافی ہو اور دوسری صورت میں مسح والا عام ہے خواہ مقیم ہو یا مسافر ہو اور تیسری صورت میں تھوڑی حرکت کی قید اس لیئے ہے کہ اگر زیادہ حرکت سے موزہ نکالا جیسے عمل کثیر کہتے ہیں تو پھر اسی سے بالاتفاق نماز جاتی رہتی ہے اس وقت پیر کے دھونے پر نماز موقوف نہیں رہتی اور چوتھی صورت میں یہ ہے کہ اتنا قرآن یاد ہو جائے جس سے نماز ادا ہو جائے خواہ فقط سننے سے یا یاد کرنے سے اور پانچویں صورت میں اتنا کپڑا ملجائے کہ جو نماز کے لیئے کافی ہو اور ساتویں صورت میں خواہ نماز اسی کے ذمہ ہو یا اُسکے امام کے ذمہ اور وقت میں گنجائش اور یہ صاحب ترتیب ہو اور ان سب صورتوں میں نماز کا باطل ہونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک نماز پوری ہو جاتی ہے اور اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک نمازی کو اپنے عمل کے ساتھ نماز سے باہر آنا فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے اور فتوے صاحبین کے قول پر ہے۔ ط و ع **ترجمہ** نماز میں مسبوق کو خلیفہ کر دینا جائز ہے (مسبوق وہ ہے جو امام کے ساتھ پہلی رکعت سے شامل نہ ہوا ہو) اور جب یہ مسبوق امام کی نماز پوری کر دے تو پھر آپ بغیر سلام پھیرے اٹھ جائے اور) مدرک کو اپنی جگہ امام کر دے (مدرک وہ ہے جو شروع نماز سے شریک ہو گیا ہو) یہ مدرک مقتدیوں سے سلام پھروا دے اور اگر اس مسبوق نے (نماز میں التحیات کے بعد) نماز کے منافی کوئی فعل کیا (مثلاً کھلکھلا کے) ہنسا یا بات کی یا مسجد سے باہر آگیا) تو اُس کی نماز جاتی رہے گی مقتدیوں کی نہیں جائیگی (کیونکہ اب یہ امام نہیں ہے بلکہ وہ مدرک امام ہے لہذا اس کا فعل اسی کے ذمہ رہے گا) جیساکہ اگر مسبوق کا امام اپنی نماز پوری کرنے کے قریب کھلکھلا کے ہنسا تو اس صورت میں بھی مسبوق ہی کی نماز جاتی رہتی ہے نہ کہ امام کے مسجد سے باہر آنے اور باتیں کرنے سے **ف** مسبوق کی نماز کا جاتا رہنا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ امام کی طرف سے یہ فعل مفسد نماز مسبوق کی نیچ میں ہوا ہے اگرچہ امام کی نماز پوری ہونے کو ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز نہیں جاتی اور امام کے مسجد سے باہر آنے اور باتیں کرنے کی صورت میں مسبوق کی نماز نہ باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں امام کی نماز پوری ہو گئی کیونکہ وہ اپنے فعل سے نماز سے باہر آیا اور کوئی رکن اسکے ذمہ نہیں رہا اسوجہ سے مسبوق کی نماز بھی باطل نہ ہوئی کیونکہ اس کی نماز کے بیچ میں کوئی مفسد نماز

تو ان دونوں صورتوں میں) سب کی نماز جاتی رہے گی ف نماز جاتی رہنے کی وجہ یہ ہے کہ پڑھے ہوئے کے ہوتے اَن پڑھ کو امام بنانا درست نہیں ہے اور یہی وجہ خلیفہ کردینے کی صورت میں ہے اور اخیر کی دو رکعتوں کی قید سے مبالغہ مقصود ہے یعنی باوجودے کہ ان میں قرارت ضروری نہیں ہے لیکن جب ان میں بھی خلیفہ کردینے سے نماز جاتی رہی تو پہلی رکعتیں جن میں قرارت فرض ہے خلیفہ کردینے سے بدرجہ اولےٰ نماز نہ ہوگی +

باب الحدث فی الصلوٰۃ

نماز میں وضو ٹوٹنے کا بیان

ترجمہ جس کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے وہ وضو کرکے باقی نماز پڑھ لے اور اگر امام تھا (یعنی اگر امام کا وضو ٹوٹا ہے) تو وہ ایک مقتدی کو اپنی جگہ کھڑا کردے ف یعنی مقتدیوں میں سے ایک ایسے آدمی کو کھینچکر جو امامت کے لائق ہو اپنی جگہ کردے یہانتک کہ اگر کسی نے عورت کو اپنا قائم مقام کردیا تو سب مقتدیوں کی نماز جاتی رہے گی اگرچہ مقتدی عورتیں ہی ہوں اور یہ امام جھکا ہوا اپنی ناک پر ہاتھ رکھے پیچھے ہٹ جائے مقتدی کوئی اور شبہ نہ کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ اس کی نکسیر چھوٹ گئی ہے اور یہ زبان سے کہہ کر خلیفہ نہ کرے بلکہ اشارہ کرے اگر زبان سے کچھ کہدیا تو سب کی نماز جاتی رہیگی عینی وفتح ترجمہ جیساکہ اگر امام قرارت سے بند ہوجائے (یعنی ایسا بھولے کہ کچھ بھی نہ پڑھ سکے تو وہ اپنا قائم مقام ایک مقتدی کو کردیتا ہے) اگر کوئی اس خیال سے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا ہے مسجد سے باہر آگیا یا کوئی (نماز میں) دیوانہ ہوگیا یا (اس حالت میں) کسی کو انزال ہوگیا یا بیہوش ہوگیا تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر التحیات ختم کرنیکے بعد وضو ٹوٹا ہے تو وہ وضو کرکے سلام پھیر دے اور اگر (التحیات کے بعد) قصداً وضو توڑا یا بات کی تو نماز پوری ہوگئی (کیونکہ نماز سے باہر آنے میں اپنے فعل سے آنا جو فرض تھا وہ ادا ہوگیا) اگر کوئی تیمم سے نماز پڑھ رہا تھا اور نماز کی حالت میں اُسے پانی ملگیا یا موزے پر مسح کرنے کی مدت پوری ہوگئی یا تھوڑی حرکت سے ایک موزہ نکال لیا یا جو شخص الحمد اور سورۃ نہ پڑھ سکتا تھا اُسے پڑھنا آگیا یا ننگا نماز پڑھ رہا تھا اُسے کپڑا ملگیا یا اشارے سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر ہوگیا یا نماز پڑھتے ہوئے کوئی قضا نماز یاد آگئی یا (امام نے اپنا وضو ٹوٹنے پر) کسی اَن پڑھ کو اپنی جگہ کردیا یا فجر کی نماز میں سورج نکل آیا یا جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے عصر کا وقت ہوگیا یا زخم اچھا ہونے کی وجہ سے پٹی کھل کے گرپڑی یا معذور کا عذر

اور آیتوں یا تسبیحوں کو (نماز میں انگلیوں پر) گننا مکروہ ہے ہاں اگر امام محراب سے باہر کھڑا ہو اور محراب میں سجدہ کرے یا چھوٹی تصویر ہو یا سر کٹی ہوئی (یا بے جان کی تصویر ہو (یعنی کوئی بیل بوٹا ہو) تو ان کا نماز میں ہونا مکروہ نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس (نماز میں تھوڑے سے عمل سے) سانپ اور بچھو کو مار دینا اور ایسے شخص کی پشت کی طرف نماز پڑھنا جو بیٹھا باتیں کرتا ہو یا قرآن (شریف) کی طرف یا لٹکی ہوئی تلوار کی طرف یا شمع یا چراغ کی طرف کو یا ایسے بچھونے پر کہ جس میں) تصویریں ہوں بشرطیکہ سجدہ تصویروں پر نہ ہو نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے **فصل** پاخانہ پھرنے (یا پیشاب کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا اور مسجد کا دروازہ مقفل کرنا مکروہ (تحریمی) ہے **ف** پاخانہ پھرنے یا پیشاب کرنے کیوقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی کراہیت عام (ہے کہ خواہ مکانوں میں ہو یا جنگل میں) ہو کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا (جب تم پاخانہ پیشاب پھرو تو قبلہ کی طرف منہ کیا کرو اور نہ پیٹھ ۱۲) اور مسجدوں کو مقفل نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ مقفل کرنے میں نماز سے روکنے کی مشابہت ہو جاتی ہے مگر اس زمانہ میں زیادہ چوریاں ہونے کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتوے ہے **ت** اور مسجد کی چھت پر بھی صحبت کرنا اور پیشاب و پاخانہ پھرنا مکروہ ہے (کیونکہ چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے) نہ کہ ایسے مکان پر پیشاب وغیرہ کرنا جس میں مسجد بنی ہوئی ہو اور مسجد کو چونے اور سونے کے پانی سے منقش کرنا بھی مکروہ نہیں ہے +

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

ف لغت میں وتر کے معنے خواہ واؤ کے زبر سے ہو یا زیر سے طاق کے ہیں اور نوافل نافلہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنے زیادہ کے ہیں اور شرع میں اس عبادت کو کہتے ہیں جو فرائض - واجبات اور سنن سے زائد ہو۔ مسکین عرح **ت** وتر واجب ہے اور وہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعتیں ہیں **ف** وتر واجب ہے یعنی اعتقاداً یہاں تک کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اور عملاً فرض ہے اور سبباً سنت ہے کیونکہ اس کا ثبوت سنت سے ہے اور صاحبین اور امام شافعی رح کا قول یہ ہے کہ واجب نہیں ہے بلکہ سب سنتوں سے زیادہ مؤکد ہے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ ان اللہ زادکم صلوٰۃ الا وھی الوتر فصلوھا من العشاء الیٰ طلوع الفجر ایک اور حدیث

بیشک اللہ نے تم پر ایک نماز زیادہ کردی ہے یاد رکھو وہ وتر ہیں تم اسے عشا سے لیکر طلوع صبح تک کے درمیان پڑھ لیا کرو ۱۲

پیش نہیں آیا ت اگر کسی کا رکوع یا سجدے میں وضو ٹوٹ گیا تو وضو کرکے باقی نماز پڑھ لے اور اس رکوع اور سجدے کو بھی پھر سے کرے اور اگر کسی کو رکوع میں یا سجدے میں کوئی (رہا ہوا) سجدہ یاد آگیا اور وہ فوراً سجدے میں چلا گیا تو اب اس رکوع یا سجدے کو (جسے چھوڑ کر سجدے میں چلا گیا تھا) دوبارہ نہ کرے (مگر افضل یہی ہے کہ انہیں دوبارہ کرلے) اور اگر صرف ایک ہی مقتدی ہو تو خلیفہ ہونے کے لیے بدون امام کی نیت کے وہ خود ہی متعین ہو جاتا ہے) ✤

باب مایفسد الصّلوٰۃ ومایکرہ فیہا

ان امور کا بیان جو نماز کو فاسد کرتے اور جو نماز میں مکروہ ہیں

ت اگر کوئی نماز میں بات کرے (برابر ہے کہ بھول سے ہو یا خطا سے ہو یا قصداً ہو) یا ایسی دعا مانگے جو ہم لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو یا باریک آواز سے روئے یا آہ آہ کرے یا دُکھ درد کے سبب چلّا کر روئے یا بلا عذر (یعنی بغیر ضرورت کے) کھانسے یا کسی کے چھینکنے پر یرحمک اللہ سے جواب دے یا اپنے امام کے سوا اور کسی کو لقمہ دیدے یا (نماز میں تعجب خیز بات سُنکر) لا الٰہ الا اللہ سے جواب دے یا کسی کو سلام کرے یا سلام کا جواب دے یا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھنے کے بعد عصر کی نماز کی یا نفلی نماز کی نیت کرکے اللہ اکبر کہے یا (سامنے) قرآن شریف (رکھا ہوا تھا اُس) میں دیکھ کر پڑھے یا کچھ کھالے یا پی لے تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہے گی (یہ پندرہ چیزیں نماز کو فاسد کردینے والی ہیں) ہاں اگر کوئی نماز میں بہشت یا دوزخ کا ذکر ہونے پر آواز سے رویا یا لکھا ہوا دیکھ کر اُس کے معنے سمجھ لیے یا اپنے دانتوں میں کچھ لگا ہوا کھالیا یا اُس کے سجدے کی جگہ پر کوئی گزر گیا تو (ان چاروں صورتوں میں) اسکی نماز نہیں جائے گی اگرچہ گزرنے والا گنہگار ہوگا اور نماز میں اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا یا سجدہ کرنے کے لیے ایک دفعہ سے زیادہ کنکریوں کو ہٹانا۔ اُنگلیاں چٹخانا۔ کوھلے پر ہاتھ رکھنا۔ دائیں بائیں طرف دیکھنا۔ کتے کی طرح بیٹھنا۔ سجدے میں دونوں کلائیاں زمین پر رکھنا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ بلا عذر پالتی مار کے بیٹھنا۔ بالوں کا جوڑا باندھنا۔ نیچے کپڑے کو اوپر کرنا۔ کپڑے کو بدُن باندھے یا آنچل مارے لٹکائے رکھنا۔ جمائی لینا۔ آنکھیں بند کرنا۔ فقط امام کا مسجد کی محراب میں کھڑا ہونا یا اس کا چبوترے پر کھڑا ہونا اور اس کا عکس (یعنی فقط امام نیچے کھڑا ہو اور سب مقتدی چبوترے پر ہوں) اور ایسا کپڑا پہننا جس میں تصویریں ہوں اور نمازی کے سر پر یا سامنے یا برابر میں کسی تصویر کا ہونا

افضل ہو لہذا زیادہ قرارت سے دو رکعت پڑھنا تھوڑی تھوڑی قرارۃ سے بہت سی رکعت پڑھنے سے بہتر ہے لیکن یہ حکم نفلی نماز اور وہ بھی اکیلے پڑھنے والے کے لیئے ہے ورنہ جماعت میں اسقدر قرارۃ کرنا جس سے لوگ اکتا جائیں مکروہ ہے عینی وغیرہ ترجمہ فرض نماز کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی سب رکعتوں میں قرارۃ کرنا (یعنی قرآن پڑھنا) فرض ہے اور نفلی نماز (قصداً) شروع کرنے سے لازم ہوجاتی ہے اگرچہ (آفتاب) غروب ہونے یا طلوع ہونے کے وقت شروع کی ہو۔ ف امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی کیونکہ وہ اصل ہی میں لازم نہیں تھی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ادا شدہ فعل قربت ہو چکا ہے پس اسکو بطلان سے بچانے کے لیئے پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے ولا تبطلوا اعمالکم (یعنی تم اپنے اعمال کو باطل مت کرو) اور شروع کرنے کے بعد نہ کرنا بھی عمل کا باطل کرنا ہے۔ سنن ابو داؤد اور ترمذی میں روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ نے نفلی روزہ توڑ دیا تھا جس پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی کہ دوسرے دن اس کی قضا کرلینا اور آیندہ ایسا نہ کرنا۔ فتح وغیرہ۔ ترجمہ اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور پہلے قعدہ کے بعد یا اس سے پہلے نیت توڑ دی یا چاروں رکعت میں کچھ نہ پڑھا یا فقط پہلی دونوں میں پڑھا یا فقط پچھلی دونوں میں پڑھا یا پہلی دونوں اور پچھلی ایک میں پڑھا یا پچھلی دونوں اور پہلی دونوں میں سے ایک میں پڑھا تو ان سب صورتوں میں دو رکعت قضا کرے اور اگر پہلی دونوں میں سے ایک میں پڑھا یا پہلی دونوں میں سے ایک میں اور پچھلی دونوں میں سے بھی ایک میں پڑھا تو ان دونوں صورتوں میں چار رکعت قضا کرے اور ایک (فرض) نماز پڑھ کے پھر اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھے ف یہ مضمون ایک حدیث کا ہے اور اس کا ظاہری مطلب بالاجماع مراد نہیں ہے کیونکہ ظہر اور عصر اپنی اپنی سنتوں کے بعد برابر پڑھی جاتی ہیں لہذا اس حدیث کو خاص معنے پر حمل کرنا واجب ہی پس اسکے یہ معنے ہیں کہ قرارۃ میں فرض نماز کو مثل نفل کے اور نفل کو مثل نفل کے نہ کرے بلکہ نفل کی سب رکعتوں میں قرارۃ کرے اور فرضوں میں فقط پہلی دو میں اور بعض کا قول یہ ہے کہ اس سے مسجدوں میں دوسری جماعت کرنے سے منع کرنا مراد ہے یا یہ کہ وسوسہ سے فاسد ہونے کے وہم پر دوبارہ پڑھنے منع کرنا مراد ہے۔ فتح وعینی ترجمہ اور نفل نماز با وجود کھڑے ہوکر پڑھ سکنے کے بیٹھ کر پڑھنی درست ہی خواہ ابتدا ہی سے بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہوکر شروع کرنے کے بعد باقی بیٹھ کر پڑھ لے اور سوار آدمی نفل نماز شہر سے باہر اپنی سواری پر بیٹھے اشارہ سے پڑھ لے اور منہ اس طرف رکھے جس

ہیں ہے کہ وتر ہر مسلمان پر حق واجب ہیں یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے منتخلص وغیرہ
ترجمہ اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہمیشہ (ہاتھ اٹھا کے) اللہ اکبر کہہ کر دعاء قنوت پڑھے ف
کیونکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام وتر کی ہمیشہ تین رکعت پڑھتے
تھے پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ احد
اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے الی آخرہ الحدیث۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک رکوع کے
بعد دعاء قنوت پڑھے اور وہ بھی اخیر رمضان شریف کے وتر میں اور ان کے نزدیک فجر کی نماز میں
قنوت پڑھے۔ فتح وغیرہ ترجمہ اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے اور وتر کے سوا اور کسی نماز
میں دعاء قنوت نہ پڑھے اور وتر میں امام کے پیچھے مقتدی بھی دعاء قنوت پڑھے اور فجر میں (اگر امام
پڑھنے لگے تو یہ) نہ پڑھے ف دعاء قنوت یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ
اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ اور بعض حدیثوں میں یہ دعاء قنوت بھی آئی ہے اللھم اھدنی فیمن
ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما
قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت
تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک وصلی اللہ علی النبی۔ ت فجر کی نماز
سے پہلے اور ظہر مغرب اور عشا کی نماز کے بعد دو رکعت سنت ہیں اور ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے
بعد چار رکعت سنت ہیں اور عصر اور عشا سے پہلے اور عشا کے بعد چار رکعت پڑھنی مستحب ہیں اور مغرب کے
بعد چھ رکعت پڑھنی مستحب ہیں (مستحب اسے کہتے ہیں کہ جسکے ترک کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا۔ دن
کو نفل نماز ایک سلام سے چار رکعت سے زیادہ پڑھنا اور رات کو ایک سلام سے آٹھ رکعت نفل سے
زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور دن اور رات کو (ایک سلام سے) چار چار ہی رکعت پڑھنی افضل ہیں اور (نماز
میں) دیر تک کھڑے رہنا بہت سجدے کرنے سے بہتر ہے ف اس کی وجہ یہ ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے فرمایا افضل الصلوٰۃ طول القنوت یعنی افضل نماز وہ ہے جس میں قیام زیادہ ہو اسکے علاوہ
قیام زیادہ ہونے سے قراءۃ زیادہ ہوتی ہے اور کثرۃ سجود سے تسبیح زیادہ ہوتی ہے اور تسبیح سے قراءۃ

کے شامل ہوجائے یہی صحیح ہے۔ ط ترجمہ اور اگر وہ تین رکعت پڑھ چکا تھا تو اپنی چار رکعت پوری کرلے اور
پھر چار رکعت نفل کی نیت کرکے امام کے ساتھ شامل ہوجائے اور اگر کوئی فجر یا مغرب کی ایک رکعت پڑھ
چکا تھا اور پھر تکبیر ہوگئی تو وہ نیت توڑ دے اور امام کے ساتھ شامل ہوجائے ف اور اگر ان کی ایک رکعت
پڑھ کے دوسری میں کھڑا ہوگیا تھا اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا تھا تب بھی نیت توڑ دے اور اگر اس کا
سجدہ کرلیا تھا تو اب اپنی ہی نماز پوری کرلے امام کے ساتھ شامل نہ ہو اور اگر امام کے ساتھ شامل ہوگیا تو
مغرب میں ایک رکعت اور ملاکر چار پوری کردے کیونکہ تین رکعت نفل نہیں ہے۔ ط۔ ترجمہ جس مسجد میں اذان
ہوگئی ہو اس میں سے بغیر نماز پڑھے نکلنا مکروہ ہے اور اگر یہ نماز پڑھ چکا ہے تو پھر اس کو نکلنا مکروہ نہیں ہے
ہاں ظہر اور عشا میں اگر تکبیر شروع ہوگئی (تو باوجود نماز پڑھ چکنے کے بھی مسجد سے نکلنا مکروہ ہے) اور اگر کسی
کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ فجر کی سنتیں پڑھے تو فجر کی دونوں رکعتیں نہ ملیں گی تو وہ سنتوں کو چھوڑ دے اور امام
کے ساتھ (یعنی جماعت میں) شامل ہوجائے ورنہ نہیں ف یعنی اگر دونوں رکعتوں کے جانے کا اندیشہ نہ ہو
بلکہ دوسری رکعت مل جانے کی امید ہو تو وہ سنتیں پڑھے کیونکہ اس صورت میں دونوں فضیلتوں کو جمع کرلینا
ممکن ہے۔ ط وح ملخصًا ت اور فجر کی سنتیں بغیر فرضوں کے قضا نہ کی جائیں ف یعنی اگر فجر کی فقط
سنتیں قضا ہوگئی ہوں فرض قضا نہ ہوئے ہوں تو سنتوں کو قضا نہ پڑھے ہاں اگر فرض و سنت دونوں
قضا ہوگئے ہوں تو اس وقت فرض کے ساتھ سنتیں بھی پڑھ لے امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کسی
کی فقط سنتیں قضا ہوجائیں تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اُن کو زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ فتح
وغیرہ ترجمہ ظہر سے پہلے کی چار سنتیں اگر رہ جائیں تو اُن کو ظہر ہی کے وقت میں بعد کی دو رکعت سنت
سے پہلے پڑھ لے (اسی پر فتوے ہے) اور ظہر کی ایک رکعت ملنے سے ظہر جماعت سے پڑھنی شمار نہیں
ہوگی بلکہ جماعت کا ثواب اُسکو مل جائے گا ف یعنی اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ اگر میں ظہر جماعت سے پڑھوں
تو میرا غلام آزاد ہے اور پھر اُسے ظہر کی ایک رکعت ملی تو اُسکا غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ اُس کی نماز جماعت
سے نہیں ہوئی فتح ملخصًا۔ ترجمہ اگر وقت کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو فرضوں سے پہلے نفل پڑھے
ورنہ نہ پڑھے ف یعنی اگر وقت کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ ایسے وقت فرض فوت ہونے
کی وجہ سے نفل پڑھنا حرام ہے بعض علماء نے ان نفلوں سے سنتیں مراد لی ہیں اور بعض نفلوں ہی کو
کہتے ہیں۔ ط ترجمہ اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا اور یہ اللہ اکبر کہہ کر اتنا کھڑا رہا کہ اس نے (رکوع سے)

طرف اس کی سواری جاتی ہو اور اگر سواری پر نماز پڑھ رہا تھا اور پھر نیچے اُتر آیا تو وہ نماز پوری کرے اور اگر نیچے پڑھ رہا تھا تو اُس کو سواری پر پوری نہ کرے (بلکہ نئے سرے سے پڑھے)

فصل فی التراویح

فصل تراویح کے بیان میں

ف تراویح ترویحہ کی جمع ہے ترویحہ شرع میں خاص چار رکعتوں کا نام ہے جو راحت سے ماخوذ ہے اور انکا یہ نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چار رکعتوں کے بعد لوگ آرام لیا کرتے ہیں ترجمہ رمضان (شریف) میں عشا (کی نماز) کے بعد وتروں سے پہلے دس سلاموں سے بیس رکعتیں جماعت سے پڑھنی مسنون ہیں اور وتروں کے بعد بھی درست ہیں ف تراویح جماعت سے پڑھنی علی سبیل الکفایہ مسنون ہیں یعنی اگر مسجد کے سب نمازیوں نے نہ پڑھیں تو سب گنہگار رہوں گے اور اگر بعض نے نہ پڑھیں تو فقط تارک فضیلت ہونگے اور یہ سنت مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے بعض رافضی کہتے ہیں کہ مردوں کے لیے سنت ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور ہمارے نزدیک یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ ان اللہ فرض علیکم صیامہ وسن لکم قیامہ یعنی اللہ عزوجل نے رمضان شریف کے روزے تم پر فرض کر دیے ہیں اور اس کی تراویح سنت کر دی ہے مگر ہاں تراویح کو عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کہتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعتیں نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں اور آپ نے ہمیشہ بھی نہیں پڑھیں جماعت سے ہمیشہ نہ پڑھنے کا آپ نے یہ عذر بیان کیا تھا کہ مجھے ان کے فرض ہونے کا خوف ہے اور آپ کے بعد عمرؓ نے بیس پڑھی ہیں اور اس پر سب صحابہ نے آپ کی موافقت کی ہے ف ترجمہ اور رمضان بھر میں ایک قرآن ختم کرنا اور چار چار رکعت کے بعد بقدر چار چار رکعت کے بیٹھنا مسنون ہے اور وتر صرف رمضان (شریف) میں جماعت سے پڑھے جائیں ۔

باب ادراک الفریضہ

فرض نماز میں شامل ہونے کا بیان

ت اگر کوئی شخص ظہر (کے فرضوں) کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ تکبیر ہوگئی تو وہ دو رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ شامل ہو جائے ف اور اگر ایک رکعت بھی نہیں پڑھی تھی یعنی ابھی سجدہ میں نہیں گیا تھا تو نیت توڑ کے امام

بیٹھنے کی طرف نزدیک ہی لہٰذا اگر کھڑا ہو گیا ہے تو کھڑے ہونے کی طرف اور اوپر کے نصف بدن کا کچھ اعتبار
نہیں ہے - فتح ترجمہ اگر کوئی قعدۂ اخیرہ بھول (کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو) گیا تو جب تک یہ (اس رکعت
کے) سجدہ میں نہ گیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کا کرے اور اگر سجدے میں چلا گیا تو سجدے سے سر اٹھاتے ہی اُسکے
فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل ہو گئی اب یہ اس میں چھٹی رکعت اور ملائے ف بعض کہتے ہیں یہ رکعت
ملانا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں واجب ہے اگرچہ ایسی صورت عصر ہی میں ہو اور فجر میں جو تھی رکعت ملائے
اور اگر مغرب ہے تو خود ہی چار رکعت ہو جائیں گی اور ملانے کی ضرورت نہیں ہے - ط ترجمہ اگر کوئی چوتھی
رکعت میں بیٹھ گیا تھا (یعنی قعدۂ اخیرہ کر لیا تھا) پھر کھڑا ہو گیا (اور ابھی پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا)
تو بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو اُس کے فرض پورے ہو گئے
اب یہ اس چھٹی رکعت کو اور ملا لے تاکہ یہ دو رکعت (علیحدہ) نفل ہو جائیں اور سجدہ سہو کا کرے اور
اگر نفلوں میں دو رکعت کے بعد سجدہ سہو کر لیا تو اب آگے یہ اور دو رکعتیں بنا نہ کرے (کیونکہ سہو کا سجدہ
نماز کے آخر میں ہونا چاہیئے) اور بنا کرنے سے بیچ میں ہو جائے گا) اور اگر امام کے ذمہ سجدہ سہو کا تھا
اور امام نے سلام پھیرا اُس وقت ایک شخص آ کر اس کا مقتدی ہو گیا پس اگر اس امام نے سجدہ سہو
کا کر لیا تو اس کا مقتدی ہونا درست ہو گیا ورنہ نہیں ہوا ف اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کرنے کی صورت
میں تو اس کا مقتدی ہونا نماز کے اندر ہو جاتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس نے سجدہ نہ کیا اور وہ
سلام نماز سے خارج ہونے کے لیئے رکھا کیونکہ نماز سے خارج ہونے کے بعد مقتدی ہونا درست نہیں ہے
ترجمہ اور سجدہ سہو اگر ذمہ ہے تو) کرے اگرچہ سلام نماز تمام کرنے کے لیئے پھیرا ہے اور اگر کسی کو (نماز
میں) اول ہی دفعہ شک ہوا ہے (یعنی یہ یاد نہ رہا) کہ کے رکعت ہوئی ہیں تو وہ نماز نئے سرے سے
پڑھے اور اگر بہت دفعہ ہو چکا تو اٹکل کرے اور اگر کسی طرف بھی دل نہ جمے (یعنی نہ کمی پر نہ زیادتی پر)
تو کمتر رکعتیں اختیار کرے ف مثلاً یہ شک ہوا کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین ہی پڑھی ہوئی جانے اور
چوتھی اور پڑھ لے - ترجمہ اگر کوئی (مثلاً) ظہر کے فرضوں میں دو رکعت پر بیٹھا تھا پھر اُسے یہ خیال
بندھ گیا کہ میں چاروں رکعت پڑھ چکا ہوں چنانچہ اس نے سلام پھیر دیا پھر معلوم ہوا کہ دو ہی رکعت پڑھی
ہیں تو وہ (دو رکعت اور ملا کر) نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کا کرے ف یہ حکم اُس وقت ہے کہ اُس نے
سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو جو نماز کے خلاف اور مفسد نماز نہ ہو اور اگر ایسا ہو گیا ہے تو

سر اٹھالیا تو اُسے یہ رکعت نہیں ملی (یعنی اس کی یہ رکعت نہیں ہوئی) اور اگر کوئی مقتدی (امام سے پہلے) رکوع میں چلا گیا تھا پھر اس میں امام بھی اس سے ملگیا تو اس کا رکوع درست ہوگیا **ف** یعنی مقتدی اتنا پڑھنے کے بعد رکوع میں گیا ہو جو اُس کی قراءۃ کو کافی ہو ورنہ رکوع درست نہ ہوگا اور امام سے پہلے رکوع میں جانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ سر

باب قضاء الفوائت

فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنے کا بیان

ف جاننا چاہیئے کہ مامور بہ یعنی جسکے کرنے کا بندے کو حکم کیا گیا ہے دو قسم کا ہے ایک ادا یعنی عین واجب حوالہ کر دینا دوسرا قضا یعنی اپنے پاس سے اس واجب کی مثل حوالہ کر دینا مصنف نے ادا کو بیان کرکے اب قضا کا بیان شروع کیا ہے۔ فتح ترجمہ قضا نماز اور وقتی نمازمیں اور خود قضا نمازوں میں بھی ترتیب (کا لحاظ رکھنا) واجب ہے (کہ پہلی کو پہلے پڑھے اور دوسری کو بعد میں) اور تنگ وقت ہونے اور بھولنے اور چھ نمازیں (فوت) ہوجانے سے یہ ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اور پھر (پڑھتے پڑھتے) ان کے کم ہوجانے سے ترتیب نہیں لوٹتی پس اگر کسی نے باوجود (اپنے ذمہ) قضا نماز یاد ہونے کے اگرچہ وہ وتر ہی ہوں وقتیہ فرض پڑھ لیے تو اس کے یہ فرض موقوفاً فاسد ہوں گے **ف** یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جسکے یہ معنے ہیں کہ اگر پھر اس نے اور پانچ وقت کی نمازیں ادا کرلیں تو اُس کی یہ سب نمازیں درست ہوگئیں اور صاحبین کے نزدیک بالکل ہی فاسد ہوجاتی ہے ۱۲ مسکین

باب سجود السہو

سہو کے سجدوں کا بیان

ترجمہ (نماز میں) واجب کے ترک ہونے سے ایک سلام کے بعد دو سجدے مع التحیات اور سلام کے واجب ہوجاتے ہیں اگرچہ ترک واجب مکرر ہو (یعنی اگر چند دفعہ سہو ہونے سے کئی ترک واجب ہوجائیں تب بھی دو ہی سجدے کافی ہیں) اور سجدۂ سہو امام کے سہو سے واجب ہوتا ہے نہ کہ مقتدی کے سہو سے (بلکہ مقتدی کا سہو ساقط ہوجاتا ہے) پس اگر کوئی پہلا قعدہ بھول گیا اور ابھی (تیسری رکعت میں سیدھا کھڑا نہیں ہوا بلکہ) بیٹھنے کی طرف زیادہ نزدیک ہے تو وہ بیٹھ جائے ورنہ نہ بیٹھے (یعنی اگر کھڑا ہونے کو ہوگیا ہے تو پھر کھڑا ہی ہوجائے) اور سجدہ سہو کا کرے **ف** بیٹھنے کی طرف نزدیک ہونے کے یہ معنے ہیں کہ نیچے کا نصف بدن زمین سے اُٹھ گیا ہو اور گھٹنے زمین پر ہوں اور بعض کا قول یہ ہے کہ اگر نیچے کا نصف بدن سیدھا نہیں ہوا تو وہ

ف یہاں مصنف کے تلاوۃ کا لفظ ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی نے ایسی آیۃ کو لکھا یا اُسکے ہجے کیے اور رواں نہیں پڑھا تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا اور اس کے ادا ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں سوائے تحریمہ اور نیت تعیین کے اور اس کا سبب بالاجماع تلاوۃ ہے اسی وجہ سے تلاوۃ کی طرف اس کو منسوب کیا جاتا ہے اور سامعین کے حق میں تلاوۃ کا سُننا شرط ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے سجدہ کی آیۃ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا تھا جس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور انور نے اس وقت سجدہ نہ کیا ہو گا باقی اس میں واجب نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فی الفور سجدہ واجب نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب آیتیں اس کے واجب ہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ کل آیتیں تین قسم کی ہیں ایک قسم تو وہ ہے جس میں سجدہ کرنے کا صریح امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہے دوسری قسم وہ ہے جس میں انبیاء کا فعل مذکور ہوا ہے اور انبیاء کا اقتدا واجب ہے تیسری قسم وہ ہے جس میں کفار کی سرتابی بیان کی گئی ہے اور ان کی مخالفت کرنی واجب ہے عینی ترجمہ یہ سجدہ چودہ آیتوں (میں سے کوئی ایک آیۃ پڑھنے) سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ جو پڑھے اگرچہ وہ امام ہو یا جو سُنے اگرچہ اس کا ارادہ سُننے کا نہ ہو یا جو مقتدی ہو (اور اس کا امام سجدے کی آیۃ پڑھے) ہاں مقتدی کے خود سجدہ کی آیۃ پڑھنے سے اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا ف یعنی اگر کوئی مقتدی سجدہ کی آیۃ پڑھے تو نہ اس پر سجدہ واجب ہوتا ہے نہ اس کے امام پر نہ نماز میں اور نہ نماز کے بعد اور امام محمد رح کا قول ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کریں۔ طومسکین ترجمہ اُن آیتوں میں سے ایک آیۃ سورۂ حج کے پہلے سجدہ کی ہے اور ایک سورۂ ص میں ہے ف ہمارے نزدیک سورۂ حج کا پہلا سجدہ واجب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک دوسرا سجدہ اور ان کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ نہیں ہے اور یہ سجدہ ان سورتوں میں ہے۔ سورۂ اعراف سورۂ رعد۔ نحل۔ بنی اسرائیل۔ مریم۔ سورۂ حج۔ فرقان۔ نمل۔ الم تنزیل۔ حم سجدہ۔ ص۔ نجم۔ اذا السماء انشقت۔ اقرأ۔ ترجمہ اگر کوئی نماز میں اپنے امام کے سوا اور کسی سے سجدہ کی آیۃ سُنے تو وہ نماز کے بعد سجدہ کرے اور اگر نماز ہی میں سجدہ کر لیا تو (نماز کے بعد) پھر سجدہ کرے (کیونکہ وہ سجدہ ناقص تھا) نماز دوبارہ نہ پڑھے اور اگر کسی نے امام سے سجدہ کی آیۃ سُنی اور امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اس کا مقتدی ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ کر لے اور اگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اس کا اقتدا کیا ہے تو نہ کرے اور اگر اس امام کا

نماز دوبارہ پڑھے ۔

باب صلوٰۃ المریض

(بیمار کی نماز کا بیان)

ترجمہ جس کو (نماز میں) کھڑا ہونا دشوار ہو یا بیماری زیادہ ہونے کا خوف ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع اور سجدہ کرے اور اگر رکوع اور سجدہ کرنا بھی دشوار ہو تو اشارے سے پڑھے اور رکوع کی بہ نسبت سجدہ میں سر زیادہ جھکائے اور منہ کے آگے کوئی اونچی چیز ایسی نہ رہے کہ اس پر سجدہ کرے اور اگر رکھ لی اور سجدہ میں سر کو رکوع سے زیادہ جھکاتا ہے تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے **ف** یعنی اگر کسی نے سجدہ کے لئے اپنے آگے ایسا اونچا تکیہ وغیرہ رکھ لیا جس میں رکوع اور سجدہ کے لیے سر برابر ہی جھکتا ہے تو یہ درست نہیں ہے ع **ترجمہ** اور اگر بیٹھنا بھی دشوار ہو تو وہ چت لیٹ کر یا کروٹ سے لیٹ کر نماز اشارہ سے پڑھے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو نماز ملتوی کردی جائے (اور تندرست ہونے کے بعد پڑھے) اور آنکھوں اور دل بھوؤں کے اشارے سے نہ پڑھے اور اگر (کوئی ایسا مرض ہے کہ) مریض کھڑا ہو سکتا ہے اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھے اور اگر کوئی نماز پڑھنے میں بیمار ہو گیا تو باقی نماز اس سے جس طرح ہو سکے پوری کرے اور اگر کوئی بیٹھا ہوا رکوع سجدوں سے نماز پڑھ رہا تھا کہ نماز ہی میں تندرست ہو گیا تو وہ بنا کرلے (یعنی باقی نماز کھڑا ہو کر ادا کرے) اور اگر رکوع سجدے اشارے سے کر رہا تھا تو بنا نہ کرے (بلکہ نئے سرے سے پڑھے اور اگر نفل پڑھنے والا (پڑھتے پڑھتے) تھک جائے تو اسے کسی چیز پر سہارا لے لینا جائز ہے **ف** کیونکہ یہ عذر ہے کہ اگر کوئی بھی سہارا لینے کو نہ ملے تو بیٹھ جائے اور بلا عذر سہارا لینا مکروہ ہے ۔ط و ع **ترجمہ** اگر کوئی (چلتی) کشتی میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھ لے تو درست ہے **ف** بلا عذر سے یہ مراد ہے کہ اگرچہ وہ کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہو اور کشتی کا عذر تھے آنا، گرنی آنا وغیرہ ہے اور نماز شروع کرتے وقت اس کو قبلہ رخ ہونا لازم ہے اور بعد میں جب کشتی پھرے وہ اپنا منہ قبلہ کی طرف کرے کیونکہ کشتی اس کے حق میں مثل مکان کے ہے اور کشتی میں اشارے سے نماز پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں ہے ۔ط و ع **ترجمہ** اگر کوئی شخص پانچ نمازوں (یا اس سے کم) تک بیہوش یا دیوانہ رہے (اور پھر اچھا ہو جائے) تو ان نمازوں کو قضا کرے اور اگر اس سے زیادہ نمازیں ہو جائیں تو قضا نہ کرے

باب سجدۃ التلاوۃ

(قرآن کی تلاوت کے سجدہ کا بیان)

ٹھیرنے کی نیت کر لینے سے بھی مقیم نہ ہوگا اور ان دونوں کو ذکر کرنا مثال کے طور پر ہے) اور اگر پندرہ۱۵ روز سے
کم ٹھیرنے کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی اور (آجکل آجکل کرتے ہوئے) برس گذر گئے یا اسلامی لشکر نے دار الحرب
میں پندرہ۱۵ روز ٹھیرنے کی نیت کرلی تو یہ اور وہ نماز قصر ہی پڑھیں **ف** یعنی اُس وقت کہ جب یہ ٹھیرنے کی
نیت کرلیں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس نیت کے کرنے سے مقیم نہیں ہوجاتے کیونکہ یہ اُس میں رہتے ہیں
کہ اگر ہم نے فتح پائی تو ٹھیر جائیں گے اور اگر شکست کھائی تو بھاگ جائیں گے اس لیئے وہ جگہ ان کے حق
میں دار اقامۃ نہیں ہوتی مستخلص **ترجمہ** اور اگر اسلامی لشکر نے (دار الحرب میں) کسی شہر کا محاصرہ کرلیا
یا دار الاسلام میں شہر سے باہر باغیوں کا محاصرہ کرلیا تو ان دونوں صورتوں میں بھی یہ پندرہ۱۵ روز ٹھیرنے
کی نیت کر لینے سے مقیم نہیں ہوتے (لہٰذا قصر نماز پڑھیں) بخلاف خیمہ میں رہنے والوں کے **ف** اس
موقع پر متن میں اخبیہ کا لفظ ہے جو خباء کی جمع ہے اور خباء اونی خیمہ کو کہتے ہیں اور خیمہ میں رہنے
والوں سے مراد خانہ بدوش لوگ ہیں جیسے بنجارے اور کنجر وغیرہ جن کی گذران ہی جنگلوں میں ہوتی ہے
اس لیئے ان کا وطن وہی ان کی جھونپڑی یا خیمہ ٹھیر گیا ہے اس قسم کے لوگ ہمیشہ مقیم رہتے ہیں مسافر نہیں
ہوتے۔ فتح **ترجمہ** اگر مسافر (نماز کے) وقت میں کسی مقیم کی اقتدا کرلے تو یہ اقتدا درست ہے اور یہ پوری
نماز پڑھے اور وقت کے بعد درست نہیں ہے **ف** اقتدا کے معنے مقتدی ہونے یعنی امام کے پیچھے نماز
پڑھنے کے ہیں مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مقیم مثلاً ظہر کی نماز ظہر کے وقت پڑھتا تھا یا پڑھنا چاہتا تھا
کہ کوئی مسافر اس کا مقتدی ہوگیا تو اُس کی یہ اقتدا درست ہے اور وہ امام کے تابع ہونے کی وجہ سے
نماز پوری پڑھے اور اگر وہ ظہر کی نماز بے وقت پڑھ رہا تھا تو اس کی اقتدا درست نہیں ہے **ترجمہ** اور اگر
مقیم مسافر کا اقتدا کرے تو دونوں صورتوں میں درست ہے **ف** یعنی وقت پر بھی اور وقت کے بعد بھی
پس جب مسافر امام سلام پھیرے تو مقیم بغیر قراءۃ کے اپنی نماز پوری کرلے اور امام کے لیئے مستحب ہے
کہ وہ مقتدیوں سے یہ کہدے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ میں مسافر ہوں ۔ع **ترجمہ** وطن اصلی دوسرے
وطن اصلی سے باطل ہوجاتا ہے سفر کرنے سے باطل نہیں ہوتا **ف** یعنی اگر کسی نے اپنا اصلی وطن چھوڑ کر
اور کسی شہر میں رہنا اختیار کرلیا تو اب وہ پہلا شہر اس کا وطن نہیں رہا اگر مسافرت میں وہاں پہنچے اور
پندرہ۱۵ روز وہاں رہنے کی نیت نہ ہو تو یہ مسافر ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس وطن اصلی میں اسکے
گھر کے آدمی بھی نہ رہتے ہوں اور اگر وہ رہتے ہوں گے تو وہ وطن رہیگا اور یہ وطن فقط وہاں سے سفر

اقتدا نہیں کیا تو خود سجدہ کرے (کیونکہ سجدہ کا سبب اُسکے حق میں ہو گیا ہے) اور جو سجدہ نماز میں (اپنے یا اپنے امام کے) سجدہ کی آیۃ پڑھنے سے واجب ہوا ہو وہ نماز کے باہر (کر لینے سے) ادا نہیں ہوتا اور اگر کسی نے نماز کے باہر سجدہ کی آیۃ پڑھی اور سجدہ کر لیا اور پھر وہی آیۃ نماز میں پڑھی تو اب دوسرا سجدہ کرے اور اگر پہلے سجدہ نہیں کیا تھا تو اُسے ایک سجدہ کر لینا کافی ہے جیسا کہ اگر کوئی ایک جگہ پر سجدہ کی آیۃ کئی مرتبہ پڑھے دو جگہ نہ پڑھے (کیونکہ سجدہ کی آیۃ کو کئی مرتبہ مختلف جگہ پڑھنے پر ایک سجدہ کر لینا کافی نہیں ہوتا) اور اس سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ نماز کی شرائط کے ساتھ بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہکر سجدہ کرے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھائے اور نہ التحیات پڑھے اور نہ سلام پھیرے اور ساری سورۃ پڑھنا اور اُس میں سے فقط سجدہ کی آیۃ چھوڑ دینا مکروہ اور اس کا عکس مکروہ نہیں ہے (یعنی یہ کہ فقط سجدہ کی آیۃ پڑھے اور اور آیتیں نہ پڑھے)۔

باب صلوۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

ترجمہ جو شخص درمیانی چال سے تین روز کا سفر کرنے (یعنی تین منزل طے کرنے) کے ارادے سے روانہ ہو کر اپنے شہر کی آبادی کے باہر نکل جائے خواہ سفر خشکی کا ہو یا دریا کا ہو یا پہاڑ کا ہو وہ چار فرضوں کو دو پڑھے **ف** یعنی چار فرضوں میں قصر کرے باقی مثلاً مغرب اور فجر میں نہ کرے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مسافر پر فرض دو ہی رکعت ہیں کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں فرضت الصلوۃ رکعتین رکعتین فاقرت صلوۃ السفر وزیدت فی صلوۃ الحضر یعنی نماز کی دو ہی رکعت فرض ہوئی تھیں بعد میں سفر کی نماز تو اتنی ہی رہی اور حضر کی نماز بڑھا دی گئی اور امام شافعی رح کے نزدیک قصر کرنا لازم نہیں ہے بلکہ یہ آسانی کے لیئے ہے اور تین روز سے کم کے سفر میں جو تقریباً چھتیس کوس کا ہوتا ہے اس کم میں نماز قصر نہ کیجائے اس لیئے مصنف نے یہ قید پہلے ہی لگا دی ہے۔ فتح وعینی **ترجمہ** اگر کسی مسافر نے پوری نماز پڑھلی (یعنی چار رکعت میں قصر نہیں کیا) اور وہ دوسری رکعت پر (بقدر تشہد) بیٹھا تھا تو اسکی نماز درست ہو گئی اور اگر نہیں بیٹھا تھا تو درست نہیں ہوئی (کیونکہ فرض پورے کرنے سے پہلے وہ نفلوں میں مشغول ہو گیا ہے یہ قصر کا حکم) اس وقت تک (رہے) کہ مسافر اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت کر لی سوائے مکہ (معظمہ) اور منا کے (کہ ان دونوں میں پندرہ روز

عرفات شہر نہیں ہے **ف** پس منا میں جمعہ جائز ہے جبکہ حاکم حجاز یا بادشاہ امام ہو نہ کہ حاکم موسم کے ہونے پر کیونکہ وہ فقط امور حج کا ہی حاکم ہوتا ہے اور عرفات کے شہر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک علیحدہ میدان ہے مکہ کے میدان میں داخل نہیں ہے۔ع وط ترجمہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ ہونا جائز ہے (۲) بادشاہ یا اُس کے نائب کا ہونا (۳) ظہر کا وقت ہونا پس اِس کے نکلنے سے جمعہ باطل ہوجائیگا (۴) نماز سے پہلے خطبہ کا ہونا اور مسنون یہ ہے کہ امام باوضو کھڑا ہوکر دو خطبے پڑھے اور دونوں کے بیچ میں تھوڑی سی دیر بیٹھے (یعنی اس قدر کہ ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر آجائے) اور خطبہ میں (فقط) الحمدللہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ (خطبہ کی نیت سے) کہنا کافی ہوسکتا ہے (۵) جماعت کا ہونا اور وہ (امام کے سوا) تین آدمی ہیں **ف** یعنی جماعت امام کے سوا کم از کم تین آدمی کو کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابویوسف رح کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ امام کے سوا چالیس آدمی آزاد مقیم ہونے چاہئیں ع وسکین ترجمہ پس اگر امام کے سجدے میں جانے سے پہلے سب مقتدی بھاگ جائیں تو (امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک) جمعہ باطل ہوجائیگا (اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ باطل نہ ہوگا) (۶) اِذن عام ہونا (کہ جو چاہے چلا آئے) اور جمعہ کے واجب ہونے کی یہ شرطیں ہیں (۱) مقیم ہونا (پس مسافر پر واجب نہیں ہے) (۲) مرد ہونا (پس عورت پر نہیں ہے) (۳) تندرست ہونا (پس مریض پر نہیں ہے) (۴) آزاد ہونا (پس غلام پر بالاتفاق واجب نہیں ہے (۵) بینائی کا ہونا (پس اندھے پر واجب نہیں ہے) (۶) دونوں پیروں کا سالم ہونا (پس لنگڑے اور اپاہج پر واجب نہیں ہے اور جس پر جمعہ واجب نہ ہو اور وہ جمعہ پڑھ لے تو اُس وقت کا فرض ادا ہوجائیگا **ف** یعنی ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ جمعہ کی نماز اس کا بدلہ ہوجائیگی کیونکہ جمعہ واجب نہ ہونا محض تخفیف کی وجہ سے تھا اور جب اس نے اُس مشقت کو برداشت کرلیا تو وہ درست ہوگیا جیساکہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور جب وہ رکھ لے تو روزہ ہوجاتا ہے۔ع وسکین ترجمہ اور مسافر۔ غلام۔ اور مریض کو جمعہ (کی نماز) میں امام ہونا جائز ہے اور (اگر یہ مقتدی ہوں تو) ان سے جماعت ہوجاتی ہے **ف** یعنی اگر امام کے پیچھے فقط ایک مسافر اور ایک غلام اور ایک مریض ہو تو جمعہ کی نماز جائز ہوجائیگی اس میں امام شافعی رح کا خلاف ہے۔ع وط ترجمہ اور جسے کوئی عذر نہو اگر وہ جمعہ (کی نماز) سے ظہر (کی نماز) پڑھ لے تو یہ مکروہ (تحریمی) ہے پھر اگر وہ (ظہر پڑھ کر) جمعہ پڑھنے کے لیئے جائے تو اُسکی ظہر (کی نماز) باطل ہوجائیگی اور معذور۔ اور قیدی کو شہر میں (جمعہ کے دن)

کرنے سے باطل نہیں ہوتا۔ ترجمہ اور وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے اور سفر سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے ف وطن اقامت وہ ہے جہاں آدمی پندرہ روز یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کرے پس اگر وہ اسے چھوڑ کر دوسرا وطن اقامت اختیار کرے تو پھر یہ وطن اقامت نہیں رہتا اور اگر اس سے سفر کر جائے یا اصلی وطن چلا جائے تب بھی یہ جاتا رہتا ہے۔ع وط ترجمہ اور سفر و حضر کی فوت شدہ نمازیں دو اور چار رکعت قضا پڑھی جائیں (یعنی سفر کی دو اور حضر کی چار رکعت قضا پڑھی جائیں اور اس بارے میں معتبر آخر وقت ہے ف یعنی مقیم اور مسافر ہونے میں نماز کے اخیر وقت کا اعتبار ہے مثلاً عصر کے اخیر وقت اگر مسافر ہے تو دو رکعت پڑھے اور اگر مسافر عصر کے اخیر وقت اپنے شہر میں داخل ہو گیا ہے تو وہ چار رکعت پڑھے۔ط ترجمہ اور (نماز قصر پڑھنے وغیرہ احکام میں) گنہگار مثل بے گناہوں کے ہے ف یعنی اگر کوئی رہزنی وغیرہ کرنے کے ارادہ سے سفر کرے تو اس کو بھی قصر نماز پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے کیونکہ اصل سفر میں کوئی نافرمانی نہیں ہے یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ گنہگار کے لیئے یہ رعایت اور رخصت نہیں ہے مستخلص و فتح ملخصاً ترجمہ اور مسافر و مقیم ہونے کی نیت کرنے میں اصل کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ (اس کے) تابع کا یعنی غلام عورت اور خادم کا ف یعنی یہ تینوں تابع ہوتے ہیں اس لیئے مقیم و مسافر ہونے میں ان کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ شوہر۔ آقا۔ حاکم کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ وہ اصل ہیں ع

باب صلوٰۃ الجمعۃ

جمعہ کی نماز کا بیان

ف جمعہ اجتماع سے مشتق ہے اس روز لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام جمعہ رکھا گیا ہے یا اس وجہ سے کہ تمام اولاد آدم اسی روز جمع کی جائیگی یا اس وجہ سے کہ آدم علیہ السلام حضرت حوا سے زمین پر اسی روز ملے تھے سح فتح ترجمہ جمعہ (کی نماز) ادا ہونے کی یہ (چھ) شرطیں ہیں (۱) شہر کا ہونا۔ ف پس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ جنگل میں کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع یعنی جمعہ تشریق۔ عید الفطر۔ اور عید الضحیٰ سوائے شہر جامع کے اور جگہ نہیں ہے سط وع ترجمہ اور شہر وہ جگہ ہے جہاں حاکم اور قاضی ہو جو احکام (شرعیہ) جاری کرتا اور (لوگوں پر) حدود قائم کرتا ہو یا شہر کی عیدگاہ ہو (یعنی اس میں بھی جمعہ ہونا جائز ہے) اور منا شہر ہے

کرنی جائز ہے ع ترجمہ اور یہی (مذکورہ) احکام عید الضحےٰ کے ہیں لیکن اس میں کھانا نماز کے بعد کھائے اور (نماز کو جاتے ہوئے) راستہ میں تکبیر پکار کے کہے اور خطبہ میں قربانی (کے احکام) اور تکبیرات تشریق کو بیان کرے اور اس کی نماز میں کسی عذر کی وجہ سے تین روز تک کی تاخیر کیجائے (یعنی بقرعید کی نماز کسی عذر کے باعث بارہویں تاریخ تک پڑھ لینی جائز ہے) اور عرفہ کرنا کوئی چیز نہیں ہے ف عرفہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ عرفہ کے روز لوگ جمع ہوں اور جس طرح حاجی لوگ عرفات جاکر دعا وغیرہ کرتے ہیں یہ بھی ان کی نقل اُتارنے کے لیے احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے ایک جگہ اکھٹے ہو کر دعا وغیرہ کریں اس کا شریعت میں کہیں کچھ ثبوت نہیں ہے ع ترجمہ اور عرفہ کے دن کی فجر کی نماز کے بعد سے آٹھ (وقت کی) نمازوں تک (یعنی ان میں سے ہر نماز کے بعد) ایک دفعہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہنا سنت ہے مگر اسی کو جو مقیم ہو اور شہر میں فرض نماز مستحب جماعت سے (یعنی مردوں کی جماعت سے) پڑھے اور اقتدا کرنے کے سبب سے عورت اور مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہے ف مصنف کے یہاں واجب کہنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکبیر تشریق جس پر ہے واجب ہی ہے اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے اور مسنون اس کو اس وجہ سے کہدیا گیا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہوا ہے اور اس کے شروع کرنے میں صحابہ میں اختلاف ہے نوجوان صحابہ مثلاً ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کا قول یہ ہے کہ بقرعید کے دن ظہر کی نماز کے بعد سے شروع کیجائے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اسی کو لیا ہے اور بڑی عمر کے صحابہ مثلاً حضرت عمر حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم یہ فرماتے تھے کہ عرفہ کے دن کی فجر کی نماز کے بعد سے شروع کیجائے یہی ہمارا مذہب ہے اور اسکے ختم ہونے میں بھی اختلاف ہے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بقرعید کے روز عصر کی نماز کے بعد ختم کر دی جائے اور یہ آٹھ نمازیں ہوتی ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے شروع کرنے اور ختم کرنے میں حضرت ابن مسعود ہی کے قول کو لیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخر دن یعنی تیرھویں تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد ختم کیجائے اور یہ تیئیس ۲۳ نمازیں ہوتی ہیں امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے اسی کو لیا ہے ع فتح

باب صلوٰۃ الکسوف

سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کا بیان

ف کسوف سورج گہن کو کہتے ہیں اور خسوف چاند گہن کو اور کبھی کسوف کا استعمال دونوں میں ہو جاتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ جب کم گہن ہو تو کسوف ہے اور جب پورا گہن ہو تو خسوف ہے ع ترجمہ جب سورج گہن ہو

ظہر جماعت سے پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے اور جو شخص التحیات میں یا سہو کے سجدوں میں جمعہ میں شریک ہوگیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرے اور جب امام (خطبہ پڑھنے کے لیئے اپنے حجرے سے) چل پڑے تو اُس وقت نہ کوئی نماز پڑھنا درست ہے اور نہ بات چیت کرنا اور پہلی ہی اذان پر جمعہ کی نماز کو جانا اور خرید و فروخت ترک کرنا واجب ہوجاتا ہے اور جب امام (خطبہ پڑھنے کے لیئے) منبر پر بیٹھ تو اُسکے سامنے (کھڑے ہوکر) اذان دی جائے اور خطبہ ختم ہونے کے بعد تکبیر کہی جائے +

باب صلوٰۃ العیدین

دونوں عیدوں کی نماز کا بیان

ترجمہ عید کی نماز جمعہ کی شرطوں کے ساتھ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جسپر جمعہ کی نماز واجب ہوجاتی ہے سوائے خطبہ کے (کہ یہ عید میں شرط نہیں ہے اور جمعہ میں شرط ہے) اور عید الفطر میں (عیدگاہ جانے سے پہلے) کچھ کھا لینا غسل کرنا مسواک کرنا۔ خوشبو لگانا اور جو کپڑے اپنے کو میسر ہوں اُن میں سب سے اچھے کپڑے پہننا اور صدقۂ فطر (یعنی فطرہ) دیدینا مستحب ہے پھر عیدگاہ جائے راستہ میں آواز سے تکبیر نہ کہے (بلکہ آہستہ آہستہ کہے) اور نہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھے **ف** عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے امام کے حق میں بھی اور مقتدیوں کے حق میں بھی اور عیدگاہ میں بھی اور مسجدوں وغیرہ میں بھی اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ امام کے حق میں مکروہ ہے مقتدیوں کے حق میں مکروہ نہیں ہے مسکین و مستخلص ترجمہ عید کی نماز کا وقت آفتاب کے (ایک نیزہ یا دو نیزہ) اونچا ہونے (کی مقدار) سے لیکر دن ڈھلنے تک ہے اور امام دو رکعت پڑھائے۔ سبحانک اللھم (تکبیرات) زوائد سے پہلے پڑھے اور زوائد ہر رکعت میں تین تین تکبیریں ہیں اور دونوں رکعتوں کی قراءتوں کو ملا دیوے **ف** اسکی صورت یہ ہے کہ اول اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے اور سبحانک اللھم پڑھے پھر تین دفعہ یہ زائد تکبیریں کہے ان کے بعد قراءت شروع کرے اور جب دوسری رکعت میں کھڑا ہووے تو پہلے قراءت کرے اس صورت میں دونوں قراءتیں ملجائیں گی اور اس کے تین دفعہ زائد تکبیریں کہہ کر پھر رکوع کی تکبیر کہے۔ ع ترجمہ اور ان زائد تکبیروں میں دونوں ہاتھ (کانوں تک) اُٹھائے اور نماز کے بعد (امام) دو خطبے پڑھے اور اس میں صدقۂ فطر کے احکام بیان کرے اور اگر کسی کو امام کے ساتھ عید کی نماز نہ ملے تو پھر قضا نہ پڑھی جائے اور کسی عذر سے (مثلاً بارش وغیرہ کے سبب سے) فقط کل تک کی تاخیر کیجائے **ف** یعنی عید کی نماز میں فقط ایک روز کی تاخیر جائز ہے کہ اگر اول روز نہ پڑھی گئی تو دوسرے روز پڑھ لیں باقی تیسرے روز پڑھنا جائز نہیں ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ تیسرے روز تک بھی تاخیر

اور وہ جماعت آئے اور جتنی نماز رہ گئی ہے امام اس جماعت کو پڑھاکر سلام پھیر دے اور (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور پہلی جماعت آکر بدوں قرارت کے اپنی نماز پوری کرے (کیونکہ یہ لوگ شروع سے امام کے ساتھ تھے) اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں پھر دوسری جماعت آئے اور یہ قرارت کے ساتھ اپنی باقی نماز پوری کریں **ف** کیونکہ یہ مسبوق ہیں اور مسبوق سے جو رکعتیں پہلے ہولیتی ہیں ان میں قرارت کرنا فرض ہوتا ہے بخلاف پہلی جماعت کے کہ وہ شروع سے امام کے ساتھ تھی اور ایک وجہ خاص سے بیچ میں شامل نہیں رہی لہذا یہ جماعت لاحق کے حکم میں ہے اور لاحق پر قرارت نہیں ہوتی۔ فتح ترجمہ اور مغرب کی نماز میں امام پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری کو ایک رکعت (اگر اس کا اُلٹا کیا تو سب کی نماز جاتی رہے گی) اور جو شخص (نماز میں) لڑنے لگے اسکی نماز باطل ہو جائیگی اور اگر خوف بہت زیادہ ہو تو سب اپنی اپنی سواری پر سوار ہوئے اکیلے اکیلے جس طرف ہوسکے اسی طرف مُنہ کرکے نماز اشاروں سے پڑھ لیں اور بدوں دشمن کے موجود ہوئے یہ خوف کی نماز جائز نہیں ہی

باب الجنائز

جنازوں کا بیان

ف جنائز جنازے کی جمع ہے اور جنازہ جیم کے زبر سے مردہ کو کہتے ہیں اور جیم کے زیر سے اُس تختہ کو جس پر مردے کو لٹاتے ہیں ۔ع ترجمہ جب آدمی مرنے لگے تو اُسے داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ کرکے لٹا دیا جائے (اور اگر اسے اس طرح لیٹنا دشوار ہو تو اُسے ویسے ہی چھوڑ دیا جائے) اور اُسکے روبرو کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ) پڑھا جائے اور جب مرجائے تو اُسکے دونوں جبڑے باندھ دیئے جائیں اور آنکھیں بند کردی جائیں اور اُسے ایسے تختہ پر لٹایا جائے جسے طاق مرتبہ (یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ) دھونی دی گئی ہو اور اُس کے بدن عورت (یعنی ناف سے گھٹنوں تک) کو ڈھک کے اُسے ننگا کردیا جائے **ف** یعنی سب کپڑے اُتار لیئے جائیں تاکہ نہلانے میں صفائی اچھی طرح ہوجائے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ کرتہ پہلے نہلایا جائے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منع کرتے کے غسل دیا گیا تھا۔ اور ہم زندگی کی حالت کا اعتبار کرتے ہیں اور یہ روایت جو امام موصوف نے اپنی حجت ٹھیرائی یہ آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہی۔ عینی ترجمہ اور بغیر کلّی اور بے ناک میں پانی ڈالے اسکو وضو کرائیں اور اسکے بعد اس پر وہ پانی ڈالیں جو بیری کے پتے یا اُشنان

ترجمہ کا امام نفل کی طرح دو رکعت پڑھائے قراۃ پکار کر اور خطبہ نہ پڑھے **ف** نفل کی طرح کہنے سے یہ مراد ہے کہ جیسے نفلوں میں اذان و تکبیر نہیں ہوتی اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے اور اوقات مکروہہ میں ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے پس یہ نماز بھی ایسی ہی ہے۔ فتح ملخصاً ترجمہ پھر (نماز کے بعد اتنی دیر دعا مانگے) کہ سورج گہن سے کھل جائے اور اگر جمعہ کا امام موجود نہ ہو تو سب اکیلے اکیلے پڑھیں جیسے چاند گہن۔ اندھیری آندھی اور ہالن وغیرہ کے خوف کے وقت پڑھتے ہیں **ف** یعنی جیسے چاند گہن میں اکیلے اکیلے پڑھی جاتی ہے کیونکہ چاند گہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی مرتبہ ہوا ہے اور یہ کہیں منقول نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لیئے لوگوں کو جمع کیا تھا دوسرے یہ کہ رات سونے کے بعد سب کا جمع ہونا مشکل بھی ہے اور یہ فتنہ فساد کا بھی سبب ہوجاتا ہے اس لیئے مشروع نہیں ہے بلکہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ عجز و انکساری کرے اور ایسی ہی یہ اور نمازیں ہیں۔ فتح

باب صلوٰۃ الاستسقاء

بارش مانگنے کی نماز کا بیان

ترجمہ استسقاء کے لیئے نماز ہے مگر جماعت سے نہیں ہے اور دعا مانگنا اور استغفار پڑھنا ہے نہ کہ چادر کو الٹ پلٹ کرنا اور اس میں ذمی (یعنی کافر) کو نہ آنے دیں اور فقط تین روز (پڑھنے) جائیں **ف** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس نماز میں جماعت مسنون نہیں ہے امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے اسکو دریافت کیا تھا آپنے فرمایا کہ یہ نماز جماعت سے نہیں ہے ہاں اس میں دعا مانگنا اور استغفار کرنا ہے اور اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے اس سے اس جماعت کے سنت یا مستحب ہونے کی نفی ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک عید کی طرح دو رکعت جماعت سے پڑھیں اور چادر کو اس طرح لوٹائیں کہ ایک مونڈھے کی دوسرے پر اور نیچے کی اوپر ہوجائے عینی وغیرہ۔

باب صلوٰۃ الخوف

خوف (کے وقت) کی نماز کا بیان

ترجمہ اگر دشمن یا کسی درندے کا خوف زیادہ ہو تو امام (لوگوں کی دو جماعتیں کرے اور) ایک جماعت کو دشمن (یا درندے) کے سامنے کھڑا کردے اور دوسری جماعت کو (اگر مسافر ہے تو) ایک رکعت اور اگر مقیم ہے تو دو رکعتیں پڑھائے پھر یہ جماعت (جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت یا دو رکعتیں پڑھلی ہیں) دشمن کے سامنے چلی جائے

کے اوپر پوٹ کی چادر کے نیچے دلشی پہنائیں اور کفن کے کپڑوں کو پہنانے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو میں بسالیں
ف سینہ بند کے باندھنے میں فقہار کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں چادروں کے اوپر باندھیں تاکہ کفن نہ اُڑے
اور بعض کا قول یہ ہے کہ اندر کی چادر کے اوپر اور پوٹ کی چادر کے نیچے باندھنا مناسب ہے **فصل** جنازے
کی نماز پڑھانے میں سب سے بہتر بادشاہ ہے اور یہ نماز فرض کفایہ ہے **ف** فرض کفایہ کے یہ معنے ہیں کہ
تھوڑے سے آدمیوں کے پڑھ لینے پر سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے ورنہ سب گنہگار ہوتے ہیں ط
ترجمہ اور جنازے کی نماز میں مردے کا مسلمان ہونا اور پاک ہونا شرط ہے (اسی وجہ سے کافر کے جنازے
کی درست نہیں ہے اور نہ مسلمان کے جنازے کی اُس کو غسل دینے سے پہلے درست ہے) اور بادشاہ کے
بعد (جنازے کی نماز کے لیے) قاضی ہے اگر موجود ہو پھر محلہ کا امام پھر مردے کا ولی اور ولی کو اختیار
ہے کہ وہ اور کسی کو (نماز پڑھانے کی) اجازت دیدے اگر ولی اور بادشاہ کے سوا اور کسی نے نماز پڑھادی
تو ولی (اگر چاہے) دوبارہ پڑھے اور ولی کے اور کوئی (دوبارہ) نہ پڑھے۔ اور اگر کوئی مردہ بلا نماز کے
دفن کر دیا گیا تو جب تک اُس کا بدن نہ پھٹا ہو اُس کی قبر پر (جنازے کی) نماز پڑھ لی جائے۔ **ف**
امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ایسے آدمی کی قبر پر تین روز تک نماز پڑھ لی جائے
اور صحیح یہ ہے کہ تعیین لازمی نہیں ہے کیونکہ مردے کا حال موسم کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے گرمی
میں اور کیفیت ہوتی ہے جاڑے میں اور۔ اسی طرح زمین کی نرمی اور سختی سے بھی اس میں فرق پڑ جاتا ہے
لہذا اس میں ایک عقلمند ذی رائے ہوشیار آدمی کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ واجب بقدر امکان
ادا کرنا چاہیئے مع ومسکین ترجمہ اور جنازے کی نماز چار دفعہ اللہ اکبر کہنا ہے پہلی دفعہ کے بعد سبحانک
اللھم آخر تک پڑھے اور دوسری دفعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور تیسری دفعہ کے بعد
(میت کے واسطے) دعا۔ اور چوتھی دفعہ کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے پھر اگر امام پانچویں دفعہ
اللہ اکبر کہے تو مقتدی اُس کی پیروی نہ کرے **ف** نماز جنازے کی دعا یہ ہے اللھم اغفر لحینا و
میتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا
فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان ترجمہ اور لڑکے کے لیے استغفار
نہ پڑھا جائے (یعنی یہ مذکورہ دعا نہ پڑھی جائے) بلکہ (اس کے عوض) یہ دعا پڑھے اللھم اجعلہ لنا
فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا (اور اگر لڑکی یا عورت ہے تو دونوں جگہ

ڈال کر جوش دیا گیا ہو اور اگر ایسا پانی نہ ہو تو پھر خالص پانی کافی ہے اور اس کا سر اور ڈاڑھی گل خیرو کے پانی سے دھوئیں اور بائیں کروٹ پر لٹا کر اتنا دھوئیں کہ پانی بدن کے اس حصہ تک پہنچ جائے جو تختہ سے لگا ہوا ہے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اتنا ہی دھوئیں پھر اُسے سہارا دیکر بٹھلا دیں اور اُسکے پیٹ کو بہت نرمی سے سوتیں اور جو کچھ پیٹ میں سے نکلے اُس کو دھو ڈالیں اور دوبارہ غسل نہ دیں اور ایک کپڑے سے بدن کو پونچھ دیں اور سر اور ڈاڑھی کو حنوط لگا دیں اور سجدہ کی جگھوں پر کافور ملیں **ف** حنوط ح کے زبر سے ایک مرکب عطر کا نام ہے جو خاص مردوں کے لیئے ہے عورتوں کو لگا نا جائز نہیں ہے اور سجدہ کی جگھوں سے وہ اعضا مراد ہیں جو سجدہ میں زمین سے لگے رہتے ہیں مثلاً پیشانی۔ ناک۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے۔ دونوں پیر (مسکین وع ترجمہ اور (سر کے) اور ڈاڑھی میں کنگھی نہ کریں اور نہ ناخن اور بال کتریں اور مرد کا مسنون کفن ازار۔ قمیص اور لفافہ ہے اور کفن کفایہ ازار اور لفافہ ہے **ف** مردے کے بالوں میں کنگھی نہ کیئے جانے اور ناخن اور بال نہ کترے جانے کی یہ وجہ ہے کہ یہ افعال زینت کے لیئے ہوتے ہیں اور مردے میں اسکی ضرورت نہیں ہے اور کفن میں ازار اندر کی چادر کو کہتے ہیں جو پیشانی کے بالوں سے لیکر پیروں تک ہوتی ہے اور قمیص کفنی کو کہتے ہیں جو گردن سے لیکر گھٹنوں تک ہوتی ہے اور لفافہ پوٹ کی چادر کو کہتے ہیں اور کفنی میں گریبان۔ آستینیں اور کلیں نہیں ہوتیں اور کفن کفایہ سے مراد یہ ہے کہ اگر کفن کم ہے تو دو چادریں کافی ہیں اور اس سے کم کرنا جائز نہیں ہے مستخلص وعینی ترجمہ اور کفن مردے کے اول بائیں طرف سے لپیٹا جائے اور پھر داہنی طرف سے **ف** کفن پہنانے کی صورت یہ ہے کہ اول پوٹ کی چادر بچھا دی جائے اور اُسکے اوپر اندر کی چادر اور اُس پر میت کو لٹا دیا جائے پھر کفنی پہنا کر اندر کی چادر کو بائیں طرف سے لپیٹیں اور پھر داہنی طرف سے اور اس چادر کو ایک دھجی وغیرہ سے باندھ دیا جائے اور پھر پوٹ کی چادر کو اسی طرح کریں مسکین ترجمہ اگر کفن کے اُڑنے (اور مردے کے کھلنے) کا اندیشہ ہو تو اُس میں گرہ دیدیں اور کفن ضروری وہ ہے کہ جو کچھ میسّر ہو اور عورت کا مسنون کفن یہ ہے کفنی۔ اندر کی چادر۔ دامنی۔ پوٹ کی چادر۔ اور ایک اور کپڑا جو عورت کی چھاتیوں پر لپیٹا جاتا ہے **ف** اس کپڑے کو سینہ بند کہتے ہیں یہ سینہ سے ناف تک ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں گھٹنوں سے نیچے تک ہوتا ہے س ع ترجمہ اور عورت کا کفن کفایہ دونوں چادریں اور دامنی ہے اور عورت کو (کفناتے وقت) اول کفنی پہنائیں پھر اُسکے سر کے بالوں کی دو لٹیں کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈالدیں اور کفنی

کچی اینٹوں یا بانسوں سے لحد کا منہ بند کیا جائے پکی اینٹوں یا تختوں سے نہ کیا جائے ہاں اگر زمین نرم ہو تو تختوں وغیرہ سے کرنا جائز ہے) اور عورت کی قبر پر (دفن کرتے وقت) پردہ کر دیا جائے اور مرد کی قبر پر نہ کیا جائے پھر مٹی دے دی جائے اور قبر (اوپر سے) اونٹ کے کوہان کی صورت بنائی جائے چوکور (چبوترے کی صورت) نہ بنائی جائے ورنہ چونہ کی بنائیں اور (دفن کرنے کے بعد) مردے کو قبر سے نہ نکالا جائے ہاں اگر زمین غصب کی ہوئی ہو یعنی زبردستی سے چھینی ہوئی ہو چونکہ اس میں حق العباد ہے لہٰذا اس میں سے اگر زمین کا مالک نکلوانا چاہے تو نکال لیا جائے ورنہ اس کے کہنے سے قبر ہموار کر دی جائے اور اُس سے زراعت وغیرہ کا فائدہ اُٹھایا جائے۔ ط و ع۔

باب الشہید

شہید کے احکام کا بیان

ترجمہ شہید وہ ہے جسے دار الحرب کے کسی کافر نے یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے مار ڈالا ہو یا میدانِ جنگ میں سے نعش ملی ہو اور اس پر زخم ہو یا اُس کو کسی مسلمان نے ظلماً مار ڈالا ہو اور اُس کے عوض خونبہا واجب نہ ہوئی ہو (بلکہ قصاص واجب ہو یعنی دانستہ مارا ہو) تو ایسے آدمی کو کفن دیا جائے اور بلا غسل دیئے اُس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے اور اُس کو مع اُسکے خون آلودہ کپڑوں کے دفن کر دیا جائے ہاں جو کپڑا کفن کی قسم سے نہ ہو وہ اُتار لیا جائے اور اگر اُسکے بدن پر کفن سے زیادہ کپڑا ہے تو وہ اُتار لیا جائے اور اگر کم ہے تو زیادہ کر کے کفن پورا کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں یا لڑکپن میں مارا گیا یا اُس کے شہید ہونے میں اتنی دیر ہو گئی کہ اُس نے کچھ کھایا یا پیا یا سو گیا یا علاج کرایا یا اُس پر ایک نماز کا وقت گذر گیا اور وہ ہوش میں ہے یا لڑائی کی جگہ سے اُس کو جیتا ہوا (اور جگہ) لے گئے یا اُس نے کچھ وصیت کی یا شہر میں مارا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ ہتیار سے ظلماً مرا ہے یا کسی حد (شرعی) سے مر گیا یا قصاص میں (یعنی خون کرنے کے عوض میں) مارا گیا تو (ان سب صورتوں میں) غسل دیا جائے اور ایسے شخص کو غسل نہ دیا جائے جو باغی ہونے یا ڈاکہ ڈالنے کی وجہ سے مارا گیا ہو (اور اُس کے جنازے کی نماز بھی نہ پڑھی جائے)۔

باب الصلوٰة فی الکعبۃ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ کعبہ کے اندر اور اوپر (نماز) فرض اور نفل دونوں درست ہیں اگر کوئی شخص کعبہ میں (جماعت سے

میں ہا کی جگہ ھا اور شافعا اور مشفعا کی جگہ شافعۃً اور مشفعۃً پڑھے) اور مسبوق (یعنی جسکے شامل
ہونے سے پہلے کوئی تکبیر ہوچکی ہو) امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب وہ تکبیر کہے اُس کے ساتھ ہوجائے اور
جو پہلے سے موجود تھا وہ انتظار نہ کرے ف یعنی اگر کوئی شخص پہلے سے موجود تھا مگر اُس نے امام کیساتھ
پہلی تکبیر نہیں کہی تو وہ امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ خود تکبیر کہہ کر دوسری تکبیر میں امام کے ساتھ ہوجائے
اور مسبوق سے جو تکبیر رہ جائے وہ نماز کے بعد جنازہ اُٹھنے سے پہلے کہہ لے اور امام ابو یوسف اور امام
شافعی رح کا قول یہ ہے کہ آتے ہی کہہ لے اور اسی پر فتویٰ ہے مسکین ترجمہ اور امام مرد اور عورت کے
سینہ کے مقابلے میں کھڑا ہو اور یہ نماز سوار ہوکر اور مسجد میں نہ پڑھیں ف جنازے کی نماز بلا ضرورت مسجد
میں پڑھنی مکروہ تحریمی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں نجاست گرجانے کا اندیشہ ہے دوسرے مسجد نماز
پنجگانہ کے لیئے ہے نہ نماز جنازہ کے لیئے۔ اور بعض مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور امام شافعی رح کے نزدیک
مکروہ نہیں ہے مسکین ترجمہ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد اُس کی کچھ آواز نکلی تھی (یعنی اُس کے زندہ پیدا
ہونے کی علامت معلوم ہوگئی تھی) تو اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ نہ پڑھی جائے جیسے وہ لڑکا جو اپنے
باپ یا ماں کے ساتھ (دار الحرب سے) آکر قید خانہ میں مرجائے (اور اُس کے ماں باپ کافر ہوں کیونکہ اس صورت
میں ان کے تابع ہونے کی وجہ سے کافر شمار کیا جائیگا) ہاں اگر اسکے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے
یا وہ خود مسلمان ہوجائے (اور سمجھدار ہو) یا اسکے ساتھ اُس کی ماں یا باپ قید نہ ہوئے ہوں (تو ان
صورتوں میں اُس کو مسلمان قرار دیکر اُس کی نماز پڑھی جائے گی) اور اگر (کسی کافر کا) ولی مسلمان ہے تو وہ کافر
کی لاش کو غسل دے اور کفنا کر دفن کر دے ف یہاں غسل سے مراد یہ ہے کہ اس طرح دھوئے جیسے ناپاک
کپڑے کو دھوتے ہیں اور طریقہ سنت نہ برتے نہ اس پر نماز پڑھے بلکہ اُسے کپڑے میں لپیٹ کر گاڑ دے
ع - ترجمہ اور جنازے کے چاروں پائے پکڑ کر (یعنی اُسے چار آدمی اُٹھاکر) جلدی جلدی لے چلیں مگر
دوڑیں نہیں اور نہ (قبرستان میں) جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھیں اور نہ اُس سے آگے چلیں اور
(جنازہ اُٹھانے والوں میں ہر ایک کو چاہیئے کہ) پہلے اُس کا سرہانہ اپنے داہنے کندھے پر رکھے پھر
اُس کی پائینتی رکھے اور اسکے بعد سرہانا اپنے بائیں کندھے پر رکھے پھر پائینتی رکھے اور (قبر کھود کر) لحد
بنائی جائے اور مردے کو (قبر میں) قبلہ کی طرف سے اُتارا جائے اور اُتارنے والا یہ کہے بسم اللہ وعلیٰ
ملۃ رسول اللہ اور (قبر میں رکھ کر) منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے اور کفن کے بند کھول دئے جائیں اور

شرطیں دو ہیں ایک نیت جو دینے یا مقدار واجب کو مال سے علیحدہ کر دینے کے وقت ہو (یعنی یہ نیت ہو کہ یہ مال میں زکوٰۃ میں سے دیتا یا علیحدہ کرتا ہوں) دوسری اپنے کل مال کو صدقہ کر دینا ہے (پس کل مال صدقہ کر دینے سے زکوٰۃ ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے) +

باب صدقۃ السوائم

چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ سوائم وہ جانور ہیں جو سال بھر میں زیادہ تر (یعنی چھ مہینے سے زیادہ) چرنے پر گذارہ کرتے ہوں پس اگر چھ مہینے سے کم یا چھ ہی مہینے جنگل میں چرا تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ وہ سائمہ نہیں ہیں) اور پچیس (سوائم) اونٹوں میں (زکوٰۃ کا) ایک بنت مخاض ہے (بنت مخاض وہ بوتہ ہے جسپر ایک سال گذر کر دوسرا سال لگ گیا ہو) اور اس سے کم میں ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے اور چھتیس (سے پینتالیس تک) میں ایک بنت لبون ہے (بنت لبون وہ بوتہ ہے جو دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگ گیا ہو) اور چھیالیس (سے ساٹھ تک) میں ایک حقہ ہے (حقہ وہ بوتہ ہے جسے چوتھا برس لگ گیا ہو) اور اکسٹھ (سے پچھتر تک) میں ایک جذعہ ہے (یعنی وہ بوتہ جسے پانچواں برس لگ گیا ہو) اور چھہتر میں نوے تک دو بنت لبون ہیں اور اکیانوے میں ایک سو بیس تک دو حقے ہیں پھر آگے ہر پانچ پر ایک ایک بکری ہے ایک سو چوالیس تک اور ایک سو پینتالیس میں دو حقے اور ایک بنت مخاض ہے اور ڈیڑھ سو میں تین حقے ہیں پھر ہر پانچ پر ایک بکری ہے (ایک سو چوہتر تک) اور ایک سو پچھتر میں تین حقے اور ایک بنت مخاض ہے (ایک سو پچاسی تک) اور ایک سو چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت لبون ہے (ایک سو پچانوے تک) اور ایک سو چھیانوے میں چار حقے ہیں دو سو تک پھر جب دو سو سے زیادہ ہوں تو نئے سرے سے حساب شروع کیا جاوے جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد کیا جاتا ہے اور (زکوٰۃ کے حکم میں) بختی اونٹ مثل عربی اونٹوں کے ہیں +

فصل فی البقر

گائے بیلوں (اور بھینسوں) کی زکوٰۃ کا بیان

ف بقر کے معنے چیرنے پھاڑنے کے ہیں چونکہ بیلوں کے ذریعہ کاشتکار زمین کو پھاڑتے ہیں اس لیئے یہ نام رکھدیا گیا ہے یہ لفظ نر اور مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے - فتح ترجمہ تیس گائے بیلوں میں (زکوٰۃ کا)

نماز پڑھتا ہوا) اپنی پیٹھ اپنے امام کی پیٹھ کی طرف کرلے تو اُس کی نماز ہو جائے گی اور اگر اُس نے اُس کے منہ کی طرف پیٹھ کرلی تو اُس کی نماز نہ ہوگی اور اگر (مسجد الحرام میں) کعبہ کے گرداگرد مقتدیوں نے حلقہ باندھ لیا (یعنی اس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھی) تو اُس شخص کی نماز درست ہو جائے گی جو اپنے امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہو بشرطیکہ امام کی طرف نہو **ف** اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص امام کی طرف ہو کر امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہو جائے گا تو اُس کے حق میں امام سے آگے بڑھنا لازم آئے گا اس لیے اس کی نماز نہیں ہوگی باقی جو اور لوگ کعبہ کے تین طرف ہیں اگر وہ امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہو جائیں تو اُن کے حق میں یہ لازم نہیں آتا ✠

کتاب الزکوٰة

زکوٰة کا بیان

ف مصنفؒ نے نماز کے بعد زکوٰة کا ذکر کیا ہے تاکہ اس کا اقتدا ہو جائے جو قرآن شریف کی آیتوں میں اللہ عزوجل نے ذکر کیا ہے اور یہ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا رکن ہے اور نماز کے بعد سب احکام سے زیادہ اسی کی تاکید ہے اور زکوٰة سنہ ۲ ہجری میں روزوں کے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی لغت میں زکوٰة کے معنے بڑھنے کے ہیں اور شریعت میں یہ ہیں جو مصنفؒ نے بیان کیے ہیں عینی و فتح ملخصاً **ترجمہ** (شریعت میں) محض اللہ کی خوشنودی کے لیے بغیر کسی عوض کے مسلمان فقیر کو مال کا مالک کر دینے کو زکوٰة کہتے ہیں وہ مسلمان نہ ہاشمی ہو نہ اُس کا آزاد کردہ ہو بشرطیکہ اس مال سے مالک کی منفعت ہر صورت سے علٰحدہ ہو جائے **ف** ہاشمی وہ ہیں جو بنی ہاشم کی طرف منسوب ہیں اور وہ علی۔ عباس عقیل جعفر حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہیں ۱۲ ع **ترجمہ** اور زکوٰة واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ مال کا مالک عاقل۔ بالغ۔ مسلمان۔ آزاد ہو (اس اعتبار سے دیوانے۔ لڑکے۔ کافر اور غلام پر زکوٰة واجب نہیں ہوگی) اور وہ مقدارِ نصاب مال کا مالک ہو اور اس مال پر برس روز گذر گیا ہو اور قرض اور حاجت اصلی سے زائد اور بڑھنے والا ہو اگرچہ اس کا بڑھنا تقدیراً ہی ہو **ف** لغت میں نصاب کے معنے اصل کے ہیں اور شریعت میں مال۔ اسباب اور جانوروں کی اُس مقدار کا نام ہے جس پر زکوٰة واجب ہوتی ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل آئیگی اور تقدیراً بڑھنے کے یہ معنے ہیں کہ آدمی اُسے بڑھا سکتا ہو جیسے سونا اور چاندی خود مالک کے یا اُسکے نائب کے قبضہ میں جس سے وہ تجارت کر سکتا ہو ۱۲ ع **ترجمہ** اور زکوٰة ادا کرنے کی

ہیں اور آگے پھر ہر سینکڑے پر ایک ایک بکری ہے اور بھیڑ مثل بکری کے ہے اور ان کی زکوٰۃ میں ثنی (یعنی برس روز کا بکرا دو دانت کا) لینا چاہیئے نہ کہ جذع (جو برس روز سے کم کا ہوتا ہے) گھوڑوں - خچروں - گدھوں اور بھیڑوں کے بچوں بوتوں اور بچھڑوں اور کام کے مویشی اور گھر پر کھانے والے جانوروں پر کچھ زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور نہ اس مقدار میں جو معاف ہو اور نہ اُن جانوروں میں جو زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد ہلاک ہوگئے رہوں۔ ف گھوڑوں - گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ اس صورت میں نہیں ہے کہ جب وہ سوداگری کے لیئے نہ ہوں ورنہ ان میں سے مثل اور مال سوداگری کے زکوٰۃ دینی ہوگی اور بھیڑ - اونٹ اور گائے کے بچوں سے وہ بچے مراد ہیں کہ ان میں بڑے جانور نہ ہوں اور مقدار معاف سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی کے پاس بتیس ۳۲ گائے ہیں تو اُس کے ذمہ تیس کی زکوٰۃ واجب ہو اور دو کی نہیں ہے باقی اس سے کم و بیش کو بھی اس سے قیاس کر لینا چاہیئے اور چونکہ مال کے جاتے رہنے سے واجب زکوٰۃ بھی ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح اگر جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد وہ جاتے رہیں تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی ترجمہ اور اگر (زکوٰۃ میں) برس روز کا بچہ دینا واجب ہوا اور ایسا بچہ مالک کے پاس نہیں ہے تو اس سے اچھا (زکوٰۃ وصول کرنے والے کو) دیدے اور برس روز کے بچہ سے جتنی قیمت اُسکی زیادہ ہو اس سے پھیرے یا اس سے کم قیمت کا اور جتنی کمی ہے اس قدر قیمت دیدے یا فقط قیمت ہی دیدے ف یعنی جو جانور اسپر دینا واجب ہوا ہے اُس کی قیمت دیدے اور امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ غیر منصوص کا دینا جائز نہیں ہے اور یہ احکام گائے - بیل - اونٹوں وغیرہ میں یکساں ہیں مسکین ترجمہ اور (زکوٰۃ میں) اوسط درجہ کا جانور لیا جائے (نہ سب سے بڑھیا ہو نہ سب سے گھٹیا ہو) اور اگر جنس نصاب سے (سال کے اندر ہی اندر) نصاب میں کچھ زیادہ ہو جائے تو وہ بھی نصاب میں ملا لیا جائے ف مثلاً کسی کے پاس بیس ۲۰ اونٹ تھے اور سال کے اندر ہی پچیس ۲۵ ہوگئے تو چونکہ جنس نصاب سے نصاب میں ترقی ہوگئی ہے لہذا ان سب کی زکوٰۃ دینی چاہیئے گویا ان پر برس روز پورا ہو گیا ہو اور یہی حکم گائے بھینس اور بکریوں کا ہے ترجمہ اور اگر خراج - یا عشر یا زکوٰۃ باغیوں نے وصول کرلی تو پھر یہ (تینوں) دوبارہ نہ لیئے جائیں اور اگر کوئی صاحب نصاب چند سالوں کی یا چند نصابوں کی زکوٰۃ پیشگی دیدے تو یہ بھی درست ہے۔

باب زکوٰۃ المال

(نقد) مال کی زکوٰۃ کا بیان

ایک بچھڑا ہے برس روز کا یا ایک بچھیہ (برس روز کی) اور چالیس میں ایک بچھڑا ہے ایسا جو دو برس کا ہو کر تیسرے برس میں لگ گیا ہو یا ایسی ہی بچھیہ اور اس سے زیادہ پر اسی حساب سے ساٹھ تک۔ ف اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں اول یہ کہ چالیس سے زیادہ پر زکوٰۃ اسی حساب سے ساٹھ تک لی جائے مثلاً اکتالیس میں دو برس کا ایک بچھڑا اور اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ ہے اور بیالیس میں ایک ویسا ہی بچھڑا اور ایک اُس کا بیسواں حصہ ہے بس آگے اسی طرح حساب کر لیا جائے یہی روایت متن میں مذکور ہے اور یہی امام صاحب کے ظاہر روایت ہے دوسری روایت یہ ہے امام حسن نے امام موصوف سے نقل کیا ہے کہ چالیس سے زیادہ میں زکوٰۃ کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ پچاس ہو جائیں پس پچاس میں دو برس کا ایک بچھڑا اور اُس کی قیمت کا چوتھائی حصہ ہے یا برس روز کے بچھڑے کی قیمت کا تہائی حصہ اور آگے اسی حساب سے تیسری روایت یہ ہے کہ چالیس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ ساٹھ ہو جائیں یہ روایت امام صاحب کے اسد بن عمرو نے نقل کی ہے اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے اور اسبیجابی نے ذکر کیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور مصنف نے پہلی روایت کو پسند کیا ہے فتح ترجمہ پس ساٹھ میں برس برس روز کے دو بچھڑے ہیں اور ستر میں ایک بچھڑا دو برس کا اور ایک برس روز کا اور اسی میں دو دو برس کے خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ ہر دہائی پر ایک برس روز کے بچھڑے سے دو برس کے بچھڑے کی طرف بدلتی جائے گی ف لہٰذا ہر دہائی پر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کے تیس ہیں اور کے چالیس ہیں پس ہر تیس پر ایک برس روز کا بچھڑا ہے اور ہر چالیس پر دو برس کا مثلاً ایک سو دس گائے یا بیل ہیں تو ان میں دو بچھڑے دو دو برس کے اور ایک برس روز کا ہے اور اگر ایک سو بیس ہیں تو ان میں چار بچھڑے برس برس روز کے یا تین دو دو برس کے ہیں اور آگے اسی طرح حساب کر لیا جائے۔ عینی ترجمہ اور (زکوٰۃ کے بارے میں) بھینس مثل گائے کے ہے۔

فصل فی الغنم

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کی تفصیل

ف غنم کا لفظ بھیڑ بکری دونوں کو شامل ہے ان کو غنم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے پاس اپنی جان بچانے کا کوئی معتد بہ آلہ نہیں ہے گویا یہ ہر طالب کے لیے غنیمت کے ہیں۔ فتح ترجمہ چالیس بکریوں میں زکوٰۃ کی ایک بکری ہے اور ایک سو بیس میں دو بکریاں ہیں اور دو سو ایک میں تین بکریاں ہیں اور چار سو میں چار بکریاں

عاشر سے کہے کہ (میرے اس مال پر) ابھی پورا برس روز نہیں گذرا یا میرے ذمہ قرض ہے یا میں نے زکوٰۃ
دوسرے عاشر کو دیدی ہے (اور اس سال میں دوسرا عاشر ہے بھی) اور ان باتوں پر قسم کھائے تو اُس کو
سچا سمجھا جائے گا (یعنی اب اس سے زکوٰۃ نہ لیجائیگی) ہاں اگر چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ وہ آپ
دیدینے کو کہے تو اس میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا **ف** یعنی یہ کہے کہ میں نے ان جانوروں کی زکوٰۃ
خود فقیروں کو دیدی ہے تو اس بارے میں اس کا کہنا معتبر نہ ہوگا اگرچہ قسم کھائے بلکہ اس سے
دوبارہ زکوٰۃ لی جائے گی اور باقی سب صورتوں میں اس کو سچا سمجھا جائے گا۔ط و ع **ترجمہ** اور جس
صورت میں مسلمان کے قول کا اعتبار کیا جائے اس میں ذمی کا بھی اعتبار کیا جائے نہ کہ حربی کا ہاں
اس کی ام ولد میں **ف** ذمی اُس کافر کو کہتے ہیں جو بادشاہ کی اجازت سے دار الاسلام میں رہنے
لگا ہو اور حربی وہ کافر ہے جو دار الحرب سے فقط تجارت وغیرہ کرنے کی غرض سے دار الاسلام میں آیا
ہو اور ام ولد میں اس کا اعتبار کرنے سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ اپنی لونڈی (باندی) کو اپنی بیوی بتلائے
تو اس کا اعتبار کر لیا جائے **ترجمہ** اور عاشر ہم (مسلمانوں) سے (زکوٰۃ میں) چالیسواں حصہ لیوے
اور ذمی سے بیسواں حصہ اور حربی سے دسواں حصہ بشرطیکہ نصاب پورا ہو اور دار الحرب والے
مسلمان سوداگروں سے لیتے ہوں (ورنہ نہ لیوے) اور ایک سال میں بدوں دار الحرب سے دوبارہ آئے
زکوٰۃ دو دفعہ نہ لی جائے (ہاں اگر دار الحرب چلا گیا تھا اور پھر آیا تو اُس سے دوبارہ لی جاوے) اور
عاشر شراب کا دسواں حصہ لے اور سور کا نہ لے اور نہ اُس کا جو اُس کے گھر میں رکھا ہوا ہو اور نہ بضاعت
(کے مال) کا اور نہ مضاربت کے مال کا اور نہ ماذون غلام کی کمائی کا **ف** یعنی اگر کوئی سوداگر ایسا ہے
کہ اس کے گھر میں تجارت کا مال اتنا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے تو عاشر اس مال کی زکوٰۃ نہ لے بلکہ
جو اس کے پاس ہے اسی کی لے اور بضاعت اُس مال کو کہتے ہیں جو کسی سے تجارت کرنے کے لیے
لے لیا جائے اور منافع کل اصل مالک کا ہو پس چونکہ یہ اصل میں مالک نہیں ہوتا اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے میں
اس کا نائب ہوتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ بضاعت اور مضاربت فقط اتنا فرق ہے
کہ مضاربت میں منافع دونوں میں تقسیم ہوتا ہے اور ماذون غلام اُس کو کہتے ہیں۔ جسے آقا نے
تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہو۔ع **ترجمہ** اگر کسی سوداگر سے خارجیوں نے زکوٰۃ لے لی
تو اس سے عاشر دوبارہ لے ❊

ترجمہ دوسو درم میں (جسکے کل چھپن روپے ہوتے ہیں) اور بیس دینار میں (جو ساٹت تولے اور چھ ماشہ سونا ہوتا ہے)
چالیسواں حصہ (زکوٰۃ کا) واجب ہوتا ہے برابر ہے کہ ان کی ڈلیاں ہوں یا زیور ہو یا برتن ہوں پھر ہر پانچویں
حصہ میں اسی حساب سے (واجب) ہے **ف** یعنی اگر دوسو درم پر ان کا پانچواں حصہ چالیس درم بڑھ گئے یا
بیس دینار پر چار دینار زیادہ ہو گئے تو ان میں سے بھی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا ۔ع **ترجمہ** او
چاندی اور سونے کی زکوٰۃ ادا کرنے اور اُس کے واجب ہونے میں (باعتبار نصاب کے) ان دونوں کا وزن
معتبر ہے (نہ کہ ان کی قیمت مثلاً اگر چاندی سونے کے برتنوں کی قیمت زیور وغیرہ کی قیمت سے بڑھ گئی تو
اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار رہوگا) اور درموں میں وزن سبعہ معتبر ہے اور وہ یہ ہے کہ دس
درم (وزن میں) سات مثقال بھر کے ہوں اور جس (زیور وغیرہ) میں چاندی غالب ہو وہ چاندی (ہی کے
حکم میں) ہے نہ کہ اُس کا عکس **ف** عکس مراد یہ ہے کہ اگر کسی زیور یا روپے میں تانبا وغیرہ غالب ہے تو وہ ہر
تانبے کے حکم میں نہ ہوگا بلکہ اسباب کے حکم میں رہے گا ۔ط **ترجمہ** اور اگر تجارت کا اسباب (یعنی اُس کی
قیمت) چاندی یا سونے کی نصاب کو پہنچ جائے تو اُس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے **ف** یعنی اگر کوئی سوختہ
یا کپڑے یا برتنوں یا ڈنگروں کی تجارت کرتا ہے تو ان کی مالیت دیکھنی چاہیئے اگر یہ مالیت میں دوسو
درم چاندی یا بیس دینار سونے کے برابر ہیں تو ان میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا واجب ہے **ترجمہ** اگر
سال کے دونوں سروں پر پوری نصاب ہو تو درمیان سال میں نصاب کا کم ہو جانا زکوٰۃ واجب ہونے
کو مضر نہیں ہے (یعنی پوری زکوٰۃ واجب ہوگی) اور اسباب تجارت) کی قیمت نقد چاندی سونے میں
ملا لیجائے اور قیمت ہی کے اعتبار سے سونے کو چاندی میں ملا لیا جائے **ف** یعنی اگر ایک شخص کے
پاس کچھ سونا اور تجارت کا اسباب ہے یا کچھ چاندی اور تجارتی اسباب ہے اور ہر ایک اس قدر نہیں ہے
کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہو ہاں دونوں کو ملانے سے نصاب زکوٰۃ پورا ہو جاتا ہے تو تجارت کے اسباب
کی قیمت اُس سونے یا چاندی میں ملا کر زکوٰۃ دی جائے ایسا ہی اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہے
ہو کہ ان میں علیحدہ علیحدہ میں زکوٰۃ نہیں آتی تو اُس سونے کی قیمت کو چاندی میں ملا لی جائے ۔حاشیہ

باب العاشر

زکوٰۃ وصول کرنے والے کا بیان

ترجمہ عاشر وہ شخص ہے جسکو سوداگروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیئے بادشاہ مقرر کرے پس اگر کوئی (سوداگر

بنا لے تو اُس پر شاہی محصول اُس کے پانی کے لحاظ سے بدلتا رہیگا **ف** یعنی اگر اُس باغ میں عشری پانی آتا ہے تو اُس کی پیداوار میں سے دسواں حصّہ لیا جائے گا اور اگر خراجی پانی آتا ہے تو خراج دینا ہوگا۔ اور اگر کبھی اِس سے اور کبھی اُس سے دیا ہے تو مسلمان کے مناسب عشر یعنی دسواں حصہ ہے ۔مسکین ترجمہ بخلاف ذمی کے (کہ اگر وہ گھر کو باغ بنالے تو اُس کو دونوں صورتوں میں خراج ہی دینا ہوگا) اور ذمی کا گھر آزاد ہے (یعنی اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے) جیسے رال اور نفط کے چشمے جو عشری زمین میں ہوں (کہ ان میں بھی کوئی چیز واجب نہیں ہوتی) اور اگر یہ دونوں خراجی زمین میں ہوں تو اُن میں خراج واجب ہے

باب المصرف

(زکوٰۃ کے مصرف کا بیان)

ف مصرف ر کے زیر سے زکوٰۃ صرف کرنے کی جگہ یعنی اس کا بیان کہ زکوٰۃ کا پیسہ کس کس کو دینا چاہیئے اور وہ آٹھ قسمیں ہیں جو آیۃ انما الصدقات للفقراء الی آخرہ میں مذکور ہیں اور مؤلفۃ القلوب انمیں سے ساقط ہوگئے ہیں اس لیے اب سات قسمیں ہیں سع ترجمہ مستحق زکوٰۃ فقیر ہے اور مسکین اور مسکین کی حالت فقیر سے بھی ابتر ہوتی ہے (کیونکہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کارروائی کے لائق ہو اور مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ نہ ہو) اور عامل (یعنی جو بادشاہ کی طرف سے زکوٰۃ کے وصول کرنے پر ہو) اور مکاتب اور قرضدار اور جو (بسبب تنگدستی کے) غازیوں کے ساتھ جانے سے رہ گیا ہو اور مسافر (کہ جس کے پاس نہ ہو اگرچہ اُس کے وطن میں اس کا سب کچھ ہو) پس (زکوٰۃ کا مال) خواہ ان سب کو دیا جائے خواہ ایک ہی قسم کے لوگوں کو (یعنی فقیروں ہی کو یا مسکینوں ہی کو وغیرہ وغیرہ) اور ذمی کو نہ دیا جائے (اگرچہ وہ فقیر وغیرہ کچھ ہی ہو) اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقوں کا مال اس کو دینا جائز ہے اور زکوٰۃ کے روپیہ سے مسجد بنانا۔ مردے کو کفن دینا۔ مُردے کا قرض ادا کرنا۔ آزاد کرنے کے لیے غلام خریدنا ان کو دینا جن سے پیدا ہوا ہے اگرچہ وہ بہت اوپر کے ہوں یا اپنی اولاد کو دینا۔ اگرچہ وہ بہت نیچے کی ہو (مثلاً پوتا۔ پڑپوتا وغیرہ) ہو۔ اپنی بیوی کو دینا اور عورت کا اپنے شوہر کو دینا ۔ اپنے غلام یا مکاتب یا مدبر یا اپنی ام ولد کو دینا یا اپنے ایسے غلام کو جس کا کچھ حصّہ (مثلاً آدھا یا تہائی آزاد کیا ہے یا ایسے دولتمند کو دینا جو (مقدار) نصاب کا مالک ہو یا اُس کے غلام یا اُسکے لڑکے کو یا بنی ہاشم یا بنی ہاشم کے غلام لونڈیوں کو دینا درست نہیں ہے **ف** بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بخاری شریف میں یہ حدیث

باب الرکاز

رکاز (کی زکوٰۃ) کا بیان

ف رکاز ان چیزوں کو کہتے ہیں جو زمین سے نکلیں خواہ وہ زمین قدرتی ہوں یا دفینہ ہوں قدرتی کا نام
اور کان ہے اور دفینہ کا نام کنز اور خزانہ ہے **ترجمہ** اگر کسی کو عشری یا خراجی زمین میں سے چاندی یا سونے
یا لوہے وغیرہ (مثلاً تانبے اور سیسے) کی کان ملے تو اس میں تو (زکوٰۃ کا) پانچواں حصہ لیا جائے اور اگر
کان پانے والے کے گھر یا اس کی زمین میں سے نکلے تو اس میں سے کچھ نہ لیا جائے اور ایسا ہی پانچواں حصہ مدفون خزانہ میں سے لیا جائے اور یہ باقی
اس کے ہیں جس کو یہ زمین بادشاہ نے یہ ملک فتح کرنے کے وقت دی ہو۔ اور پارے میں سے بھی پانچواں
حصہ لیا جائے دارالحرب کے دفینہ اور کان میں پانچواں حصہ نہیں ہے اور نہ فیروزے۔ موتی اور عنبر میں

باب العشر

(زمین کی پیداوار میں سے) دسواں حصہ لینے کا بیان

ترجمہ عشری زمین کے شہد میں اور بارانی اور نہری زمین کی پیداواری میں سے بلا شرط نصاب اور بلا شرط
بقا دسواں حصہ (زکوٰۃ میں) دینا واجب ہے سوائے لکڑی۔ نرسل۔ اور گھاس کے (کہ ان میں نہیں ہے)
ف بلا شرط نصاب سے یہ مراد ہے کہ اس میں مقدار نصاب کی کچھ شرط نہیں ہے بلکہ تھوڑی ہو یا
بہت ہو دونوں کا یکساں حکم ہے اور بلا شرط بقا سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز سال بھر رہتی ہو یا نہ رہتی ہو
یہ بھی شرط نہیں ہے **ترجمہ** اور چاہی زمین میں بیسواں حصہ واجب ہے برابر ہے کہ اس میں چرس سے
پانی دیا جائے یا ہرٹ سے اور مزدوری کا خرچ مجرا نہ دیا جائے **ف** یعنی یہ نہ کیا جائے کہ بیلوں اور
کمیروں کا خرچ نکال کر جو بچے اس میں سے بیسواں حصہ لیا جائے بلکہ کل پیداوار کا بیسواں لیا جائے
طدوع **ترجمہ** اور تغلبی کی عشری زمین (کی پیداوار) میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اگرچہ وہ مسلمان
ہوگیا ہو یا اس سے اس کی زمین کسی مسلمان یا ذمی نے خرید لی ہو **ف** تغلبی ایک فرقہ کا نام ہے جو
بنی تغلب کی طرف منسوب ہے یہ لوگ روم کے قریب نصارائے عرب میں سے ہیں ان کے ذمہ زکوٰۃ
کا پانچواں حصہ واجب ہونے پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔علی **ترجمہ** اگر عشری زمین مسلمان کے ہاں
سے کسی ذمی نے خرید لی تو اس پر خراج لازم ہے اور اگر خراجی زمین ذمی سے کسی مسلمان نے یا شفعہ کی
ذریعہ سے یا بیع ٹوٹ جانے کی وجہ سے تو اس میں عشر لازم ہے اور اگر کسی مسلمان نے اپنے گھر کو باغ

ہیں تو ایک صاع اور صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے (اور رطل تخمیناً آدھ سیر کا) اور یہ فطرہ عید کے دن کی صبح کو واجب
ہو جاتا ہے پس اگر کوئی صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا صبح ہونے کے بعد کوئی کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا تو
اس پر فطرہ واجب نہ ہوگا اور اگر یہ فطرہ کوئی عید کے دن کی صبح ہونے سے پہلے (یا رمضان سے پہلے)
دیدے یا عید کے دن کے بعد دے تو بھی درست ہے ۔

کتاب الصوم

روزے کا بیان

ف مناسب یہ تھا کہ روزے کا بیان نماز کے بعد ہوتا کیونکہ یہ دونوں عبادت بدنیہ ہیں مگر مصنفؒ نے
قرآن مجید کا اقتدا کرنے کے لیئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر کر دیا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے واقیموا الصلوٰۃ
واٰتوا الزکوٰۃ اس کے علاوہ حدیث میں آیا ہے کہ اسلام کے پانچ رکن ہیں اور اس میں روزے کا ذکر
زکوٰۃ کے بعد ہے ۔ اور یہ چوتھا رکن ہے اور روزہ ہجرت سے ڈیڑھ سال کے بعد شعبان کی دسویں کو
قبلہ کعبہ کی طرف ہو جانے کے بعد فرض ہوا ہے ۔ فتح ملخصاً ترجمہ روزہ (شرع میں) اُسے کہتے ہیں کہ
جو روزہ رکھنے کا اہل ہو (یعنی مرد مسلمان اور عورت حیض و نفاس سے پاک ہو) وہ صبح صادق سے لیکر
غروب آفتاب تک کھانے ۔ پینے اور صحبت کرنے سے رُکا رہے اور رمضان کے روزے جو فرض ہیں اور
نذر معین کے روزے جو واجب ہیں اور نفلی روزے رات سے لے کر دو پہر ہونے سے پہلے پہلے نیت
کرلینے اور مطلق نیت کر لینے اور نفلی روزے کی نیت کر لینے سے درست ہو جاتے ہیں ف نذر معین
سے مراد یہ ہے مثلاً کوئی کہے کہ میں اللہ کے واسطے رجب کی چاندرات یا اُس جمعرات کا روزہ رکھونگا
تو اُس دن کا روزہ واجب ہو جاتا ہے اور مطلق نیت سے یہ مراد ہے کہ فرض یا واجب یا نفل کا نام نہ لے
صرف روزے کی نیت کرے ۱۲ ترجمہ اور ان تینوں قسموں کے سوا اور روزے (مثلاً قضاء رمضان، کفارے
اور نذر غیر معین کے روزے) بدون روزے کی تعین اور رات سے نیت کیے بغیر درست نہیں ہوتے اور
رمضان چاند دیکھنے اور شعبان کے تیس دن ہو جانے سے شروع ہو جاتا ہے اور (جس دن رمضان کے
شروع ہونے میں شک ہو یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ تو) شک کے دن روزہ نہ رکھا جائے ہاں اُس
روز نفلی روزہ رکھنا جائز ہے اور اگر کسی نے رمضان کا یا عید کا چاند دیکھ لیا اور لوگوں نے اُسکے کہنے
کا اعتبار نہ کیا تو وہ خود روزہ رکھے اور اگر نہ رکھا تو صرف ایک روزہ قضاء رکھے (اس کا کفارہ اس پر

ہے نحن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة یعنی اہل بیت ہیں ہمیں صدقہ لینا درست نہیں ہے اور بنی ہاشم سے
مراد علیؓ عباسؓ جعفرؓ عقیلؓ اور حارث بن عبد المطلب کی اولاد ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ اب
چونکہ ذوی القربیٰ کا حصہ ان سے موقوف ہوگیا ہے تو اس سبب سے ان کو زکوٰۃ کا مال دیدینا جائز ہے۔ فتح
ملخصاً ترجمہ اگر کسی کو یہ خیال کرکے زکوٰۃ دی کہ اس کو دینا درست ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ غنی ہے یا ہاشمی
ہے یا کافر ہے یا اس کا (یعنی زکوٰۃ دینے والے کا) باپ ہے یا اس کا بیٹا ہے تو یہ زکوٰۃ درست ہوگئی اور اگر
معلوم ہوا کہ وہ اس کا غلام یا مکاتب تھا تو درست نہیں ہوئی (لہٰذا دوبارہ زکوٰۃ دے) اور (فقیر کو غنی
دینا مکروہ ہے **ف** یعنی ایک آدمی کو مثلاً دوسو درم زکوٰۃ کے دینے مکروہ ہیں کیونکہ دوسو درم مقدار نصاب تک
ہے اور اسکے مالک کو شریعت میں غنی کہتے ہیں اور اگر اس قدر کسی کو دیدیا تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی عینی **ترجمہ**
اور اسقدر دینا مستحب ہے کہ (اس روز) اس کو کسی سے سوال کرنے کی حاجت نہ رہے اور زکوٰۃ کا مال ایک شہر
سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرے شہر میں اسکا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور نہ اس شہر سے زیادہ
وہاں کوئی محتاج ہو **ف** یعنی اگر دوسرے شہر میں کوئی اپنے رشتہ داروں کے لیے بھیجے یا یہاں کی نسبت
دوسرے شہر میں زکوٰۃ کے مال کے زیادہ مستحق ہیں تو ان کو بھیجنا بلا کراہت درست ہے **ترجمہ** اور جس کے پاس
ایک دن کی خوراک ہو اسے سوال کرنا درست نہیں ہے ❖

باب صدقۃ الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

ترجمہ فطرہ اُس شخص پر واجب ہے جو آزاد اور مسلمان ہو اور اپنے گھر اور اپنے کپڑوں۔ اپنے اسباب۔ اپنے
گھوڑے۔ اپنے ہتیار اور اپنے لونڈی غلاموں کے علاوہ نصاب کا مالک ہو ایسا شخص اپنی طرف سے اور
اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے جو مالدار نہ ہو اور اپنے اُن لونڈی غلاموں کی طرف سے جو خدمت کے لیے
ہوں اور اپنے مدبر اور اپنی ام ولد کی طرف سے دیوے (اور اگر نابالغ اور مالدار ہے تو اُس کی طرف سے دینا
واجب نہیں ہے اور) نہ اپنی بیوی کی طرف سے اور نہ اپنی بالغ اولاد اور مکاتب اور ساجھے کے ایک یا
کئی غلاموں کی طرف سے دینا واجب ہے اگر کوئی غلام جاکر بیچا گیا تو اس کا فطرہ ملتوی رہے گا **ف** یعنی اگر
خریدار نے لیا تو اُسکو دینا لازم ہوگا اور اگر واپس کردیا تو پھر مالک کو دینا پڑے گا س ع **ترجمہ** اور فطرے
کی مقدار یہ ہے کہ اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو یا کشمش ہے تو نصف صاع دے اور اگر چھوہارے یا جو

حقنہ کرایا یا ناک میں یا کان میں دوا ڈلوائی یا پیٹ کے یا کھوپڑی کے زخم پر کوئی دوا لگوائی اور وہ دوا پیٹ
میں یا دماغ میں پہنچ گئی تو ان صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ڈالی تو
اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور بلا عذر کسی چیز کا چکھنا اور چبانا یا علک کو چبانا مکروہ ہے **ف** علک ایک
قسم کا گوند ہوتا ہے اور عذر سے مراد یہ ہے کہ مثلاً روزہ دار کے درد ہو اور اُس گوند کے چبانے سے آرام
ہوتا ہو یا چبا کر کسی بچے کو ضروری دینا ہو تو ایسی صورتوں میں مکروہ نہیں ہے **ترجمہ** سرمہ لگانا اور مونچھوں
پر تیل ملنا اور مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے اور پیار لینا بھی مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ (صحبت کر بیٹھنے اور
انزال ہو جانے کا) خوف نہ ہو (اور اگر یہ خوف ہو تو مکروہ ہے)۔ **فصل** اگر کسی (بیمار) کو روزہ رکھنے
سے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اُس کو اور مسافر کو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور اگر مسافر کو کچھ زیادہ
تکلیف نہ ہوتی ہو تو اُس کو روزہ رکھنا مستحب ہے پھر یہ مسافر اور بیمار اگر اسی سفر یا اسی بیماری میں مر جائیں
تو ان دونوں پر ان روزوں کی قضا نہیں ہے اور اگر یہ دونوں اپنے وارثوں کو وصیت کر جائیں
تو ہر روزے کے عوض ایک فطرے کی برابر صدقہ دیوے **ف** اس بارے میں میّت کا وصیت کر جانا
شرط ہے اگر وصیت نہیں کی تو پھر روزے کا بدلہ دینا وارث پر لازم نہیں ہے اور اگر کسی نے تبرعاً ایسا
کر دیا تو جائز ہے اور میّت کی طرف سے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا درست نہیں ہے سطوع **ترجمہ** اور جب
وہ دونوں روزے رکھنے پر قادر ہو جائیں (یعنی مسافر مقیم ہو جائے اور بیمار اچھا ہو جائے) تو بدوں لگاتار
رکھنے کی شرط کے قضا رکھ لیں اور اگر انہوں نے یہ قضا روزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان
آگیا تو اُن کو چاہیئے کہ اس موجودہ رمضان کے روزے پہلے رکھیں اور قضا کے روزے بعد میں اور حاملہ
عورت اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان کا یا بچہ کو تکلیف ہونے کا اندیشہ ہو تو جائز ہے کہ یہ روزہ
نہ رکھیں اور اسی طرح بوڑھے فانی کو بھی اجازت ہے اور صرف یہ بوڑھا اپنے روزوں کا) فدیہ دیدے
ف بوڑھا فانی اُسے کہتے ہیں جس کی بڑھاپے سے قوت فنا ہوگئی ہو اور وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو اور
نہ اس کی آیندہ کو توقع ہو بس اس کے فدیہ دینے سے روزے ادا ہو جائیں گے اور حاملہ اور دودھ
پلانے والی کے فدیہ دینے سے ادا نہیں ہوں گے لہذا یہ دونوں قضا رکھیں سع **ترجمہ** اور نفلی
روزہ بے عذر توڑ ڈالنا ایک روایت کی رو سے درست ہے پھر اس کی قضا رکھے (اور فتویٰ اس پر ہے
کہ بے عذر نہ توڑے) اور اگر (رمضان کے دنوں میں) کوئی لڑکا بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو جتنا

لازم نہیں ہی) اور آسمان میں ابر وغیرہ ہونے کے وقت رمضان کا چاند ہونے ایک عادل آدمی کی گواہی قبول کر لیجائیگی خواہ وہ غلام ہو یا عورت ہو اور عادل وہ ہے جو گناہ نہیں کرتا [illegible] کرتا ہو) اور عید کا چاند ہونے میں (کم از کم) دو آزاد مرد یا ایک مرد اور دو آزاد عورتوں کی گواہی ضروری ہے اور اگر آسمان میں ابر وغیرہ نہیں ہے تو پھر رمضان اور عید دونوں میں بہت بڑی جماعت کا دیکھنا معتبر ہوگا **ف** یعنی اتنے آدمی ہوں کہ ان کے کہنے کا سب یقین کریں اور جھوٹ بولنے کا شبہ نہ رہے اس کے لیے فقہا رنے پچاس آدمی مقرر کیے ہیں **ترجمہ** اور چاند دیکھنے [illegible] میں) عید الضحیٰ مثل عید الفطر کے ہے اور مطلعوں کے مختلف ہونے کا اعتبار نہیں ہے **ف** [illegible] ایک شہر والوں نے چاند دیکھ لیا تو بے دیکھے دوسرے شہر والوں پر بھی مطلقاً لازم ہوگی [illegible] دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ ہو یا نہ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض علما کا قول یہ ہے کہ مطلعوں کا اختلاف معتبر ہے اس قول کے موافق ہر شہر اور ہر ملک میں اسی کے مطلع کا حکم معتبر ہوتا [illegible]

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جن سے نہیں ٹوٹتا

ترجمہ اگر روزہ دار نے بھولے سے کچھ کھا لیا یا پی لیا یا صحبت کرلی یا سوتے ہوئے نہانے کی حاجت ہوگئی یا کسی کو (شہوت سے) دیکھنے کے باعث انزال ہوگیا یا (روزے میں) تیل لگا لیا یا پچھنے لگوائے یا سرمہ لگا لیا یا بوسہ لے لیا اور اس سے انزال نہیں ہوا یا اس کے حلق میں غبار چڑھ گیا یا مکھی چلی گئی اور اسے اپنا روزے سے ہونا یاد ہے یا اس کے دانتوں میں کچھ لگا ہوا تھا وہ کھا لیا یا بے اختیار قے ہوئی اور خود ہی الٹی حلق میں چلی گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کسی نے قصداً قے کی یا [illegible] یا کنکر یا لوہے کا ٹکڑا نگل لیا تو ان صورتوں میں اس روزے کی فقط قضا کرے یعنی اس کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر مرد نے صحبت کرلی یا عورت سے صحبت کی گئی یا قصداً غذا کھائی یا پی یا دوا پی تو ان صورتوں میں اس روزے کی قضا کرے اور ظہار کا سا کفارہ دے **ف** یعنی اگر اس میں وسعت ہے تو ایک غلام آزاد کرے اگر اتنی وسعت نہیں ہے تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اگر اتنی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے **ترجمہ** اور شرمگاہ کے سوا اور کسی عضو میں صحبت کرنے سے انزال ہونے پر کفارہ لازم نہیں ہوتا اور نہ رمضان (شریف) کے سوا اور کوئی روزہ توڑنے پر اور اگر

مراد ہے کہ معصیت سے بچنے کے لیئے اس دن روزہ نہ رکھنا واجب ہی اور اس کا عوض کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی یہ منت صحیح ہو گئی ہی کیونکہ باطل چیز کا بدلہ نہیں ہوا کرتا اور یہی حکم ان دنوں کے روزوں کی منت مان لینے کا ہے جن میں روزہ رکھنا منع ہے جیسے عید الفطر کا دن اور ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں تیرھویں تاریخیں جنکو ایام تشریق کہتے ہیں عینی وغیرہ **ترجمہ** اور اگر کسی نے یہ منت مانی کہ اس سال کے روزے رکھونگا تو تو اُن دنوں میں روزہ نہ رکھے جن میں روزہ رکھنا منع ہے اور وہ دو دن عید کے اور تین دن تشریق کے ہیں ان پانچوں روزوں کی پھر قضا کرے اور اگر ان دنوں میں سے کسی دن کا روزہ رکھ لیا تھا پھر توڑ ڈالا تو اس روزے کی قضا (واجب) نہیں ہی +

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

ترجمہ روزے سے ہو کر مسجد میں رہنا اس نیت سے کہ میں نے اعتکاف کیا ہے سنت ہے (اور اسی کا نام اعتکاف ہے) اور نفلی اعتکاف کی مدت کم از کم ایک ساعت ہی **ف** یہ مذہب امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایک دن ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دن کا زیادہ حصہ اور مسجد سے مراد وہ ہی جہاں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ **طرع ترجمہ** اور عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے اور اعتکاف کرنیوالا بدون حاجت شرعیہ یا حاجت طبعیہ کے مسجد سے نہ نکلے حاجتِ شرعیہ یہ ہے مثلاً جمعہ (اور عیدین کی یا جنازہ) کی نماز کو جانا اور حاجتِ طبعیہ یہ ہے مثلاً بول و براز کی حاجت (یا اور کوئی ایسی ضرورت) پس اگر بلا عذر یہ ایک ساعت بھی مسجد سے نکلا تو (امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک) اسکا اعتکاف جاتا رہا (بلکہ اگر عذر سے نکلا تھا اور پھر بلا عذر کے باہر ٹھیر رہا تب بھی جاتا رہیگا) اور اس کو مسجد میں کھانا۔ پینا۔ سونا۔ اور زبانی خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور مبیع کو مسجد میں لانا اور چپ رہنا اور اچھی باتوں کے سوا فضول باتیں کرنا مکروہ ہے اور معتکف کو صحبت کرنا اور اس کے لوازم (یعنی پیار لینا اور گلے چمٹانا وغیرہ) حرام ہے اور صحبت کرنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور چند روز کے اعتکاف کی نذر ماننے سے اُن روزوں کی راتوں کا اعتکاف بھی اس پر لازم ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے دو روز (کے اعتکاف) کی نذر کی تو اسپر دو راتیں بھی لازم ہونگی +

کتاب الحج

حج کا بیان

دن رہ گیا ہے اس میں وہ اپنے کو (کھانے پینے وغیرہ یعنی جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اُن سے) روکے رکھے
اور اس دن کے بعد میں اور روزے نہ رکھے (اور اگر اس باقی دن کا روزہ نہ رکھے تب بھی قضا نہیں کیونکہ
اس دن کا روزہ اس پر واجب نہیں ہے) اگر کوئی مسافر روزہ نہ رکھنے کا قصد کر کے چلا تھا پھر
واپس آ گیا اور روزے کی نیت کے وقت میں اُس نے روزے کی نیت کر لی تو اُس کا روزہ ہو گیا برابر
ہے کہ فرضی ہو یا نفلی ہو) اگر روزہ دار کو بیہوشی ہو جائے تو وہ سوائے اُس دن کے روزے کی قضا کے
جس کی رات کو بیہوشی ہوئی ہے اور سب دنوں کے روزوں کی قضا کرے ف یعنی اگر رمضان شریف
میں کوئی چند روز بیہوش رہا تو وہ سب روزوں کی قضا کرے کیونکہ روزوں کی نیت نہیں پائی گئی
ہاں اس دن کے روزے کی قضا نہ کرے کہ جس دن وہ بیہوش ہوا ہے یا جس کی رات کو بیہوش ہوا
ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس روزے کی نیت اُس نے ضرور کی ہوگی اور اگر یہ یقیناً معلوم ہو جائے کہ
اس نے اس روزے کی بھی نیت نہیں کی تھی تو اس کی بھی قضا کرے مطوع ترجمہ اور ایسے جنون پر
بھی روزے قضا کیے جائیں جو ممتد نہ ہو (یعنی جو رمضان بھر نہ رہا ہو بلکہ کبھی ہو گیا کبھی جاتا رہا اور اگر
سارے رمضان رہا تو اُس کی قضا نہیں ہے) اور اگر کوئی بلا روزے اور افطار کی نیت کے کھانے
پینے وغیرہ سے باز رہا تو وہ قضا رکھے ف یعنی اگر کسی نے رمضان کے سارے مہینے دن کو کچھ کھایا
نہ پیا اور نہ ایسا کوئی کام کیا جس سے روزہ جاتا رہے حالانکہ اس نے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی نیت
نہیں کی تو اس پر قضا واجب ہے ترجمہ اگر رمضان میں مسافر دن کو اپنے گھر آ گیا یا حیض والی
عورت پاک ہو گئی یا یہ خیال کر کے سحری کھائی کہ ابھی رات ہے اور صبح صادق ہو گئی تھی یا شام سمجھ
کر کے روزہ کھول لیا اور ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا تھا تو ان چاروں صورتوں میں باقی دن بھر اپنے
کو (کھانے پینے وغیرہ سے) روکے رہیں اور اُس کی قضا رکھیں ان پر کفارہ نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی نے
بھولے سے کھانے کے بعد پھر قصداً کھا لیا یا سوتی ہوئی عورت یا دیوانی عورت سے صحبت کر لی اور
وہ دیوانی رمضان ہی میں ہو گئی ہوگی تو ان تینوں پر بھی قضا لازم ہے کفارہ نہیں ہے فصل جو شخص
بقر عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تو وہ بقر عید کے دن روزہ نہ رکھے اس کے عوض اور دن
روزہ رکھے اور اگر باوجود اس منت کے اس نے قسم کی نیت کی تو قسم کا بھی کفارہ دے ف یعنی منت کے
روزے کی قضا کرے اور قسم کا کفارہ دے اور مصنف نے اس کہنے سے کہ وہ بقر عید کے دن روزہ نہ رکھے

کہتے ہیں جن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر نشانات لگے چلے آئے ہیں۔ فتح وغیرہ
ترجمہ اور مکہ کے رہنے والوں کی میقات اگر حج کا احرام باندھیں تو حرام ہے اور عمرہ کا باندھیں تو حل ہے۔

باب الاحرام

احرام باندھنے کا بیان

ف جب مصنف نے وہ میقاتیں ذکر کر دیں جن سے انسان کو بلا احرام باندھے گذرنا جایز نہیں ہے تو اب
اسکے بعد احرام کا ذکر کرنا مناسب ہو گیا احرام شریعت میں مخصوص حرمات کے التزام کرنے کا نام ہے
کہ بغیر نیت کیے اور زبان سے کہے شرعاً متحقق نہیں ہوتا پس حج کے لیے احرام بعینہ ایسا ہے جیسے نماز
کے تکبیر تحریمہ ہے پس حج میں ایسا ہی فرض ہے جیسا وقوف عرفات اور طواف زیارت فرض ہیں اسکو احرام
اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں مستخلص و فتح ترجمہ جب تم احرام باندھنا چاہو
تو پہلے وضو کرو اور غسل کر لو تو اور بھی اچھا (اور افضل) ہے اور نیا تہمد باندھو اور نئی چادر اوڑھو یا (اگر
نئے نہ ہوں تو) دھلے ہوئے (سہی) اور (بدن پر) خوشبو لگاؤ اور (اس کے بعد) دو رکعت پڑھو اور پھر
اس طرح کہو اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی اور اپنی نماز (یعنی اُن مذکورہ دو رکعت کے)
بعد حج کی نیت کرکے تلبیہ کہے اور تلبیہ یہ ہے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ
لک والملک لا شریک لک اور ان الفاظ میں (اگر چاہو تو اُن کے مناسب اور) بڑھا دو اور کم نہ کرو
(کیونکہ آنحضرت علیہ السلام سے یہی منقول ہے لہذا اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے پس جب تم نے
حج کی نیت سے تلبیہ کہہ لیا تو تم محرم ہو گئے (تمہارا احرام بندھ گیا) اب تم فحش باتیں کرنے فسق
و فجور کرنے لڑائی جھگڑا کرنے۔ شکار مارنے اور اُس کی طرف اشارہ کرنے اور اُس کے بتلانے سے
پرہیز کرو اور کرتہ۔ پاجامہ نہ پہنو عمامہ نہ باندھو ٹوپی نہ اوڑھو قبا اور موزے بھی نہ پہنو ہاں اگر جوتے
میسر نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر جوتے کی شکل بنا کر پہن) لو اور ورس یا زعفران
یا کسم کا رنگا ہوا کپڑا مت پہنو ہاں اگر ان میں کا رنگین دھلا ہوا ہو رنگ کی بو اُس میں سے نہ آتی ہو
تو اُس کا پہننا اوڑھنا جائز ہے) ف ورس مثل تلوں کے درخت کے ایک بوٹی ہے جو یمن کے
سوا اور کہیں نہیں ہوتی وہیں بوئی جاتی ہے اور بیس برس تک خراب نہیں ہوتی۔ قاموس ترجمہ
اور منہ ڈھکو نہ اُن کو خطمی سے دھو نہ خوشبو لگاؤ نہ سر منڈواؤ نہ بال اور ناخن کترو ہاں نہانے

(حاشیہ: اللھم انی ارید الحج ... — اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے قبول فرما)

ف عبادت کی تین قسمیں ہیں ایک محض بدنیہ جیسے نماز دوسری محض مالیہ جیسے زکوٰۃ اور ایک ان دونوں سے مرکب پس جب مصنف نے پہلی دونوں قسموں کو بیان کر دیا تو اب اس تیسری قسم کا بیان شروع کیا ہے اور یہ اسلام کے پانچ رکنوں میں سے پانچواں رکن ہے لغت میں حج کے معنے قصد کے ہیں اور شرع میں اس کے ارکان یہ ہیں جو مصنف نے بیان کیے ہیں س ع و مسکین ترجمہ خاص وقت میں (یعنی حج کے مہینوں میں) خاص طریقہ سے خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کا نام حج ہے جو عمر بھر میں ایک دفعہ ان شرطوں کے موجود ہونے پر فوراً فرض ہو جاتا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں کہ آدمی عاقل۔ بالغ۔ آزاد۔ تندرست مسلمان ہو اور اپنے رہنے کے مکان (اور پہننے کے کپڑے) وغیرہ ضروریات کے علاوہ سواری پر جانے اور راستہ میں کھانے پینے کا خرچ اٹھانے اور اپنے جانے تک اور اپنے بال بچوں کا خرچ اٹھانے کا مقدور رکھتا ہو اور راستہ امن کا ہو اور عورت کے لیے اتنا ہونا اور ضروری ہے کہ اگر اس کے گھر سے خانہ کعبہ مدت سفر کے (یعنی تین منزل یا اس سے زیادہ) فاصلہ پر ہے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم (یعنی باپ یا بیٹا) یا شوہر ضرور ہونا چاہیے پس اگر کسی (نابالغ) لڑکے یا غلام نے احرام باندھا تھا پھر وہ لڑکا بالغ ہو گیا یا غلام آزاد ہو گیا اور دونوں نے حج سے پورا کر لیا تو اس کے کرنے سے فرض حج ان کے ذمہ سے ادا نہ ہوگا (کیونکہ ان میں سے ہر واحد کا احرام نفلی حج کے لیے بندھا تھا اس سے فرضی حج ادا نہیں ہو سکتا) اور احرام کی میقاتیں (یعنی وہ جگہیں جہاں سے احرام باندھتے ہیں اور بلا احرام کے وہاں سے گذرنا جایز نہیں ہے یہ پانچ) ہیں ذوالحلیفہ۔ ذات عرق جحفہ قرن۔ یلملم۔ (ان میں سے ہر ایک جگہ) ان لوگوں کے لیے میقات ہے) جو وہاں رہتے ہیں یا جو وہاں سے ہو کر مکہ جاتے ہیں ف ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے چھ میل ہے اور مکہ معظمہ سے دس منزل اور یہ مدینہ والوں کی میقات ہے یا جو یہاں سے ہو کر گذریں اور ذات عرق اہل عراق کی میقات ہے یہ مکہ سے تین منزل کے فاصلے پر ہے اور جحفہ اہل شام۔ مصر اور اہل مغرب کی میقات ہے اور یہ رابغ کے قریب ہے آجکل اسی کو رابغ کہتے ہیں اور قرن اہل نجد کی میقات ہے یہ مکہ سے پچاس میل ہے اور یلملم اہل یمن کی میقات ہے یہ مکہ سے سات میل ہے۔ ط و ع ترجمہ اور ان میقاتوں پر پہنچنے سے پہلے بھی احرام باندھنا جایز ہے اور گذر کر باندھنا جایز نہیں ہے اور ان میقاتوں میں رہنے والوں کی میقات حل ہے ف یعنی خواہ احرام حج کا باندھیں خواہ عمرہ کا دونوں کے احرام باندھنے کی جگہ حل ہے یعنی وہ جگہ جو ان میقاتوں اور حرم کے درمیان میں ہے اور حرم مکہ کی چاروں طرف کی زمین کو

پھر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانا ایک پھیرا ہوتا اور مروہ سے صفا پر آنا دوسرا پھیرا) اس کے
بعد احرام باندھے ہوئے مکّہ میں رہو اور جب موقع ملے بیت اللہ کا طواف کرتے رہو پھر ترویہ کے روز سے
ایک روز پہلے (یعنی ساتویں ذی الحجہ کو کیونکہ آٹھویں کو یوم الترویہ کہتے ہیں) (امام) خطبہ پڑھے اس میں
(لوگوں کو) افعالِ حج کی تعلیم کرے (یعنی منا کو جانے وہاں نماز ادا کرنے عرفات میں ٹھہرنے اور وہاں
سے لوٹنے کے مسائل بیان کرے پھر ترویہ کے دن منا کو جاؤ (منا حرم کا ایک گاؤں ہے جو مکہ سے ساڑھے
تین میل ہے وہاں رات کو رہنا سنّت ہے) پھر عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد منا سے عرفات کو جاؤ ف
عرفات عرفہ کی جمع ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے جو منا سے اوپر کو مکّہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں
حاجی ٹھہرتے ہیں۔ طو مسکین ترجمہ وہاں امام خطبہ پڑھے (اور وہاں کے رہنے رمی جمار کرنے قربانی
حجامت اور طواف زیارت وغیرہ کے ضروری مسائل بیان کرے) اور زوال کے بعد (یعنی ظہر کے وقت میں)
ایک اذان اور دو تکبیروں سے ظہر اور عصر دونوں کی نماز پڑھا دے اس میں امام کا اور احرام کا ہونا شرط ہے
(یعنی یہاں ظہر وعصر کو جمع کرنا اس شرط سے جائز ہے کہ جماعت ہو اور محرم پڑھائے اگر ایک آدمی ہے یا
امام محرم نہیں ہے تو جمع جائز نہیں) پھر موقف جا کر جبلِ (رحمت) کے قریب کھڑے ہوں اور عرفات
(کا) سارا (میدان) موقف ہے (یعنی حاجیوں کے کھڑے ہونے کے لائق ہے سوائے بطن عرنہ کے (یہ
عرفات کے مقابلے میں موقف سے بائیں طرف ایک میدان ہے) وہاں کھڑے تحمید۔ تکبیر۔ تہلیل اور
تلبیہ کہتے رہو درود پڑھتے اور اپنے لیئے دعا مانگتے رہو پھر غروب کے بعد مزدلفہ جاؤ اور جبل قزح کے
قریب اترو (مزدلفہ منا اور عرفات کے درمیان ایک گاؤں ہے) اور امام لوگوں کو عشا کے وقت ایک
اذان اور ایک تکبیر سے مغرب اور عشا دونوں نمازیں پڑھا دے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھنی درست
نہیں ہے (اور نہ عرفات میں پھر (دسویں تاریخ) صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھے۔ تکبیر۔ تہلیل اور درود
پڑھتے رہیں اور تلبیہ کہتے اور دعا مانگتے رہیں اور مزدلفہ سارا کھڑے ہونے کی جگہ ہے سوائے بطن
محسر کے (یہ ایک جگہ ہے مزدلفہ سے بائیں طرف) پھر خوب روشنی ہونے کے بعد (یعنی آفتاب طلوع
ہونے سے کچھ پہلے) منا کو روانہ ہو جاؤ اور بطن وادی میں کھڑے ہو کر جمرہ عقبہ پر ایسی سات کنکریاں
ماریں جو انگلیوں سے ماری جا سکیں اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہیں اور لبیک کہنا پہلی ہی کنکری کے مارنے
پر موقوف کر دیں پھر قربانی کر کے سر منڈوالیں یا بال کترو الیں اور منڈوانا مستحب ہے یہ افعال کرنے کے بعد

حمام کرلے مکان یا کجاوہ کے سایہ میں آرام لینے اور ہمیانی کمر سے باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور زیادہ
بلند آواز سے تلبیہ اُسوقت کہو کہ جب کہیں اونچائی پر چڑھو یا نیچان میں اُترو یا سامنے سے سوار آتے
ہوں اور صبح کے وقت بھی اور مکہ معظمہ پہنچکر سب سے پہلے مسجد حرام میں جاؤ اور خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے
ہوکر اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہو ف یعنی بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہو جسکا مطلب
یہ ہے کہ اللہ ہر بڑی چیز سے بڑا ہی اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی عزت و حرمت اللہ کی طرف سے اگی
دی ہوئی ہے اس کی ذاتی نہیں ہے مسکین ترجمہ پھر حجر اسود کی طرف متوجہ ہو اور اللہ اکبر اور لا الٰہ
الا اللہ کہتے ہوئے بے دھکم دھکا کے اُس کو بوسہ دو (یعنے دھکے مُکّے ہوکر کسی کو ایذا پہنچنے کی نوبت نہ
آجائے اور پھر ایک سنت کے ادا کرنے میں ترک واجب کے مرتکب ہوجاؤ) اور اپنی چادر کے دونوں کنا
دونوں بغلوں کے نیچے سے نکال کر دونوں کندھوں پر ڈال کے خانہ کعبہ کے گرد حطیم کو شامل کرکے سا
پھیرے پھرو اور اپنی داہنی طرف سے اُس جگہ سے شروع کرو جو کعبے کے دروازے کے متصل ہے ف
جاننا چاہیے کہ ان پھیروں ہی کا نام طواف ہے اور طواف حطیم کے پیچھے سے اس لیے ہوتا ہی کہ حطیم
بیت اللہ میں داخل ہے اس کا یہ نام بھی اسی وجہ سے ہے کہ حطیم کے معنے ٹوٹنے کے ہیں اور اتنا بیت اللہ
میں سے ٹوٹ گیا ہی یہ حطیم بیت اللہ سے باہر شام کی جانب میزاب رحمت کے نیچے ہے اور یہ سارا بیت اللہ
کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ وہ فقط چھ ہاتھ کی مقدار ہے جو نصف دائرہ کی شکل میں گھرا ہوا ہے باقی بیت اللہ
سے خارج ہے عینی و فتح ترجمہ فقط پہلے تین پھیروں میں جھپٹ کر مونڈھے ہلاتے ہوئے چلو (اور باقی
کے چاروں میں آہستہ چلو) اور جب حجر اسود کے پاس سے گذرو اگر ہوسکے تو ہر دفعہ اُس کو بوسہ دو اور
اسی پر طواف ختم کرو اور ختم ہی پر مقام ابراہیم میں دو رکعت بھی پڑھو یا مسجد حرام میں جہاں آسانی سے
ہوسکے اور یہ طواف مکہ میں آنے کا ہے (اسی لیے اس کا نام طواف قدوم ہے) اور یہ اُن کے لیے ہے
جو مکہ میں نہیں رہتے (کیونکہ یہ آنے کا ہے اور وہ کہیں سے آتے نہیں وہیں رہتے ہیں) پھر صفا کی
پہاڑی پر چڑھو اور اُسپر کھڑے ہوکر خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے تکبیر و تہلیل (یعنی اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ
کہو۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجو اور اپنی مراد پوری ہونے کی اللہ سے دعا مانگو پھر صفا سے
اُتر کر مروہ (کی پہاڑی) پر چڑھو اور دونوں اخضر میلوں کے درمیان دوڑ کے چلو اور اُسپر بھی ویسا ہی
کرو جیسا صفا پر کیا تھا اسی طرح ان دونوں کے درمیان سات پھیرے کرو شروع صفا سے کرو اور ختم

روتے ہوئے مسجد حرام سے نکل آؤ **فصل** جو شخص (میقات سے احرام باندھنے کے بعد) مکہ میں نہ گیا اور وقوف عرفات کرلیا (یعنی عرفات میں ٹھیر چکا) تو طواف قدوم اسکے ذمہ نہیں رہا اور جو شخص نویں ذی الحجہ کے زوال سے لیکر دسویں کی فجر تک ایک ساعت بھی عرفات میں ٹھیر گیا تو اُس کا حج پورا ہوگیا اگرچہ اُسے یہ معلوم بھی نہ ہو کہ (جہاں میں ٹھیرا ہوں) یہ عرفات ہی یا وہ سوتا رہا ہو یا بیہوش پڑا رہا ہو اور اگر اس کے بیہوش ہونے کے سبب اسکے ساتھی نے اسکی طرف سے (بغیر اسکی اجازت کے) احرام باندھ لیا تو بھی اس کا حج ہوجائیگا اور عورت (حج کے کل افعال و احکام میں) مثل مرد کے ہی صرف اتنا فرق ہے کہ عورت اپنا چہرہ کھولے رکھے سر نہ کھولے اور نہ آواز سے لبیک کہے (کیونکہ اُسکی آواز عورت ہی) اور نہ (طوافوں میں) رمل کرے اور نہ (اخضر) میلوں کے درمیان دوڑے نہ سر منڈوائے ہاں قدرے بال کترے اور سیا ہوا کپڑا پہنے اگر کسی نے بدنہ (یعنی قربانی کے جانور) کے گلے میں قلاوہ ڈالدیا خواہ وہ بدنہ نفلی ہو یا منت کا ہو یا شکار مارنے کے بدلے کا ہو یا اور طرح کا ہو (مثلاً تمتع یا قران کا ہو) اور وہ اُسکے ساتھ حج کا ارادہ کرکے خود بھی چلدیا تو اسکا احرام بندھ گیا **ف** یعنی فقط اس عمل سے بدوں لبیک کہے وہ محرم ہوگیا امام شافعیؒ اسکے مخالف ہیں اور قلاوہ اُس کو کہتے ہیں جو درخت کی چھال یا پرانے جوتوں وغیرہ کا ایک کلاوہ سا بنا کر چوپایہ کے گلے میں فقط اس لیئے ڈالدیتے ہیں کہ یہ قربانی کا جانور ہونے کی علامت رہے بس یہ لبیک کہنے کے قائم مقام ہوجاتا ہے کیونکہ لبیک کہنے سے حج کرنے کا پختہ ارادہ ظاہر کردینا مقصود ہوتا ہی اور یہ مطلب اس سے بھی حاصل ہوجاتا ہی اور اگر ایک بدنہ میں چند آدمی شریک تھے اور ان میں سے ایک نے اوروں کی اجازت سے اسکے قلاوہ ڈالدیا تو وہ سب محرم ہوجائینگے اگر سب ساتھ ہوں عینی و فتح ترجمہ اور اگر اُسنے بدنہ (قلاوہ ڈال کے) پہلے بھیجدیا تھا پھر آپ گیا تو جب تک یہ اُس سے مل نہ جائیگا محرم نہ ہوگا بخلاف متعہ (یعنی تمتع) کے بدنہ کے (کہ اس سے بدوں ملنے کے بھی محرم ہوجائیگا) اور اگر کسی نے بدنہ پر جھول ڈالدی یا اشعار کردیا (یعنی قربانی کے اونٹ کے کوہان میں دائیں جانب زخم لگادیا) یا بکری کے گلے میں قلاوہ باندھ دیا تو اس سے وہ محرم نہ ہوگا اور بدنے (شریعت میں) اونٹ اور گائے ہوتے ہیں (یعنی ان ہی کا بدنہ ہونا معتبر ہے بکری بدنہ نہیں ہوسکتی +

باب القرآن

قرآن کا بیان

سوائے عورتوں (سے صحبت کرنے) کے اور سب چیزیں تمھارے لیے حلال ہوجائیں گی (یعنی وہ کہ جو احرام کی حالت میں حرام تھیں) پھر قربانی کے دن (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) یا گیارھویں یا بارھویں کو مکہ جاؤ اور طواف رکن کے سات پھیرے بلا رمل اور سعی کے کرو اگر یہ دونوں فعل تم پہلے (طواف قدوم میں) کر چکے ہو ورنہ دونوں اب کیے جائیں (رمل اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں اور سعی سے صفا مروہ کے درمیان دوڑنا مراد ہے) اور ان افعال کے بعد اب عورتوں سے صحبت کرنی بھی درست ہوجائیگی اور یہ طواف رکن قربانی کے دنوں سے موخر کرنا (یعنی قربانی کے دنوں کے بعد کرنا) مکروہ ہے پھر (مکہ سے) منا جاؤ اور قربانی کے دوسرے روز دن ڈھلنے کے بعد تینوں جمروں پر سات سات کنکریاں مارو اور شروع اس جمرہ سے کرو جو مسجد (خیف) کے پاس ہے پھر اسپر جو اسکے پاس ہے پھر جمرۂ عقبہ پر اور جس کنکری کے بعد دوسری کنکری مارنی ہو تو پہلی کے بعد توقف کرنا چاہیے (یعنی سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار) اور اس عرصہ میں تکبیر تحمید وغیرہ پڑھیں اور دعا کرتے رہیں پھر اگلے (یعنی بارھویں تاریخ) ایسا ہی کریں اور اس کے بعد بھی اگر ٹھیرنا ہو (یعنی تیرھویں ذی الحجہ کو بھی اگر منا میں ٹھیریں تو ایسا ہی کریں) اور اگر چوتھے روز دن ڈھلنے سے پہلے رمی کردی تو بھی درست ہے (یعنی امام صاحب کے نزدیک یہ رمی درست ہوجائیگی صاحبین کے نزدیک نہیں رمی کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں) اور جس رمی کے بعد رمی ہو (جیسے پہلے دونوں جمروں کے رمی) تو اسکو پیادہ کھڑے ہوکر کریں ورنہ سوار ہوکر (یعنی اگر اس کے بعد رمی نہ ہو جیسے قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی تو اسکو سوار ہوکر کریں) اور اپنا اسباب پہلے ہی سے مکہ بھیجدینا اور خود رمی کرنے کے لیے منا میں رہ جانا مکروہ ہے پھر (منا کے جمروں کو رمی کرنے کے بعد) محصب جاؤ اور (یہ ایک پتھریلی زمین مکہ ہی کے قریب ہے اسی کا نام حصبا اور بطحا بھی ہے پھر محصب سے مکہ جاکر) طواف صدر (یعنی طواف رخصت) کے سات پھیرے پھرو اور یہ طواف صدر سوائے مکہ والوں کے اور سب پر واجب ہے **ف** مکہ والوں پر واجب نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ طواف صدر ہے اور صدر کے معنے رجوع اور رخصت کے ہیں اور چونکہ مکہ کے آدمی اپنے وطن کو رخصت نہیں ہوتے اس لیے یہ ان پر واجب نہیں ہے ہاں مستحب ہے۔ طوع ترجمہ اور اس طواف صدر کے بعد آب زمزم پیو اور ملتزم کو لپٹو **ف** ملتزم خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان میں ایک جگہ ہے اور لپٹنے سے یہ مراد ہے کہ اپنا چہرہ اور سینہ روتے ہوئے اسپر لگائے ترجمہ اور خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑو اور اس کی دیواروں سے چمٹ کر روؤ اور پھر الٹے پیروں اس کی جدائی پر حسرت کے

کا طواف نہیں کیا) اور وقوفِ عرفات کرلیا تو اس پہ عمرے کے چھوڑنے کا دم دینا (یعنی قربانی کرنا) اور حج
کے بعد عمرے کی قضا کرنا واجب ہے۔

باب التمتع

تمتع کا بیان

ف تمتع متاع یا متعہ سے ماخوذ ہے جسکے معنے انتفاع یا نفع کے ہیں اور شرع میں اس کے یہ معنے ہیں جو
معنے ذکر کئے ہیں عینی ترجمہ تمتع کی صورت یہ ہے کہ میقات سے عمرے کا احرام باندھ کر اسی کے
لیے طواف اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرکے سر منڈوالے یا بال کتروالے اور عمرے (احرام) سے حلال
ہو جائے (یہ اس صورت میں ہے کہ جب اپنے ساتھ تمتع کی ہدی نہ لے گیا ہو اور اگر ہدی لے گیا تھا تو وہ حج
سے فارغ ہوئے بغیر حلال نہیں ہوگا) اور طواف کے پہلے ہی پھیرے کے بعد سے لبیک کہنا موقوف
کر دے اور اسکے بعد ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ حج کے لیئے حرم سے احرام باندھے (اور آٹھویں سے پہلے
باندھ لینا اور افضل ہے) اور حج کرکے قربانی کردے (یہ قربانی کرنا اس پر واجب ہے کیونکہ یہ تمتع
ہے اور اگر قربانی کرنے کی مقدور نہ ہو تو اس کا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہے **ف** یعنی قران کے باب میں
مذکور ہے کہ تین روزے تو حج میں رکھے جو عرفہ کے دن ختم ہو جائیں اور سات روزے اسوقت
جب حج کے افعال سے فارغ ہو۔ ترجمہ اور اگر اُس نے شوال میں (یا حج کے مہینوں میں سے اور
کسی مہینے میں) تین روزے رکھے تو یہ اُن (تمتع کے) تین روزوں کے بدلے میں کافی نہیں ہوں گے
کیونکہ وہ وجود سبب سے پہلے ہی ادا ہو جائیں گے ہاں اگر عمرے کا احرام باندھنے کے بعد (اور اسکا
طواف کرنے سے پہلے رکھ لیئے تو کافی ہو جائیں گے (کیونکہ سبب کا وجود ہو گیا ہے) پس اگر کوئی (تمتع
کرنے والا) ہدی (یعنی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ لیجانا چاہے تو وہ احرام باندھ کر ہدی کو ہانکتا ہوا لیجائے
(اور یہ اس کو کھینچتے ہوئے لیجانے سے افضل ہے) اور توشہ دان یا جوتی اُسکے گلے میں لٹکائے
اور اشعار نہ کرے اور عمرہ کر چکنے کے بعد حلال نہ ہو جائے اور آٹھویں تاریخ (ذی الحجہ) حج کا احرام
باندھے اور اس سے پہلے باندھ لینا اور زیادہ مستحب ہے پھر جب دسویں تاریخ سر منڈوا چکے تو اب اپنے
دونوں احراموں سے حلال ہو گیا اور خاص مکہ اور اُسکے قریب کے باشندوں کے لیئے نہ تمتع ہے اور نہ
قران ہے پس اگر تمتع کرنے والا عمرہ کرکے اپنے گھر چلا آیا اور یہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل
ہو گیا **ف** کیونکہ تمتع سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ دو سفروں میں سے ایک کو ساقط کرنے کا فائدہ

ف حج کے افعال کی تین قسمیں ہیں۔ قرآن۔ تمتع۔ افراد ایک احرام سے حج اور عمرے دونوں کو ادا کرنے کو قران کہتے ہیں اور ایک سفر اور دو احرام سے حج اور عمرے کے ادا کرنیکو تمتع کہتے ہیں اور فقط حج کرنیکو افراد کہتے ہیں ترجمہ قرآن سب سے افضل ہے اور اس کے دوسرے درجہ میں تمتع ہے اور سویم درجہ میں افراد ہے (اور چہارم درجہ میں فقط عمرہ کرنا ہے)۔ ف مطلب یہ ہو کہ فقط عمرہ کرنے سے افراد یعنی حج کرنا افضل ہے اور فقط حج کرلے سے تمتع کرنا اور تمتع کرنے سے قران کرنا۔ اور وجہ اس افضلیت کی یہ ہے کہ ثواب کی کمی زیادتی اکثر مشقت ومحنت کی کمی زیادتی پر موقوف ہوتی ہو پس چونکہ قران میں تمتع کی طرح دو عمل ادا کرنے کے علاوہ احرام بہت دنوں تک رہنے کے باعث مشقت زیادہ اٹھانی پڑتی ہے اس لیئے یہ سب سے افضل ہے اور تمتع میں اگرچہ عمل تو دو ہوتے ہیں مگر پہلے احرام کے بعد چونکہ آدمی حلال ہوجاتا ہے اس لیے اس میں اتنی مشقت نہیں رہتی اس وجہ سے یہ دوسرے درجہ میں ہے اور افراد کے تیسرے درجہ میں ہونے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس میں صرف حج ہی ہوتا ہے ترجمہ اور قران اسے کہتے ہیں کہ میقات سے حج اور عمرے دونوں کا (اکٹھا) احرام باندھے اور احرام کی دو رکعتوں کے بعد) یوں کہے اللھم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرھما لی وتقبلھما منی اور پھر
اے اللہ میں حج اور عمرے دونوں کا ارادہ کرتا ہوں پس ان دونوں کو میرے واسطے آسان کر اور دونوں کو قبول کر
مکہ پہنچکر عمرے کے لیے طواف اور سعی کرے پھر حج کرے (یعنی حج کے سب افعال اس ترتیب سے ادا کرے جسکا بیان ابھی ہوچکا ہے) پس اگر قارن نے حج اور عمرے دونوں کے لیئے دو طواف اور دو سعی کیں تو جایز ہے مگر گنہگار ہوگا (کیونکہ اس نے عمرے کی سعی میں تاخیر کی اور حج کا طواف پہلے کرلیا ہے لیکن اس کی وجہ سے کچھ اسپر لازم نہ ہوگا) اور جب یہ قربانی کے دن (یعنی دسویں تاریخ جمرۂ عقبہ پر) رمی کرچکے تو ایک بکری یا بدنہ یا بدنہ کا ساتواں حصہ پر قربانی کرے (یہ قربانی دم قران کہلاتی ہے جو اسکے ادا ہونے کے شکریہ میں واجب ہے) اور جس سے یہ نہ ہوسکے (یعنی جس میں قربانی کی مقدور نہ ہو) وہ تین روزے رکھے جن میں تیسرا روزہ عرفہ کے دن ہو (یعنی ساتویں آٹھویں اور نویں کے روزے رکھے اور سات روزے اور اسوقت رکھے کہ جب حج سے فارغ ہوجائے اگرچہ ابھی مکہ ہی ہو (اور عام ہے کہ وہاں ٹھیرنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو) پس اگر اس نے وہ تین روزے جو عرفہ کے دن ختم ہوجاتے دسویں تاریخ تک نہ رکھے تو اب اسپر قربانی کرنا لازم ہوگیا یعنی دسویں تاریخ کے بعد روزے رکھنے سے کچھ نہیں ہوسکتا پس اگر یہ اب بھی قربانی نہ کرسکا تو احرام سے حلال ہوجائے اور اس کے ذمہ دو قربانیاں ہیں ط۔ ترجمہ اور اگر قران کرنے والا مکہ میں نہیں گیا (کہ وہاں حج سے پہلے عمرہ کرلیتا) یا مکہ میں گیا مگر عمرے

اس کا اطلاق اُن قصوروں پر کیا جاتا ہے جو احرام اور حج کے افعال میں نفوس اور اعضا میں ہوں۔ع
ترجمہ اگر محرم نے کسی پورے عضو کو (مثلاً سر یا ران یا پنڈلی وغیرہ کو) خوشبو لگائی تو اسپر ایک بکری
کی قربانی کرنی واجب ہے اور اگر ایک عضو سے کم کو لگائی ہے تو صدقہ دے اور اگر اس نے اپنے
سر کو مہندی لگائی یا زیتون کا تیل لگا لیا یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا یا دن بھر اپنا سر چھپائے (یعنی
ڈھکے) رہا تو ان سب صورتوں میں ایک بکری قربانی کرے ورنہ صدقہ دے اور اگر اس نے اپنا
سر منڈوا دیا یا چوتھائی ڈاڑھی منڈوا دی تب بھی ایک بکری قربانی کرے (کیونکہ یہ اعضاء
بعض بولنے سے کل مراد لیے جاتے ہیں) ورنہ صدقہ دے جیسا کہ سر مونڈنے والا صدقہ دیتا ہے
(برابر ہے کہ جسکا سر مُنڈا ہے وہ محرم ہو یا نہ ہو اور اگر اس نے اپنی گردن کے بال یا دونوں بغلوں کے
یا ایک بغل کے یا پچھنے لگنے کی جگہ کے مُنڈوا دئے تب بھی اُس کے ذمہ ایک بکری ہے اور ایک مونچھ
کے منڈوانے میں جو کچھ ایک عادل آدمی کہے وہی صدقہ کر دے اور اگر محرم نے حلال آدمی کی مونچھ مونڈ
دی یا اسکے ناخن کتر دئے تو (ایک آدمی کی خوراک) کھانا دے اور اگر محرم نے اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں
پیروں کے یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخن ایک مجلس میں (یعنی ایک جگہ بیٹھے ہوئے) کاٹ ڈالے تو اُسپر ایک بکری کی قربانی واجب
ہے اور اگر ایک مجلس میں پانچ سے کم کاٹے ہیں تو صدقہ دیدے جیسا کہ پانچ ناخن متفرق کاٹنے والا
(ہر ناخن کے بدلے) صدقہ دیدیتا ہے اور ٹوٹا ہوا ناخن علیحدہ کر دینے میں (محرم پر) کچھ (واجب) نہیں
ہوتا) اگر محرم نے کسی عذر کے سبب خوشبو لگائی یا (سلا ہوا کپڑا) پہنا یا سر مُنڈوایا (یا ڈاڑھی منڈوائی)
تو وہ ایک بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں کو تین صاع (گیہوں) صدقہ دے یا تین روزے رکھے

فصل

اگر کسی محرم شہوت سے کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے جس سے اُس کو انزال ہو جائے (یعنی منی
نکل آئے) تو اسپر کچھ واجب نہیں ہوتا ہاں اگر پیار لیا یا شہوت سے (اُسکی) چھُوا یا وقوفِ عرفات
سے پہلے فرج میں یا دُبر میں صحبت کر کے اپنے حج کو فاسد کر دیا تو اسپر ایک بکری واجب ہے اور اس
حج کو (اسکے باقی افعال کر کے) پورا کرے اور (آئندہ سال) اس کی قضا کرے اور قضا کرنے میں ان
دونوں (مرد و عورت) کا جدا ہونا ضروری نہیں ہے (بلکہ مستحب ہے) اور اگر وقوفِ عرفات کے بعد
صحبت کی ہے تو اسپر ایک بدنہ (ذبح کرنا) واجب ہے (بدنہ کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے) اور اب حج فاسد
نہیں ہوگا اگر محرم نے سر مُنڈوانے کے بعد صحبت کر لی یا عمرے میں اکثر طواف کرنے (یعنی چار پھیرے

اُٹھائے اور حج اور عمرے کے لیئے دو سفر نہ کرے بلکہ ایک ہی سفر سے فائدہ اُٹھالے لیکن جب اُسنے اُن دونوں کے لیئے علیحدہ علیحدہ سفر ذمہ لے لیا تو وہ مقصود سی جاتا رہا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اپنے گھر آکر سر بھی مُنڈوالیا ہو اور اگر گھر گیا تھا اور اسی سال سر منڈوانے سے پہلے حج جا کیا تو وہ تمتع ہی ہے - فتح ملخصاً ترجمہ اور اگر وہ ہدی لے گیا تھا تو اُس کا تمتع باطل نہیں ہوا (کیونکہ جبتک اُس کی طرف سے وہ ہدی ذبح نہ ہوگی یہ محرم ہی رہیگا) اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے (عمرے کا) احرام باندھ کر عمرے کے لیئے چار پھیروں سے کم طواف کیا اور حج کے مہینوں میں اسکو پورا کر لیا (پھر عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھ کر) حج کر لیا تو اُس کا تمتع ادا ہوگیا اور اگر اسکے برعکس کیا تو تمتع نہیں ہوا اور حج کے مہینے یہ ہیں شوال - ذیقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ (یعنی ذی الحجہ کے دس روز) اور حج کا احرام ان مہینوں سے پہلے باندھنے سے بندھ جاتاہے مگر مکروہ (تحریمی) ہے اگر کسی کوفی نے (یا آفاقی وغیرہ) نے ان مہینوں میں عمرہ کیا اور وہ مکہ میں یا بصرہ میں ٹھہر گیا اور (پھر اسی سال) حج کیا تو اسکا تمتع درست ہوجائے گا (کیونکہ اس کا سفر ایک ہی ہوا ہے) اور اگر وہ عمرے کو فاسد کرکے مکہ میں) رہ پڑا تھا پھر اس فاسد شدہ عمرے کی قضا کی اور (اسی سال) حج کیا تو یہ تمتع نہیں ہوا (کیونکہ عمرہ فاسد ہونے سے سفر ختم ہوچکا تھا اب اسکا یہ صحیح عمرہ جسکو یہ قضا سمجھ رہا ہے مکیہ ہوگیا اور مکہ والے تمتع نہیں کرسکتے) ہاں اگر یہ (عمرہ فاسد کرکے) اپنے گھر چلا گیا ہو (اور پھر آکر حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے جب ہی حج کر لیا ہو تو یہ بالاتفاق متمتع ہو جائیگا) اور حج اور عمرے میں سے جونسے کو یہ فاسد کر دے تو جسقدر رہ گیا ہو اُس کو پورا کرے اور اسکے عوض اسپر قربانی کرنی لازم نہیں ہے اگر کسی نے تمتع کیا اور بقرعید کے دن قربانی کر دی تو یہ قربانی تمتع کے دم کی طرف سے کافی نہ ہوگی (کیونکہ اسکا دم قربانی کے سوا ہے) اگر عورت کو احرام باندھتے وقت حیض آگیا تو وہ طواف کے سوا حج کے سب افعال ادا کرے اور اگر طوافِ صدر (یعنی رخصت کا طواف) کرنے کے وقت آئے تو اس طواف کو چھوڑ دے جیسے وہ شخص جو مکہ میں رہنے لگے (یعنی اگر کوئی شخص حج کے مکہ میں رہنے لگے تو یہ طواف صدر اُسپر لازم نہیں رہتا)+

باب الجنایات

جنایتوں کا بیان

ف جنایات جنایت کی جمع ہے لغت میں اُس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں

نرخ کے مطابق دو عادل آدمی جو کچھ اس شکار کی قیمت ٹھیرادیں اس قیمت کا یہ قربانی کا ایک جانور (یعنی اونٹ یا گائے یا بکری) خرید کر اس کو ذبح کردے اور اگر اتنی قیمت نہیں ہے کہ اس کا کوئی جانور آجائے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر فطرے کی طرح اُسے صدقہ کردے (یعنی اگر گیہوں ہیں تو ہر مسکین کو نصف صاع دے اور اگر جو وغیرہ ہیں تو ایک صاع دے) یا ہر مسکین کے یومیہ حصّہ کے عوض (اگر چاہے تو) ایک ایک روزہ رکھے اور اگر (اس حساب سے مسکینوں کو دینے کے بعد) نصف صاع سے کم بچ جائے تو اسکو (بھی) خیرات کردے یا (اُسکے بدلہ میں) ایک روزہ رکھے (اسکے نصف صاع سے کم ہونے سے روزے میں کوئی فرق نہیں آسکتا) اگر محرم نے شکار کو زخمی کردیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا یا اسکے بال اکھاڑ لیئے تو اس سے جتنی قیمت اسکی کم ہو جائے یہ اُس نقصان کا ضامن ہے اور پرندے کے پر اکھاڑنے اور شکار کے پیر ہاتھ کاٹ ڈالنے۔ اسکا دودھ دُہنے اسکا بیضہ توڑ دینے اور اس توڑنے پر مردہ بچہ نکل آنے سے (ہر چیز کی) پوری قیمت واجب ہوتی ہے (یعنی پیر ہاتھ کاٹنے) میں شکار کی قیمت دودھ دہنے میں دودھ کی قیمت انڈا توڑنے میں انڈے کی قیمت اور بچہ نکل آنے پر بچہ کی قیمت لازم ہی) اور کوّے چیل۔ بھیڑیے۔ سانپ۔ بچھو۔ چوہے۔ کٹکھنے کتے مچھر چیونٹی پسّو۔ چچڑی۔ اور کچھوے کے مارنے میں کچھ نہیں ہے ہاں جوں اور ٹڈی کے مارنے میں جو جی میں آئے صدقہ کردے (مثلاً ایک مٹھی اناج یا ایک کھجور وغیرہ دیدے) اور درندے کو مار ڈالنے کی صورت میں اُس کی قیمت ایک بکری کی قیمت سے نہ بڑھائی جائے اور اگر اس نے محرم پر حملہ کیا تو اسکے مار ڈالنے میں کچھ نہیں ہی بخلاف مضطر (محرم) کے (یعنی جو بھوک کی بیتابی میں کوئی شکار مارے تو اسپر اسکا بدلہ واجب ہی) اور محرم کو بکری۔ گائے۔ اونٹ۔ مرغی اور گھر کی پلی بطخ کو ذبح کرنا جائز ہے (کیونکہ یہ جانور شکار نہیں ہیں) اگر محرم پالتو کبوتر اور پلے ہوئے ہرن کو ذبح کردے تو اس کا بدلہ اسپر واجب ہی (کیونکہ وہ اصل میں خلقی شکاری ہیں) اگر محرم کسی شکار کو ذبح کردے تو وہ شکار حرام ہو جاتا ہے اور اُسکے کھانے سے بھی اس کا تاوان بھرے گا نہ کہ دوسرا محرم (یعنی اگر اور محرم اُس سے کھائیں گے تو اُن پر تاوان نہیں آئیگا) اور محرم کو اس شکار کا گوشت حلال ہے جو کسی حلال آدمی نے کیا ہو بشرطیکہ اس محرم نے یہ شکار اُس کو بتلایا نہ ہو اور نہ شکار کرنے کو کہا ہو۔ اگر حلال آدمی حرم کا شکار ذبح کردے تو (پھر اپنے پاس سے) اس کی قیمت خیرات کرے اور اسکے روزہ رکھنے سے

پھیرنے) سے پہلے صحبت کرلی تو تب بھی ایک بکری واجب ہوگی اور یہ عمرہ فاسد ہوجائیگا اب یہ باقی عمرہ ادا کرے
بعد میں اسکی قضا کرے اور اگر اکثر طواف کے بعد صحبت کی ہے تو تب بھی ایک بکری واجب ہے ہاں اس صورت
میں یہ عمرہ فاسد نہیں (کیونکہ اکثر طواف ادا ہوچکا ہے وللاکثر حکم الکل) اور حج اور عمرے میں بھول کر
صحبت کرنے والا مثل قصداً کرنے والے کے ہے (یعنی جو حکم قصداً کرنے والے کا ہے وہی بھول کر کرنیوالے
کا ہے) یا اگر محرم نے طوافِ رکن بے وضو کرلیا تب بھی اُس پر بکری واجب ہے اور اگر حالتِ ناپاکی
میں کیا ہے تو بدنہ واجب ہے اور (اس صورت میں) اس طواف کو دوبارہ کرے اور اگر طوافِ قدوم
یا طوافِ رخصت بے وضو کرلیا ہے تو صدقہ دے اور اگر طوافِ رکن (یعنی طوافِ زیارت) میں اکثر
پھیرے (یعنی تین یا اس سے کم) چھوڑدے تو اسپر بھی ایک بکری واجب ہے اور اگر اکثر طواف چھوڑدیا
ہے تو یہ (ہمیشہ) محرم ہی رہیگا (یہانتک کہ یہ طواف کرے اور اگر اپنے گھر چلا آیا اُسی احرام سے اُسکا
لوٹ جانا واجب ہے) اور اگر طوافِ رخصت کا اکثر حصہ چھوڑدیا یا ناپاکی کی حالت میں کرلیا تو اسپر بھی
ایک بکری واجب ہے اور اس کا کم حصہ (یعنی تین پھیرے یا دو یا ایک) چھوڑنے سے صدقہ واجب
ہوتا ہے یا اگر طوافِ رکن بے وضو کرلیا اور ایامِ تشریق کے آخر میں (یعنی تیرھویں ذی الحجہ کو) طوافِ
رخصت وضو سے کیا تب بھی (بالاتفاق) ایک بکری واجب ہے اور اگر طوافِ رکن ناپاکی کی حالت
میں کرلیا (اور تیرھویں ذی الحجہ کو طوافِ صدر باوضو کیا) تو اسپر دو بکریاں واجب ہیں یا اگر عمرے
کا طواف اور (صفا مروہ کے درمیان کی) سعی بے وضو کرلی اور اُن کو دوبارہ نہ کیا (بلکہ اپنے گھر چلا آیا) تو
اسپر ایک بکری واجب ہے یا اگر کسی نے (صفا مروہ کے درمیان کی) سعی چھوڑدی یا عرفات سے امام سے
پہلے چلا آیا یا مزدلفہ میں وقوف نہیں کیا یا سب جمروں کی رمی چھوڑدی یا ایک دن کی رمی چھوڑدی
یا سر منڈانے میں (اتنی) تاخیر کی (کہ قربانی کے دن گذر گئے یا (اتنی ہی) طوافِ رکن میں تاخیر کردی
یا حل میں (یعنی حرم کے باہر) سر منڈوالیا تو ان سب صورتوں میں (امام صاحب کے نزدیک) اسپر
ایک بکری واجب ہے اور اگر قارن (یعنی قران کرنے والے) نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالیا تو
اسپر دو بکریاں واجب ہیں (ایک ترتیب چھوڑنے کی اور دوسری دمِ قران) **فصل** اگر محرم نے
شکار مار لیا یا ایسے شخص کو بتلایا کہ اُسنے مار لیا تو اس محرم پر (دونوں صورتوں میں اس شکار کا
بدلہ (دینا) واجب ہے اور بدلہ یہ ہے کہ جہاں وہ شکار مارا ہے یا جو جگہ وہاں سے قریب ہو وہاں کے

دینگے ف اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ بدلہ اصل حرم کی عظمت وحرمت کا لحاظ نہ رکھنے کی سزا ہے اور چونکہ حرم ایک ہی ہے لہذا سزا بھی ایک ہی ہاں پہلی صورت میں اس کی سزا ہے کہ احرام کی حالت میں ممنوع امر کیا ہے اور چونکہ وہ دو سے سرزد ہوا ہی لہذا سزا دونوں کو ملیگی عینی ترجمہ اگر محرم شکار کو بیچدے یا خریدے تو اس کی یہ خرید وفروخت باطل ہے اگر کوئی حرم سے ہرنی پکڑ لایا تھا پھر وہ بیاگئی اس کے بعد بچہ اور ہرنی دونوں مرگئے تو یہ دونوں کا ضامن ہوگا (یعنی دونوں کی قیمت دینی آئیگی) ہاں اگر وہ ہرنی کا تاوان دے چکا تھا اس کے بعد وہ بیائی (پھر دونوں مرگئے تو اب بچے کے تاوان کا دینا نہیں ہوگا (کیونکہ اس صورت میں وہ حل کا شکار رہے) +

باب مجاوزۃ الوقت بغیر احرام

میقات سے بدون احرام باندھے گذر جانے کا بیان

ترجمہ جو شخص میقات سے بدون احرام باندھے آگے بڑھ گیا تھا مگر پھر احرام باندھ کر لبیک کہتا ہوا میقات پھر لوٹ آیا یا بدون احرام کے جاکر پھر عمرے کا احرام باندھ لیا اسکے بعد عمرے کو فاسد کرکے اسنے سرے سے میقات سے احرام باندھکر) اس کو قضا کیا تو (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکے ذمہ سے وہ) جانور ذبح کرنا جاتا رہا (جو دونوں مسئلوں میں اسپر واجب ہوا تھا) اگر کوئی کوفہ (وغیرہ) کا رہنے والا اپنے کسی کام بستان بنی عامر میں آئے تو اُس کو مکہ میں بے احرام باندھے جانا جایز ہی اور اگر یہ حج کرنا چاہے تو اس کی میقات وہی بستان ہی ف بستان بنی عامر ایک گاؤں کا نام ہے جو حرم کے باہر میقاتوں کے اندر ہے آجکل یہ نخلہ محمود کے نام سے مشہور ہے اور مکہ معظمہ سے چوبیس میل ہے ع و فتح ترجمہ اور جو شخص بے احرام باندھے مکہ میں داخل ہوگیا اور اُسنے اسی سال وہ حج کیا جو بحیثیت مسلمان ہونے کے اسپر واجب ہوا تھا تو یہ حج اس حج کی طرف سے کافی ہو جائیگا جو اسپر مکہ میں بے احرام باندھے داخل ہونے کے سبب سے لازم ہوا تھا (یہ قانون شرعی ہے کہ مکہ میں بے احرام باندھے چلے جانے سے حج یا عمرہ کرنا لازم ہوجاتا ہے) اور اگر وہ سال گذر گیا تو اب یہ حج اس کی طرف سے کافی نہ ہوگا (یعنی اب ایک کے کرنے سے دونوں ادا نہ ہوں گے) +

باب اضافۃ الاحرام الی الاحرام

ایک احرام پر دوسرا احرام باندھ لینے کا بیان

راسمیں کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شکار لیے حرم میں چلا گیا تو اُس کو وہیں چھوڑ دینا چاہیئے (کیونکہ اب وہ صید حرم ہو گیا) اور اگر وہاں لیجا کر بیچ دیا تھا تو بیع کو واپس کرے اگر وہ شکار موجود ہو (کیونکہ وہ بیع فاسد ہے اور اگر وہ مرگیا ہے تو اس بیچنے والے) پر اس کا تاوان بھرنا واجب ہے (یعنی اسکی قیمت کو صدقہ کردے) اگر کسی نے احرام باندھا اور اُسکے گھر میں یا اسکے پنجرے میں شکار رہے تو اس پر اسکا چھوڑ دینا لازم نہیں ہے (برابر ہے کہ پنجرا اُس کے ہاتھ میں ہو یا اُسکے اسباب میں ہو۔ اگر کسی نے احرام باندھنے سے پہلے کوئی شکار پکڑ لیا تھا پھر احرام باندھ لیا (اور دوسرے شخص نے وہ شکار اُسکے ہاتھ سے چھڑوا دیا) تو (امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک) یہ چھڑانے والا اس (کی قیمت) کا ضامن ہوگا **ف** کیونکہ یہ شخص حلال ہونے کی حالت میں پکڑنے سے اُس کا ایسا مالک ہو گیا تھا کہ احرام باندھنے سے اُس کی ملک نہیں جا سکتی اور اُس چھڑانے والے نے اُس کو تلف کر دیا ہے تو اب یہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا کیونکہ وہ آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہے۔ فتح **ترجمہ** اگر محرم نے کوئی شکار پکڑ لیا تھا اور ایک اور شخص نے اُس کو چھڑوا دیا تو یہ چھڑانے والا اس کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس کو دوسرے محرم نے مار ڈالا تو دونوں پر اس کا بدلہ دینا آئیگا اور پھر پکڑنے والا اپنے حصے کے دام، مارنے والے سے وصول کرے۔ اگر محرم نے حرم کی گھاس کاٹ لی (خواہ گیلی تھی یا سوکھی) یا ایسا درخت کاٹ لیا تھا جو کسی کی ملک نہ تھا اور اس قسم کا تھا کہ لوگ اس کو بوتے نہیں ہیں تو یہ اس کی قیمت کا دیندار ہوگا (اس قیمت کو صدقہ کردے اور اسمیں روزے رکھنے کو کچھ دخل نہیں ہے) ہاں اگر (حرم کا درخت) سوکھ گیا ہو (اس سے نفع اٹھانا جایز ہے اسکا تاوان نہیں ہے) اور حرم کی گھاس چرانا اور کاٹنا سب حرام ہے سوائے اذخر کے **ف** اذخر ہمزہ کے زیر اور خے سے ایک خوشبودار سفید رنگ کی گھاس کا نام ہے مکہ معظمہ میں ہوتی ہے ضرورت کے وقت اس کا کاٹنا اور چرانا جایز ہے۔ ط وع **ترجمہ** اور جس جس خطا سے فقط حج کرنے والے پر ایک بکری ذبح کرنی واجب ہوتی ہے اسی خطا سے قارن (قران کرنے والے) پر دو بکریاں واجب ہونگی (ایک حج کی دوسرے عمرے کی) ہاں اگر قارن بے احرام باندھے میقات (احرام) سے گذر جائے (تو اس صورت میں اسپر بھی ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے) اگر دو محرموں نے (مل کر) ایک شکار مارا تو دونوں کو پورا پورا بدلہ دینا آئیگا اور اگر دو غیر محرموں نے مار ڈالا تو دونوں ملکر ایک ہی بدلہ

بعد ہی حلال ہو جاتا ہے کہ اس حج کا احرام عمرے کا احرام ہو جائے اور دو حجوں کو یا دو عمروں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے یعنی

باب الاحصار

احصار کا بیان

ف لغت میں احصار کے معنے رُکنے یا روکنے کے ہیں اور شرع میں وقوف عرفات اور طواف سے رُکنے کو کہتے ہیں اور اسکی بہتر تعریف یہ ہے احصار اسکو کہتے ہیں کہ محرم اُن افعال کے پورا کرنے سے رُک جائے یا روکدیا جائے جن کے لیے اسنے احرام باندھا تھا ف ت جو شخص (حج یا عمرے سے) کسی بیماری یا دشمن کے سبب رُک جائے تو وہ ایک بکری بھیجدے جو اُسکی طرف سے (حرم میں) ذبح کیجائے اور اسکے بعد وہ احرام کھولدے اور اگر وہ محرم قارن تھا (یعنی قران کر رہا تھا) تو دو بکریاں بھیجے اور اسکے حرم میں ذبح ہونے کی تعیین کردے (یہانتک کہ اس دم کا غیر حرم میں ذبح ہونا جائز نہیں ہے) اور ذبح کرنے کے لیے قربانی ہی کا دن معین نہ کرے (کیونکہ اسکا اور دنوں میں بھی ذبح ہونا جائز ہے) اور فقط حج سے رُک کر حلال ہونے والے کے ذمہ (خواہ وہ حج فرض یا نفلی ہو) ایک حج اور ایک عمرہ ہے ف یہ اس صورت میں ہے کہ اس سال اس حج کی قضا نہ کی ہو اور اگر اسنے قضا کر دی تھی تو اسپر عمرہ واجب نہ ہوگا اور فقط حج سے رُک کر حلال ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اسنے حج ہی کا احرام باندھا تھا یعنی مفرد تھا ط ع ت اور فقط عمرے سے رُک کر حلال ہونے والے کے ذمہ (فقط) ایک عمرہ ہے اور قارن (رُکنے والے) کے ذمہ ایک حج اور دو عمرے ہیں ف یعنی ایک حج اور ایک عمرہ تو اسلیے کہ یہ اُن دونوں کو صحیح طور سے شروع کر چکا تھا اب اُنکی قضا ضروری ہے اور دوسرا عمرہ اسلیے کہ اسنے اس سال اس حج کی قضا نہیں کی ع ت اگر محصر نے ہدی (یعنی اس رکاوٹ کی) بھیجدی تھی پھر وہ رکاوٹ جاتی رہی اور یہ اب بھی روانہ ہو کر ہدی کو پکڑ سکتا اور حج کر سکتا ہے تو یہ فوراً روانہ ہو جائے ورنہ نہ ہو (یعنی اگر ان دونوں کی امید نہ ہو تو نہ جائے ہاں حج یا عمرے کی قضا کر دے) اور عرفات میں ٹھیرنے کے بعد روکا جانا کوئی چیز نہیں ہے (کیونکہ حج پورا ہو گیا یعنی اسکا اعلیٰ رکن ادا ہو گیا) اور جو شخص مکہ میں (یا حرم میں) دو رکنوں سے روکا جائے (یعنی وقوف عرفات سے اور طواف رکن سے) تو وہ محصر ہے (یعنی وہ روکا ہوا کہلاتا ہے) ورنہ نہیں ہے۔

باب الفوات

حج نہ ملنے کا بیان

ترجمہ اگر کوئی مکہ کا رہنے والا (عمرے کا احرام باندھنے کے بعد) عمرے کے طواف کا ایک پھیرا کر کے پھر حج کا احرام باندھے تو (اسپر واجب ہے کہ) حج کو چھوڑ دے (کیونکہ یہ قران کی صورت ہو گئی اور مکہ والوں کو قران درست نہیں ہے) اور (آئندہ سال) اسپر ایکسی حج ایک عمرہ اور وہ حج چھوڑنے کی وجہ سے ایک بکرہ قربانی کر دینا واجب ہے اور اگر اُسنے ان دونوں کے افعال پورے کر دیئے تو دونوں درست ہو جائیں گے اور اسپر ایک دم واجب ہوگا (دم سے بکرے کی قربانی کرنا مراد ہے آئندہ کے لیئے یاد رکھنا چاہیئے) اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تھا اور پھر ذی الحجہ کی دسویں کو دوسرے حج کا احرام باندھ لیا پس اگر یہ پہلے (حج کو ختم کرنے) میں سر منڈا چکا تھا تو یہ دوسرا حج کرنا اسپر لازم ہو گیا اور اسپر (بالاتفاق) دم نہیں ہے اور اگر پہلے کے لیئے سر نہیں منڈوایا تھا تو اُسپر یہ دوسرا حج لازم اور ایک دم واجب ہو گیا برابر ہے کہ (دوسرے احرام میں) بال کتروائے ہوں یا نہ کتروائے ہوں **ف** یہاں کترانے سے مراد بالوں کا دور کرنا ہے یہ اسلیئے کہدیا ہے تاکہ یہ عورتوں کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ اس مسئلہ میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں کہ بال دُور کرنے سے وہ دم ساقط نہیں ہوتا وجہ دم واجب ہونے کی یہ ہے کہ حج اور عمرے دونوں کے احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے۔ **عینی ترجمہ** اگر کسی کو عمرے (کے افعال میں) سے فقط بال کتروانے رہ گئے تھے کہ اسے دوسرے عمرے کا احرام باندھ لیا تو (دو عمرے جمع کرنے کی وجہ سے) اس پر دم لازم ہو جائیگا۔ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تھا اور اُسکو پورا کرنے سے پہلے عمرے کا احرام باندھ لیا پھر (یعنی مکہ میں داخل ہونے سے پہلے) وقوف عرفات کیا تو (اس وقوف سے) اُسنے اپنا عمرہ چھوڑ دیا اور اگر عرفات کی طرف فقط گیا ہی ہے تو (ابھی) عمرہ نہیں چھوڑا (یہانتک کہ وہاں وقوف کرے) اگر کسی نے حج کا طواف (قدوم) کر کے عمرے کا احرام باندھ لیا اور دونوں کے افعال پورے کر دیئے تو اسپر ایک دم واجب ہوگا اور مستحب یہ ہے کہ اس عمرے کو چھوڑ ہی دے۔ اگر کسی نے قربانی کے دن (یا ایام تشریق میں) عمرے کا احرام باندھ لیا تو وہ عمرہ اسپر لازم ہو گیا اور اس کا چھوڑ دینا مع دم دینے اور بعد میں قضا کرنے کے اُسپر لازم ہے (چھوڑ دینے کی یہ وجہ ہے کہ ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے مگر چونکہ شروع ہو چکا ہے اس لیئے قضا کرنا لازم ہے) اور اگر اس کو پورا کر دیا تو وہ ادا ہو جائیگا اور اسپر ایک دم دینا واجب ہوگا۔ اگر کسی سے حج فوت ہو گیا تھا پھر اُسنے عمرے کا یا حج کا احرام باندھ لیا تو یہ اُس کو (بھی) چھوڑ دے **ف** یعنی جس کا اب احرام باندھا ہے کیونکہ جسکا حج فوت ہو جائے وہ عمرے کے افعال سے اُسکے

مرد بلکہ وہاں سے کرانا چاہیئے جہاں وہ کرانے والا رہتا تھا اور اگر اسکا کہیں گھر نہیں تھا تو بس جہاں
وہ مرا ہو وہیں سے (مسکین) ت اگر کسی نے اپنے ماں باپ (یعنی دونوں) کیطرف سے احرام باندھا تھا
اور بعد میں ان میں سے ایک کے لیئے معین کر دیا تو یہ درست ہو جائیگا ✦

باب الهدی

ہدی کا بیان

ف ہدی اس جانور کا نام ہی جو ثواب کی نیت سے حرم محترم بھیجا جائے - ط ع ت کم سے کم ہدی ایک
بکری ہو باقی اونٹ - گائے - اور بکری سب ہدی ہو سکتی ہی برابر ہی کہ نر ہوں یا مادہ ہوں) اور جو جانور
قربانی میں درست ہیں وہی ہدی میں بھی درست ہیں اور بکری (جنایات کے) ہر موقع پر جایز ہی سوائے
طواف رکن کے جو نا پاکی کی حالت میں کر لیا ہو یا کسی نے عرفات میں ٹھیرنے کے بعد (اور سر منڈانے اور
رخصت کر لینے سے پہلے) عورت سے صحبت کر لی ہو (ان دونوں موقعوں پر ایک بکری کا ذبح کرنا کافی نہ
ہوگا بلکہ بدنہ واجب ہی) اور صرف نفل تمتع اور قران کی ہدی میں سے کھانا جایز ہی (اور کفارات
نذور کے دم اور احصار کی ہدی میں سے کھانا جایز نہیں ہی) اور صرف تمتع او قران کی ہدی کا قربانی
کے دن ذبح کرنا مخصوص ہی (اور یہ خصوصیت کسی میں نہیں ہی) اور یہ کل جانور حرم ہی میں ذبح کیے جائیں
اسمیں یہ خصوصیت نہیں ہی کہ انکا گوشت حرم ہی کے فقیروں کو دیا جائے اور ہدی کو عرفات لے جانا
ضروری نہیں ہی (ہاں تمتع کی ہدی کو لیجانا اچھا ہی) او اسکی جھول اور مہار کو (بھی) خیرات کرے اور قصائی
کی مزدوری اس (کے گوشت وغیرہ) میں سے نہ دے اور نہ بلا ضرورت اسپر سوار ہو نہ اسکا دودھ دُہے اور
اسکے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکتا رہے ف یعنی اسلیئے کہ اسکا دودھ خشک ہو جائے کیونکہ دودھ اسکا جز
ہی لہذا اس سے نفع اٹھانا جایز نہیں ہی اور یہ حکم اس صورت میں ہی کہ جب ذبح کرنے کا وقت قریب ہو
اور اگر ابھی دیر ہی اور ہدی کو اسکی اکڑاہٹ سے تکلیف ہوتی ہی تو دودھ دُہکر اسکو خیرات کرے اور یہ دودھ
نہ دُہنا اور اسپر سوار نہ ہونا سب اسکی تعظیم کی غرض سے ہی ع و مسکین ت اگر واجب ہدی مرنے لگے
یا عیب دار ہو جائے تو اسکی جگہ دوسری ہدی کر دے اور وہ عیب دار اسی کی ہی اور اگر ہدی نفلی تھی (اور
وہ عیب دار ہو گئی یا مرنے لگی) تو اسکو ذبح کر دے اور اسکے سُم اسکے خون میں رنگ دے اور ایک چھاپہ اسکے
کوہان کی طرف بھی مار دے (جس سے ہر کوئی معلوم کرے کہ یہ ہدی ہی) اور اس میں سے دولتمند نہ کھائے
اور فقط نفل تمتع اور قران ہی کے بدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالا جائے ✦

ت جس شخص کو عرفات میں نہ ٹھیرنے کے باعث حج نہ ملا ہو اُسے ایک عمرہ کرکے احرام کھولدینا چاہیے اور آیندہ سال بلا دم کے اُسپر حج کرنا واجب ہی اور عمرہ فوت نہیں ہو سکتا (کیونکہ اسمیں وقت کی تعیین نہیں ہی اور اسپر اجماع ہی) اور عمرہ (فقط) بیت اللہ کے (طواف اور (صفا مروہ کی) سعی کرنیکا نام ہی اور یہ تمام سال میں ہو سکتا ہی (یعنی سارے سال میں جب کوئی چاہے کرلے) ہاں عرفہ کے دن۔ بقرعید کے دن اور ایام تشریق میں کرنا مکروہ ہی اور عمرہ سنت (موکدہ) ہی +

باب الحج عن الغیر

دوسرے کیطرف سے حج کرنے کا بیان

ت (صرف) مالی عبادت (مثلاً زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ) میں نیابت کافی ہو سکتی ہی برابر ہی کہ وہ خود کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو اور (صرف عبادات) بدنیہ (مثلاً نماز، روزہ اور اعتکاف وغیرہ) میں (کسی وقت) کافی نہیں ہو سکتی ف یعنی برابر ہی کہ وہ خود کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو اسکی وجہ یہ ہی کہ عبادت مالیہ سے تو اصل مقصود محتاج کی حاجت روائی کرنا ہوتا ہی اور یہ نائب کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہی اسمیں خود کی کوئی حاجت نہیں ہی بخلاف عبادات مالیہ کے کہ اُنسے مقصود نفس کو مقہور اور زیر کرنا ہی اور یہ نائب کے کرنے سے پورا نہیں ہو سکتا فتح ت اور جو عبادت (مالی اور بدنی) دونوں سے مرکب ہو (مثلاً) حج تو اسمیں نیابت فقط اُسوقت جایز ہی کہ جب وہ خود کرنے سے مجبور ہو (یعنی اگر وہ خود کر سکتا ہو تو پھر نیابت کافی نہیں ہو سکتی) اور اسکے جواز میں وہ مجبوری شرط ہی جو ہمیشہ کی ہو یعنی وہ (اپنے) مرتے دم تک مجبور ہی رہے اور یہ شرط بھی فرض حج میں ہی نفلی حج میں نہیں ہی۔ اگر کسی نے دو آدمیوں کیطرف سے احرام باندھ لیا تو وہ کل خرچہ کا دیندار ہوگا (اسلیئے کہ اُسنے اُن دونوں کے خلاف کیا ہی اور یہ حج ان کی طرف سے نہوگا بلکہ اسی کی طرف سے ہوگا) اور راستہ میں رُک جانے کا دم بھیجنے والے کے ذمہ ہی اور قران اور خطا قصور کا دم جانے والیکے ذمہ (کیونکہ قصور اسی سے ہوا ہی) اور اگر یہ نائب راستہ میں مرجائے (یا اسکا کل خرچ چوری چلا جائے) تو جسکی طرف سے یہ حج کرنے جاتا تھا اسکے باقیماندہ ترکہ میں سے ایک تہائی مال لیکر اسکی طرف سے اسکے گھر سے (دوبارہ) حج کرایا جائے ف مثلاً ایک شخص اپنی طرف سے حج کرانیکی وصیت کرکے مرگیا اور اسکے وارثوں نے اسکی وصیت کے مطابق اسکی طرف سے نائب کرکے روانہ کردیا راستہ میں یہ نائب بھی مرگیا تو اب یہاں سے حج نہ کرایا جائے جہاں یہ نائب

ماضی کے صیغہ سے ہوں یا انمیں سے ایک ماضی کے صیغہ سے ہو ف یعنی زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہو مثلاً
مرد کہے میں نے تجھ سے نکاح کر لیا اور اسکے جواب میں عورت کہے کہ میں نے قبول کر لیا اس صورت میں
دونوں ماضی کے صیغہ سے ہیں یا مثلاً عورت کہے کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور مرد جواب میں کہے کہ
میں نے تجھ سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں یہ قبول ہی ماضی کے صیغہ سے ہو تو اس سے بھی نکاح
بندھ جائیگا یعنی وغیرہ ت اور عقدِ نکاح لفظ نکاح اور لفظ تزویج اور اُن لفظوں سے ہوتا ہے
جو اسی وقت چیز کے مالک کر دینے کے لیے وضع کئے گئے ہوں (جیسے تملیک ۔ صدقہ ۔ خرید ۔ فروخت تیز
اور جارہ ۔ اباحت وغیرہ کے الفاظ سے نہیں ہوتا) جسوقت کہ نکاح دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو
آزاد عورتوں کے سامنے بندھے یہ دونوں (اسکے گواہ ہیں اور دونوں) عاقل بالغ اور مسلمان ہوں یا
اگرچہ فاسق ہوں یا کسی کو تہمت لگانے میں سزا یافتہ ہوں یا دونوں اندھے ہوں یا ان ہی میاں بیوی
کے بیٹے ہوں (یعنی ایک اِس مرد کا بیٹا ہو اور دوسرا اس عورت کا) اگر کوئی مسلمان کسی ذمی عورت سے
دو ذمی گواہوں کے روبرو نکاح کرے تو وہ صحیح ہو جائیگا ۔ اگر کسی نے دوسرے سے اپنی صغیر سن لڑکی
کا نکاح کر دینے کو کہا تھا اسنے ایک آدمی کے روبرو نکاح کر دیا اور یہ لڑکی کا باپ وہاں موجود تھا تو
نکاح صحیح ہو گیا اور اگر موجود نہ تھا تو صحیح نہیں ہوا ف اسکی وجہ یہ ہے کہ اب وہ آدمی اکیلا ہی گواہ
رہ گیا اور ایک گواہ سے نکاح نہیں بندھتا ہاں باپ کی موجودگی میں یہ سمجھ لیا جائیگا کہ اصل نکاح
کرنیوالا تو باپ ہی ہے اور یہ دونوں یعنی ایک وہ وکیل اور دوسرا یہ شخص گواہ ہیں لہذا گواہی کا نصاب
پورا ہے یعنی وط

فصل فی المحرمات

فصل ان عورتوں کے بیان میں جن سے نکاح کرنا حرام ہے

ت اپنی ماں اور بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے اگرچہ کتنی ہی دور کی ہوں (یعنی نانی یا پڑنانی یا دادی یا پڑدادی
وغیرہ ہوں یا نواسی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ ہوں سب کا ایک ہی حکم ہے) اور اپنی بہن ۔ بھانجی ۔ بھتیجی ۔
پھوپھی ۔ خالہ ۔ ساس اور اپنی بیوی کی بیٹی سے بشرطیکہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو اور اپنی سوتیلی ماں
اور بہو سے نکاح کرنا حرام ہے اگرچہ یہ دونوں کتنی ہی دُور کی ہوں (مثلاً سوتیلی ماں نہ ہو بلکہ سوتیلی دادی
یا پڑدادی وغیرہ ہو اور بہو کے بجائے پوتے یا پڑپوتے وغیرہ کی بیوی ہو وہ بھی بہو ہی کے حکم میں ہے)
اور یہ (مذکورہ) سب رشتے دودھ کے ناتے سے بھی حرام ہیں (یعنی اگرچہ دودھ کے ناتے سے ہوں تو

مسائل منثورہ

مسائل متفرقہ

مسئلہ اگر عرفات والے اس بات کی گواہی دیں کہ حاجیوں نے وقوفِ عرفات ایک دن پہلے کرلیا ہی تو انکی گواہی قبول کرلیجائیگی (اور ان کا وہ وقوف کافی نہ ہوگا بلکہ دوبارہ کرنا ہوگا) اور اگر ایک روز کے بعد گواہی دیں تو قبول نہیں ہوگی (کیونکہ اب قبول کرنے سے بہت بڑا حرج لازم آتا ہی) اگر کسی نے (قربانی سے) دوسرے روز (یا تیسرے یا چوتھے روز) پہلے جمرے کی رمی چھوڑدی تو اب اسے اختیار ہی چاہے (دوسرے روز) سب جمروں پر رمی کرے اور چاہے فقط پہلے ہی پر کرے اگر کوئی (منت وغیرہ مان کے اپنے ذمہ) پاپیادہ حج کرنا واجب کرے تو اسے اسوقت تک سوار ہونا جایز نہیں ہی کہ جبتک وہ طوافِ رکن (یعنی طواف زیارت) کرے (کیونکہ یہ طواف فرض ہی اسپر حج ختم ہوجاتا ہی) اگر کوئی شخص احرام بندھی ہوئی لونڈی خریدے (اور اُس سے صحبت کرنی چاہے) تو پہلے اُسے حلال کرے (یعنی اُسکے بال وغیرہ کترڈالے) اور اسکے بعد اس سے صحبت کرے ÷

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

ف ہم سے پہلے ایسی کوئی عبادت نہیں ہی جو آدم علیہ السلام سے لیکر ابتک برابر جاری رہی ہو اور پھر جنت میں بھی جاری ہو سوائے نکاح اور ایمان کے اور تنہائی میں نفلیں پڑھنے سے نکاح چند وجہ سے افضل ہی اول تو یہ کہ سنتیں نوافل پر بالاجماع مقدم ہیں اور نکاح سنت ہی دوسرے یہ کہ اسکے ترک پر وعید وارد ہی بخلاف نوافل کے تیسرے یہ کہ آنحضرت علیہ السلام کبھی تنہا یعنی بے نکاح نہیں رہے اگر بے نکاح رہنا افضل ہوتا تو آپ ضرور ایسا کرتے چوتھے یہ سوجہ اولاد کے حصول کا سبب ہی فقہ و سنن مسئلہ نکاح ایک معاملہ ہی جو عورت سے فائدہ حاصل کرنیکی ملکیت پر قصداً ہوا کرتا ہی ف فائدہ حاصل کرنے سے یہاں صحبت کی حلت حاصل کرنا مراد ہی اور قصداً کی قید اسلیئے لگادی ہی کہ لونڈی کے خریدنے میں بھی اس سے صحبت کرنے کی حلت حاصل ہوجاتی ہی مگر چونکہ اصل مقصود خود اس لونڈی کی ملکیت ہوتی ہی اور صحبت کی حلت اسکے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتی ہی اسلیئے اسکی خرید کو نکاح نہیں کہہ سکتے مسئلہ اور نکاح (متوسط حالت میں) سنت ہی اور غلبہ شہوت کے وقت واجب ہی تاکہ زنا کا مرتکب نہو جاوے (اور یہ (ایک کے) ایجاب اور (دوسرے کے) قبول سے بندھ جاتا ہی بشرطیکہ یہ دونوں

نکاح کرنا درست ہی لیکن اس سے صحبت نکرے یہانتک کہ وہ اپنا حمل جن لے ہاں اگر وہ زانی ہی اس سے نکاح کرے تو اُسکو صحبت کرنی بھی بالاتفاق جایز ہی) نہ کہ اس عورت کا نکاح جسکا حمل حلال سے ہو (یہانتک کہ وہ جن نہ لے) اور جس عورت سے بسبب لونڈی ہونے صحبت کی گئی ہو یا جس سے کسی نے زنا کیا ہو یا جو (اسپر) حرام عورت کے ساتھ عقد میں آگئی ہو اس سے نکاح درست ہی ف حرام عورت کیساتھ عقد میں آنیکا یہ مطلب ہی کہ ایک شخص نے دو عورتوں سے نکاح کیا تھا اور انمیں سے ایک کسی رشتہ وغیرہ کے سبب اسپر حرام تھی تو اس صورت میں دوسری کا نکاح صحیح ہوجائیگا ع ت اور مہر جسقدر ٹھیرا ہو وہ سب اسی اکیلی کا ہی نکاح متعہ اور نکاحِ موقت بالکل باطل ہی ف متعہ کی یہ صورت ہی کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اتنے روپیہ پر اسلیئے نکاح کرتا ہوں کہ تجھ سے چندروز فائدہ اٹھاؤں اسمیں تمتع یا اسکے کا لفظ مذکور ہونا ضروری ہی متعہ کے معنے بھی فائدے ہی کے ہیں یہ شروع اسلام میں جائز تھا مگر پھر قیامت[1] تک کے لیئے منسوخ ہوگیا اور نکاح میعادی[2] یہ ہی کہ نکاح کی مدت معین کرکے گواہوں کے روبرو نکاح کے وقت ذکر کردیجائے یہ نکاح بھی جایز نہیں ہی - طوع ت اگر کسی عورت نے مرد پر (قاضی کے ہاں) یہ دعویٰ کیا کہ اسنے مجھ سے نکاح کرلیا ہی اور قاضی نے اسکے گواہ سنکر اسکے نکاح ہونے کا حکم دیدیا تو اب اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنا جائز ہی گو در اصل اس سے نکاح نہوا ہو ف یعنی گو اس مرد کو یہ یقین ہو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کیا بعض کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس مرد کو اس سے صحبت کرنی جائز ہے اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی ہی اور انکا آخری قول اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہی کہ اس سے صحبت کرنی اس مرد کے لیئے حلال نہیں ہی اور قاضی سے غلطی ہوگئی ہی کیونکہ گواہ بہتیرے جھوٹے ہوتے ہیں اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ قاضی نے تو وہ حکم لگایا جو اُسکے اختیار میں تھا اور اسکے نزدیک گواہ بھی سچے ہیں اگرچہ اسکے نزدیک سچے نہوں کیونکہ حقیقتِ صدق تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اسپر مطلع ہونا قریب قریب محالات کے ہی اور قاضی اس گواہی پر حکم لگادینے پر مامور ہی جو اسکے نزدیک سچی ہو لہذا اگر پہلے نکاح نہیں تھا تو گویا اب ہوگیا یعنی قاضی کے اس حکم نے جدید نکاح کردیا مگر اسمیں یہ شرط ہی کہ وہ

[1] یعنی بعد روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ متعہ تین مرتبہ حلال ہوا ہی لیکن تیسری دفعہ کی حلت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف یہ فرمادیا کہ اب میں متعہ کو ہمیشہ حرام کرتا ہوں کہ قیامت تک اسکو کوئی حلال نکرسکیگا اسی پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہی ۱۲ [2] یعنی نکاح موقت ۱۲

وہاں بھی یہی حکم ہی) اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا (یعنی دونوں سے نکاح کرلینا) یا دونوں کو خریدکر
دونوں سے صحبت کرنا (بھی) حرام ہی۔ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی (باندی) سے صحبت کرچکا تھا بعد میں اسکی
بہن سے نکاح کرلیا تو اب جبتک کہ اپنی لونڈی کو بیچ نہ دے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ بھی صحبت
نہ کرے (ورنہ دو بہنوں کا صحبت میں جمع کرنا لازم آئیگا اگرچہ ایک نکاحی ہی اور دوسری لونڈی ہی) اگر
کسی نے دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا اور یہ یاد نہیں رہا کہ پہلے کس سے ہوا تھا تو اس سے ان
ان دونوں کو علیحدہ کردیا جائے (یعنی قاضی اسکا نکاح ان دونوں ہی سے توڑ وادے اور ان دونوں کو
آدھا آدھا مہر ملنا چاہیئے **ف** نکاح توڑ دینے کی تو یہ وجہ ہی کہ انہیں سے ایک کا نکاح یعنی پچھلی کا یقیناً
نہیں ہوا لیکن اسکے معین کرنیکی کوئی صورت نہیں ہی لہذا دونوں کو اسی حکم میں لے لیا جائیگا اور دراصل
یہی وجہ دونوں کو مہر ملنے کی ہی کیونکہ یہ مسئلہ ہی کہ اگر صحبت سے پہلے عورت کو علیحدہ کردیا جائے تو وہ نصف مہر
کی مستحق ہوتی ہی اور چونکہ یہاں اس نصف کی مستحق کوئی معین نہیں ہی لہذا دونوں کو دیا جائیگا مرع
ت اور ایک آدمی کو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہی کہ (انکے آپس میں ایسا رشتہ ہی کہ) اگر انمیں
سے ایک کو مرد فرض کرلیا جائے تو اُسکو دوسری سے نکاح کرنا حرام ہی (مثلاً دونوں پھوپھی بھتیجی ہیں
اب اگر پھوپھی کو مرد خیال کریں تو اُسکو اپنی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہی اور اگر بھتیجی کو مرد سمجھیں تو اسکو
اپنی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہی) (زنا کرنا اور شہوت سے (فرج کو) ہاتھ لگانا یا دیکھنا (خواہ مرد کی طرف سے
ہو یا عورت کیطرف سے) دامادی کی حرمت کو ثابت کردیتا ہی (یعنی جیسا اپنی ساس سے نکاح حرام ہوتا
ویسا ہی اُس عورت کی ماں سے بھی جس سے زنا کیا ہو یا شہوت سے دیکھا یا ہاتھ لگایا ہو) اور اپنی طلاق دی ہوئی
عورت جبتک عدت میں ہو اسکی بہن سے نکاح کرنا اور اپنی لونڈی سے نکاح کرنا اور غلام کو اپنی آقا بیوی سے نکاح کرنا اور آتش پرست
اور بت پرست عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہی ہاں کتابیہ سے (خواہ وہ یہودن ہو یا نصرانی ہو) اور صابیہ
سے (یہ ایک فرقہ ہی جو فرشتوں کی تعظیم کرتا ہی) اور احرام بندھی ہوئی عورت سے اگرچہ یہ بھی احرام باندھے
ہوئے ہو اور دوسرے کی لونڈی سے اگرچہ وہ کتابیہ ہو اور لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کرنا درست ہے
اسکا عکس درست نہیں (یعنی اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اسپر لونڈی سے نکاح کرنا درست نہیں ہی
اگرچہ وہ آزاد عورت طلاق کی عدت ہی میں ہو) اور آزاد آدمی کے لیئے آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں سے
فقط چار جائز ہیں (یعنی چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہی خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں
اسی پر ساری امت کا اجماع ہی) اور غلام کے لیے دو ہی جائز ہیں اور جس عورت کو حمل زنا سے ہوا اس سے

دونوں کو یعنی نابالغ لڑکے اور لڑکی کو) بالغ ہونیکے بعد نکاح توڑ دینے کا اس صورت میں اختیار ہوگا کہ جب باپ
دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو بشرطیکہ (نکاح ٹوٹنے میں) قاضی بھی حکم لگا دے اگر نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا
اور اُسے اپنے کنوارے پن میں نکاح کی خبر ہوگئی اور وہ بالغ ہونے کے وقت چُپ رہی تو اب اُسکو نکاح توڑنے
کا اختیار نہیں رہیگا ہاں ایسے لڑکے کے چُپ ہونے سے اسکا اختیار نہیں جاتا جبتک کہ وہ اپنی رضامندی
ظاہر نہ کر دے گو یہ رضامندی دلالۃً ہی معلوم ہو اور نکاح ٹوٹنے سے پہلے جو ان دونوں میں سے مر جائیگا
تو دوسرا اس کا وارث ہوگا (یعنی اسکو اسکا ترکہ ملیگا) اور غلام (اگرچہ مکاتب ہی ہو) اور نابالغ لڑکا - دیوانہ
اور کافر مسلمان عورت کا (نکاح کرنے میں) ولی نہیں ہو سکتا اور اگر (ولی ہونے کے لیے) کوئی عصبہ نہو تو اسکی
ولی اسکی ماں ہے (پھر نانا) پھر حقیقی بہن پھر علاتی بہن (یعنی جو فقط باپ میں شریک ہو) پھر اخیافی بہن یا بھائی
(یعنی جو فقط ماں میں شریک ہوں) پھر اور ذوی الارحام (یعنی مثلاً پھوپھیاں پھر ماموں پھر خالائیں پھر
ماموں کی اولاد اور علی ہذا القیاس اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر حاکم اور دور کے رشتہ کے ولی کو اسوقت نکاح
کر دینا جائز ہے کہ جب قریب کے رشتہ کا ولی تین[1] دن (یا اس سے زیادہ) کے راستہ پر ہو اور پھر اُسکے آنے سے
(اگر وہ رضامند نہ ہو تو) نکاح ٹوٹ نہیں سکتا (اسی پر فتویٰ ہے) اور دیوانی عورت کا ولی اسکا بیٹا ہوتا
ہے باپ نہیں ہوتا **ف** یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا قول اسکے برعکس ہے
اور بہتر یہ ہے کہ انہیں سے ایک دوسرے کے کہنے سے کرے تاکہ بالاتفاق صحیح ہو جائے **فصل** جو عورت (اپنے
ولی کی بغیر اجازت کے) غیر کفو سے نکاح کرے تو ولی (یعنی عصبہ اگر چاہے تو) دونوں کو جدا کر دے (جبتک
کہ انکے اولاد نہ ہوئی اور اگر اولاد ہوگئی تو پھر ولی کو یہ اختیار نہیں ہے) اور بعض ولیوں کا رضامند ہو جانا
مثل سب کے رضامند ہو جانیکے ہے اور اگر ولی مہر لیلے یا جہیز کا بندوبست کر دے یا شوہر کا تحفہ قبول کر لے تو
یہ اسکی رضامندی کا ثبوت ہے اور اگر وہ اس نکاح کی خبر سُنکر چپ ہو رہا تو اس سے رضامندی ثابت نہیں
ہو سکتی اور ایک دوسرے کا کفو چند امور میں اسکے برابر ہونے سے ہوتا ہے اوّل[2] یہ کہ نسب میں دونوں برابر
ہوں پس قریش سب آپس میں کفو ہیں اور انکے سوا عرب آپس میں کفو ہیں دوسرے[3] یہ کہ حُر ہونے (یعنی آزاد
ہونے) اور مسلمان ہونے میں دونوں برابر ہوں اور جسکے فقط باپ دادا ہی حُر اور مسلمان ہوں وہ اسکا کفو
ہے جو کئی پشتوں سے حُر اور مسلمان چلا آتا ہو تیسرے[4] دیانتداری اور روپیہ پیسہ اور پیشہ میں برابر ہوں (یعنی

[1] مراد یہ ہے کہ نزدیک کے رشتے کی چیزیں خرید کر لانے لگے ۱۲ حاشیہ عینی علی [illegible] یعنی کم از کم شرعی سفر کا فاصلہ ہو اور شرعی سفر تین دن کا ہے کم نہیں تمام

عورت بعد نکاح کر دینے کے قابل ہو مثلاً دوسرے کی بیوی یا کسی عدت میں نہ ہو یا اسکی محرم وغیرہ
نہ ہو یعنی المحصنات +

باب الاولیاء والاکفاء

سرپرستوں کے اور ہمسروں کا بیان

ف اکفاء کفو کی جمع ہے جو ہمسر اور نظیر کے معنے میں آتا ہے اور ایسے موقع پر اس سے برادری بھی مراد لے
لیجاتی ہے ت آزاد عاقل بالغ عورت کا نکاح (اگر وہ) بلا ولی کے (کرے تو) ہوجاتا ہے ف یعنی بغیر
اجازت اور بدون اسکی موجودگی کے اور یہاں ولی سے عصبہ مراد ہے امام شافعی امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ
کا قول یہ ہے کہ عورتوں کے خود کرنے سے نکاح کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے
لا نکاح الا بولی وشاهدی عدل اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے الایم احق بنفسہا
من ولیہا اسکی صحت پر سب کا اتفاق ہے اور اس بارے میں امام شافعی وغیرہ کی حدیث صحیح نہیں ہے عینی
المحصنات اور کنواری بالغ لڑکی کا نکاح زبردستی نہ کیا جائے (خواہ وہ نکاح کرنیوالا یعنی ولی باپ
ہو یا دادا) ہو پس اگر ولی نے ایسی لڑکی سے اجازت مانگی (کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں) اور وہ خاموش ہوگئی
یا ہنس پڑی یا رو پڑی یا ولی نے (بدون اسکی اجازت کے) اسکا نکاح کر دیا اور جب اُسے خبر ہوئی تو
خاموش ہو رہی تو یہ اسکے اجازت دیدینے میں داخل ہے اور اگر ایسی لڑکی سے ولی کے سوا کسی اور نے
اجازت لی تو اس صورت میں اسکا زبان سے اجازت دینا (کہ ہاں تم کر دو مجھے منظور ہے) ضروری ہے جیسا
کہ اس عورت کا بھی صریح اجازت دینا ضروری ہے جسکا کنوارہ پن زائل ہوچکا ہو اور جس لڑکی کا کنوارہ پن
کودنے سے یا حیض آنے سے یا (اس خاص جگہ) زخم ہوجانے سے یا بالغ ہونیکے بعد بہت دنوں تک
شادی نہ ہونیکے سبب سے یا زنا کرانے سے جاتا رہا ہو تو وہ (حکماً) کنواری ہی ہے اگر نکاح ہونے کے بعد
میاں بیوی میں چپ رہنے کے اندر اختلاف ہو (یعنی میاں کہے کہ تو نکاح کی خبر سنکر چپ ہو رہی تھی اور
وہ کہے میں چپ نہیں ہوئی تھی میں نے انکار کر دیا تھا) تو اس صورت میں عورت کے کہنے کا اعتبار کیا
جائیگا اور ولی کو چھوٹے لڑکے لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے (خواہ وہ بیاہی ہو یا بے بیاہی) اور
ولی وراثت کی ترتیب پر عصبہ ہوتا ہے ف یعنی عصبوں کے ولی ہونے میں بھی وہی ترتیب ہے جو انکے وارث
ہونے میں ترتیب ہے جو وراثت میں مقدم ہوتا ہے وہی نکاح کے ولی ہونے میں بھی مقدم ہوگا ت اور ان

[illegible]

آقا کو اپنے غلام لونڈی کا زبردستی نکاح کر دینے کا اختیار ہوتا ہے **ف** اختیار ہونے سے یہ مراد ہے کہ
اگر وہ انکی بلا رضا مندی کر دیگا تو وہ نکاح صحیح ہو جائیگا ع **ت** اگر آقا نے اپنی لونڈی کا نکاح
کر دیا تھا اب اگر وہ) اپنی لونڈی کو (اسکے شوہر کے) صحبت کرنے سے پہلے قتل کر دے تو اشوہر کے ذمہ
سے مہر جاتا رہیگا ہاں اگر آزاد عورت صحبت ہونے سے پہلے خودکشی کرلے تو اسکا مہر نہیں جائیگا اور
عزل کے بارے میں لونڈی کے آقا کی اجازت ہونی چاہیئے **ف** عزل اسکو کہتے ہیں کہ صحبت کرتے وقت
انزال ہونے سے پہلے ذکر کو فرج سے نکال لے تاکہ انزال باہر ہو اور حمل نہ رہے ایسا کرنا جائز ہے
مگر مکروہ ہے اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک لونڈی کے کہنے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اسکے آقا
کی اجازت ہونی چاہیئے کیونکہ حق اسی کا ہے لونڈی کا نہیں ہے ع وط **ت** اگر لونڈی یا مکاتبہ (کا
کسی سے نکاح ہو گیا تھا اور پھر وہ) آزاد کر دیگی تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار دیدیا جائیگا (کہ نکاح
رکھے یا توڑ دے اور یہ اختیار اسی مجلس تک[1] رہیگا جسمیں ہر ایک کو اسکی خبر ہوئی ہے) اگرچہ اسکا شوہر
آزاد ہی ہو اور اگر لونڈی (آقا کی) بغیر اجازت کے نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد ہو گئی تو اسکا نکاح بدوں
اختیار کے قائم رہیگا پس اگر اسکا شوہر اسکے آزاد ہونے سے پہلے اس سے صحبت کر چکا ہے تو مہر آقا کو
ملیگا ورنہ مہر اس لونڈی کا ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے بیٹے کی لونڈی (یعنی باندی) سے صحبت کرلی تھی اسکے
بچہ ہوا تو اسنے دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور یہ باندی اسکی
ام ولد ہو جائیگی اور اس باندی کی قیمت اسپر واجب ہوگی اسکا مہر واجب نہیں ہوگا اور نہ اسکے بچہ کی
قیمت ہی واجب ہوگی اور اگر باپ نہ ہو (اور دادا ایسا کر بیٹھے) تو دادا کا دعویٰ مثل باپ ہی کے دعوے
کے ہے اور اگر بیٹا خود اپنی باندی کا نکاح اپنے باپ سے کر دے اور پھر اسکے اولاد ہو تو یہ باندی باپ کی
ام ولد نہیں ہوگی اور اس صورت میں باپ پر اسکا مہر واجب ہوگا اسکی قیمت واجب نہیں ہوگی اور
اسکی اولاد (بلا قیمت) آزاد ہے۔ ایک آزاد عورت (غلام کے نکاح میں تھی اس) نے اپنے شوہر کے آقا سے
کہا کہ تم اس کو ایک ہزار روپیہ کے عوض میری طرف سے (یعنی میرے نائب ہو کر) آزاد کر دو اسنے کر دیا
تو اب یہ نکاح ٹوٹ جائیگا اور اگر اسنے ایکہزار روپیہ کے عوض کا لفظ نہیں[2] کہا ہے تو نکاح نہیں جائیگا
اور (اس صورت میں) اسکی ولاء آقا کو ملیگی **ف** پہلی صورت میں نکاح نہ رہنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طرح
کہنے سے عورت اپنے شوہر کی مالک ہو جاتی ہے اور پھر وہ آزاد ہو جاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی عورت

---

[1] یہ حکم اس صورت میں ہے کہ لونڈی بالغہ ہو اور اگر نابالغہ ہے تو اس کو بالغ ہونے تک اختیار رہیگا ۱۲ ط و رحل [2] بلکہ فقط یوں
کہا اس کو میری طرف سے آزاد کر دو ہزار وغیرہ کا نام نہ لیا تو نکاح قائم رہے گا ۱۲ ع

لیکن بلا مہر ع ت اور اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت سے ایک مردار جانور کے بدلہ میں یا بدون مہر کے نکاح کر لیا اور ایسا نکاح انکے نزدیک جایز تھا پھر اس عورت سے صحبت کی یا صحبت سے پہلے طلاق دیدی یا مر گیا تو (دونوں صورتوں میں) اس عورت کو مہر کچھ نہیں ملیگا اور دار الحرب میں اگر وہاں کے باشندے ایسا کریں تو ان کا بھی (بالاتفاق) یہی حکم ہے اور اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت سے معین شراب یا معین سور پر نکاح کیا (یعنی انہیں سے کوئی چیز مہر میں دیدی ٹھیری) اور اسپر قبضہ ہونے سے پہلے (میاں بیوی) دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک مسلمان ہوگیا تو (امام صاحب کے نزدیک) وہ شراب اور سور اُس عورت کا ہے اور اگر شراب اور سور کو معین نہیں کیا تھا تو عورت کو شراب کی قیمت ملیگی اور سور ہونیکی صورت میں مہر مثل ملیگا۔

باب نکاح الرقیق

(غلام لونڈی وغیرہ کے نکاح کرنیکا بیان)

ت غلام لونڈی۔ مکاتب۔ مدبر اور ام ولد کا نکاح انکے آقا کی اجازت بغیر نہیں ہوسکتا پس اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا تھا تو مہر (ادا نہ ہونے کی صورت) میں وہ غلام فروخت کر دیا جائیگا اور مدبر اور مکاتب کما کر مہر ادا کرینگے یہ مہر (وصول کرنے) میں فروخت نہیں کیے جائینگے اور آقا کا غلام سے یہ کہنا کہ تو اُسے رجعی طلاق دیدے نکاح موقوف کی اجازت ہے ف یعنی یہی غلام کا نکاح جو آقا کی اجازت پر موقوف تھا اسکی اجازت ہے کیونکہ رجعی طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے گویا ایک غلام نے اپنے آقا کی اجازت بغیر نکاح کر لیا تھا اسے خبر ہوئی تو اُسنے یہ کہا کہ اسے رجعی طلاق دیدے اسوقت اس کا یہ کہنا نکاح کی اجازت ہوجائیگا ع ت نہ کہ یہ کہنا کہ اسے طلاق دیدے یا اسے الگ کر دے (یعنی یہ کہنا اجازت میں شمار نہیں ہوگا) اور (آقا کا غلام کو) نکاح کی اجازت دینا نکاح فاسد کو بھی شامل ہوگا (یعنی اسمیں بھی صحبت کے بعد مہر ادا کرنے میں اسکو فروخت کر دیا جائیگا) اگر آقا نے خود ماذون غلام کا کسی عورت سے نکاح کر دیا (اور غلام کے ذمہ قرض تھا) تو وہ نکاح صحیح ہوجائیگا اور وہ عورت اپنا مہر وصول کرنے میں مثل اور قرضخواہوں کے ہوگی (اور غلام ماذون وہ ہے جسے آقا نے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہو) اگر کسی نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا ہے تو اُسپر یہ واجب نہیں ہے کہ انکو رات کو علیحدہ بھی سلایا کرے بلکہ یہ لونڈی اپنے آقا ہی کی خدمت کرے اور جب اسکے شوہر کا قابو چلے وہ اس سے صحبت کر جایا کرے اور

سلہ یہ کہ اگر اس سے کھانا کپڑا نہ دیا گیا اور اس عورت نے قرض لیکر کھایا تو اس قرض کی ادائیگی میں بھی یہ فروخت کر دیا جائیگا ۱۲ حاشیہ چلپی ابعینی

ہیں ایک آزاد تھا تو اب اس عورت کا مہر یہی ایک غلام ہی اور نکاح فاسد میں مہر مثل صحبت کرنے سے
واجب ہوتا ہی ف نکاح فاسد اُسکو کہتے ہیں کہ جسمیں نکاح کی شرطوں میں سے کوئی شرط جاتی رہے
مثلاً گواہ نہ ہوں باقی اسکی تفصیل آگے آئیگی ۔ط ت اور وہ بھی مقرر شدہ سے (یعنی جو میاں بیوی
میں ٹھیر چکا ہی اس سے) نہ بڑھایا جائے اور اس نکاح (بچہ کا نسب اور (عورت کے ذمہ) عدت ثابت
ہوجاتی ہی اور مہر مثل عورت کے باپ کے خاندان کا معتبر ہوتا ہے (یعنی بہنوں اور پھپھیوں کا مہر مہر مثل
ہوتا ہی جب کہ یہ دونوں عورتیں عمر میں ۔ خوبصورتی میں ۔ مالداری میں ۔ شہری ہونے میں ۔ ہمعصر اور
عقلمندی اور دینداری اور کنوارے ہونے میں دونوں برابر ہوں پس اگر (باپ کے خاندان میں) کوئی ایسی
عورت نہ ہو (جو ان آٹھوں امور میں اسکے برابر ہو تو اس کا مہر اجنبی عورتوں کے مہر کو دیکھ کر ٹھیرادیا
جائیگا اگر (شوہر کیطرف سے) عورت کا ولی مہر کا ضامن ہوجائے تو یہ جایز ہے اور پھر عورت کو اختیار
ہے چاہے وہ مہر کا تقاضا شوہر پر کرے (کیونکہ اس سے نکاح ہوا ہی) اور چاہے ولی پر کرے (کہ
وہ ضامن ہوگیا ہی) اور (اگر مہر معجل ٹھیرا تھا تو) عورت کو مہر (نہ ادا کرنے) کی وجہ سے اتنا اختیار
ہی کہ وہ اپنے ساتھ اسکو صحبت نہ کرنے دے یا اسکے سفر میں ہمراہ لیجانے سے نہ جائے اگرچہ وہ ایکدفعہ
اس سے صحبت کر بھی چکا ہو اور اگر مہر کی مقدار میں میاں بیوی کا جھگڑا ہوجائے (بیوی زیادہ کہے
اور میاں کم بتلائے) تو مہر مثل پر فیصلہ کیا جائیگا (یعنی دونوں میں سے جو مہر مثل کی برابر کہیگا اُسی
کا کہنا معتبر ہوگا اور اس سے قسم بھی لیلی جائیگی) اور اگر اسکو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہی تو
ایک جوڑا کپڑے دینے کا حکم دیا جائیگا (جو اس جیسی عورت کو ملتا ہوگا) اور اگر اصل مہر کے ٹھیرنے ہی
میں اختلاف ہو (مثلاً عورت کہے ٹھیرا تھا اور مرد کہے نہیں ٹھیرا تھا تو (بالاجماع) مہر مثل واجب ہوگا اور
اگر یہ (میاں بیوی) دونوں مرگئے اور انکے وارثوں کا مہر کی مقدار میں جھگڑا ہوا تو شوہر کے وارثوں کے
کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اور اگر میاں نے اپنی بیوی کو کوئی چیز بھیجی تھی اسکے بعد دونوں میں جھگڑا ہوگیا
بیوی کہتی ہی کہ وہ سوغات تھی اور میاں کہتا ہی وہ مہر میں تھی تو ایسے موقع پر مع قسم کے مرد کے کہنے کا
اعتبار کیا جائیگا بشرطیکہ وہ اسی وقت کھانے کی نہ ہو ف مثلاً گوشت روٹی اور وہ میوے نہ ہوں جو
جلدی بگڑ جاتے ہیں بلکہ وہ ایسی چیز ہے کہ اسی وقت کے کھانے کی نہیں ہی مثلاً شہد ہی یا گھی ہے یا
کوئی جانور وغیرہ ہی تو اسوقت شوہر کے کہنے کا اعتبار کرکے اور اس سے قسم لیکر مہر میں محسوب کردیا جائیگا
اور اگر ایسی چیز ہے کہ وہ اسی وقت کے کھانے کی ہی تو اس میں عورت کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا مگر قسم

ف [illegible] یعنی گوشت [illegible] عورت کے کہنے کا اعتبار کرکے تحفہ دیا [illegible] اور مہر [illegible] ہوگا ۱۲ حاشیہ

غلام ہو تو عورت کو اس سے خدمت لینی جائز ہی (یعنی اس صورت میں شوہر کی خدمت ہی مہر ہو جائیگی) اگر
عورت کا ایک ہزار روپیہ مہر تھا اور وہ اُسنے (صحبت ہونے سے پہلے) وصول کرکے شوہر کو بخشدیا اسکے بعد
صحبت (یا خلوت صحیحہ) ہونے سے پہلے اسے طلاق ملگئی تو اب شوہر پانسو روپیہ اس عورت سے پھیر لے
(کیونکہ وہ ایک ہزار لے چکی ہی اور مستحق پانسو ہی کی تہی) ہاں اگر اسنے (پورا مہر یعنی) ایک ہزار نہیں لیے
لیے تھے یا پانسو ہی لیے تھے اور (پہلی صورت کے لحاظ سے) ایک ہزار یا (دوسری صورت کے اعتبار سے) اسکو
شوہر کو بخشدیا یا مہر کا اسباب قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد شوہر کو بخشدیا اور ان تینوں صورتوں میں صحبت ہونے سے پہلے اسکو طلاق ملگئی تو اب شوہر کچھ
ف تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہی کہ ایک ہزار مہر ٹھیرایا اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی اور عورت نے
وہ ایک ہزار ابھی وصول نہیں کیے تھے بلکہ اسی کو بخشدیے اس صورت میں قیاس تو یہ چاہتا ہی کہ شوہر
اس سے پانسو وصول کرے چنانچہ اسمیں امام زفر کا قول یہی ہی مگر ہمارے نزدیک استحسان یہ ہی کہ اب اس
نے اسلیے کہ اسکا مقصود حاصل ہو گیا ہی وہ یہ کہ صحبت کرنے سے پہلے طلاق دینے پر نصف مہر کا جو
دیندار ہوتا اس سے بچ گیا ہے بس یہی کافی ہی اور دوسرے مسئلہ میں عورت نے اپنے حق سے زیادہ نہیں
لیا دوسرے وہ حصول مقصود کی دلیل یہاں بھی ہی اور تیسرا مسئلہ صاف ظاہر ہے منتخلص ملخصاً اگر
کسی نے ایک ہزار مہر پر اس شرط سے نکاح کیا کہ میں اس عورت کو باہر نہیں لیجاؤنگا یا اسپر دوسری
نہیں کرونگا یا یہ شرط کی کہ اگر میں اس عورت کو اس شہر میں رکھونگا تو ہزار دونگا اور اگر باہر لیجاؤنگا
تو دو ہزار دونگا اب اگر اسنے اس شرط کو پورا کر دیا اور اسی شہر میں رکھا تو عورت ایک ہزار کی مستحق ہوگی
اور اگر اسنے شرط پوری نہیں کی (مثلاً اسے لیکر باہر چلا گیا) تو اسکو مہر مثل دینا ہوگا اور اگر اس طرح نکاح
کیا کہ دو غلام سامنے کرکے یہ کہا کہ مہر میں یہ غلام ہے یا یہ غلام ہی (اور ان دونوں کی قیمت میں بہت
فرق ہی مثلاً ایک پانسو کا ہی دوسرا ہزار کا ہی) تو اس صورت میں مہر مثل دینے کا حکم کیا جائیگا اور اگر
گھوڑے یا گدھے پر نکاح کیا (یعنی مہر میں انکے دینے کا وعدہ کیا) تو اوسط درجہ (کا گھوڑا گدھا) یا
قیمت واجب ہوگی اور اگر کپڑے یا شراب یا سور پر نکاح کیا (یعنی انہیں سے کوئی چیز مہر ٹھیری) یا کہا
اس سرکہ پر نکاح کرتا ہوں اور وہ سرکہ نہیں تہا بلکہ شراب تھی یا کہا کہ اس غلام پر کرتا ہوں اور وہ
غلام نہیں بلکہ آزاد تھا تو ان سب[۵۱] صورتوں میں مہر مثل واجب ہی اور اگر کسی نے مہر میں دو غلام دیدیے

[۵۱] یہ بھی کہ باب کے بعد متفرق مسئلوں کے بیان میں یہ آجائیگا کہ بعض معاملات ایسے ہیں کہ ان میں شرطیں لگنے سے وہ شرطیں ہی باطل ہو جاتی [illegible] دینے سے نکاح بھی [illegible] جب یہ شرط باطل ہوئی تو عورت کے لیے مہر مثل کا استحقاق ضروری ہی ۱۲ مترجم [۵۲] [illegible]
[illegible] ایک اگلے تحت میں ہیں ۱۲ مترجم

مہر ہو سکتی ہی اور ہماری دلیل یہ ہی جو جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہی کہ لا مہر اقل من عشرة دراھم یعنی مہر دس درم سے کم نہیں ہوتا۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہی عینی ملخصاً ت اگر کسی نے دس درم یا اس سے کم مہر ٹھیرایا تو صحبت ہونیکے بعد (اگر وہ لینا چاہیگی) یا دونوں میں سے ایک کے مرجانے پر یا خلوت صحیحہ[1] ہونے پر اس عورت کو دس ہی درم ملینگے اور صحبت (یا خلوت صحیحہ) ہونے سے پہلے طلاق دیدینے سے مہر نصف رہ جاتا ہی اور اگر مہر ٹھیرایا نہیں تھا یا اسکی نفی کردی تھی (یعنی یہ کہدیا تھا کہ مہر نہیں دونگا) تو اب اگر یہ شوہر صحبت کر چکا یا مر گیا تو اس عورت کو مہر مثل ملیگا (یعنی جتنا اسکی بہنوں اور پھوپھیوں کا ہوتا ہوگا اتنا ہی اسکو ملیگا) اور اگر (ایسے نکاح میں صحبت اور خلوت) کرنے سے پہلے طلاق دیدی تو ایک متعہ ہی (یعنی شوہر پر عورت کو ایک جوڑا دینا واجب ہی) اور متعہ ایک کرتی۔ اوڑھنی اور چادر کو کہتے ہیں اگر نکاح ہونیکے بعد کوئی چیز ٹھیری یا مہر بڑھا دیا گیا تو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدینے پر اسکو نصف نہیں دینگے اور عورت کو اپنا مہر کم کر دینا جایز ہے اور شوہر کا اکیلی عورت کے پاس جانا بشرطیکہ نہ (دونوں میں سے) کوئی بیمار ہو نہ عورت حیض (و نفاس) سے ہو نہ کوئی احرام باندھے ہوئے ہو نہ کسی کو فرض روزہ ہو اور یہ مثل صحبت کر چکنے کے ہی اگرچہ مرد کا ذکر کٹا ہوا یا وہ عنین یا خصی ہو اور اس خلوت کے بعد طلاق دینے یا شوہر کے مرجانے پر احتیاطاً عدت واجب ہوتی ہی اور ہر طلاق والی عورت کو ایک جوڑا دینا مستحب ہی (خواہ اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو) سوائے مفوضہ عورت کے بشرطیکہ اُسے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہو ف یعنی مفوضہ کو جوڑا دینا مستحب نہیں ہی بلکہ واجب ہی اور مفوضہ وہ عورت ہی جسنے اپنے آپکو شوہر کے سپرد کر دیا ہو اور اسکا نکاح بدوں ذکر کئے مہر کے ہو گیا ہو ع ت اور (نکاح) شغار میں اور (مہر ادا کرنے کے لیے) آزاد شوہر کے اس عورت خدمت کردینے اور اسکو قرآن پڑھا دینے میں بھی مہر مثل ہی واجب ہوتا ہی ف نکاح شغار اسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کردے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کردے اس شرط پر کردے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کردے اور مہر یہ دونوں کا بدلہ ہی تو اگر ہو تو یہ دونوں نکاح درست ہیں مہر مثل دینا واجب ہوگا اسی طرح اگر کسی آزاد آدمی نے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں مہر کے بدلہ اتنے دنوں بیوی کی خدمت کردونگا یا قرآن پڑھا دونگا تو ان دونوں صورتوں میں بھی مہر مثل واجب ہوگا جسکی وجہ یہ ہے کہ جسکا اسوقت نام لیا گیا ہے وہ مال نہیں ہی اور مہر مال ہونا ضروری ہی ع ت ہاں اگر شوہر

[1] خلوت صحیحہ اسے کہتے ہیں کہ میاں بیوی ایک ایسے مکان میں ہوں کہ جہاں انکی اجازت بغیر اور کوئی نہ جا سکے اور نہ وہاں کوئی دینی عقلی تحیہ ہو اور نہ ان دونوں میں کوئی ایسا بیمار ہو جس سے صحبت نہ ہو سکے اور نہ رمضان کے روزے اور نہ عورت حیض یا نفاس سے ہو ۱۲ مترجم از شرح وقایہ

دونوں ہم پیشہ بھی ہوں) اگر کسی عورت نے کفو سے اپنے مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کر لیا تو اب ولی کو اختیار ہی کہ یا تو (قاضی کے ہاں دعویٰ کرکے) انہیں علیحدہ کرا دے اور یا وہ اسکا مہر مثل پورا کر دے اگر کوئی اپنے نابالغ لڑکے کی شادی غیر کفو میں کر دے اور مہر بہت تھوڑا اسا (یا بہت سا) مقرر کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائیگا باقی باپ اور دادا کے سوا اور کوئی ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہی **فصل** چچا کے بیٹے کو اختیار ہی کہ اپنے تائے کی بیٹی کا نکاح اپنے سے کرے اور وکیل کو اپنی موکلہ عورت کا نکاح اپنے سے کر لینا جائز ہی (بشرطیکہ اُسنے وکیل اپنا نکاح ہی کر دینے کو کیا ہو۔ اور غلام۔ لونڈی کا نکاح اگر آقا کی بلا اجازت کے ہو گیا ہو تو اُسکی اجازت پر موقوف رہیگا جیسا کہ فضولی کا نکاح موقوف رہتا ہی **ف** فضولی ف کے پیش سے لغت میں اسکو کہتے ہیں جو فضول کاموں میں پڑا ہوا ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جو نہ کسی کا وکیل ہو نہ قاصد ہو بلکہ آپ ہی اپنی طرف سے کسی کا کسی سے نکاح کر دے تو وہ بھی موقوفاً منعقد ہو جاتا جسکے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر وہ میاں بیوی خبر ہوتے ہی مان گئے تو ہو گیا ورنہ خیر یہی قول امام مالک۔ اہل مدینہ حسن سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی کا ہی لیکن امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ فضولی کا نکاح بالکل بیکار ہی یعنی **ملخصات** اور عقد (نکاح) کا ایجاب غائب نکاح کرنیوالے کے ایجاب پر موقوف نہیں رہتا **ف** اسکی صورت یہ ہی کہ ایک عورت نے دو گواہوں کے روبرو کسی کی بابت یہ کہا کہ وہ مجھ سے نکاح کرے اور وہ نکاح کرنیوالا غایب ہی اس مجلس میں نہیں ہی اور نہ اُسکی طرف سے اُسکو اور کسی نے قبول کیا تو اس عورت کا یہ ایجاب اُسکے آنے پر موقوف نہیں رہیگا بلکہ اُسکے آنیکے بعد پھر نئے سرے سے ایجاب کرنا چاہیئے یعنی **ملخصات** اگر کوئی (کسی کی طرف سے) ایک عورت سے نکاح کر دینے پر مامور (یعنی اسکا وکیل) ہو اور وہ (ایک عقد میں) دو عورتوں سے کر دے تو یہ (اپنے مؤکل یا آمر کا) مخالف ہی نہ کہ لونڈی سے کر دینے والا (یعنی اگر وہ وکیل لونڈی سے نکاح کر دیگا تو مخالف نہیں کہلائیگا۔

باب المہر

مہر کا بیان

ت نکاح بغیر مہر ذکر کیئے درست ہو جاتا ہی اور کم سے کم مہر دس درم کا ہوتا ہی **ف** جو تخمیناً دو روپے دس آنے ہوتے ہیں اور ائمہ میں سے ہر ایک نے مہر کی مقدار وہی ٹھیرائی ہی جو ایک عضو بیکار کرنے میں چوری کا نصاب ہی مثلاً امام مالک رح کے نزدیک چوتھائی دینار اور تین درم ہیں ابن شبرمہ پانچ درم کہتے ہیں ابراہیم نخعی کے ہاں کم از کم چالیس درم ہیں امام شافعی اور امام احمد رح کا قول یہ ہی کہ جو چیز بیع میں قیمت ہو سکے وہ

سلہ اصل عربی میں یہاں شطر کا لفظ ہی جسکے معنے الضعف یا جزو کے ہیں یہاں اس سے ایجاب مراد ہی ۱۲ حاشیہ چلپی سلہ یعنی ان دونوں عورتوں میں سے مؤکل کو ایک بھی رکھنی لازم نہ ہوگی ۱۲ اطلاع

مسلمان ہو کر دار الاسلام میں چلا آنا اُن میاں بیوی میں جدائی ہوجانیکا سبب ہے ہاں اگر دونوں میں سے ایک قید ہو کر مسلمانوں کے ملک میں آگیا یا مسلمانوں کے ملک سے قیدی ہو کر دار الحرب کو چلا گیا تو اس سے دونوں میں جدائی نہ ہوگی یعنی ت اگر کوئی عورت دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائے اور اُسے حمل نہو تو وہ بلا عدت گذارے نکاح کرلے (یہ حکم امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اسپر عدت لازم ہی) اور میاں بیوی میں سے ایک کے مرتد ہوجانے سے نکاح اسی وقت ٹوٹ جاتا ہی (یعنی جس وقت کوئی مرتد ہوا) پس اگر عورت سے صحبت کرنیکے بعد شوہر مرتد ہوجائے تو اس عورت کو پورا مہر دینا لازم ہی اور اگر ابھی صحبت نہیں کی تھی تو نصف مہر دینا لازم ہی اور اگر عورت مرتد ہوئی ہی تو پھر اسکی کوئی چیز واجب نہیں ہوتی (کیونکہ اب تو جدائی عورت ہی کی طرف سے ہوئی ہی) اور مسلمان ہونے سے انکار کرنا مرتد ہونیکی نظیر ہے (یعنی مہر کے واجب ہونے نہ ہونے وغیرہ میں جو حکم مرتد کا ہی وہی اس منکرِ اسلام کا ہی) اگر میاں بیوی دونوں مرتد ہوگئے اور پھر ساتھ ہی دونوں مسلمان ہوگئے تو انمیں جدائی نہ ہوگی لیکن اگر آگے پیچھے مسلمان ہوئے ہیں تو دونوں میں جدائی ہوجائیگی +

باب القسم

(عورتوں کی باری کا بیان)

ت قسم ق کے زبر اور س کے جزم سے لغت میں حصے معین کرنے کو کہتے ہیں اور ق کے زیر سے مطلق حصے کے معنے میں ہی اور شرع میں ق کے زبر سے اپنی بیویوں میں برابری کرنے کو کہتے ہیں (یعنی کھلانے پہنانے اور مکان وغیرہ کے دینے میں اپنی سب بیویاں ہوں سب کو برابر سمجھے حتیٰ کہ اگر شوہر کا کام رات کے کرنیکا ہو مثلاً وہ سپاہی وغیرہ ہو تو وہ دن کو بمنزلہ رات کے کرے اور یہ تقسیم واجب ہی یعنی فتح المضمات باری کی حقدار ہونے میں کنواری مثل بیاہی کے ہی اور نئی مثل پرانی کے ہی اور مسلمان عورت مثل اہل کتاب کے ہی ف کنواری سے مراد وہ ہی جسکی اوّل ہی شادی ہوئی ہو اور بیاہی سے مراد وہ ہے جسکی دوبارہ شادی ہوئی ہو ت اور حرہ (یعنی آزاد عورت) کی باری لونڈی سے دگنی ہی اور مرد کو اختیار ہی کہ سفر میں جس بیوی کو چاہے اپنے ساتھ لیجائے ہاں انہیں قرعہ ڈال لینا مستحب ہے (پھر جسکے نام قرعہ نکل آئے اُسی کو لیجائے اور یہ سفر کے ایام اسکی باری میں شمار نہیں کیے جائینگے) اگر کسی عورت نے اپنی باری دوسری کو بخشدی ہو تو پھر اُسے واپس کرلینے کا اختیار ہی +

کتاب الرضاع

اپنے شوہر کی مالک ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح نہیں ہٹتا اور دوسری صورت میں چونکہ لینے بدلہ یا عوض کا ذکر نہیں کیا اسلیئے وہ شوہر کی مالک نہ ہوئی اور نکاح بدستور رہا اور ولا اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کے مرنے کے بعد اگر اسکا کوئی وارث قرابت دار نہو تو وہ اسکے آزاد کرنیوالے کو پہنچ جائے پس چونکہ اس دوسری صورت میں آزاد کرنیوالا آقا ہے لہذا ولا اسی کی ہے۔

باب نکاح الکافر[1]

کافر کے نکاح کا بیان

ت اگر کوئی کافر بغیر گواہوں کے یا (دوسرے) کافر کی عدت میں نکاح کرلے اور یہ انکے دین میں جائز ہو پھر دونوں (میاں بیوی) مسلمان ہو جائیں تو انکو اسی نکاح پر رہنے دینگے (جدید نکاح کرنیکی ضرورت نہیں ہے) ہاں اگر وہ محرم ہو (یعنی اس کافر نے اپنی ماں بہن وغیرہ سے نکاح کر رکھا ہو اور دونوں مسلمان ہو جائیں) تو انکو جدا کر دیا جائیگا (اگرچہ انکے مذہب میں ایسا کرنا جائز ہو) اور مرتد مرد اور عورت کا نکاح کسی سے نہ کیا جائے ف یعنی نہ مسلمان سے نہ کافر سے خواہ کافر مجوسی ہو ذمی ہو یا اور کوئی ہو کیونکہ نکاح کا دارمدار مذہب پر ہوتا ہے اور مرتدوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اسلیئے کہ مرتد کے معنے دین سے پھرے ہوئے کے ہیں اور جس دین کو وہ اختیار کرتا ہے اسپر بھی قائم نہیں رہا کرتا ع ت اولاد اپنے ماں باپ میں سے دین میں بہتر کے تابع ہوتی (مثلاً باپ مسلمان ہے اور ماں کافر ہے تو انکی اولاد کو مسلمان تصور کیا جائیگا) اور مجوسی اہل کتاب سے بدتر ہیں (یعنی اگر ایک بچہ کی ماں مجوسن ہے اور باپ یہودی یا نصرانی ہے تو اس بچہ کو باپ کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی تصور کیا جائیگا) اگر میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو دوسرے سے بھی مسلمان ہونیکے لیئے کہا جائے اگر وہ ہو جائے تو فبہا (دونوں کا نکاح بدستور رہیگا) ورنہ دونکو جدا کر دیا جائے اور مرد کا مسلمان ہونے سے انکار کرنا طلاق ہے (یعنی اسکے انکار کرنے ہی سے عورت کو طلاق ہو جاتی ہے) عورت کا مسلمان ہونیسے انکار کرنا (بالاتفاق) طلاق نہیں ہے (کیونکہ طلاق عورت کیطرف سے نہیں ہو سکتی) اگر میاں بیوی میں سے ایک دار الحرب میں مسلمان ہو جائے تو جبتک عورت تین دفعہ حیض سے نہ ہوئے (یا تین مہینے نہ گذر جائینگے) وہ اپنے میاں سے علیحدہ نہیں ہوگی اور اگر کتابی[2] عورت کا شوہر (یعنی یہودن یا نصرانن کا شوہر) مسلمان ہو جائے تو اسکا نکاح بدستور رہیگا اور دونکو کا مختلف ہونا (میاں بیوی میں) جدائی کا سبب ہے نہ کہ قید میں آنا ف یعنی ہمارے نزدیک ایک آدمی کا دار الحرب

---

[1] کافر کا لفظ ذمی مشرک اور آتش پرست وغیرہ سب کو شامل ہے ۱۲ منہ [2] اسکی وجہ یہ ہے کہ یہودی یا نصرانی عورت سے تو ویسے بھی نکاح کرنا جائز ہے یعنی اگرچہ یہ اپنے ہی مذہب پر ہوں تو مسلمان ہونے کے بعد نکاح باقی رکھنا تو بہت ہی آسان ہے ۱۲ عینی ان عاشیہ اصل

اسکا بھائی چچا ہی اور اسکی بہن اسکی پھوپھی ہی اور اپنے رضاعی بھائی اور نسبی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا درست ہوسکتا ہی ف مثلاً زید کی دو بیبیاں ہیں اور دونوں کے دو لڑکے ہیں اور ایک کے پہلے خاوند سے ایک لڑکی بھی تو یہ لڑکی دوسری بی بی کے لڑکے کے لیے حلال ہی کیونکہ ان دونوں میں کوئی قرابت نہیں ہی اور یہ مثال دونوں صورتوں کے لیے ہوسکتی ہی اسلیئے کہ جس بی بی کے ایک لڑکا ہی ہی اگر وہ اسکا حقیقی بیٹا ہی تو یہ لڑکی اُسکے نسبی بھائی کی بہن ہی اور اگر رضاعی ہی تو وہ رضاعی بھائی کی بہن ہی ع ت اور جن دو بچوں نے ایک چھاتی سے دودھ پیا ہو انہیں سے ایک کا دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں ہی (کیونکہ وہ دونوں بہن بھائی ہیں) اور نہ دودھ پلانیوالی کے ساتھ اور نہ اُسکی اولاد کی اولاد کے ساتھ اور جو دودھ کھانے میں ملا ہوا ہو وہ اس حرمت کو ثابت نہیں کرتا (برابر ہی کہ کھانا غالب ہو یا دودھ غالب ہو یا دونوں برابر ہوں) ہاں اگر پانی میں یا دوا میں یا بکری کے دودھ میں ملا ہوا ہو تو ہمیں غالب کا اعتبار کیا جائیگا (یعنی ان چاروں چیزوں میں سے کسی میں اگر دودھ غالب ہوا اور وہ کسی بچے نے پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوجائیگی ورنہ نہیں) اور کنواری (لڑکی کے اگر قریب البلوغ دودھ اُتر آئے تو اس) کا اور مری ہوئی عورت کا دودھ اس حرمت کو ثابت کرتا ہی لیکن اس دودھ کا حقنہ اس حرمت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ مرد کا اور نہ بکری کا دودھ ثابت کرتا ہی اگر کوئی عورت اپنی (شیرخوارہ) سوت کو اپنا دودھ پلادے تو (اس مرد پر) یہ دونوں حرام ہوجائینگی اور اس بڑی سے اگر مرد نے صحبت نہیں کی تھی تو اُسکو مہر بھی نہیں ملیگا (کیونکہ علیحدگی اسی کی طرف سے ہوئی ہی) اور چھوٹی کو نصف مہر ملیگا اور یہ نصف مہر مرد بڑی سے وصول کرلے اگر اُسنے جان بوجھ کر یہ نکاح کھویا ہو ورنہ کچھ نہ لے اور جس گواہی سے مال ثابت ہوتا ہی اُسی سے رضاعت بھی ثابت ہوجاتی ہی +

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

ف لغت میں طلاق مطلقاً قید کے اُٹھا دینے کو کہتے ہیں اور شرع میں یہ ہیں جو مصنف نے ذکر کیے ہیں اور مباح چیزوں میں سب سے زیادہ بُری چیز یہ طلاق ہی کیونکہ اسمیں نکاح کا توڑ دینا ہوتا ہی حالانکہ نکاح کم از کم سنت ورنہ واجب ہے عینی وغیرہ ت طلاق اس قید کے اٹھا دینے کو کہتے ہیں جو نکاح کے باعث شریعت سے ثابت ہوئی ہو عورت کو ایسے طہر میں ایک طلاق دینا جس میں اس سے صحبت نہ کی

سلہ عربی نسخہ میں یہاں ضرۃ کا لفظ ہے جسکے معنے سوت اور سوکن کے ہیں ۱۲ مترجم سلہ یعنی دودھ پلانیوالی بھی (جسنے دودھ پلایا ہے وہ بھی ۱۲ سلہ
اس الفاظ کے ہونیسے یہ معلوم ہوگیا کہ قید سے رہا ہونیکو شرعاً طلاق نہیں کہینگے کیونکہ وہ رہائی حسّاً ہے شرعاً نہیں ہے اگرچہ لغت کے لحاظ سے اسے بھی طلاق کہہ سکتے ہیں ۱۲

ت (شرع میں) رضاعت اسکو کہتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک خاص مدت میں (یعنی شیر خوارگی کی عمر میں تھوڑا یا بہت) کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پیئے اور اسکے سبب سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کے سبب سے حرام ہوتے ہیں اگرچہ ڈھائی برس کے اندر کم ہی پیا ہو لیکن رضاعی بھائی کی ماں اور اسکے بیٹے کی بہن حرام نہیں ہوتیں ف اسی طرح رضاعی بہن کی ماں بھی حرام نہیں ہوتی اور نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر وہ اسکا حقیقی یا اخیافی بھائی ہے تو اسکی ماں اسکی حقیقی ماں ہے اور اگر علاتی بھائی ہے تو اسکی ماں اسکے باپ کی موطوءہ ہے یعنی اس سے وہ صحبت کر چکا ہے اور یہ دونوں قطعی حرام ہیں علی ہذا القیاس نسبی بیٹے اور بیٹی کی بہن بھی حرام ہے کیونکہ اگر وہ اسکی حقیقی یا علاتی بہن ہے تو اسکی بیٹی ہی ہوگی اور اگر اخیافی ہے تو اسکی موطوءہ بیوی کی بیٹی ہے یہ دونوں بھی حرام ہیں اور رضاعت سے حرمت ثابت ہونے میں امام شافعی رح کا دو باتوں میں اختلاف ہے اول تو یہ کہ وہ اسمیں پانچ گھونٹ پینا شرط ٹھیرا تے ہیں اگر شیر خوارگی کی عمر میں کوئی دو تین گھونٹ پی لے تو انکے نزدیک یہ حرمت ثابت نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ایک گھونٹ سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے اور انکی دلیل یہ آیۃ ہے وامھاتکم اللاتی ارضعتکم (یعنی تمہاری وہ مائیں بھی حرام ہیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو) اس آیۃ میں حرمت کا دارمدار صرف دودھ پلانے پر ہے نہ پانچ چار گھونٹ ہونیکی شرط ہے اور نہ زیادہ ہونیکی قید ہے اور یہی حضرت ابن مسعود وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے بھی مروی ہے دوسرا اختلاف رضاعت کی مدت میں ہے کہ کس عمر تک دودھ پینے سے یہ حرمت ثابت ہوجاتی ہے اسمیں امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تیس[1] مہینے ہیں اور امام شافعی رح کے نزدیک دو برس امام صاحب کی دلیل یہ آیت ہے وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا (یعنی حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہیں) اس آیۃ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی علحدہ علحدہ مدت تیس تیس مہینے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ حمل دو برس تک نہیں رہتا لہذا یہ تیس مہینے دودھ چھڑانے ہی کی مدت رہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مدت دونوں کے مجموعہ کی ہے مگر جب اسمیں حمل کی اقل مدت مذکور ہے تو دودھ پلانے کی بھی مدت دو برس اقل ہی ہونی چاہیئے۔ اس مسئلہ میں صاحبین[2] بھی امام شافعی رح کے موافق ہیں اور فتویٰ انہی کے قول پر ہے یعنی دو برس ت اور دودھ پلانے والی کا وہ شوہر جس سے اسکے وہ دودھ ہوا ہو اس شیر خوار بچہ کا باپ ہے اور اسکا بیٹا بھائی ہے اسکی بیٹی بہن ہے

[1] یعنی ڈھائی برس ہیں ۱۲ [2] یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی رضاعت کی مدت دو ہی برس فرماتے ہیں ۱۲

یا میں نے تجھ کو طلاق دیدی اور ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی پڑتی ہے اگرچہ دینے والا ایک سے زیادہ کی یا بائن کرنے کی نیت کرے یا کچھ نیت نہ کرے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ رجعی طلاق کے اللہ جل جلالہ نے رجعت کو ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا الطلاق مرتان فامساک بمعروف الآیۃ۔ اور نیت نہ کرنے کی صورت میں اسوجہ سے پڑجاتی ہے کہ اُسکے معنے صاف ظاہر ہیں لہذا اسمیں کلام ہی کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے۔ اور رجعی طلاق اُسکو کہتے ہیں کہ اس سے نکاح فوراً نہیں جاتا بلکہ شوہر چاہے تو عورت سے رجوع کرسکتا ہے اور بائن طلاق وہ ہے جس سے نکاح اسی وقت جاتا رہتا ہے[۱] یعنی وغیرہ[۲] اور اگر یہ کہا کہ تو طلاق ہے یا طلاق بائی ہوئی طلاق ہے یا تو طلاق پائی ہوئی ہے اگر ان الفاظ سے اسنے کچھ نیت نہیں کی یا صرف ایک کی نیت کرلی یا دو کی کرلی تو فقط ایک طلاق رجعی پڑیگی اور اگر تین کی نیت کرلی ہے تو تینوں پڑجائینگی اور اگر طلاق کو تمام عورت کی طرف منسوب کیا یا بدن کے ایسے عضو کی طرف منسوب کیا جس سے سارا بدن تعبیر کرتے ہوں مثلاً گردن۔ گلے۔ روح۔ بدن۔ جسم۔ شرمگاہ۔ سر اور منہ کی طرف منسوب کیا (یعنی یوں کہا کہ تیری گردن پر طلاق ہے یا تیرے گلے پر علی ہذا القیاس) یا اسکے غیر معین حصہ کیطرف منسوب کیا مثلاً یہ کہا کہ تیرے آدھے یا تیرے تہائی پر طلاق ہے تو اس سے اسپر طلاق پڑجائیگی اور اگر ہاتھ یا پیر یا دبر کیطرف منسوب کیا (مثلاً یہ کہا تیرے ہاتھ پر طلاق ہے یا تیرے پیر پر طلاق ہے) تو اس سے طلاق نہیں پڑیگی اور آدھی طلاق یا تہائی طلاق دینے سے پوری طلاق پڑیگی اور اگر دو طلاقوں کے تین نصف کہے تو تین طلاقیں پڑجائیں گی اور اگر یہ کہا کہ ایک طلاق سے لیکر دو تک یا ایک سے دو تک کے درمیان میں تو ایک طلاق پڑیگی اور تین تک کہنے سے دو پڑیگی اور اگر کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے دو میں تو ایک ہی ہوگی اگر اسنے (دو کی) نیت نہ کی ہو یا ضرب (وحساب) کی نیت کرلی ہو اور اگر اس کہنے سے اسنے ایک اور دو کی نیت کی ہے تو تین طلاقیں ہوجائینگی اور اگر یہ کہا کہ تجھے دو طلاق ہیں دو میں تو دو ہی پڑینگی اگرچہ نیت ضرب[۳] کی کی ہو اور اگر یہ کہا کہ تجھے یہاں سے شام[۴] تک طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی[۵] پڑیگی اور اگر یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے مکہ میں یا مکہ کے بیچ میں یا گھر میں تو اس سے ایک طلاق اسی وقت پڑجائیگی اور اگر کہا کہ جب تو مکہ میں جائے تو تجھے طلاق ہے تو یہ تعلیق ہے (جب وہ مکہ میں داخل ہوگی اسپر طلاق پڑجائیگی) ؎

[۱] مگر ان یہ طلاق دینے والا اگر چاہے اور عورت کی بھی مرضی ہو تو یہ عدت ہی میں اس سے نکاح کرسکتا ہے اور اسکے سوا اور کسی کو اسکی عدت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے ۱۲ مترجم
[۲] یعنی اللہ نے چاہی کی نیت کرلی ہو ۱۲ [۳] یعنی ملک شام تک ۱۲ [۴] اسکی وجہ یہ ہے کہ طلاق میں طول یا عرض کا احتمال نہیں ہے لہذا اسکا شام تک وغیرہ کہنا بیکار ہے چونکہ طلاق کہہ چکا ہے لہذا رجعی پڑجائیگی ۱۲ حاشیہ اصل

ہو اور پھر اُسے چھوڑ دینا یہاں تک کہ اسکی عدت پوری ہو جائے اُسکو احسنؒ طلاق کہتے ہیں اور متفرق تین طہروں میں تین طلاقیں دینے کا نام طلاق حسنؒ اور طلاق سُنی ہے اور ایک طہر میں یا ایک لفظ سے تین طلاقیں دینے کو طلاق بدعی کہتے ہیں ف مثلاً یہ کہدے کہ میں نے تین طلاقیں دیں یا یہ ایک لفظ کے تین طلاقیں ہیں اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا بدعت ہے مگر دینے سے ہو جاتی ہے اور طہر اُن دنوں کو کہتے ہیں جن میں عورت کو حیض نہ آتا ہو اور یاد رکھنا چاہیے کہ موطوءہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس سے صحبت ہو چکی ہو اور غیر موطوءہ یا غیر مدخولہ وہ عورت ہے جس سے صحبت نہ ہوئی ہو ع غیر عورت اور غیر موطوءہ کو طلاق سُنی حالت حیض میں بھی ہو سکتی ہے کیونکہ جب اس سے صحبت نہیں ہوئی تو طلاق کے لیے اسکا حیض بھی طہر کے حکم میں ہے) اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو (اور اُسکو طلاق دینے کی ضرورت ہو) تو شوہر اسکی طلاق کو مہینوں پر منقسم کرے (یعنی سُنی طلاق دینے کی صورت میں ہر طہر کے عوض ایک مہینہ سمجھ لے) اور صحبت کے بعد عورتوں کو طلاق دینا جائز ہے اور موطوءہ کو حیض کی حالت میں طلاق دینا (وقت کے لحاظ سے) بدعت ہے لہذا اس سے رجعت کر لے (اور صحیح یہ ہے کہ اس بدعت کو مٹانے کے لیے اس سے رجعت کر لینا واجب ہے) اور اسکو دوسرے طہر میں طلاق دے اگر کوئی اپنی موطوءہ سے یہ کہے کہ تجھ کو سنت کے موافق تین طلاقیں ہیں تو اس عورت پر ہر طہر میں ایک طلاق پڑے گی (کیونکہ سُنی طلاق ایک طہر میں ایک ہی ہوتی ہے) اور اگر وہ تینوں طلاقیں اسی وقت پڑجانے کی نیت کرلے یا ہر مہینے میں ایک طلاق پڑنے کی نیت کرے تو یہ بھی درست ہے اور طلاق ایسے ہر شوہر کی پڑجاتی ہے جو عاقل اور بالغ ہو اگرچہ اس سے کسی نے زبردستی دلوادی ہو یا وہ نشہ میں ہو اور گونگے کی طلاق اُسکے اشارہ کر دینے سے پڑجاتی ہے برابر ہے کہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو ہاں لڑکے دیوانے سوتے ہوئے اور اس آقا کی طلاق نہیں پڑتی جو اپنے غلام کی بیوی کو دینے لگے اور طلاق (کی گنتی) کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہے چنانچہ آزاد عورت کی (طلاقیں) تین ہیں اور لونڈی کی دو ہیں (برابر ہے کہ اُنکے شوہر آزاد ہوں یا غلام ہوں طلاقیں اسی حساب سے ہونگی) ؎

باب الطلاق الصریح

صریح طلاق کا بیان

مسئلہ صریح طلاق یہ ہے مثلاً (کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ) تو طلاق والی ہے یا تو طلاق دی ہوئی ہے

یا آدھے تہائی کی مالک ہوجائے تو نکاح ٹوٹ جائیگا اگر شوہر نے اپنی بیوی کو خرید لیا اور پھر طلاق دی تو یہ طلاق نہیں پڑیگی کیونکہ نکاح تو خریدنے ہی سے ٹوٹ گیا تھا سو اب طلاق پڑنے کا کوئی محل نہ رہا اگر کسی نے اپنی منکوحہ (لونڈی) سے یوں کہا کہ جب تیرا آقا تجھے آزاد کردے تو تجھے دو طلاق ہیں پھر اسکے آقا نے اسکو آزاد کردیا تو اس صورت میں شوہر کو رجعت کرلینی جایز ہے ف اسوجہ سے کہ شوہر نے جسے طلاق دی ہے تو وہ آزاد ہے اور آزاد عورت دو طلاق دینے سے قطعی حرام نہیں ہوتی ہاں اگر یہ لونڈی رہتی تو بیشک دو طلاقوں سے حرمت غلیظ کے ساتھ حرام ہوجاتی جیسے ت اگر لونڈی کا آزاد ہونا یا اسکی دونوں طلاقیں کل کے ہونے پر معلق ہوگئیں تو کل ہوجانے پر شوہر کو رجعت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور ان دونوں صورتوں میں اسکی عدت (بالاجماع برائے احتیاط) تین حیض ہونگے اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھلاکر کہے کہ تجھ کو اتنی طلاقیں ہیں تو اُسے تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اگر کسی نے یوں کہا کہ تجھے بائن طلاق ہے یا بائنہ طلاق ہے یا سب سے زیادہ فاحش طلاق ہے یا شیطان کی طلاق ہے یا بدعت کی طلاق ہے یا پہاڑ کی برابر طلاق ہے یا بہت ہی شدید طلاق ہے یا ایک ہزار کی برابر طلاق ہے یا گھر بھر طلاق ہے یا شدید طلاق ہے یا لمبی یا چوڑی طلاق ہے تو ان سب الفاظ سے ایک بائن طلاق پڑیگی اگر اسنے تین طلاقوں کی نیت نہ کی ہو اور اگر تین کی نیت کرلی تو تینوں ہی پڑجائینگی +

فصل فی الطلاق قبل الدخول

فصل صحبت کرنے سے پہلے طلاق دینے کا بیان

ت اگر شوہر اپنی غیر موطوءہ (بیوی) کو تین طلاقیں (اکٹھی) دیدے تو تینوں پڑجائینگی اور اگر الگ الگ دے (مثلاً کہے تجھے ایک طلاق ہے اور ایک ہے) تو وہ ایک ہی طلاق سے بائن ہوجائیگی (یعنی نکاح سے نکل گئی) اور اگر شوہر کے طلاق زبان سے نکالنے اور طلاقوں کی گنتی ذکر کرنے سے پہلے وہ عورت مرگئی تو یہ طلاق لغو ہوگی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور ایک یا ایک ایک سے پہلے یا ایک کہ اسکے بعد ایک ہے تو (ان تینوں صورتوں میں) ایک طلاق (بائنہ) پڑیگی (کیونکہ اسکے غیر موطوءہ ہونیکے باعث ایک طلاق پڑنے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی) اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور اگر یوں کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے بعد ایک کے یہ کہا تجھے ایک طلاق ہے کہ اس سے پہلے

مسئلہ غیر موطوءہ اس عورت کو کہتے ہیں کہ جس سے ابھی صحبت داری یعنی ہم بستری نہ کی ہو ۱۲ مترجم

فصل طلاق کو زمانے کیطرف منسوب کرنیکے بیان میں

اگر کوئی کہے کہ کل یا کل میں تجھے طلاق ہے تو صبح ہوتے ہی طلاق پڑجائیگی اور عصر کے وقت کی نیت کرلینی دوسرے لفظ میں درست ہوجائیگی (یعنی کل میں کہنے میں) اور اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے آجکل یا کل آج تو اسمیں پہلے لفظ کا اعتبار کیا جائیگا (کیونکہ جب پہلا لفظ زبان سے نکلا تو اسکا حکم اسی وقت ثابت ہوگیا اب دوسرا لفظ بولنے سے اسکا حکم نہیں بدلیگا) اور اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے پہلے اس سے کہ میں تجھے نکاح کروں یا کہا تجھے کل طلاق ہوگئی تھی حالانکہ اس سے نکاح آج کیا ہے تو یہ کہنا لغو ہے (کیونکہ نکاح ہونے سے پہلے طلاق نہیں ہوسکتی) اور اگر نکاح کل سے پہلے ہوچکا تھا تو اب اسوقت طلاق پڑجائیگی اور اگر یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے جبکہ میں تجھے طلاق نہ دوں یا کہا تجھے طلاق ہے جسوقت میں تجھے طلاق نہ دوں یا کہا جسوقت یا جبتک کہ میں تجھے طلاق نہ دوں اور خاموش ہوگیا تو فوراً طلاق پڑجائیگی ف اسلیے کہ اسنے طلاق کو ایسے زمانے کی طرف منسوب کیا ہے جو اسکے طلاق دینے سے خالی ہے ہاں اسکے خاموش ہونے کے وقت طلاق کا وجود ہوا ہے لہذا اسی وقت اُسکے اجرا کا حکم دیا جائیگا ع ت اگر یہ کہا کہ اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے یا کہا جب میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے اس سے طلاق نہیں پڑیگی (یعنی ان تینوں طرح کہنے سے طلاق نہیں ہوگی) یہاں تک کہ ان میاں بیوی میں سے ایک مرجائے[1] اور اگر یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اسوقت میں کہ میں تجھے طلاق نہ دوں تجھے طلاق ہے تو اس پچھلے لفظ سے طلاق پڑجائیگی، اور اگر کہا تجھے طلاق ہے جس روز میں تجھ سے نکاح کروں اور رات کو اس سے نکاح کرلیا تو طلاق پڑجائیگی بخلاف اس (صورت) کے کہ کوئی (اپنی بیوی سے) کہے کہ تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے (جس روز زید آئے تو اس صورت میں عورت کو اختیار جب ہی ہوگا کہ جب زید دن کو آئے) اگر یہ کہا کہ مجھ کو تیری طرف سے طلاق ہے تو یہ کہنا لغو ہوگا اگرچہ اُسنے طلاق دینے کی نیت کرلی ہو، اگر یہ کہا کہ میں تجھ سے بائن (الگ) ہوں یا کہا میں تجھ پر حرام ہوں تو ان دونوں صورتوں میں بائنہ طلاق پڑجائیگی۔ اگر یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے ایک طلاق سے یا نہیں ہے یا کہا میرے مرنے کے ساتھ تجھے طلاق ہے یا کہا تیرے مرنے کے ساتھ تجھے طلاق ہے تو یہ تینوں صورتیں لغو ہیں (ان سے طلاق نہیں پڑیگی) اگر شوہر اپنی ساری بیوی کا یا آدھی تہائی کا مالک ہوجائے یا بیوی اپنے سارے شوہر کی

[1] کیونکہ مرنے سے پہلے برابر احتمال طلاق دینے کا ہے اور مرنے پر یہ احتمال ختم ہوجاتا ہے ۱۲

مثلاً کسی نے ایک دفعہ کہا کہ تجھے طلاق ہی تو اس سے طلاق پڑگئی پھر کہا تجھے طلاق ہی تو اب دوسری پڑگئی کیونکہ نکاح باقی تہا یہ مثال صریح طلاق سے صریح طلاق کے ملنے کی ہی یا پہلے یہ کہا کہ تو بائن ہی اس سے ایک طلاق ہوگئی پھر کہا تجھے ایک طلاق ہی تو اب دوسری ہوگئی اس مثال میں بائن سے صریح ملگئی ہی اور علےٰ ہذا القیاس ع ت اور بائن صریح سے ملجاتی ہے اور بائن سے نہیں ملتی (یعنی ایک بائن طلاق دینے کے بعد دوسری بائن طلاق نہیں دیجا سکتی کیونکہ نکاح تو ایک ہی سے جاتا رہتا ہی) ہاں جب پہلی بائن طلاق معلق ہو ف یعنی کسی شرط پر موقوف ہو مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں جاوے تو بائن ہی پھر کہا کہ تو بائن ہی پس اس بائن کہنے سے اسکو طلاق ہوگئی اب وہ عدت میں تھی کہ گھر میں چلی گئی تو اس سے اس پر دوسری طلاق بھی پڑجائیگی ع

باب تفویض الطلاق

(عورت یا اسکے وکیل کو) طلاق سوپ دینے کا بیان

ت اگر کوئی طلاق کی نیت کرکے اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تو اختیار سے لے اور اسنے وہیں بیٹھے اختیار لے لیا تو اسے ایک طلاق بائنہ ہوجائیگی (اور اگر اسکی کچھ نیت نہیں تھی تو طلاق نہیں ہوگی) اور اس لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کرلینی درست نہیں ہی اور اگر وہ خاوند کے اتنا کہنے سے کھڑی ہوگئی یا اور کسی کام میں لگ گئی تو وہ اختیار جاتا رہا اور (اس اختیار کے ثابت ہونے میں) میاں بیوی میں سے ایک کے کلام میں نفس یا اختیار کا لفظ مذکور ہونا شرط ہی (اگر ان میں کا دونوں میں سے کسی نے کوئی لفظ نہ کہا تو عورت کو طلاق کا اختیار نہ ہوگا) پس اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو اختیار کر اسنے جواب دیا کہ میں اپنے نفس کو اختیار کرونگی یا کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو (اس پر بائنہ) طلاق پڑجائیگی اور اگر عورت سے (تین دفعہ) کہا کہ اختیار کر اختیار کر اختیار کر وہ بولی میں نے پہلے کو اختیار کیا یا بیچ کے کو اختیار کیا یا اخیر کے کو اختیار کیا یا یہ کہا کہ میں نے ایک اختیار لیا تو (خاوند کی) بلا نیت کے اسپر تین طلاقیں پڑجائینگی اور اگر اس عورت نے یہ جوابدیا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دے لی یا میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق سے اختیار کرلیا تو ایک طلاق سے بائن ہوجائیگی اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ ایک طلاق کی بابت تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے یا کہا تو ایک طلاق کو اختیار کرلے تو اُسنے یہ جوابدیا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اسپر ایک رجعی طلاق پڑجائیگی ف اسکی وجہ یہ ہی کہ شوہر نے صریح طلاق کا لفظ بولا ہی اور صریح طلاق میں رجعت کا حکم ہے فتح **فصل** اگر کسی نے تین طلاقوں کی نیت کرکے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تیرا اختیار تیرے ہاتھ ہی اُسنے جوابدیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک ہی دفعہ اختیار کرلیا تو اُسپر تین طلاقیں پڑجائینگی اور اگر اس عورت نے یہ جوابدیا کہ میں نے اپنے نفس کو

ایک اور ہے یا کہا ایک طلاق ہے مع ایک کے یا کہا ایک طلاق ہے اسکے ساتھ ایک اور ہے تو ان چاروں صورتوں میں) دو طلاقیں پڑینگی اور اگر یوں کہا تھا کہ اگر تو گھر میں جائے تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک پھر وہ گھر میں چلی گئی تو (امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک) ایک طلاق پڑجائیگی اور اگر شرط کو بعد میں ذکر کرے تو دو پڑینگی (مثلاً یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے ایک اور ایک اگر تو گھر میں جائے) ۞

باب الکنایات

کنایات اور اشاروں سے طلاق ہونے کا بیان

ف کنایات کنایہ کی جمع ہے اور کنایہ اسکو کہتے ہیں جس سے بدون نیت کے مطلب اور مراد ظاہر نہ ہو اور یہاں اس سے مقصود وہ ہے کہ جس میں احتمال طلاق کا ہو طلاق صریح[1] مذکور نہ ہو۔ طرع ت کنایات سے عورت پر طلاق نہیں پڑتی ہاں (طلاق دینے کی) نیت کر لینے سے یا کسی قرینہ کے سبب سے[2] (مثلاً اسوقت طلاق کا ذکر ہو رہا ہو یا خاوند غصہ میں ہو) اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو عدت میں بیٹھ جا یا اپنے رحم کو صاف کر یا تو اکیلی ہے ان تینوں صورتوں میں اسپر رجعی طلاق پڑیگی اور ان (تین لفظوں) کے سوا اور کنایات میں (ایک طلاق) بائن پڑیگی اگرچہ دو کی نیت کرے ہاں (اگر) تین کی نیت کر لینی درست ہے اور کنایات (کے الفاظ) یہ ہیں[22] کہ تو بائن ہے۔ تو بتہ ہے۔ تو بتلہ ہے تو مجھ پر حرام ہے۔ تو خالی ہے۔ تو بری ہے۔ تیری ڈور تیرے مونڈھے پر ہے۔ تو اپنے میکے چلی جا۔ میں نے تجھے تیرے میکے کو بخشدیا۔ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ میں تجھ سے الگ ہو گیا۔ تجھے اپنا اختیار ہے۔ تو آزادی اختیار کر۔ تو حرہ ہے۔ گھونگٹ نکال۔ اوڑھنا اوڑھ۔ پردہ کر۔ دور ہو۔ باہر نکل چلی جا کھڑی ہو جا خصم ڈھونڈلے اگر شوہر نے بیوی سے تین دفعہ اس طرح کہا۔ اعتدی۔ اعتدی۔ اعتدی۔ (اعتدی کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ تو عدت میں بیٹھ جا دوسرے یہ کہ تو حیض شمار کر) اور اسنے پہلی دفعہ کہنے سے طلاق کی نیت کی اور اسکے بعد دو دفعہ کہنے سے حیض کی نیت کی تو اسمیں اسکے کہنے کا اعتبار کر لیا جائیگا (کیونکہ اسنے اپنے کلام کی حقیقت کی نیت کی ہے یعنی اسکے یہ معنی حقیقی ہیں) اور اگر اسنے اخیر کے دو دفعہ کہنے سے کچھ نیت نہیں کی تو یہ تین طلاقیں ہو جائینگی اور اگر اپنی بیوی سے یوں کہا کہ تو میری عورت نہیں ہے یا کہا کہ میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور اگر ان دونوں جملوں سے اسنے طلاق کی نیت کر لی ہے تو طلاق پڑجائیگی اور صریح (طلاق یعنی جسمیں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی) صریح اور بائن (دونوں طلاقوں) سے ملجاتی ہے۔ **ف** طلاقوں کے ملنے کے یہ معنی ہیں ایک طلاق دینے کے بعد دوسری دیجا سکتی ہے

[1] یعنی شوہر نے اپنی زبان سے طلاق کا لفظ نہ کہا ہو ۔ [2] یہاں خبر اور حکم مذکور نہیں مگر استغنا کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ نیت اور قرینہ کے وقت طلاق پڑجائیگی ۱۲

طلاق دینے کی اجازت نہیں رہیگی۔ اگر شوہر نے بیوی سے کہاکہ تو اپنے آپکو تین طلاقیں دے لے اور اُسنے ایک
دے لی تو وہ ایک پڑجائیگی اور اگر شوہر نے ایک کو کہا تہا اور اُسنے تین دے لیں تو وہ نہیں پڑینگی (بلکہ اس
اس صورت میں ایک ہی نہیں پڑیگی) اور اگر بیوی سے یہ کہا تہا کہ تو اپنے آپکو تین طلاقیں دے اگر تو چاہے اور اُسنے ایک دے لی یا شوہر نے یہ کہا تہا کہ تو
اپنے آپکو ایک طلاق دے لے اگر تو چاہے اور اسنے تین دے لیں تو (ان دونوں صورتوں میں) طلاق نہیں پڑیگی (نہ ایک نہ تین) اگر کسی نے اپنی
بیوی کو بائن طلاق دے لینے کی اجازت دی تھی یا رجعی دے لینے کی اجازت دی تہی اور اسنے اُلٹا کر دیا
(کہ بائن کی اجازت پر رجعی دے لی یا رجعی کی اجازت پر بائن) تو (دونوں صورتوں میں) وہی طلاق پڑیگی
جسکی شوہر نے اجازت دی ہو۔ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے وہ بولی میں چاہتی
ہوں اگر تم چاہو شوہر نے طلاق کی نیت کر کے کہا میں تو چاہتا ہوں یا عورت نے جواب میں ایک معدوم
چیز کی بابت یہ کہاکہ ہاں میں چاہتی ہوں اگر فلاں کام ایسے ہو جائے تو (ان دونوں صورتوں میں)
عورت کا کہنا بیکار رہیگا (طلاق نہیں پڑیگی) اور اگر عورت نے یہ کسی ایسی چیز کی بابت کہا تہا کہ جو پہلے
ہو چکی تہی تو (رجعی) طلاق پڑجائیگی ف مثلاً یہ کہا تھاکہ میں اپنے آپکو طلاق دینا چاہتی ہوں اگر زید
آگیا ہو اور زید آگیا تہا تو اس صورت میں رجعی طلاق پڑجائیگی عینی ت اگر شوہر نے بیوی سے کہاکہ
تجھے طلاق ہے جسوقت تو چاہے یا جسوقت تک تو چاہے یا جب تو چاہے یا جبتک تو چاہے عورت نے اس
اختیار کو جب ہی رد کر دیا (یعنی یہ کہدیا کہ بس میں نہیں چاہتی) تو یہ رد نہیں ہوگا اور نہ اس مجلس تک
منحصر رہیگا (کیونکہ یہ الفاظ کل اوقات کو شامل ہیں اسلیئے اسکو اختیار ہوگا کہ جسوقت چاہے اپنے کو طلاق
دے لے جیسا کہ جب اختیار رہتا کہ جب وہ اسکی تصریح کر دیتا) ہاں (ان الفاظ میں) وہ اپنے کو صرف ایک
طلاق دے سکتی ہے اور اگر شوہر نے یوں کہا تہا کہ تجھے طلاق ہے جتنی بار تو چاہے تو (اس صورت میں) وہ
اپنے آپ کو تین طلاقیں الگ الگ دے سکتی ہے اکٹھی (ایک ہی دفعہ تینوں) نہیں دے سکتی اور اگر یہ عورت
اسی اختیار سے دوسرے شوہر کے بعد بھی (اس پہلے شوہر کے آکر) طلاق دینے لگے تو وہ نہیں پڑیگی۔ اگر
شوہر نے یہ کہا تہا کہ تجھے طلاق ہے جس جگہ تو چاہے تو (اس کہنے سے) وہ طلاق نہیں دے سکتی یہانتک
کہ ہیں بیٹھے طلاق دینی چاہے اور اگر یہ کہا تہا کہ جس طرح تو چاہے (اور عورت نے چاہا) تو رجعی پڑجائیگی
اور اگر عورت نے بائن چاہی یا تین چاہیں اور شوہر کی بہی نیت یہی تہی تو وہی پڑجائیں گی اور اگر شوہر نے
یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے جسقدر تو چاہے یا جو تو چاہے تو اس صورت میں یہیں بیٹھے وہ جسقدر چاہے

ایک طلاق دے لی یا کہا میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق سے اختیار کر لیا تو وہ ایک طلاق سے بائن ہو جائیگی

ف وجہ یہ ہے کہ اعتبار مرد کے سونپ دینے کا ہوتا ہے نہ کہ عورت کے طلاق دے لینے کا اور چونکہ مرد نے بائن طلاق سونپی تھی لہذا وہی رہیگی رع **ت** اور اگر کسی نے بیوی سے یہ کہا کہ آج اور کل کے بعد (یعنی پرسوں) تیرا اختیار تیرے ہاتھ ہے تو اس کہنے میں رات داخل نہ ہوگی (یعنی رات کے وقت اسکو اختیار نہیں رہیگا) اور اگر اُسنے اِس روز کے اختیار کو رد کر دیا (کہ میں اپنے ہاتھ اختیار نہیں رکھتی) تو اُس روز کا اختیار باطل ہو جائیگا اور کل کے بعد (یعنی پرسوں) کا اختیار اُسکو رہیگا اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ آج کا اور کل کا تیرا اختیار تیرے ہاتھ ہے تو اسمیں رات بھی داخل ہوگی (اور یہ اختیار اسوقت سے لیکر کل غروب آفتاب تک رہیگا) اور اگر اس عورت نے اس روز کا اختیار پھیر دیا تو اُسکو کل کا اختیار بھی نہیں رہیگا (کیونکہ یہ دونوں روز کا اختیار امر واحد ہے) اور اگر اختیار دیے جانے کے بعد وہ عورت دن بھر بیٹھی رہی کھڑی نہیں ہوئی یا کھڑی تھی بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی اب تکیہ لگا لیا یا پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھی اب سیدھی بیٹھ گئی یا مشورہ کرنے کے لیئے اپنے باپ کو بلایا یا گواہ کرنے کے لیے گواہوں کو بلایا یا سواری پر تھی وہ سواری کھڑی ہو گئی (یا اُسنے کھڑی کر لی) تو (ان سب صورتوں میں) اسکا اختیار باقی رہیگا اور اگر اختیار دیے جانے کے بعد سواری چلدی (یا اُسنے چلا دی) تو اُسکو اختیار نہیں رہیگا اور کشتی مثل گھر کے ہے (یعنی اگر کشتی چلتی تو اسمیں گھر کی طرح عورت کو اختیار رہتا ہے وہ مثل سواری کے نہیں کہ چلنے سے اختیار نہ رہے) **فصل** اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے آپکو طلاق دے لے اور اُسنے (یہ کہتے وقت) کچھ نیت نہیں کی یا ایک طلاق کی نیت کر لی تھی اور عورت نے طلاق دے لی (یعنی یہ کہدیا کہ ہاں میں نے اپنے آپ کو ایک طلاق دے لی ہے) تو رجعی طلاق پڑیگی اور اگر عورت نے تین طلاقیں دی ہیں اور شوہر نے بھی تین کی نیت کی تھی تو تینوں پڑ جائینگی اور اگر عورت نے یہ جواب دیا کہ میں نے اپنے آپکو بائن طلاق دے لی ہے تب بھی رجعی طلاق پڑیگی اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنے آپکو اختیار کر لیا ہے تو طلاق نہیں ہوگی اور مرد کو اس کہنے کے بعد پھرنے کا اختیار نہیں رہتا (یعنی مرد اس اختیار سے پھر نہیں سکتا) اور یہ اختیار عورت کو اسی مجلس تک رہتا ہے ہاں اگر مرد (اختیار دیتے وقت) اتنی بات اور کہدے کہ جب تو چاہے (یعنی تو اپنے آپکو طلاق دے لے جب تو چاہے) تو پھر اس مجلس سے اُٹھنے کے بعد بھی اختیار رہیگا) اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو میری عورت کو طلاق دیدے تو یہ اجازت اسی مجلس تک منحصر نہیں رہیگی ہاں اگر اجازت دینے والے کا یہ ارادہ اور نیت ہو کہ جب تو چاہے (طلاق دیدے) تو اس صورت میں اِس مجلس کے بعد اسکو

طلاقوں سے گیا ہو تو پھر یہ معلق کرنا بھی باطل ہو جائیگا یعنی ت بس اگر شرط ملک (نکاح) میں پوری ہو گئی
تو طلاق پڑ جائیگی اور قسم پوری ہو جائیگی (یعنی شرط کا حکم پورا ہو جائیگا) اور اگر ملک (نکاح) میں شرط
پوری نہ ہوگی تو طلاق نہیں پڑیگی اور قسم پوری ہو جائیگی (کیونکہ شرط کا وقوع ہو گیا ہے) اگر شرط کے پورے
ہونے میں میاں بیوی میں جھگڑا ہو (مثلاً مرد کہے ابھی شرط پوری نہیں ہوئی یعنی تو گھر میں نہیں گئی اور
عورت کہے پوری ہو گئی یعنی میں گھر میں جا چکی ہوں) تو اس میں میاں کا اعتبار کیا جائیگا ہاں اگر عورت
(اپنے دعوے کو) گواہوں سے ثابت کردے تو پھر اسکے ہی کہنے پر عمل کرینگے اور اگر شرط ایسی ہو کہ وہ
عورت ہی کے بتانے سے معلوم ہوتی ہو تو وہاں عورت کے حق میں اسی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا مثلاً
(شوہر نے بیوی سے یوں کہا تھا کہ) اگر تجھے حیض آئے تو تجھے اور فلانی کو طلاق ہے یا یوں کہا کہ اگر مجھ سے
محبت رکھے تو تجھے اور فلانی کو طلاق ہے پھر اس عورت نے بیان کیا کہ مجھے حیض آگیا ہے یا (دوسری
صورت میں) یہ کہا کہ میں تم سے محبت رکھتی ہوں تو فقط اس عورت کو طلاق ہو جائیگی (اس دوسری
کو نہیں ہوگی) اور (اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ جب تجھے حیض آئے تجھ پر طلاق ہے پھر عورت نے اپنے خون
آتا دیکھا تو) صرف خون دیکھنے سے طلاق نہیں پڑیگی ہاں اگر وہ تین دن برابر آتا رہا تو طلاق اسی وقت
سے پڑیگی کہ جب سے اسنے خون دیکھا ہوگا۔ اگر شوہر نے یہ کہا کہ اگر تجھے ایک حیض آئے تو تجھ پر طلاق ہے
تو یہ طلاق اس وقت پڑیگی جب یہ (حیض سے) پاک ہو جائیگی (اس [illegible] کہ ایک حیض کہنے سے حیض
کامل مراد ہوتا ہے اور کمال ختم ہونے پر ہوتا ہے اور اس کا اختتام پاک ہونے پر ہے) اگر شوہر نے یہ
کہا کہ اگر تیرے لڑکا پیدا ہوا تو تجھے ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہوئی تو دو طلاق اور (اتفاق سے)
اسکے جوڑواں ہوئے اور یہ کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ ان میں پہلے کونسا ہوا ہے تو قاضی اسپر ایک طلاق
پڑنے کا حکم دیگا اور (تقا اور احتیاط کی رو سے دو طلاقیں سمجھی جائیں گی اور (دوسرا بچہ ہونے سے)
اسکی عدت پوری ہو جائیگی اور ملک (نکاح) دو شرطوں میں سے پچھلی کے لیے شرط ہے ف مثلاً کسی نے
اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو زید اور عمرو سے بات کریگی تو تجھ پر تین طلاقیں ہیں پھر اسے ایک طلاق دیدی
اور اسنے اپنی عدت پوری کرنے کے بعد زید سے بات کی پھر اسی شخص نے اس سے نکاح کر لیا تو اب
اسنے عمرو سے بات کی اس وقت اسپر وہ تینوں طلاقیں مع اس ایک کے پڑ جائینگی کیونکہ یہاں زید و عمرو سے
باتیں کرنی دو شرطیں ہیں اور ان میں سے پچھلی شرط پوری ہونے کے وقت ملک نکاح موجود ہے اور اگر

اپنے کو طلاقیں دے لے (خواہ ایک خواہ دو خواہ تین) اور اگر عورت نے اس اختیار کو وہیں بیٹھے رد کر دیا تو وہ رد
ہو جائیگا (بعد میں اگر وہ چاہیگی تو اسکو اختیار نہ ہوگا) اگر شوہر نے یہ کہا کہ تین طلاقوں میں سے تو جے چاہے
اپنے آپکو دے لے تو اسکو تین طلاقوں سے کم دے لینے کا اختیار رہوگا +

باب تعلیق الطلاق

طلاق کو کسی شرط پر معلق کردینے کا بیان

ت طلاق کو معلق کرنا اسوقت ٹھیک ہوتا ہے کہ جب یہ تعلیق ملک (نکاح) میں ہو مثلاً اپنی منکوحہ سے
یہ کہے کہ اگر تو فلانے سے ملیگی تو تجھے طلاق ہے یا یہ معلق کرنا ملک (نکاح) کے سبب کی طرف منسوب ہو مثلاً
(اجنبیہ یعنی غیر عورت سے) کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے پس (ان دونوں صورتوں میں)
شرط پوری ہونیکے بعد طلاق پڑ جائیگی اور اگر کسی نے اجنبی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو فلانے سے ملی تو تجھے
طلاق ہی پھر اس سے خود ہی نکاح کر لیا اور وہ عورت اس شخص سے ملی تو اسے طلاق نہ ہوگی (کیونکہ
یہ معلق کرنا ملک نکاح میں نہیں پایا گیا اور نہ اسکی طرف منسوب کیا گیا) ادات شرط (یعنی معلق کرنے) کے
الفاظ یہ ہیں اگر۔ جب۔ جب کبھی۔ جو۔ جتنی بار۔ جسوقت سے دفعہ پس ان الفاظ میں اگر شرط پائی
جائیگی (یعنی اگر شرط ان الفاظ سے ہوگی) تو قسم (یعنی معلق کرنے کی مدت) ختم ہو جائیگی (کیونکہ لغت کے
لحاظ سے یہ الفاظ ہر دفعہ کے فعل کو شامل نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی دفعہ فعل کا وجود ہونے سے شرط ختم
ہو جاتی ہی) سوائے ایک لفظ جتنی بار کے کیونکہ یہ عموم افعال کو (یعنی فعل کے ہر دفعہ ہونے کو) ایسا ہی
مقتضی ہی جیسا جو کا لفظ عموم اسماء کو مقتضی ہوتا ہی (یعنی ہر ایک اسم کو شامل ہو جاتا ہے) پس اگر کوئی
یوں کہدے کہ میں جتنی بار عورت سے نکاح کروں اسپر طلاق ہی تو یہ جب کبھی نکاح کریگا ہمیشہ طلاق پڑتی
رہیگی اگرچہ دوسرے شوہر (یعنی حلالہ کرانے) کے بعد بھی نکاح کرے اور نکاح نہ رہنا اس معلق کرنے کو
باطل نہیں کرتا ف اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے طلاق
ہی یہ کہنے کے بعد اسے بائن طلاق دیدی جس سے نکاح جاتا رہا اب اسکے نکاح جاتے رہنے سے اسکا
پہلا معلق کرنا باطل نہیں ہوا مثلاً اسی عورت سے اس مرد نے بائن طلاق کے بعد اور اسکے گھر میں جانے
سے پہلے پھر نکاح کر لیا اسکے بعد وہ گھر میں گئی تو اسپر طلاق پڑ گئی کیونکہ ابھی شرط کا وجود نہیں ہوا تھا وہ
ابھی ویسی ہی باقی تھی اور نکاح جاتے رہنے سے مراد یہ ہی کہ ایک یا دو طلاقوں سے جاتا رہا ہو اور اگر تین

تو اب وہ وارث ہوگی (کیونکہ یہاں اپنا حق کھونے پر اسکی رضامندی ظاہر نہیں ہوئی اور رجعی طلاق سے
نہ نکاح جاتا ہے نہ عورت میراث سے محروم ہوتی ہے) اور اگر میاں نے بیوی کے کہنے سے اپنی بیماری میں
اسکو بائن طلاق دیدی یا صحت کی حالت میں اسکو بائن کردیے اور عدت پوری ہوجانے پر دونوں میں
سے ایک نے دوسرے کی تصدیق کرلی تھی پھر میاں نے (اپنے ذمہ اس عورت کا) قرض ہونے کا اقرار کرلیا یا اسکو
کچھ روپیہ پیسہ دینے کی وصیت کردی تو اس قرضخواہ عورت کو وہ ملیگا جو وصیت اور ترکہ میں سے کم ہوگا
(اگر وصیت کا روپیہ ترکہ کے روپیہ سے کم ہے تو وصیت پوری کردیجائیگی ورنہ ترکہ دیدیا جائیگا) اگر کوئی
جنگ میں دوسرے کے مقابلہ میں لڑنے کے لیئے میدان میں اترا یا کوئی شخص قصاص میں مارے جانے
یا سنگسار کیئے جانے بلا یا گیا اور اسوقت اسنے (یا پہلے سے) اپنی بیوی کو بائن طلاق دیدی پس اگر یہ
شوہر اس صورت سے مارا گیا یا وہ شخص میدان جنگ میں قتل کیا گیا تو یہ عورت وارث ہوگی ہاں اگر وہ
کہیں گھر گیا تھا یا صف جنگ میں تھا (اور اسنے اپنی بیوی کو بائن طلاق دیدی) تو یہ وارث نہیں ہوگی
ف اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں تو مرنا یقینی تھا اور مرد عورت کو ترکہ دینے سے بھاگتا
تھا اور بھاگنے والے کی بیوی وارث ہوتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ اسمیں مرجانا یقینی نہیں ہے مع
ت اور اگر بیمار نے اپنی بیوی کی طلاق کسی اجنبی آدمی کے کام پر معلق کردی یا ایک وقت آنے پر معلق
کی اور یہ دونوں باتیں یعنی) شرط کا وجود اور معلق کرنا اسکی بیماری ہی میں ہوں یا اسنے اپنے کسی کام
پر معلق کرلی اور یہ تعلیق اور شرط بھی بیماری ہی میں ہوں یا فقط شرط ہی کا وجود بیماری میں یا اس عورت
ہی کے کسی کام پر معلق کردی جو اُسے لاچاری کرنا ہے (مثلاً یہ کہا کہ اگر تو کھائیگی یا پیئے گی تو تجھے بائن طلاق
ہے) اور برابر ہے کہ یہ دونوں باتیں (یعنی تعلیق اور شرط دونوں) بیماری کی حالت میں ہوں یا فقط شرط
ہی ہو تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی اور ان کے سوا اور صورتوں میں وارث نہیں ہوگی اگر
شوہر نے اپنی بیماری میں عورت کو بائن طلاق دیدی تھی پھر وہ اچھا ہوکر اسکے بعد مرگیا یا بائن طلاق
دیدی تھی اور وہ عورت مرتد ہوکر بعد میں مسلمان ہوگئی اور اب یہ مرا تو (دونوں صورتوں میں) یہ عورت وارث
نہیں ہوگی اور اگر عورت (طلاق ملنے کے بعد) اپنے شوہر کے لڑکے سے گٹھ گئی یا شوہر سے لعان کیا
یا شوہر نے اپنی بیماری میں اس سے ایلا کیا (ایلا اور لعان کی تفصیل آگے آئیگی) تو وہ ان سب صورتوں
میں وارث ہوگی اور اگر ایلا صحت کی حالت میں کیا تھا اور اسکی مدت اس کی بیماری میں ختم ہوئی تو یہ عورت
وارث نہ ہوگی۔ **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ ایلا بمنزلہ اس طلاق کے ہے جو کچھ زمانہ گذرنے پر معلق ہو گویا اس

ایسا ہو کہ زید سے بات کرنے کے وقت تو نکاح میں ہو اور عمرو سے بات کرنے کے وقت نکاح میں نہ ہو تو ط
نہیں پڑیگی یعنی (مسکین) ت تین طلاقیں اسوقت دیدینا تین طلاقوں کے معلق کرنے کو باطل کردیتا ہے
(یعنی پہلے تو تین طلاقیں کسی شرط پر معلق کردی تھیں پھر تین طلاقیں اسی وقت دیدیں تو اس سے
پہلی شرط باطل ہوجائیگی اگر کسی نے تین طلاقوں کو یا آزاد کرنے کو صحبت کرنے پر معلق کردیا (مثلاً یہ کہا
اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو تجھ پر تین طلاقیں ہیں یا اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو
تو آزاد ہے پھر اس سے صحبت کی) تو دخول کے) بعد زیادہ ٹھیرنے سے اُسے زنا کی خرچی (دینی) واجب نہ ہوگی
اور اگر وہ معلق طلاق رجعی ہو تو اس زیادہ ٹھیرنے سے رجعت ثابت نہ ہوگی ہاں اگر صحبت کرتے ہوئے
ایک دفعہ ذکر کو نکالکر پھر داخل کریگا تو رجعت ثابت ہوجائیگی۔ اگر شوہر بیوی سے کہے کہ اگر میں تیرے
اوپر فلاں عورت سے نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے پھر اس منکوحہ کو بائن طلاق دیکر اُسکی عدت میں اُس
فلانی سے نکاح کرلیا تو اُسپر طلاق نہیں پڑیگی ف اسکی وجہ یہ ہے کہ بائن طلاق کے بعد نکاح کا حکم
نہیں رہتا لہذا شرط پوری نہ ہوئی اگرچہ اسکی منکوحہ عدت میں تھی ہاں اگر رجعی طلاق کی عدت میں ہوتی
اور اس کا ارادہ رجعت کرنے کا ہوتا تو طلاق ہوجاتی۔ ت اگر مرد نے (بیوی سے) یوں کہا کہ تجھے
طلاق ہے انشاء اللہ (یعنی انشاء اللہ کو) ملاکر (کہا) تو اس سے بھی طلاق نہیں پڑتی اگرچہ عورت اسکے
انشاء اللہ کہنے سے پہلے ہی مرجائے اور اگر مرد نے یوں کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو (اس صورت
میں) دو پڑجائینگی اور اگر یوں کہا کہ تجھ پر تین طلاقیں ہیں مگر دو تو ایک پڑیگی الخ (اگر تینوں ہی کو مستثنیٰ
کرلیا یعنی یوں کہا کہ تجھ پر) تین طلاقیں ہیں مگر تین تو تینوں پڑجائینگی

باب طلاق المریض

بیمار آدمی کے طلاق دینے کا بیان

ت اگر کسی نے (اپنی موت کی) بیماری میں اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی یا بائن دی یا تین طلاقیں دیدیں
اور یہ ابھی عدت میں تھی کہ وہ مرگیا تو یہ وارث ہوگی اور اگر عدت کے بعد مرے تو وارث نہ ہوگی اور اگر شوہر
نے بیوی کے کہنے (اور طلاق مانگنے) سے اسکو بائن طلاق دیدی یا اُسکو اختیار دیدیا تھا اور اسنے اپنے آپکو
اختیار کرلیا تو (ان دونوں صورتوں میں) وہ وارث نہ ہوگی (کیونکہ وہ اپنا حق کھونے پر رضامند ہوچکی
ہے) اور اگر بیوی نے میاں سے یہ کہا تھا کہ مجھے ایک رجعی طلاق دیدو اور اُسنے (اکھٹی ہی) تین دیدیں

اور اگر وہ عورت سے خلوت صحیحہ کر چکا تھا اور پھر یہ کہا کہ میں نے اس سے صحبت نہیں کی پھر اُسے طلاق دیدی
تو اب اس سے رجعت نہیں کر سکتا اور اگر (خلوت کرنیکے بعد طلاق دیدی اور پھر (اس سے رجعت کر لی
اور رجعت کے بعد دو برس سے کم میں اسکے بچہ ہو گیا تو یہ رجعت درست ہو جائیگی (کیونکہ بچہ کے دو برس
سے کم میں پیدا ہونے پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ رجعت کے وقت حمل تھا اور شوہر کا یہ کہنا غلط تھا کہ میں نے
صحبت نہیں کی اور عورت ایک طلاق سے بائن نہیں ہوئی ہی) اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا اگر تو جنے
تو تجھ پر طلاق ہی پھر وہ ایک لڑکا جنی اور اسکے بعد دوسرے حمل سے (یعنی پہلا بچہ جننے سے چھ مہینے
کے بعد) دوسرا بچہ جنی تو یہ رجعت ہی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا تھا کہ جب تو بچہ جنے تجھ پر
طلاق ہی اور وہ (علیحدہ علیحدہ) تین حملوں سے تین بچے جنی تو دوسرا لڑکا (پہلی طلاق میں) اور تیسرا لڑکا
(دوسری طلاق میں باعث) رجعت ہیں **ف** کیونکہ شرط کے مطابق پہلا بچہ ہونے کے طلاق پڑ گئی
مگر دوسرے بچہ کا حمل اس سے رجعت ہونے کا باعث ہو گیا پھر دوسرا بچہ ہونے پر دوسری طلاق پڑ گئی
اور تیسرا حمل اس سے رجعت ہونے کا باعث ہو گیا اور اسکے پیدا ہونے کے بعد طلاق مغلظہ ہو گئی اب
رجعت نہیں ہو سکتی یعنی **ت** اور رجعی طلاق والی عورت اپنا بناؤ سنگھار رکھے (تاکہ شاید اسکے شوہر
کی طبیعت اسپر پھر آجائے) اور شوہر کے لیئے مستحب یہ ہی کہ اسے بدون اطلاع کئے اسکے پاس نہ جایا کرے
اور جب تک اس سے رجعت نہ کرے اُسے سفر میں بھی نہ لیجائے اور رجعی طلاق صحبت کرنے کو حرام نہیں
کرتی (ہاں عدت کے بعد صحبت حرام ہو جاتی ہی) + **فصل** بائنہ طلاق والی عورت سے عدت میں اور
عدت کے بعد اسکے شوہر کو نکاح کر لینا جائز ہے مگر اس عورت سے جو تین طلاقوں سے بائن ہو بشرطیکہ
آزاد (یعنی حُرّہ) ہو یا لونڈی ہو کر دو طلاقوں سے بائن ہو گئی ہو یہانتک کہ ایک دوسرا شخص صحیح
نکاح کر کے اس سے صحبت کرے (اسی کو حلالہ کہتے ہیں) اگرچہ وہ قریب البلوغ ہی ہو اور (اُسکے طلاق
دینے کے بعد) اسکی عدت گذر جائے (تب یہ پہلے شوہر کے لیئے حلال ہو جائیگی) نہ کہ ملک کے باعث صحبت
کرنے کے سبب سے۔ **ف** مثلاً شوہر نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو طلاق دینے کے بعد اس لونڈی کا آقا اس سے
صحبت کرے تو یہ اپنے شوہر کے لیئے حلال نہیں ہو گی کیونکہ یہ حرمت تو دوسرے شوہر کے نکاح ہی سے
دور ہوتی ہے اور چونکہ آقا دوسرا شوہر نہیں ہی اسلیئے اسکے صحبت کرنے سے یہ حرمت بھی نہیں جاتی یعنی
[illegible] اور حلال کرنے کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ (تحریمی) ہی اگرچہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیئے حلال ہو
جاتی ہی (مثلاً عورت سے یوں کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھ کو پہلے شوہر کے لیئے حلال

شوہر نے یہ کہدیا ہی کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو تجھ پر بائن طلاق ہی اور صحت کی حالت میں طلاق معلق کی
کی صورت میں عورت وارث نہیں ہوتی امام زفر کا اس میں خلاف ہی ع

باب الرجعة

رجعت کرنے کا بیان

ت پہلے نکاح کو عدت میں بدستور قائم رکھنے کا نام (شرع میں) رجعت ہی اور یہ رجعت عدت کے اندر اس صورت میں درست ہوتی ہے کہ جب مرد نے تین طلاقیں نہ دی ہوں اور عورت اگرچہ رضامند نہ ہو مگر جب اس سے یہ کہدیا کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی ہے یا اوروں سے کہدیا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی ہی یا ایسے افعال کر بیٹھا جن سے حرمت دامادی ثابت ہوجاتی ہے (مثلاً صحبت کرلی یا پیار لے لیا یا شہوت سے چھولیا یا اُسکی شرمگاہ کو دیکھ لیا) تو (ان تینوں صورتوں میں) رجعت ہوجائیگی (کیونکہ رجعت قول اور فعل دونوں سے ہوتی ہی) اور اسپر دو گواہ کرلینے مستحب ہیں۔ اگر شوہر نے عدت گذرنیکے بعد (عورت سے) کہا کہ میں نے عدت میں تجھ سے رجعت کرلی تھی اور عورت نے اُسکی تصدیق کی تو رجعت ہوجائیگی ورنہ نہیں ہوگی جیسے اس صورت میں نہیں ہوتی کہ شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے رجعت کرلی ہی اُسنے جبھی جواب میں کہا کہ میری تو عدت ختم ہوچکی ہی (تو اس صورت میں بالاتفاق رجعت نہیں ہوتی) اور لونڈی کے شوہر نے عدت کے بعد لونڈی سے کہا کہ میں نے عدت میں تجھ سے رجعت کرلی تھی لیکن لونڈی نے اُسکو جھٹلایا اور اُسکے آقا نے اُس کی تصدیق کی یا لونڈی نے (شوہر کے رجعت کرتے وقت) کہا کہ میری عدت تو ختم ہوگئی ہی اور شوہر اور آقا دونوں نے (اسکی عدت ختم ہونے کا) انکار کیا تو (ان دونوں مسئلوں میں) لونڈی کا کہنا معتبر ہوگا (یعنی رجعت ثابت نہیں ہوگی) اگر مطلقہ عورت اخیر حیض سے (جو حرہ میں تیسرا ہوتا ہی اور لونڈی میں دوسرا) دس روز کے بعد پاک ہو تو رجعت کی مدت اُسی وقت ختم ہوجاتی ہے اگرچہ وہ نہائی نہ ہو اور اگر دس روز سے کم میں پاک ہوتی ہے تو رجعت کی مدت ختم نہیں ہوتی یہانتک کہ وہ نہالے یا پاک ہونیکے بعد نماز کا ایک وقت گذر جائے یا وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور اگر اُسنے غسل کرلیا اور ایک عضو سے کم دھونا بھول گئی تب بھی رجعت کی مدت ختم ہوگئی اور اگر ایک عضو دھونا بھول گئی ہی تو ختم نہیں ہوئی (کیونکہ ابھی غسل پورا نہیں ہوا) اور اگر کسی نے اپنی حاملہ عورت کو یا بچہ والی کو طلاق دیدی اور یہ کہا کہ میں نے اس سے صحبت نہیں کی تو اسے رجعت کرنا جایز ہے (کیونکہ اس صورت میں اسکے کہنے کو عورت کا حاملہ ہونا یا بچہ دار ہونا صاف جھٹلاتا ہے)

نہ پڑیگی لیکن اب بھی اگر یہ صحبت کرے تو (قسم کا) کفارہ دے کیونکہ (کفارہ دینے کے حق میں وہ) قسم باقی تھی (اگرچہ طلاق پڑنے کے حق میں وہ باقی نہیں رہی) اور چار مہینے سے کم (کی قسم کھانے) میں ایلا نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ خدا کی قسم دو مہینے تک اور ان دو مہینے کے بعد اور دو مہینے تک میں تیرے قریب نہ جاؤنگا تو یہ ایلار ہے (کیونکہ یہ چار مہینے ہو گئے اگرچہ انکو دو دفعہ کرکے کہا گیا) اور اگر وہ یہ بات کہکر ایک دن (یا ایک ساعت) ٹھیر گیا پھر یہ کہا کہ خدا کی قسم پہلے دو مہینوں کے بعد اور دو مہینے میں تیرے قریب جاؤنگا یا یہ کہا کہ خدا کی قسم میں ایک روز کم ایک سال بھر تیرے قریب نہ جاؤنگا یا بصرہ میں یہ کہا کہ خدا کی قسم اب میں مکہ میں نہ جاؤنگا اور اسکی بیوی مکہ ہی میں تھی تو ان تینوں صورتوں میں) یہ ایلار نہ ہوگا۔ اگر شوہر نے عورت کے قریب جانے کو حج کرنے یا روزے رکھنے یا صدقہ دینے یا بردہ آزاد کرنے یا طلاق دینے پر معلق کر دیا (مثلاً یوں کہا اگر میں تیرے قریب جاؤں تو مجھ پر حج کرنا واجب ہے یا روزہ رکھنا یا صدقہ دینا یا آزاد کرنا واجب ہے یا میں تیرے قریب جاؤں تو میری عورت پر طلاق ہے وہ عورت بھی ہو یا اور کوئی ہو) یا رجعی طلاق والی سے ایلار کر لیا تو ان سب صورتوں میں (ایلار ہو جائیگا اور) یہ شخص ایلار کرنے والا ہے ہاں بائن طلاق والی اور اجنبی عورت سے اس طرح کہنے پر ایلار نہیں ہوتا اور لونڈی (منکوحہ) کے ایلار کی مدت دو مہینے ہیں۔ اگر ایلار کرنے والا اپنی بیماری کی وجہ سے یا اس عورت کے بیمار ہونے کے سبب سے (جس سے اس سے ایلار کیا تھا) یا رحم کا منہ بند ہونے کے سبب سے یا اسکی کم سنی کی وجہ سے یا درمیان میں زیادہ فاصلہ ہونے کے سبب سے اگر اس سے صحبت نہ کر سکے تو (ان سب صورتوں میں) اسکے ایلار سے رجوع کرنے کی یہ صورت ہے کہ زبان سے اتنا کہدے کہ میں نے اس سے رجوع کر لیا (اور ایلار کو توڑ دیا) اور اگر وہ اس (ایلار کی) مدت میں صحبت کرنے پر قادر ہو گیا (یعنی صحبت کرنے میں جو موانع حائل تھے وہ جاتے رہے) تو اب اس کا رجوع کرنا صحبت ہی کرنے سے ہوگا (اور وہ زبان سے رجوع کرنا باطل ہو جائیگا) اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے پس اگر یہ اسنے حرام کرنے کی نیت سے کہا یا بے نیت کہا تو یہ ایلار ہوا اور اگر ظہار کی نیت سے کہا تو ظہار ہوا اور اگر جھوٹ بولنے کے ارادے سے کہا تو جھوٹ ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کر لی تھی تو بائنہ طلاق ہو جائیگی اور اگر تین طلاقوں کی نیت کی ہے تو تین طلاقیں پڑ جائینگی اور مفتے بہ قول ہے کہ جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور حرام (کا معنے) اسکے نزدیک طلاق ہے لیکن اسنے طلاق کی نیت نہیں کی تو تب بھی طلاق پڑ جائیگی

کردو لش) اور دوسرا شوہر پہلے شوہر کی تین طلاقوں کو بالکل نیست و نابود کر دیتا ہے ف یعنی صحبت کرنیکے ذریعہ سے اور اگر اسنے صحبت نہیں کی تو پھر بالاتفاق نیست و نابود نہیں کرتا اور نیست و نابود کا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ عورت اس دوسرے شوہر کے طلاق دینے کے بعد پھر پہلے شوہر سے نکاح کرے تو وہ پھر تین طلاقوں کا مالک ہو جائیگا جیسا پہلے تھا یعنی ت اگر تین طلاق والی عورت اپنے پہلے شوہر اور دوسرے شوہر کی عدت کے گذرنے کو بیان کرے اور زمانہ بھی اتنا ہو کہ اسمیں یہ دونوں عدتیں پوری ہو سکیں تو شوہر کو اس کا اعتبار کر لینا جایز ہے اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچ ہی کہتی ہے (اور اعتبار کر لینے سے مراد یہ ہو کہ اس صورت میں اس سے نکاح کر سکتا ہی)

باب الایلاء

ایلاء کا بیان

ف لغت میں ایلاء کے معنے قسم کھانے کے ہیں اور شرع میں یہ ہیں جو مصنف نے ذکر کیے ہیں م ع ت چار مہینے یا اس سے زیادہ اپنی بیوی کے قریب نہ جانے (یعنی صحبت نہ کرنے) پر قسم کھا لینے کا نام ایلاء ہے مثلاً کوئی (اپنی بیوی سے) یوں کہے کہ خدا کی قسم چار مہینے میں تیرے قریب نہ جاؤنگا یا خدا کی قسم میں تیرے قریب نہ جاؤنگا پس اگر یہ اسی (چار مہینے کی) مدت میں (جسکی قسم کھائی تھی) اس عورت سے صحبت کر بیٹھا تو (قسم کا) کفارہ دے اور ایلاء جاتا رہا اور اگر اس عرصہ میں اسنے صحبت نہ کی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائیگی اور قسم (ذمہ سے) ساقط ہو جائیگی (یعنی اسکا کفارہ لازم نہ آئیگا) اگر چار مہینے کی قسم کھائی ہو اور اگر کسی نے ہمیشہ کی قسم کھائی (مثلاً یوں کہا خدا کی قسم میں کبھی تیرے قریب نہ جاؤنگا) تو وہ قسم بدستور رہیگی مثلاً اگر اُسنے عورت سے دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کر لیا اور بلا رجوع کئے دونوں مدتیں گذر گئیں تو اب وہ اخیر کی دو طلاقوں سے بائن ہو جائیگی ف یعنی اگر ہمیشہ کی قسم کھا کر دوسری مرتبہ اس سے نکاح کیا اور چار مہینے کے اندر اس سے صحبت کر لی تو اب کفارہ دے اور اگر اس عرصہ میں صحبت نہ کی تو یہ عورت اب دوسری طلاق سے اور بائنہ ہو گئی پھر اگر تیسری دفعہ اس سے نکاح کیا اور چار مہینے کے اندر اس سے صحبت کر لی تو پھر پہلی طرح قسم کا کفارہ دے اور اگر صحبت نہیں کی تو اب اسپر تیسری طلاق پڑ گئی م ع ت پس اگر اس عورت سے دوسرے شوہر کے بعد نکاح کرے تو اب (اس سے چار مہینے صحبت نہ کرنے سے) اسپر طلاق

مین تین طلاقیں لیتی تھی وہاں ایک ہزار کو تین پر بانٹ دیا گیا بخلاف اس دوسری صورت کے کہ اسمیں پر کا لفظ ہے جو شرط کے معنے میں ہے گویا عورت نے ایک ہزار روپیہ دینے میں تین طلاقیں لینی شرط ٹھیرا دی ہیں اور چونکہ اسکی شرط پوری نہیں ہوئی لہذا اسکے ذمہ کچھ نہیں آیا یعنی **ف** اگر میاں نے بیوی سے کہا کہ تو اپنے آپ کو ایک ہزار روپیہ کے بدلہ میں یا ایک ہزار پر تین طلاقیں دے لے اور عورت نے ایک لے لی تو کوئی طلاق نہ پڑیگی (کیونکہ مرد تو عورت کی علیحدگی سے اسی شرط پر رضامند ہوا ہے کہ اُسے پورے ایک ہزار ملجائیں اور چونکہ ایک طلاق سے یہ شرط پوری نہیں ہوئی لہذا علیحدگی بھی نہیں ہو سکتی) اگر شوہر نے کہا کہ تجھے ایک ہزار کے بدلے طلاق ہے یا ایک ہزار پر طلاق ہے اور عورت نے (وہیں بیٹھے) اس بات کو قبول کر لیا تو یہ ایک ہزار اُسے دینا لازم ہوگا اور وہ بائنہ ہو جائیگی (اور اگر اُسنے قبول نہ کیا تو نہ اسپر طلاق پڑیگی نہ کچھ دینا لازم ہوگا) اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے اور تجھ پر ایک ہزار ہیں یا (آقا نے اپنے غلام سے) کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھ پر ایک ہزار ہیں تو عورت پر طلاق مفت پڑ جائیگی اور غلام مفت آزاد ہو جائیگا اور خلع میں اختیار کی شرط کر لینی عورت کو درست ہے مرد کو درست نہیں ہے **ف** مثلاً میاں نے بیوی سے کہا کہ تجھے ایک ہزار کے بدلہ میں طلاق ہے اس شرط پر کہ تجھے تین روز تک اختیار رہے عورت نے قبول کر لیا تو یہ معاملہ درست ہو جائیگا اور اگر میاں نے یہ کہا کہ مجھے تین روز تک اختیار رہے تو یہ شرط درست نہ ہوگی اسی طرح خلع بھی عورت کی طرف سے اختیار کی شرط پر ہونا درست ہے مرد کی طرف سے نہیں **متخلص ملخصات** اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے ایک ہزار کے بدلہ کل تجھے طلاق دی تھی مگر تو نے نہیں مانی تھی اور عورت کہتی ہے میں نے مان لی تھی تو اسمیں شوہر کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف بیع کے (مثلاً کوئی دوسرے سے کہے کہ میں نے اپنا یہ غلام ایک ہزار میں کل تیرے ہاتھ بیچ دیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا تھا تو قبول کے انکار میں اسکے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائیگا) خلع کرنا اور ایک کا دوسرے کو اپنے حق سے بری کر دینا میاں بیوی کے ایسے ہر حق کو ساقط کر دیتا ہے جو نکاح کے متعلق دوسرے کے ذمہ ہو یہاں تک کہ اگر شوہر نے مال کی ایک معین مقدار پر خلع کر لیا یا مباراۃ (یعنی آپس میں بری الذمہ ہونے کا معاملہ) کر لیا تو شوہر کو وہی ملیگا جو عورت نے اس معاملہ میں دینا کر لیا ہو باقی ان میں سے ایک کا دوسرے کے ذمہ مہر وغیرہ کی بابت کوئی دعویٰ نہ رہیگا بلکہ ہے کہ عورت مہر لے چکی ہو یا نہ لے چکی ہو صحبت ہونے سے پہلے یہ معاملہ ہوا ہو یا بعد میں ہوا ہو اگر کسی نے اپنی نابالغ لڑکی کے مال کے بدلے اسکے شوہر سے خلع کر لیا تو یہ خلع اس لڑکی پر جایز نہ ہوگا اور اس لڑکی

اور عرف کے لحاظ سے اُسکو نیت کرنے والا ٹھیرالیا جائیگا کیونکہ لوگ طلاق پر یہ جملہ بولتے ہیں کہ تو مجھ پر حرام ہے

باب الخلع

خلع کا بیان

ف مصنف نے جو خلع کی تعریف کی ہے یہ مطلق خلع کی ہے برابر ہے کہ اسکے ساتھ مال ہو یا نہ ہو مگر ہاں خلع کا لفظ ہونا ضروری ہے کیونکہ مال کے عوض طلاق دینے ہی کو خلع نہیں کہتے بلکہ اس سے بائن طلاق پڑنے میں یہ خلع کے حکم میں ہے بس خلع کی صحیح تعریف یہ ہے کہ عورت سے کچھ لیکر خلع کے لفظ سے نکاح توڑ دیا جائے اور اسکی شرطیں وہی ہیں جو طلاق کی ہیں کہ شوہر مکلّف ہو اور عورت منکوحہ ہو یعنی دفعہ ت خلع نکاح سے علیحدہ ہوجانے کا نام ہے اس سے (یعنی خلع کرنے سے) اور کچھ مال کے عوض طلاق دینے سے ہمارے نزدیک ایک بائن طلاق پڑتی ہے اور عورت کے ذمہ وہ مال دینا لازم ہوجاتا ہے اور اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو پھر اُسے کچھ لے نا مکروہ (تحریمی) ہے (بلکہ حق یہ ہے کہ اسے ایسی حالت میں لینا حرام ہی ہے) ہاں اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو اور خاوند کا کہنا نہ کرتی ہو تو اس سے) لینا مکروہ نہیں ہے اور جو چیز مہر ہوسکتی ہو وہی خلع کا بدل (یعنی عوض) بھی ہوسکتی ہے (مثلاً کم از کم دس درم یا اس سے زیادہ) پس اگر عورت سے شراب یا سور یا مردار پر خلع کرلیا یا ان چیزوں کے بدلے میں اسے طلاق دی تو خلع کی صورت میں رجعی طلاق اُسپر مفت پڑیگی جیسا کہ عورت (اپنی خالی مٹھی بھیج کر) شوہر سے یہ کہدے کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اسپر تو مجھ سے خلع کرلے اور اُسکے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا (اور شوہر نے خلع کرلیا تو مفت طلاق پڑجاتی ہے) ہاں اگر عورت اتنا اور کہدے کہ جو مال یا جو درم (یعنی اسپر خلع کرلے جو مال یا جو درم میرے ہاتھ میں ہیں) تو مال کہنے کی صورت میں عورت اپنا مہر شوہر کو واپس کردے (اگر وہ لے چکی ہے ورنہ نہیں) اور درم کہنے کی صورت میں تین درم اُسکو دے اگر کسی نے بیوی کے بھاگے ہوئے غلام پر اس شرط پر خلع کرلیا کہ وہ عورت اُسکی ذمہ دار نہیں ہے تو وہ ذمہ داری سے بری نہ ہوگی اگر عورت نے شوہر سے یہ کہا کہ تم مجھے ایک ہزار (روپیہ) کے عوض تین طلاقیں دیدو اسپر اُسنے ایک طلاق دیدی تو ہزار کی تہائی اُسے ملنی چاہیے اور (ایک ہی طلاق سے) وہ عورت بائنہ ہوجائیگی ہاں اگر عورت یوں کہے کہ تین طلاقیں مجھے ایک ہزار پر دیدو اور وہ ایک دیدے تو (اس صورت میں) رجعی طلاق مفت پڑیگی **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں تو بدلہ کا لفظ تھا وہ عورت ایک ہزار کے بدلے

نکاح کی اجازت دی تو یہ ظہار بالکل بیکار گیا اگر کسی نے اپنی چند بیویوں سے یہ کہا کہ تم مجھ پر مثل میری
ماں کی پشت کے ہو تو یہ ان سب سے ظہار ہو جائیگا اب یہ ہر ایک کی طرف سے ایک ایک کفارہ دے۔
فصل ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ (صحبت کرنے سے پہلے) ایک بردہ آزاد کردے (خواہ مرد ہو یا عورت
ہو یعنی غلام ہو یا لونڈی ہو بڑا ہو یا چھوٹا ہو مسلمان ہو یا کافر ہو) ہاں ایسے کو آزاد کرنا کافی نہیں،
ہوسکتا جو اندھا ہو یا جسکے دونوں ہاتھ کٹے ہوں یا ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے یا دونوں پیر کٹے ہوں
یا دیوانہ ہو یا مدبر ہو یا ام ولد ہو یا ایسا مکاتب جو (اپنے بدل کتابت میں سے) کچھ ادا کرچکا ہو اور
اگر اسنے ابھی کچھ ادا نہیں کیا تھا یا کسی نے اپنے قرابت دار کو اس کفارہ کی نیت کرکے خرید لیا یا اپنا
نصف غلام کفارہ میں آزاد کردیا تھا اور پھر باقی نصف بھی کفارہ ہی میں آزاد کردیا تو (تینوں صورتوں
میں) یہ آزاد کرنا درست (اور کافی) ہو جائیگا۔ اگر (ظہار کرنے والے نے کفارہ میں) آدھا غلام مشترک
آزاد کردیا اور باقی کا ضامن ہو گیا یا اپنا آدھا غلام (کفارہ میں) آزاد کردیا تھا پھر اس عورت سے
صحبت کرلی جس سے ظہار کیا تھا اور باقی غلام آزاد کیا تو (دونوں صورتوں میں) یہ کفارہ ادا نہ
ہوگا (کیونکہ کفارہ جب ادا ہوتا ہے کہ صحبت سے پہلے پورے بردے کی آزادی ظہور میں آجائے
اور یہ بات یہاں دونوں صورتوں میں نہیں ہے) اور اگر کسی میں بردہ آزاد کرنے کی وسعت نہ ہو تو
وہ پے در پے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے رکھے ان میں رمضان شریف نہ ہو اور نہ ایسے دن
ہوں کہ جن میں روزہ رکھنا منع ہے (مثلاً ایام تشریق اور دونوں عیدوں کے دن) پس اگر ان دو
مہینوں کے اندر رات کو یا دن کو بھول کر صحبت کر بیٹھا یا روزہ نہ رکھا (خواہ عذر سے یا بے عذر) تو
پھر نئے سرے سے روزے رکھے اور غلام کو کفارے میں سوائے روزے رکھنے کے اور کچھ جائز نہیں
ہے (خواہ وہ مکاتب ہی ہو کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا جو کچھ اُسکے پاس رہتا ہے وہ سب
آقا کا ہے) اگرچہ اسکا آقا اسکی طرف سے (ساٹھ مسکینوں کو) کھانا کھلا دے یا غلام آزاد کردے
اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ فقیروں کو فطرے کی طرح کھانا دیدے یا اُس مقدار
کی قیمت تقسیم کردے اور اگر ظہار کرنے والے نے اور کسی شخص کو کہدیا کہ وہ اسکی طرف سے اُسکے ظہار کا
کھانا دیدے اور اُسنے اس کا کہنا کردیا تو درست ہو جائیگا اور کل کفارات اور فدیہ میں مباح کردینا
درست ہے نہ کہ صدقات اور عشر میں **ف** یعنی کفارہ خواہ ظہار کا ہو خواہ روزے کا ہو خواہ قسم کا ہو خواہ

پر جائز نہ ہوگا اور اس لڑکی پر طلاق پڑجائیگی اگر نابالغ لڑکی کے باپ نے ایک ہزار (روپیہ) پر خلع کیا اس شرط پر کہ ایک ہزار کا میں ضامن ہوں تو لڑکی پر طلاق پڑجائیگی اور ایک ہزار (روپیہ) اسکے باپ کے ذمہ واجب ہوگا۔

باب الظہار

ظہار کا بیان

ت ظہار (شرع میں) اپنی منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دینے کو کہتے ہیں جو اسپر ہمیشہ کو حرام ہو مثلاً ماں۔بہن۔بیٹی۔پوتی وغیرہ) اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یوں کہدیا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہی تو (یہ ظہار ہوگیا اس سے) اس عورت سے صحبت کرنا یا صحبت کے لوازم مثلاً بوسہ لینا یا مساس کرنا وغیرہ سب حرام ہوگئے یہاں تک کہ یہ (کہنے والا ظہار کا) کفارہ ظہار دیدے پس اگر یہ کفارہ دینے سے پہلے صحبت کر بیٹھا تو اب (اسپر دوسرا کفارہ واجب نہیں ہوتا) یہ اپنے اللہ سے بس استغفار ہی کرے اور (قرآن شریف میں ظہار کرنے والوں کے بارے میں) عود کرنے سے صحبت کرنے کا قصد کرنا مراد ہی (نہ کہ صحبت کرنا تاکہ اسکے یہ معنے ہوں کہ کفارہ دینے سے پہلے صحبت کرنا درست ہی) اور اسمیں پیٹ یا ران یا شرمگاہ کہنا پشت کہنے کے حکم میں ہی (یعنی چاروں کا ایک حکم ہے (یعنی چاروں کا ایک حکم ہی مثلاً کسی نے بیوی سے یوں کہا کہ تیرا پیٹ یا ران یا شرمگاہ ایسی ہی جیسے میری ماں کا پیٹ یا ران یا شرمگاہ ہی تو ظہار ہوجائیگا) اور اسمیں بہن۔پھوپھی۔رضاعی ماں مثل سگی ماں کے ہیں (یعنی ان کی مشابہت سے بھی ظہار ہوکر حرمت ثابت ہوجائیگی) اگر کسی نے بیوی سے یہ کہا کہ تیرا سر یا تیری شرمگاہ یا تیرا سنہ یا تیری گردن یا تیرا آدھا بدن یا تیرا تہائی بدن مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہی تو یہ ایسا ہی ہی کہ جیسا یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہی (غرض یہ ہی کہ ان اعضاء کی مشابہت سے بھی ظہار ہوجاتا ہی) اگر بیوی سے یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں اور اس کہنے سے اسنے عزت اور بزرگی کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو جو نیت کریگا وہی ہوگا اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو (شیخین کے نزدیک اسکا کہنا) لغو ہوگا اور اگر کسی نے ظہار یا طلاق کی نیت کرکے بیوی سے یوں کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے حرام ہے تو جو نیت کریگا وہی ہوگا اور اگر طلاق یا ایلاء کی نیت کرکے بیوی سے یوں کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے حرام ہی تو یہ (امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک) ظہار ہی ہوگا اور ظہار اپنی بیوی کے سوا کسی غیر عورت سے نہیں ہوسکتا اگر کسی نے ایک عورت سے بغیر اسکی اجازت کے نکاح کرلیا تھا پھر اس سے ظہار کرلیا اسکے بعد اس عورت نے

زنا کی سزا کے قائم مقام ہیں اگر شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور یہ دونوں (مسلمان ہیں) گواہی دینے کے قابل ہیں (یعنی آزاد عاقل اور مسلمان ہیں) اور وہ عورت اس شان کی ہے کہ اسکو تہمت لگانے والے کو سزا ملتی ہو یا شوہر نے بیوی کے اپنے سے بچہ ہونے کا انکار کر دیا (یعنی اُسکے بچے کی بابت یہ کہدیا کہ یہ میرا نہیں ہے) اور عورت نے اپنے شوہر کو اس تہمت کی سزا دلوانے کا دعویٰ کیا تو ایسی صورت میں (دونوں پر) لعان کرنا واجب ہے اب اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو اُسے قید کیا جائے یہاں تک کہ یا تو لعان کرے اور یا اپنے آپ کو جھوٹا بتائے تو پھر اسپر تہمت لگانے کی حد جاری کی جائے اور اگر شوہر نے لعان کر دیا تو پھر عورت پر بھی لعان کرنا واجب ہے اگر عورت انکار کرے تو اسکو بھی قید میں رکھا جائے تاکہ وہ لعان کرے یا اپنے شوہر کے کہنے کی تصدیق کرے (کہ اسکا کہنا تہمت نہیں ہے بلکہ میں ہی خطاوار ہوں اور آپ زنا کی سزا اسپر ہے) اور اگر شوہر اس لائق نہ ہو کہ اسکی گواہی کا اعتبار کیا جائے (مثلاً کافر ہو یا غلام ہو یا پہلا سزا یافتہ ہو) تو اُس کو تہمت لگانے کی سزا دیدی جائے اور اگر مرد گواہی دینے کے لائق ہے مگر وہ عورت ایسی نہیں ہے کہ اسپر تہمت لگانے والے کو سزا دیجائے تو پھر مرد پر حد واجب ہے نہ لعان (کیونکہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہے ہاں تعزیر[1] و تنبیہ کیجائے) اور لعان کی صورت وہی ہے جو قرآن شریف نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اوّل شوہر قاضی کے روبرو کھڑا ہوکر چار مرتبہ اس طرح کہے کہ میں خدا کی قسم کھاکے کہتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کے زنا کرنے کو کہا ہے میں اس میں بیشک سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں اس بارے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اسکے بعد چار ہی مرتبہ عورت اس طرح کہے کہ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اس بات کی قسم کھاتی ہوں کہ اس مرد نے جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں یہ بیشک جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ اس طرح کہے کہ اگر یہ مرد اس بارے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو پس جب (میاں بیوی) دونوں لعان کر چکیں تو پھر ان کا حاکم کے جدا جدا کر دینے سے نکاح ٹوٹ جائیگا اور اگر شوہر نے بچہ کے ذریعہ سے تہمت لگائی تھی (کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو حاکم اس بچہ کا مرد سے نسب توڑ کر اسکو اسکی ماں کیساتھ[2] کر دے اور اگر (لعان کے بعد) شوہر اپنے آپکو جھوٹا بیان کرے تو اُسکو حد قذف لگائی جائے (یعنی تہمت لگانیکی سزا دیجائے) اور اُس کو اس عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے اور اسی طرح اگر کسی نے غیر عورت پر تہمت لگائی تھی اسمیں اُسے سزا ہوئی یا کسی عورت نے زنا کیا تھا اور زنا کی اُسے سزا لگی تو ان دونوں صورتوں

---

[1] تعزیر اسے کہتے ہیں کہ حد سے کم کم حاکم جو مناسب سمجھے اُسے سزا دلا دے ۱۲ منہ یعنی سورۂ نور میں اور حدیث میں بھی اس کی تصریح آئی ہے ۱۲ منہ [2] کہ ماں ہی اسکو رکھے اور اسکی پرورش کرے مرد کو اس سے کچھ تعلق نہ ہوگی ۱۲

احرام میں شکار مارنے کا ہو سب میں اباحت درست ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ فقیروں کے روبرو کھانا رکھ کر یہ
کہدے کہ کھالو علیٰ ہذا القیاس فدیہ میں برابر ہے کہ وہ شیخ فانی کے روزے کا یا حج میں جنایات ہونیکی
جزاؤں کا ہو مگر صدقات اور عشر میں جایز نہیں ہے کیونکہ ان میں مالک بنا دینا شرط ہے۔ ط ع ت
اور (اباحت کے کھانے میں) یہ شرط ہے کہ ہر فقیر کو پیٹ بھر کے دو صبح یا دو شام یا ایک صبح اور ایک شام
کھلائے اور اگر ایک ہی فقیر کو دو مہینے کھلائے جائے تب بھی کفارہ ادا ہو جائیگا اور ایک ہی فقیر کو ایک ہی
روز سارا کھانا دیدیا تو یہ درست نہ ہوگا ہاں خاص اسی ایک دن (اور ایک آدمی) کے کھلانے میں شمار
ہو جائیگا اور اگر کھانا کھلانے کے درمیان اسی عورت سے صحبت کرلی تو کھانا نئے سرے سے نہ کھلائے
اور اگر دو ظہاروں کے کفارے میں ساٹھ فقیروں کو کھانا دیا اس طرح کہ ہر فقیر کو ایک ایک صاع
گیہوں دیدیا (یعنی ایک ایک کو دونا دونا دیا) تو اس سے فقط ایک ظہار کا کفارہ ادا ہوگا اور اگر ایک
کفارہ رمضان شریف کے روزے کا تھا اور دوسرا ظہار کا اور کھانا اسی صورت سے ایک ایک صاع تقسیم
کیا یا دو ظہاروں کے کفاروں میں دو غلام آزاد کردئے اور کچھ تعیین نہیں کی (کہ اس کا کونسا ہے اسکا
کونسا ہے) تو دونوں ظہار کا کفارہ ہو جائیگا اور یہی حکم (دو ظہاروں کے کفارے میں) روزے رکھنے اور
کھانا کھلانے کا ہے (یعنی اگر کسی نے چار مہینے کے روزے رکھ لیئے اور کسی کفارے کی کچھ تعیین نہیں کی
یا ایک سو بیس فقیروں کو کھانا کھلا دیا اور کچھ تعیین نہیں کی تو دونوں کفارے پورے ہو جائیں گے)
اور اگر کسی نے دو ظہاروں کے کفارے میں ایک بردہ آزاد کیا یا دو مہینے کے روزے رکھ لیئے تو یہ فقط
ایک ہی ظہار کا کفارہ ہوگا اور اگر ایک کفارہ ظہار کا تھا اور ایک قتل کا اور اسنے ایک کفارہ بلا تعیین ادا
کیا تو اس صورت میں ایک بھی ادا نہ ہوگا (کیونکہ یہاں دونوں کفارے ایک جنس کے نہیں ہیں لہذا یہاں
کفارہ دینے سے پہلے تعیین ہونی چاہیئے ہاں جہاں دونوں ایک جنس کے ہوں وہاں دینے کے بعد
کی نیت کافی ہو جاتی ہے)

باب اللعان

لعان کا بیان

ف لعان جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے لعن سے مشتق ہے لغت میں اسکے معنے لعنت
کرنے دور کرنے اور دھتکارنے کے ہیں اور شرع میں یہ ہیں جو آگے مصنف نے ذکر کیئے ہیں ع ت لعان
(میاں بیوی کی) چند گواہیوں کو کہتے ہیں جو چند قسموں سے مضبوط کی گئی ہوں ان میں لعنت کا لفظ
بھی شامل ہو یہ گواہیاں مرد کے حق میں قائم مقام تہمت لگانے کی سزا کے ہوتی ہیں اور عورت کے حق میں

یا عورت کی فرجگاہ کے اوپر گوشت اُبھر آئے جس کو روق کہتے ہیں اسمیں اس سے صحبت نہیں ہو سکتی یا وہاں ہڈی ہو جائے کہ وہ بھی صحبت کو مانع ہوتی ہے اور اسکو قرن کہتے ہیں امام شافعی رح کا اسمیں خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان پانچ امراض میں دونوں کو اختیار دیدیا جائے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح سے مقصود صحبت ہوتی ہے اور یہ عیوب اُسکو بالکل فوت نہیں کرتے ہاں خلل انداز ہوتے ہیں اور اس خلل کو اتنا دخل نہیں دیا جاسکتا عینی

باب العدة[1]

عدت کا بیان

ت عدت اس انتظار کا نام ہے جو عورت پر لازم ہو جاتا ہے حرہ (یعنی آزاد عورت) کی طلاق ملجانے یا نکاح فسخ ہو جانیکے بعد تین حیض ہیں (اگر اسے حیض آتا ہو) یا تین مہینے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو (یعنی بچی ہو یا بڑھیا ہو) اور شوہر مرجانے کی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں اور لونڈی کی عدت اگر اسے حیض آتا ہو دو حیض ہیں اور اگر حیض نہ آتا ہو تو حرہ کی عدت کا نصف ہے ف یعنی تین مہینوں میں سے ڈیڑھ مہینہ اور چار مہینے دس دن میں سے دو مہینے پانچ دن مگر عدت میں یہ شرط ہے کہ جہاں رہتے ہوئے طلاق ملی یا شوہر مرا ہے وہیں عدت گذارے اگر کہیں مجبوراً جانا پڑجائے تو دن کو جاکر رات کو ضرور اپنے گھر آجائے ورنہ عدت ٹوٹ جائیگی ت اور حاملہ عورت کی عدت (ہر حالت میں) بچہ جن لینا ہے اگر کسی نے اپنے مرض الوفات میں بیوی کو طلاق دیدی تھی پھر اُسی عرصہ میں مرگیا (جسکو شرع میں فار[2] کہتے ہیں) تو اسکی بیوی طلاق اور وفات کی عدتوں میں سے جو بڑی ہو وہ پوری کرے (یعنی اگر تین حیض چار مہینے دس دن سے زیادہ دنوں میں آتے ہیں تو انکا انتظار کرے اور اگر کم میں آتے ہیں تو چار مہینے دس دن عدت میں رہے) اور جو لونڈی رجعی طلاق کی عدت میں آزاد ہو بائن طلاق کی اور موت کی عدت میں آزاد ہو تو وہ (عدت کے حکم میں) مثل حرہ[3] کے ہے اور جس عورت کو عدت کے (تین مہینوں کے بعد حیض آنے لگے تو اسکی عدت حیض ہی کے حساب سے ہوگی اور جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہو یا جس سے شبہ میں صحبت کرلی گئی ہو ان دونوں کی اور ام ولد کی عدت شوہر کے مرنے وغیرہ میں حیض ہی سے شمار کیجاتی ہے (مہینوں کا اعتبار نہیں ہوتا) اگر کسی نابالغ کے مرنیکے وقت اسکی عورت حاملہ ہو تو اسکی عدت حمل کا جن لینا ہے اور اگر اسکے مرنیکے بعد حاملہ ہوئی ہے تو اسکی عدت مہینوں کے حساب سے ہے (یعنی وہی چار مہینے دس دن ہیں) اور ان

[1] عدت کے لغوی معنے گننے اور احاطہ کرنے کے ہیں ۱۲ عینی [2] ایسی طلاق دینے والے کو شرع میں فار کہتے ہیں جسکے اصلی معنے بھاگنے والے کے ہیں گویا یہ طلاق کے ذریعہ اپنی غریب بیوی کو ترکہ دینے سے بھاگتا ہے ۱۲ [3] یعنی جو عدت ایسی طلاق کے بعد آزاد عورت کرتی ہے وہی اسے بھی پوری کرنی ہوگی ۱۲ از حاشیہ اصلی

ہیں) مرد کو اس عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے اور گونگے (شوہر) کے تہمت لگانے اور حمل کا انکار کر دینے سے
لعان لازم نہیں ہوتا **ف** اس کی وجہ یہ ہے کہ قابل لعان تہمت زبان سے ہوتی ہے اور گونگا زبان سے
کچھ نہیں کہہ سکتا اور یہی وجہ حمل کے انکار کرنے میں ہے کہ وہ بھی پوری تہمت نہیں ہے کیونکہ شاید حمل نہ ہو کسی
بیماری سے پیٹ پھول گیا ہو **ت** اگر شوہر بیوی سے یہ کہے کہ تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا ہی کا ہے تو
اسپر دونوں لعان کریں (کیونکہ صریح تہمت ہے) اور حاکم اس حمل کو اس مرد سے جدا نہ کرے - اگر کوئی شخص
اپنے گھر میں بچہ پیدا ہونے پر) مبارکبادی دیئے جانے کے وقت کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے یا جننے کے وقت کی
کارآمد چیزیں خریدتے وقت ایسا کہدے تو اسکا یہ کہنا معتبر ہوگا (یعنی یہ بچہ اسکا نہیں رہیگا) مگر لعان دونوں
صورتوں میں کرنا ہوگا اور اس (مبارکبادی اور خریداری) کے بعد انکار کرنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اگر جوڑواں
بچے ہوئے اور شوہر نے پہلے بچہ کا انکار کیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) اور دوسرے کا اقرار کیا تو اسکو تہمت لگانے کی
سزا دی جائے اور اگر اسکے برعکس کیا (کہ پہلے کا اقرار اور دوسرے کا انکار کیا) تو لعان کرے اور دونوں
صورتوں میں یہ دونوں بچے اسی کے شمار ہونگے +

باب العنین

نامردکا بیان

ت (شرع میں) عنین اسکو کہتے ہیں جو عورتوں سے صحبت نہ کر سکے یا کنواریوں سے نہ کر سکے اور
بیبیوں سے کر سکے - اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو دیکھے کہ اسکا ذکر کٹا ہوا ہے (وہ صحبت نہیں کر سکتا) تو انکو حاکم
اسی وقت علیحدہ علیحدہ کر دے (یعنی ان کا نکاح توڑ دے) اور اگر شوہر عنین یا خصی ہے تو اسے ایک برس روز
کی مہلت دیجائے اگر برس روز میں اسنے (ایک دفعہ) صحبت کر لی تو فبہا ورنہ اگر عورت درخواست کرے تو حاکم
انکو علیحدہ علیحدہ کر دے اب وہ عورت بائنہ ہو جائیگی (یعنی نکاح نہیں رہیگا) اور اگر (برس روز پورا ہونیکے
بعد) مرد نے کہا کہ میں نے صحبت کر لی ہے اور عورت اسکا انکار کرتی ہے اور عورتیں (دیکھنے والی) کہتی ہیں کہ
باکرہ ہے (اس سے ابھی صحبت نہیں ہوئی) تو اس عورت کو (وہیں بیٹھے رہنے تک) اختیار دیا جائیگا (کہ چاہے
اس شوہر کے رہے چاہے نہ رہے) اور اگر باکرہ نہیں ہے (پہلے خاوند کر چکی ہے) تو شوہر سے قسم لیکر اسکے
کہنے کا اعتبار کر لیا جائے اور اگر عورت نے اپنے عنین ہی شوہر کو پسند کر لیا تو اب اسکا حق (جدا ہونیکا)
باطل ہو گیا اور میاں بیوی میں سے ایک کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے اختیار نہ دیا جائے **ف** یعنی خواہ
کیسا ہی عیب ہو مثلاً دونوں میں ایک دیوانہ ہو جائے یا جوبن بگڑ جائے یا بدن پر سپید دھبے ہو جائیں

کہ اُسکے ساتھ کوئی ولی و محرم) ہو یا نہو اور اگر کسی شہر میں ہتی تو وہیں عدت میں بیٹھ جائے اور (عدت کے بعد) وہاں سے کسی (اپنے) محرم کے ساتھ آئے *

باب ثبوت النسب

نسب ثابت ہونیکا بیان

ت اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میں فلانی عورت سے نکاح کروں تو اسپر طلاق ہے پھر (اس نے) نکاح کر لیا اور نکاح سے چھ مہینے کے بعد اس عورت کے اولاد ہو گئی تو یہ اولاد اسی کہنے والے کی ہوگی اور اس عورت کو پورا مہر دینا اسپر لازم ہوگا اور رجعی طلاق کی عدت والی عورت کی اولاد اُسکے شوہر کی ہوتی ہے اگرچہ وہ (طلاق ہونے سے) دو برس کے بعد جنے جب تک کہ وہ عورت عدت گذرنیکا اقرار نکرے اور اس بچہ کا دو برس سے زیادہ میں ہونا (باعث) رجعت ہے اگر دو برس سے کم میں ہو تو رجعت نہیں ہے اگر کوئی عورت بائن طلاق کی عدت میں تھی اور اسکے دو برس سے کم میں اولاد ہو گئی (اور اسنے ابھی عدت پوری ہونیکا اقرار نہیں کیا) تو یہ اولاد اسکے شوہر کی ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں نہیں ہوئی (بلکہ دو برس میں یا زیادہ میں ہوئی ہے) تو وہ اس شوہر کی نہ ہوگی ہاں اگر وہ شوہر اسکا دعوی کرے اگر کوئی قریب البلوغ لڑکی طلاق کی عدت میں ہو اور نو مہینے سے کم میں اُسکے اولاد ہو جائے تو وہ اولاد اُسکے شوہر کی ہوگی اور اگر نو مہینے سے زیادہ میں ہو تو اُسکے شوہر کی نہ ہوگی (برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو) جو عورت اپنے شوہر کے مرنیکی عدت میں ہو اور دو برس سے کم میں اسکے اولاد ہو جائے یا جو عورت اپنی عدت پوری ہو جانے کا اقرار کرتی ہو اور اقرار کے وقت سے لیکر چھ مہینے سے کم میں اُسکے اولاد ہو جائے تو ان دونوں کی اولاد انکے شوہروں کی ہوگی اور چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوئی تو شوہر کی نہ ہوگی۔ جو عورت (طلاق یا موت) کی عدت میں ہو اور اسکی اولاد کا اسکے شوہر نے (یا اسکے وارثوں نے) انکار کر دیا ہو (کہ یہ میری نہیں ہے) تو وہ اولاد دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے یا (صاف اسکا) حمل ظاہر ہونے سے یا شوہر کے اس حمل کا اقرار کر لینے سے یا (شوہر کے مرنیکے بعد) وارثوں کے اس عورت کی تصدیق کر لینے سے یہ اولاد اسی شوہر کی ہوگی اور منکوحہ عورت کا بچہ اُسکے شوہر کا اسوقت ہوگا کہ جب چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہو اگرچہ شوہر چپ رہے اور اگر وہ انکار کرے تو پھر ایک عورت کی گواہی اس بچہ کی ولادت پر ہونے سے وہ بچہ اسکے شوہر کا قرار دیدیا جائیگا۔ اگر عورت کے بچہ پیدا ہو اور پھر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے عورت کہے

دونوں صورتوں میں یہ بچہ اس نابالغ کا شمار نہیں کیا جائیگا - اگر کسی عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دیجائے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا (بلکہ اسکے علاوہ تین حیض ہونے چاہئیں) اگر عدت والی عورت سے شبہ میں صحبت کرلی جائے تو اس پر دوسری عدت واجب ہے اور ان دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائیگا (یعنی ایک دوسری میں آجائیگی) اور جو حیض اس صحبت کے بعد آئیگا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا ہاں اگر پہلی عدت ختم ہوگئی ہے تو اب دوسری عدت پوری کرے اور عدت طلاق یا موت کے بعد سے شروع ہوتی ہی اور نکاح فاسد میں علیحدگی کے بعد سے یا اسوقت سے شروع ہوتی ہی کہ جب مرد اس عورت سے صحبت نہ کرنیکا پختہ قصد کرے - اگر عورت دعویٰ کرے کہ میری عدت گذر چکی ہی اور شوہر اُسے جھوٹی بتائے تو اس صورت میں عورت سے قسم لیکر اُسی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اگر کسی نے اپنی عدت میں بیٹھی جورو سے نکاح کرلیا اور صحبت کرنے سے پہلے اُسے پھر طلاق دیدی تو اس عورت کو پورا مہر دینا اسپر واجب ہوگا اور عورت پر اب نئے سرے سے عدت کرنی لازم ہوگی - اگر کوئی ذمی ذمیہ عورت کو طلاق دیدے تو اسپر عدت واجب نہیں ہی

فصل اگر عورت بالغ مسلمان ہو اگرچہ لونڈی ہو اور اس کو بائن طلاق ملجائے یا اُسکا شوہر مرجائے تو وہ عدت میں اس طرح سوگ کرے کہ نہ اپنا بناؤ سنگار کرے نہ خوشبو اور تیل لگائے نہ سرمہ لگائے ہاں کسی عذر سے سرمہ اور تیل کا استعمال جائز ہے اور نہ مہندی لگائے نہ کسمی اور زعفرانی کپڑے پہنے اور اگر کوئی آزادی کی عدت میں ہو (مثلاً آقا نے اپنی ام ولد کو آزاد کردیا ہو اور وہ اسکی عدت میں ہو) یا نکاح فاسد کی عدت میں ہو تو وہ سوگ نہ کرے اور عدت والی عورت سے صراحتہً نکاح کرنے کو نہ کہا جائے (مثلاً کوئی یہ کہدے کہ میرا ارادہ تجھسے نکاح کرنے کا ہی) ہاں اشارہ کنایہ سے اسپر اپنے نکاح کا ارادہ ظاہر کردینا درست ہی اور جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ گھر سے باہر نہ نکلے اور جو شوہر کے مرنے کی عدت میں ہو اُسکو دن میں اور شروع رات میں نکلنا درست ہی بشرطیکہ رات کا زیادہ حصہ اپنے گھر ہی گذارے اور یہ دونوں اسی گھر میں عدت گذاریں جسمیں عدت اُن پر واجب ہوئی ہو (یعنی جس گھر میں طلاق یا شوہر کی موت ہوئی ہو) ہاں اگر کوئی انہیں سے نکالدے یا وہ ڈھے جائے - اگر کسی عورت کو سفر میں طلاق ملی یا اسکا شوہر مرگیا اور (یہاں سے یعنی) اس عورت کے اور اُسکے شہر کے درمیان تین منزل سے کم فاصلہ ہے تو یہ اپنے شہر چلی آئے اور اگر تین منزل کا فاصلہ ہو تو اب اسے اختیار ہے چاہے اپنے شہر چلی آئے اور چاہے جہاں جا رہی ہے وہاں چلی جائے برابر ہے

جتنا عصبہ کوئی قریب کا ہوگا اتنا ہی مقدم ہوگا) ماں اور نانی بچہ کو پرورش کرنیکی حقدار اسوقت تک ہیں کہ وہ اپنی ضروریات کو خود کرنے لگے اسکے لیے لڑکے کے حق میں اندازاً سات برس مقرر کردیئے گئے ہیں (کہ جب وہ سات برس کا ہوجائے تو پھر اسکی پرورش میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہی) اور لڑکی کی بابت یہ ہی کہ اسکو حیض آنے لگے اور ماں اور نانی کے سوا اوروں کا حق (لڑکی کی پرورش میں) اسوقت تک ہی کہ جب اُسے شہوت ہونے لگے (مثلاً کم از کم نو برس کی ہوجائے اور اسی پر فتویٰ ہی) لونڈی اور ام ولد کا (اپنے پرورش کرنے میں) کوئی حق نہیں ہی جبتک کہ یہ دونوں آزاد نہ کردی جائیں (کیونکہ یہ دونوں اپنے آقا کی خدمت کے شغل کیوجہ سے اس کام کو انجام نہیں دے سکتیں) اور ذمی عورت اپنے مسلمان بچہ کی سب سے زیادہ حقدار ہی جبتک کہ اُسے دین کی سمجھ نہ آئے (ذمیہ کا بچہ مسلمان اسطرح ہوسکتا ہی کہ اسکا شوہر مسلمان ہو اور بچہ کو اس بارے میں کچھ اختیار نہیں ہوتا) اور طلاق دی ہوئی عورت اپنی اولاد کو سفر میں نہ لے جائے ہاں اپنے اُس وطن کو جہاں اُسکا نکاح ہوا تھا (لیجانے میں چنداں حرج نہیں ہی) ؁

باب النفقہ

(بیوی کے نان) نفقہ کا بیان

ف نفقہ لغت میں اسکو کہتے ہیں جو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرے یہ لفظ خوراک پوشاک وغیرہ سب کو شامل ہی شرح ت مرد پر اپنی بیوی کا کھانا کپڑا دونوں کی حیثیت کے موافق واجب ہی اگرچہ بیوی[1] اپنا مہر وصول کرنیکی غرض سے شوہر کو صحبت نکرنے دے ہاں جو عورت شوہر کے کہنے میں نہو اسکی بے اجازت گھر سے نکلے یا ایسی کم عمر ہو کہ وہ اس سے صحبت نکرسکے یا قرضدار ہونیکے سبب سے قید میں چلی گئی ہو یا کسی نے زبردستی چھین لی ہو یا غیر آدمی کیساتھ حج کرنے چلی گئی ہو یا بیمار ہو کہ اُس سے شب زفاف کی بھی نوبت نہ آئی ہو تو انکا کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ نہیں ہی اور اگر شوہر مالدار ہے تو بیوی کی خدمت کرنیوالے کا بھی کھانا کپڑا دے اور اگر شوہر کھانا کپڑا نہ دے سکے (کسی وجہ سے مجبور ہو) تو اس سبب سے انمیں علیحدگی نکیجائے ہاں عورت کو مرد کے نام سے قرض لے لیکر کھانے کی اجازت دیجائے۔ اگر شوہر پہلے تنگدست تھا اور اب مالدار ہوگیا تو اب اُسے اس مالداری ہی کی حیثیت کا کھانا کپڑا دینا چاہیے اگرچہ اسپر مفلسی کے کھانے کپڑے کا حکم ہوچکا ہو اور جو دن گذر گئے ہوں اور انہیں شوہر نے کچھ نہ دیا ہو تو انکا خرچہ دینا واجب نہیں رہتا ہاں حاکم کے حکم کرنے یا شوہر کے خود ٹھہرانے

---

[1] یعنی برابر ہی کہ شوہر اس سے شب زفاف کرچکا ہو یا نہ کرچکا ہو اور وہ مسلمان ہو یا کافرہ یہودن وغیرہ ہو اور مالدار ہو یا مسکین ہو ۱۲ مسکین

کہ تیرا مجھ سے نکاح ہوئے چھ مہینے ہو لیئے ہیں[1] اور شوہر کہے ابھی چھ مہینے نہیں ہوئے تو (اس صورت میں) عورت کے کہنے کا اعتبار کرینگے (اور اسکو قسم نہیں دینگے اسی پر فتویٰ ہے) اور یہ لڑکا اسی شوہر کا شمار کیا جائیگا اگر شوہر نے بیوی کی طلاق اُسکے بچہ ہونے پر معلق کردی (یعنی یہ کہدیا کہ اگر تیرے بچہ ہو تو تجھ پر طلاق ہی) اور ایک عورت نے اسکے بچہ پیدا ہونے پر گواہی دی تو (اسکی گواہی قبول نہ ہوگی اور) اسپر طلاق نہیں پڑیگی ہاں اگر شوہر اسکے حمل کا اقرار کرے تو بلا گواہی طلاق پڑجائیگی اور حمل رہنے کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہیں اور کم از کم چھ مہینے پس اگر کسی نے لونڈی سے نکاح کرکے اُسے طلاق دیدی پھر اُسکو خرید لیا اور خریدنے کے وقت سے لیکر چھ مہینے سے کم میں اسکے بچہ ہوگیا تو یہ بچہ اُسی شخص کے سر پڑیگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں نہیں ہوا (بلکہ زیادہ میں ہوا) تو اُسکے سر نہیں پڑیگا۔ اگر کوئی اپنی لونڈی سے کہے کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ میرا ہے پھر ایک عورت نے اُسکے بچہ ہونیکی گواہی دے تو یہ لونڈی اس شخص کی ام ولد ہوجائیگی۔ اگر کوئی شخص کسی لڑکے کو کہدے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور بعد میں مرجائے پھر اس لڑکے کی ماں دعویٰ کرے کہ میں اسکی بیوی ہوں اور یہ مجھ سے اسکا بیٹا ہی تو یہ (ماں پوت) دونوں اس مرنے کے وارث ہونگے اور اگر اس عورت کا حرہ ہونا کسی کو معلوم نہیں اور میت کا وارث (یعنی بیٹا) یہ کہتا ہی کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہی (نکاحی بیوی نہیں ہی) تو اب اسے میراث نہیں ملیگی +

باب الحضانۃ

بچہ کی پرورش کرنے کا بیان

ت بچہ کی پرورش کرنیکے لیے سب سے زیادہ حقدار[1] اسکی ماں ہی (نکاح ٹوٹکر) جدائی ہونیسے پہلے بھی اور اسکے بعد بھی پھر (اگر ماں نہ ہو تو) نانی نانی نہ ہو تو دادی اگر یہ بھی نہو تو سگی بہن یہ نہ ہو تو ماں شریکی بہن یہ نہ ہو تو باپ شریکی بہن اگر یہ بھی نہو تو پھر اسی (سگی سوتیلی کی) ترتیب سے خالائیں اگر خالائیں بھی نہوں تو اسی ترتیب سے پھوپھیاں اور جو عورت بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو اسکا حق جاتا رہیگا ف یعنی جس سے اب اس عورت نے دوسرا نکاح کیا ہی وہ اس بچہ کا قریبی رشتہ دار نہیں ہی تو اب اس بچہ کی پرورش کرنے میں اس عورت کا حق نہیں رہا ت اور اگر ان میں جُدائی ہوجائے تو اسکا حق پھر لوٹ آئیگا اور اگر (بچہ کی پرورش کرنے کیلیئے) یہ عورتیں نہوں تو پھر اُسکے حقدار علی الترتیب عصبی ہیں (یعنی

---

[1] عورت کے ایسا کہنے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ یہ بچہ تیرے ہی نطفہ سے ہو زنا کا نہیں ہی اور مرد اُسے حرامی ٹھیرانا چاہتا ہی ۱۲ اسلم

[1] یعنی سب سے پہلے اس بچہ کی پرورش کرنے کا حق ماں کو ہی اور اسکے بعد نانی کو علی ہذا القیاس ۱۲ عینی

بیٹے ماں باپ کو نفقہ دینے میں اور باپ کے اپنی اولاد کو نفقہ دینے میں اور کوئی (رشتہ دار) شریک نہیں ہو سکتا (یعنی
اور کسی پر واجب نہیں ہے اولاد پر ماں باپ کا واجب اور ماں باپ پر اولاد کا) اور جو قریبی ذی رحم محرم حاجتمند اور کمانے سے عاجز ہو تو اسکا روٹی
کپڑا میراث کے حصہ کے موافق (وارث پر) واجب ہے اگر وارث مالدار ہو اور باپ کو اپنے روٹی کپڑے کے خرچ کیلئے
اپنے بیٹے کے اسباب کو بیچ لینا درست ہے اسکی زمین کو بیچنا درست نہیں ہے اگر کسی نے اپنا روپیہ کسی کے پاس
امانۃً رکھدیا تھا اور اسکے امین نے اسکی بلا اجازت اسکے ماں باپ کا خرچ اٹھایا تو امین اسکا دیندار ہوگا اور
اگر ماں باپ نے وہ روپیہ خرچ کر لیا جو انکے پاس (انکے بیٹے کا رکھا ہوا) تھا تو وہ دیندار نہ ہونگے (کیونکہ ان کا
خرچ تو حاکم سے پہلے ہی اسکے ذمہ تھا پس انہوں نے اپنا وہ حق[1] وصول کر لیا) - اگر ماں باپ کے نفقہ کا اولاد پر
یا اولاد کے نفقہ کا باپ پر یا اور کسی قرابتدار کے نفقہ کا حاکم نے حکم دیدیا تھا اور ایک مدت گذر گئی (کہ وہ نفقہ
کسی وجہ سے ان کو نہ ملا) تو اب وہ ساقط ہوگا ہاں اگر حاکم نے (انکو) قرض لے لینے کی اجازت دیدی ہو
(تو اس صورت میں دینا پڑیگا) اور غلام لونڈی کا روٹی کپڑا اسکے آقا پر واجب ہے اگر وہ (دینے سے) انکار
کرے تو غلام کو اپنی کمائی میں سے لے لینا چاہیئے اور اگر وہ کما نہ سکتا ہو تو اسکو فروخت کر دینے کا حکم دیدیا
جائے) +

کتاب العتاق

(لونڈی غلام کا) آزاد کرنے کا بیان

ف عتق اور عتاق کے معنے قوت کے ہیں شراب کا نام بھی عتیق اسکی زیادہ قوت ہی ہونیکی وجہ سے
ہے اور کعبہ کو بھی عتیق اسکی قوت ہی کے سبب سے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اسپر غالب نہیں آسکتا اور اسکے
شرعی معنے یہ ہیں جو آگے مصنف نے بیان کئے ہیں ص ع ت عتاق (یعنی آزادی) ایک ایسی قوت شرعی
کا نام ہے جو مملوک میں غلامی پن جاتے رہنے اور (آقا کی) ملک سے باہر ہونیکے بعد حاصل ہوتی ہے اگر حر
مکلف (یعنی آزاد عاقل بالغ) اپنے مملوک سے اتنا کہدے کہ تو حر ہے (آزاد ہے) تو وہ آزاد ہو جائیگا یا
کوئی اور ایسا لفظ کہدے جس سے سارا بدن مراد لیا جاتا ہو (مثلاً یوں کہے تیرا سر آزاد ہے تیرا اسنہ آزاد ہے
تیری گردن آزاد ہے وغیرہ وغیرہ) یا یہ کہدے کہ تو آزاد ہے - تو آزاد کیا گیا ہے - تو حر کر دیا گیا ہے یا میں نے
تجھے حر کر دیا ہے یا میں نے تجھے آزاد کر دیا ہے تو ان سب صورتوں میں وہ آزاد ہو جائیگا برابر ہے کہ اس کہنے
والے نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو[2] یا آزاد کرنیکی نیت کر کے یوں کہدے کہ اب میں تیرا مالک نہیں رہا یا اب

---

[1] یعنی جو کہ بیٹے کے ذمہ تھا اور جو اپنا حق لے لیتا ہے وہ دیندار نہیں کرتا ۱۲ [2] کیونکہ جن الفاظ کے معنے ظاہر ہوں ان میں نیت ضرور
نہیں ہوتی نیت کی ضرورت کنایات میں ہوتی ہے جسکی تفصیل طلاق کے کنایات میں گذر چکی ہے ۱۲ مترجم

ہوجانے سے لازم ہوجاتا ہے اور میاں بیوی میں سے ایک کے مرجانے سے حکم شدہ نفقہ ساقط ہوجاتا ہے
اور جو نفقہ عورت پیشگی لے چکی ہو (اور پھر شوہر کا انتقال ہوجائے) تو وہ اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا
اور غلام کو اسکی بیوی کے نفقہ میں فروخت کردیا جائے (اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اُسکے آقا نے اسکو نکاح
کرنیکی اجازت دیدی ہو) اور لونڈی منکوحہ کا نفقہ رات کو شوہر کے پاس بھیجدینے سے واجب ہوتا ہے
(یعنی اگر لونڈی کا آقا اس سے اپنی خدمت نہ لے اور اسے اسکے شوہر کے پاس رات کو بھیجدے تو شوہر
کے ذمہ نان نفقہ ہوجائیگا) اور بیوی کے رہنے کے لیے شوہر پر ایک ایسا مکان دینا بھی واجب ہے جسمیں نہ
شوہر کے گھر کے آدمی رہتے ہوں اور نہ بیوی کے ہاں عورت کے گھر (کنبہ) والوں کو اُسے دیکھنا اور اس
سے باتیں کرنا جائز ہے اگر کوئی شخص بے پتہ کہیں چلا جائے اور اسکا روپیہ ایسے شخص کے پاس ہو جو اسکا قرضہ
اور اسکی بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہو تو حاکم کو چاہیے کہ اسکی بیوی اور چھوٹے بچوں اور اسکے ماں باپ کا
اسکے روپیہ میں سے کچھ مقرر کردے اور (احتیاطاً) عورت سے ایک ضامن لے لیا جائے اور یہی (یعنی
روٹی کپڑا اور رہنے کا مکان) طلاق کی عدت والی عورت کو بھی (عدت تک) دینا واجب ہے نہ کہ اس
عورت کو جو شوہر کے مرنیکی عدت میں ہو یا شوہر کی نافرمانی کرنے پر اس سے علیحدگی ہوگئی ہو اور عورت کا
بائنہ طلاق پڑنے کے بعد مرتد ہوجانا اسکے نفقہ کو ساقط کردیتا ہے نہ کہ شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو دیدینا
(یعنی اپنی ہم بستری کا اُسے موقع دیدینا نفقہ کو ساقط نہیں کرتا) اور آدمی پر اپنے محتاج بچوں کا بھی نفقہ واجب
ہے اور بچہ کی ماں پر دودھ پلوانے میں زبردستی نہ کیجائے (یعنی اگر وہ نہ پلائے تو بچہ کا باپ اسپر زبردستی
نہ کرے) ہاں ماں کے پاس کسی دودھ پلانیوالی کو نوکر رکھدے اور اگر بچہ کی ماں اُسکے باپ کے نکاح میں ہے
یا عدت میں ہو تو اسکو وہ دودھ پلانے کا معاوضہ نہ دے اور عدت کے بعد اگر وہ اوس انّاؤں سے زیادہ
تنخواہ نہ مانگے تو سب سے بہتر یہی ہے اور آدمی پر اپنے ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی کو بھی کھانا کپڑا دینا
واجب ہے اگر وہ محتاج (حاجتمند) ہوں (اگر کھاتے پیتے ہوں تو واجب نہیں ہے) اور (رشتہ داروں میں)
دین کے مختلف ہونیسے نفقہ واجب نہیں رہتا سوائے (دو رشتوں یعنی) میاں بیوی ہونے اور باپ بیٹا ہونیکے
ف کہ ان دونوں میں باوجود دین کے اختلاف کے بھی نفقہ واجب رہتا ہے دین مختلف ہونے کے
یہ معنے ہیں کہ مثلاً شوہر مسلمان ہو اور بیوی اہل کتاب میں سے یہودن یا نصرانیہ ہو یا ماں باپ کافر ہوں
بیٹا مسلمان ہو یا بیٹا کافر ہو ماں باپ مسلمان ہوں تو تب بھی انکا روٹی کپڑا لازم رہتا ہے) ت اولاد کے

یا قیمت) اس غلام سے کمولے اس صورت میں اس غلام کا ترکہ ان دونوں شریکوں کو پہنچیگا یا یہ آزاد کرے
اپنے حصہ کی قیمت) اس آزاد کرنیوالے سے وصول کرے اگر وہ مالدار اور وہ اسے دیکر پھر غلام سے وصول
سے اس صورت میں اسکا ترکہ اس آزاد ہی کرنیوالے کا ہوگا اور اگر ایک غلام میں دو شریک تھے اور) ہر
ایک نے دوسرے کے حصہ کے آزاد کرنے پر گواہی دی (یعنی ہر ایک نے یہ کہا کہ میرے شریک نے اپنا حصہ
آزاد کردیا ہے) تو اب یہ غلام دونوں کے حصہ کا روپیہ کماکر دے (خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ہوں) اور اگر
دو شریکوں میں سے ایک نے اس غلام کی آزادی کو فلاں کے کل کوئی فعل کرنے پر معلق کیا (مثلاً یوں کہا
اگر زید کل گھر میں آئے تو تو آزاد ہے) اور دوسرے نے اسکا الٹا کیا (یعنی یہ کہا کہ اگر زید کل گھر میں نہ آئے
تو آزاد ہے) اور وہ کل گذر گئی اور اسکا آنا نہ آنا معلوم نہیں ہوا تو اس صورت میں نصف غلام آزاد ہو جائیگا
اور وہ اپنے باقی نصف کی قیمت دونوں کو کماکر دیگا (اور اس کا ترکہ ان دونوں کو ملیگا) اگر (دو میں سے) ہر
ایک نے اپنا اپنا غلام آزاد کرنیکی (مثل پہلی صورت کے) قسم کھائی تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا - ف اس صورت
میں ساجھی عتق کی قسم کھانے سے اسکو کسی شرط پر معلق کردینا ہی مراد ہے جیسا اس گذشتہ صورت میں تھا فرق
دونوں میں صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت میں غلام ساجھے کا تھا اور اسمیں دونوں کے الگ الگ دو غلام ہیں
ت اگر کوئی شخص دوسرے کی شراکت میں اپنے بیٹے کا مالک ہوگیا (یعنی کسی کی شراکت میں اسنے اپنے بیٹے
کو خرید لیا) تو (آپس سے) اسکا حصہ فوراً آزاد ہو جائیگا اور یہ باپ اپنے ساجھی کے حصہ کا ضامن[1] نہ ہوگا
اس ساجھی کو چاہیے کہ یا تو (اپنا حصہ بھی) آزاد کردے یا (اپنے حصہ کی قیمت) کمولے - ایک غلام میں سے آدھا
ایک اجنبی نے خرید لیا تھا اور بعد میں باقی کا آدھا اس غلام کے باپ نے خرید لیا تو اب اس اجنبی کو اختیار ہے چاہے
اپنے حصہ کا روپیہ باپ سے وصول کرے اور چاہے بیٹے سے کمولے - اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نصف ایسے شخص
سے خریدا جو سارے کا مالک تھا تو (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) یہ باپ بیچنے والے کا ضامن
نہ ہوگا - ایک غلام تین مالدار آدمیوں کی شراکت میں تھا انہیں سے اول ایک نے اسکو مدبر کردیا پھر دوسرے
نے اسکو آزاد کردیا (اور تیسرا ابھی خاموش ہے) تو خاموش اس مدبر کرنیوالے سے اپنے حصہ کی قیمت وصول
کرے اور یہ اسکو قیمت دیکر آزاد کرنیوالے سے اس غلام کے مدبر ہونے کی تہائی قیمت لے لے نہ کہ وہ قیمت
جو اسنے اپنے ساجھی خاموش رہنے والے کو بھری ہے - ایک لونڈی میں دو شریک تھے ایک نے دوسرے سے کہا

[1] کیونکہ اس میں باپ کیطرف سے کسی قسم کی تعدی اور زیادتی نہیں ہوئی لیکن یہ حکم شریعت کا ہے کہ باپ بیٹے کا یا بیٹا باپ کا اگر مالک ہو جائے تو وہ خود ہی آزاد ہو جاتا ہے ۱۲

تو میرا غلام نہیں رہا یا لونڈی نہیں رہی یا اب تجھپر میرا اختیار نہیں رہا یا یوں کہدے کہ یہ میرا بیٹا یا باپ ہے یا (لونڈی کی بابت کہے) یہ میری ماں ہے یا یہ کہے کہ یہ میرا آقا ہے یا اس طرح پکارے کہ او میرے آقا یا او حُر یا او آزاد تو ان سب الفاظ سے آزاد ہو جائیگا ہاں اگر یوں پکارے کہ اے بیٹے۔ اے بھائی۔ یا اس سے کہے اب تجھ پر میری حکومت نہیں ہے یا (لونڈی کی بابت) وہ الفاظ کہے جن سے طلاق پڑ جاتی ہے یا کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو ان الفاظ سے آزاد نہ ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو اس سے بھی آزاد ہو جائیگا اور اگر کوئی (اپنے) قریب (ذی رحم) محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائیگا اگرچہ یہ مالک ہونیوالا لڑکا یا دیوانہ ہی ہو اگر کوئی (اپنے لونڈی غلام سے) یوں کہے کہ تو اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد ہے یا شیطان کی خوشنودی کے لیے آزاد ہے یا بُت کے لیے آزاد ہے یا کسی کے زبردستی کرنے سے آزاد کردے یا نشہ میں آزاد کردے تب بھی آزاد ہو جائیگا۔ اگر آزادی (اپنے) مالک ہونے پر یا کسی اور شرط پر معلق کردیا تو یہ تعلیق درست ہو جائیگی (اور شرط پوری ہونے پر وہ آزاد ہو جائیگا) اگر کسی نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کردیا تو (وہ اور اسکا بچہ) دونوں آزاد ہو جائینگے اور اگر بچہ کو آزاد کیا تو فقط وہی آزاد ہوگا اور مالک ہونے آزاد ہونے غلام ہونے۔ مدبر یا ام ولد ہونے یا مکاتب میں بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے (یعنی اگر اسکی ماں کسی چیز کے خریدنے یا ہبہ ہونیکے ذریعہ سے مالک ہوئی یا آزاد وغیرہ ہوئی تو بچہ کا بھی یہی حکم ہوگا) اور لونڈی کا جو بچہ اُسکے آقا سے ہو وہ آزاد ہے+

باب العبد الذی یعتق بعضہ

اس غلام کا بیان جس کا کچھ حصہ آزاد ہو جائے

ت اگر کوئی شخص اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کردے (مثلاً چوتھائی یا تہائی یا نصف) تو وہ سارا آزاد نہیں ہوتا (بلکہ جتنا اسنے کیا ہے اُتنا ہی ہوتا ہے) پھر جتنا آزاد ہونے سے رہ جائے اس مقدار کے بدلے روپیہ کماکر اپنے آقا کو دے اور یہ مثل مکاتب کے ہوتا ہے **ف** مکاتب کا بیان آگے آئیگا مگر اسمیں اور مکاتب میں اتنا فرق ہے کہ اگر مکاتب کمانے سے عاجز ہو جائے تو وہ پھر غلام ہو جاتا ہے بخلاف اسکے کہ اسکا جتنا حصہ آزاد ہوگیا ہے وہ عاجزی کی صورت میں بھی غلام نہیں ہو سکتا **ت** اگر کسی نے (مشترک غلام میں سے) اپنا حصہ آزاد کردیا تو اب اسکے شریک کو اختیار رہے چاہے وہ آزاد کردے چاہے (اپنے حصہ

سلہ یعنی مکاتب کی طرح یہ بھی آقا کے قبضہ سے باہر ہو جاتا ہے اب جہاں چاہے چلا جائے اور اپنی آزادی کا معاوضہ دینے کا سعی و سست کرے ۱۲ مترجم عفی عنہ

صحبت کرلی یا ایک مرگئی تو طلاق دوسری ہی پر پڑ جائیگی طرح ست کسی نے (اپنی لونڈی سے) کہا کہ اگر تو پہلے لڑکا جنے تو تو آزاد ہی اسنے لڑکا اور لڑکی دونوں جن دئے اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ انہیں سے پہلے کونسا پیدا ہوا ہی تو یہ لڑکا غلام رہیگا اور لڑکی اور اسکی ماں نصف نصف آزاد ہو جائینگے اگر دو آدمی (کسی شخص پر) گواہی دیں کہ اسنے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کر دیا ہی یا اپنی دو لونڈیوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا ہی تو (امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک) یہ گواہی لغو ہوگی ہاں اگر یہ گواہی وصیت میں یہ مبہم طلاق میں ہو) تو معتبر ہوگی ف مثلاً دو آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کر دیا ہی تو یہ گواہی بالاتفاق قبول ہوگی یا دو شخص اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیدی ہی تو یہ بھی بالاتفاق مقبول ہوگی س

باب الحلف بالعتق

(آزاد کرنے پر قسم کھانے کا بیان)

ف یہاں آزاد کرنے پر قسم کھانے سے یہی مراد ہی کہ آزاد کرنے کو کسی شرط پر معلق کر دے ست اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں گھر میں جاؤں تو اس روز جتنے میرے مملوک (غلام) ہوں سب آزاد ہیں تو اس کہنے کے بعد جتنے غلام اسکی ملک میں آئینگے اسکے گھر میں جانے سے وہ سب آزاد ہو جائینگے اور اگر اس روز کا لفظ نہیں کہا تو نہیں ہونگے (یعنی اس کہنے کے بعد جن کا یہ مالک ہوگا وہ آزاد نہونگے بلکہ وہی آزاد ہونگے جو اسوقت اسکی ملک میں ہونگے) اور مملوک کا لفظ حمل کو شامل نہیں ہوتا (مثلاً اگر کسی نے یوں کہا کہ) میرے جتنے مملوک ہیں یا جنکا میں مالک ہوں وہ کل کے بعد آزاد ہی یا میرے مرنیکے بعد آزاد ہی تو اسکا یہ کہنا فقط اسی کو شامل ہوگا جسکا یہ اس قسم کے (یعنی اس کہنے کے) وقت مالک ہوا اگر کوئی لونڈی حمل سے تھی تو لونڈی آزاد ہوگی حمل نہیں ہوگا) ہاں اس دوسری صورت میں اسکے تہائی مال میں سے وہ مملوک بھی آزاد ہو جائیگا جس کا یہ اس شرط لگانے کے بعد مالک ہوا ہو ❊

باب العتق علی جُعل

(یعنی غلام کو مال لیکر آزاد کرنے کا بیان)

ست اگر کسی نے اپنے غلام کو مال پر آزاد کر دیا (یعنی یوں کہا کہ مثلاً تو ایک ہزار پر یا ایک ہزار کے بدلے میں آزاد ہی) اور اُسنے منظور کر لیا تو یہ غلام ابھی آزاد ہوگیا اور اگر اسکی آزادی کو روپیہ ادا کرنے پر قائم

کہ یہ لونڈی تیری ام ولد ہے اور اسنے انکار کیا (کہ میری ام ولد نہیں ہے) تو یہ لونڈی اب ایک روز اس (انکار کرنے والے) کی خدمت کریگی اور ایک روز چھٹی میں رہیگی اور چونکہ ام ولد کی قیمت نہیں ہوتی اس لیے اگر اسکے دو شریکوں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دیگا تو یہ دوسرے کا ضامن نہ ہوگا **ف** اسکی صورت یہ ہے کہ ایک لونڈی دو آدمیوں کی شرکت میں تھی اسکے اولاد ہوئی تو اولاد پر دونوں نے دعویٰ کیا ایک کہتا ہے بچہ میرا ہے دوسرا کہتا ہے میرا ہے اس صورت میں یہ لونڈی ان دونوں کی ام ولد ہوگئی پھر ان میں سے ایک نے اسکو آزاد کر دیا تو اسکو آزاد کرنے کا تاوان نہیں دینا پڑیگا **ت** ایک آدمی کے تین غلام تھے اسنے ان میں سے دو کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اسکے اتنا کہتے ہی ان میں سے ایک الگ ہوگیا اور تیسرا (جو انمیں پہلے نہیں تھا اب) آکھڑا ہوا اور آقا نے پھر اسی طرح کہا (کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے) اور جب ہی مرگیا یہ بیان نہ کیا کہ میرے نزدیک فلانا آزاد ہے تو اس صورت میں تین چوتہائی تو اس غلام کی آزاد ہونگی جو دونوں دفعہ میں وہیں کھڑا رہا اور نصف نصف ان دونوں میں سے آزاد ہو جائیگا اور اگر یہ بات اسنے مرض الموت میں کہی تھی (اور بیان کرنے سے پہلے مرگیا) تو (سارے ترکہ کا) ایک تہائی اسی حساب سے تقسیم کر دیا جائیگا **ف** یعنی اگر یہ بات اسنے اپنے مرنے کی بیماری میں کہی تھی تو یہ بمنزلہ وصیت کے ہوئی اور یہ قاعدہ ہے کہ وصیت ترکہ کی تہائی میں جاری ہوا کرتی ہے گویا اس شخص کے پاس سوائے ان تین غلاموں کے اور کچھ نہ تہا اور یہ تینوں ایک ہی قیمت کے تھے اور اس شخص کے وارثوں نے ان غلاموں کے حق میں اسکا کہنا پورا نہ کیا تو اب اسکی وصیت کو تہائی ترکہ میں جاری کر کے ان غلاموں پر اسی مذکورہ حساب سے تقسیم کر دینگے مثلاً ہر غلام کے سات سات حصے کرینگے پس جو غلام دونوں دفعہ وہیں رہا تہا اسکے تین حصے آزاد ہونگے اور اسے چار حصوں کی قیمت کما کر دینی ہوگی اور باقی دو لوگ دو دو حصے انہیں سے اپنے پانچ پانچ حصوں کی قیمت کما کر دینی ہوگی **ت** اور بیچدینا۔ آزاد کر دینا۔ مدبر کر دینا۔ ہبہ کر دینا یا مرجانا مبہم آزاد کرنیکا بیان ہوتا ہے نہ کہ صحبت کرنا **ف** مثلاً کسی کے دو غلام تھے اسنے دونوں کو خطاب کر کے یہ کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے تو یہ آزاد کرنا مبہم ہوا پھر اسنے خود ہی انمیں سے ایک بیچدیا یا آزاد کر دیا یا ہبہ کر دیا یا کسی کو ویسے ہی دیدیا یا ایک مرگیا تو اب یہ دوسرا آزاد ہو جائیگا اور ان افعال کے سبب سے یہ سمجھا جائیگا کہ اسنے اسوقت اسی کو آزاد کیا تہا اور اگر اپنی دو لونڈیوں سے یہ کہا تہا اور پھر ایک سے صحبت کرلی تو یہ اس امر کی دلیل نہیں ہوگی کہ دوسری لونڈی آزاد ہے **ت** ہاں صحبت کرنا اور مرجانا مبہم طلاق میں بیان ہوتا ہے **ف** مثلاً کسی کی دو بیویاں تھیں اُن سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے پھر انمیں سے ایک سے

خدمت کی نہ ہو تو دوسرے کے ہاں) نوکر رکھا دے اور (اگر مدبرہ لونڈی ہی تو) اس سے صحبت کر لیا کرے اور اگر چاہے تو اور کسی سے اسکا نکاح کر دے اور جب یہ آقا مرجائیگا تو اُسکے تہائی مال[1] میں سے مدبر آزاد ہو جائیگا اب اگر آقا فقیر تہا (کہ اس مدبر غلام لونڈی کے سوا اور مال اسکے پاس نہ تہا) تو یہ مدبر اپنی قیمت کے دو تہائی کما کر آقا کے وارثوں کو دیگا اور اگر آقا قرضدار تھا تو اسے اپنی ساری قیمت کما کر دینی پڑیگی اور اگر آقا نے اپنی لونڈی غلام سے یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرجاؤں یا اپنے اس سفر میں مرجاؤں یا دس برس کے اندر اندر مرجاؤں یا تو فلاں شخص کے مرنیکے بعد آزاد ہی تو اب آقا کو اسکا بیچنا جائز ہی (پہلی قسم کے مدبر کو مدبر مطلق کہتے ہیں اور اس دوسری قسم کے کو مدبر مقید ان دونوں قسموں میں یہی فرق ہی کہ پہلی قسم کے کو بیچنا ناجائز اور اسکو جائز) اور اگر (آقا کے بیچنے سے پہلے) وہ شرط وقوع میں آگئی (جس پر اُسنے اسکی آزادی کو معلق کیا تہا) تو یہ مدبر آزاد ہو جائیگا +

باب الاستیلاد

امّ ولد کرنے کا بیان

ف استیلاد کے لغوی معنے مطلق اولاد طلب کرنیکے ہیں اور شرعی معنے اپنی لونڈی سے اولاد چاہنے کے ہیں یعنے

ت اگر لونڈی کے (اسکے) آقا سے اولاد ہو جائے (اور آقا اُسکا اقرار کرے کہ یہ میرے ہی نطفہ سے ہی) تو پھر یہ لونڈی دوسرے کی ملکیت میں نہیں جا سکتی (یعنی نہ آقا اُسے بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہی) ہاں اس سے صحبت کر سکتا ہے اپنی خدمت کرائے چاہے کسی کے ہاں نوکر رکھا دے یا چاہے تو کسی سے نکاح کر دے اب اگر اس پہلے بچہ کے بعد اسکے دوسرا بچہ ہو جائے تو یہ بلا آقا کے دعویٰ کئے آقا ہی کا ہوگا[2] بخلاف پہلے کے اور آقا کے مرنیکے بعد یہ لونڈی اُسکے کل مال سے آزاد ہو جائیگی اگر آقا قرضدار بھی ہوگا تو بھی اُسکے قرضخواہ کو اپنی قیمت کما کر نہیں دیگی (ایسی لونڈی کو ام ولد کہتے ہیں) اگر کسی نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اسے اپنی (تہائی) قیمت کما کر آقا کو دینی پڑیگی اگر کسی نے ایک لونڈی سے نکاح کر لیا تہا اور نکاح ہی کی حالت میں اس سے اولاد ہو گئی اور بعد میں (کسی وجہ سے) یہ شخص اُس لونڈی کا مالک بنگیا تو (ہمارے نزدیک) یہ لونڈی اسکی ام ولد ہی اگر دو آدمیوں کی شراکت کی ایک لونڈی تہی اور اسکے بچہ (ہونے) پر ایک شریک نے دعویٰ کر دیا (کہ یہ میرے نطفہ سے ہی) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور یہ لونڈی اسکی ام ولد ہوگی

---

[1] مثلاً یہ مدبر ایک ہزار کا تہا اور اسکے سوا دو ہزار اسکے آقا نے اور چھوڑے تو اس صورت میں یہ مدبر بغیر سعایت کے آزاد ہو جائیگا اور اگر کچھ نہ چھوڑا تو اسکی صورت تہائی میں [illegible] ۱۲ مترجم عفی عنہ

[2] یعنی بخلاف پہلے بچے کے کہ جب تک اسکا خود آقا اقرار نہ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی میرے نطفہ سے ہی تو اسکا بیٹا شمار نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

معلق کردیا تھا یعنی مثلاً یوں کہدیا تھا کہ اگر تو اتنا روپیہ مجھے دیدے تو تو آزاد ہے) تو اب وہ (دلالۃ حال سے)
ماذون فی التجارۃ[1] ہوجائیگا اور تخلیہ سے آزاد ہوجائیگا **ف** ایسے موقع پر تخلیہ سے یہ مراد ہوتی ہے کہ غلام
اپنے آقا کے سامنے ایسی طرح روپیہ رکھدے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اُسے لے سکے اس غلام کو آقا کے ہاتھ میں
دینا ضروری نہیں ہے یعنی **ت** اگر آقا نے اپنے غلام سے یوں کہا کہ تو ایک ہزار روپیہ کے عوض میں
میرے مرنیکے بعد آزاد ہے تو غلام کی طرف سے اسکا منظور کرنا آقا کے مرنیکے بعد معتبر ہوگا (آقا کے مرنے سے
پہلے منظور کرلینے کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور نہ یہ آزاد ہوگا ہاں اگر وارث یا آقا کا وصی آزاد کردے) اگر کسی نے
اپنے غلام سے یوں کہا کہ میری ایک سال خدمت کرنے پر تو آزاد ہے اور غلام نے اسکو منظور کرلیا تو وہ ابھی آزاد
ہوجائیگا اور اُسکو آقا کی (ایک سال) خدمت کرنی لازم ہوگی (کیونکہ وہ اسکو منظور کرچکا ہے) اور اگر آقا خدمت
کرانے سے پہلے مرگیا تو اس غلام کو اپنی قیمت دینی واجب ہوگی (اور اگر یہ غلام مرجائے تو اسکی قیمت اسکے
ترکہ میں لیجائیگی) اگر کسی نے ایک لونڈی کے آقا سے کہا کہ تم اس اپنی لونڈی کو ایک ہزار روپیہ کے
عوض میں اس شرط پر آزاد کردو کہ تم اسکا نکاح مجھ سے کردو (اُسنے اسکے کہنے پر لونڈی کو آزاد)
کردیا اور بعد میں لونڈی سے کہا کہ میں تیرا نکاح اُس سے کرتا ہوں تو) لونڈی نے اس سے نکاح کرنے
سے انکار کردیا تو یہ لونڈی مفت[2] آزاد ہوجائیگی اور اگر وہ یوں کہدے کہ اسکو ایک ہزار میں میری طرف سے
آزاد کردو تو اب یہ ہزار روپیہ اسکی قیمت پر اور اسکے مہر مثل پر بانٹ دئے جائینگے اور جو کچھ قیمت کے
مقابلہ میں آئیگا بس وہ ہی اس کہنے والے کو دینا واجب ہوگا +

باب التدبیر

مدبر کرنیکا بیان

ف لغت میں تدبیر کے معنے انجام کار میں غور کرنیکے ہیں اور شرعی معنے یہی ہیں جو آگے مصنف
بیان فرماتے ہیں یعنی **ت** لونڈی غلام کی آزادی کو فقط اپنی موت پر معلق کرنیکا نام (شرع میں)
تدبیر ہے مثلاً آقا یوں کہے کہ جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا کہے جسدن میں مرجاؤں یا کہے میرے
بعد میں (تو آزاد ہے) یا کہے کہ تو مدبر ہے یا کہے کہ میں نے تجھے مدبر کردیا اور (مدبّر و مدبرہ کا حکم یہ ہے
کہ) اب وہ بک سکتا ہے اور نہ ہبہ ہوسکتا ہے ہاں آقا اس سے اپنی خدمت کراتا رہے یا اپنے کو ضرورت

[1] یعنی آقا کی طرف سے اسکو تجارت کرنیکی اجازت ہوجائیگی اگرچہ آقا نے اپنی زبان سے اسکو تجارت کی اجازت نہیں دی ۱۲ حاشیہ اصل [2] کیونکہ جسکے کہنے سے ... کہ اسنے روپیہ دینے کی یہ شرط کرلی تھی کہ لونڈی سے میرا نکاح کردیا اور چونکہ اسکی شرط پوری نہیں ہوئی لہذا اسکے ذمہ کچھ نہیں آئیگا ۱۲

اور باللہ کہنے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اسکی ضرور احتیاط رکھنی چاہیے۔ مترجم عفی عنہ ت کبھی یہ حروف پوشیدہ بھی ہوتے ہیں (جیسے کوئی اللہ کہے اور اس سے مراد واللہ ہو) اور قسم کا کفارہ ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا یا دس غریبوں کو کھانا کھلانا ہے جیسا کہ ان دونوں کا ذکر ظہار (کے کفارے) میں ہو چکا ہے یا دس غریبوں کو اتنا اتنا کپڑا دے جس سے اُن کا بدن آدھے سے زیادہ ڈھک جائے پس اگر کوئی اِنہیں سے ایک کو بھی نہ کر سکے تو وہ لگاتار تین روزے رکھے اور قسم کے خلاف کرنے سے پہلے کفارہ نہ دے اور جو شخص کوئی گناہ کا کام کرنے پر قسم کھائے تو اسپر واجب ہے کہ اس قسم کو توڑ کر اسکا کفارہ دیدے (مثلاً اسپر قسم کھائے کہ میں نماز نہ پڑھونگا یا روزہ نہ رکھونگا علی ہذا القیاس تو اسکا کفارہ ہی ذمہ لینا لازم ہے) اور کافر پر کفارہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر اپنی قسم جھوٹی کرے۔ اگر کوئی اپنی چیز کو (اپنے پر) حرام کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی لیکن ہاں اگر یہ اسکو اپنے لیے مباح کرنی چاہے تو کفارہ دے (کیونکہ حلال چیز کو حرام کر لینا قسم ہے) اگر کوئی یوں کہے کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ کھانا کھانے اور پینے کی چیزوں پر واقع ہوگا اور فتویٰ اسپر ہے کہ اس کہنے سے بدوں (طلاق کی) نیت کے اسکی بیوی پر بائنہ طلاق پڑ جائیگی (کیونکہ ایسا کہنے کا زیادہ استعمال طلاق میں ہی ہے) اگر کسی نے مطلق منت مانی یا کسی شرط پر معلق کر دی اور وہ شرط پائی گئی تو (دونوں صورتوں میں) وہ اپنی نذر پوری کرے۔ اگر کسی نے قسم کیساتھ انشاء اللہ کہدیا تو وہ اسکے ذمہ نہیں رہی (اسکے خلاف کرنے میں یہ ماخوذ نہ ہوگا)

باب الیمین فی الدخول والسکنیٰ والخروج والاتیان وغیر ذلک

(اندر جانے رہنے باہر نکلنے اور آنے وغیرہ پر قسم کھانے کا بیان)

ت کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں گھر میں نہ جاؤنگا تو اب اسکے کعبہ میں جانے یا مسجد یا گرجا یا یہودیوں کے مندر یا (گھر کی) دہلیز یا چھجے کے نیچے یا صفہ میں جانے سے اسکی قسم نہیں ٹوٹیگی (صفہ تین دیواری چھپڑے کو کہتے ہیں) اور اگر یوں قسم کھائی کہ میں کسی گھر میں نہ جاؤنگا تو کھنڈروں میں جانے سے حانث نہ ہوگا (یعنی قسم نہیں ٹوٹیگی) اور اگر یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤنگا تو اس گھر میں جانے سے حانث ہو جائیگا اگرچہ وہ ڈھے جانیکے بعد پھر سے بنا ہو ہاں اگر اس گھر کو (توڑ کر) باغ یا مسجد یا حمام بنا دیا ہو یا (سامنے کی ایک) کوٹھڑی بنا دی ہو تو اسمیں جانے سے حانث نہ ہوگا جیسا کہ کوئی یوں قسم کھائے کہ میں اس کوٹھڑی میں نہ جاؤنگا پھر وہ ڈھے جائے یا اسکی جگہ اور بن جائے تو اسمیں جانے سے حانث نہیں ہوتا اور جو شخص کسی مکان کی چھت پر کھڑا ہو وہ اس مکان

ل اسی وجہ سے قسم کے کفارہ نقد یا جامہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا ہاں اگر کھانے کی قیمت کر کے نہیں فقط پاجاموں کا کپڑا غریبوں کو دیدے تو کافی ہو جائیگا ۱۲ عینی ٢ جبکہ قسم ٹوٹنا کہتے ہیں اگر اس سے پہلے کفارہ دیدیا تو قسم ٹوٹنے کے بعد وہ اسکی طرف سے کافی نہ ہوگا ۱۲ از حاشیہ اصل

اور اس شخص پر اس لونڈی کی نصف قیمت اور صحبت کرنے کی نصف اجرت لازم ہوگی اس بچہ کی قیمت نہیں دینی پڑیگی اور اگر کسی مشترکہ لونڈی پر دونوں شریکوں نے اکٹھا دعوی کردیا تو یہ بچہ دونوں ہی کا قرار دیا جائیگا اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کے ذمہ صحبت کی نصف اجرت لازم ہوگی ہاں پھر آپس میں ایک دوسرے کو مجرا دے لیں اور یہ لڑکا ان دونوں کا ایک پورے بیٹے کی طرح وارث ہوگا اور اگر یہ مرگیا تو اسکے ترکہ کو وہ دونوں آدھوں آدھ بانٹ لینگے اگر کوئی اپنے مکاتب (غلام) کی لونڈی کے بچہ پر دعوی کرے (کہ یہ میرے نطفہ سے ہی) اور وہ مکاتب اسکی تصدیق کرے تو وہ بچہ اس مدعی ہی کا ہوگا اور اس مدعی کو صحبت کرنیکی اجرت اور بچہ کی قیمت مکاتب کے حوالہ کرنے پڑیگی اور یہ لونڈی اسکی ام ولد نہیں ہونے کی اور اگر مکاتب نے اسکی تکذیب کردی (کہ جھوٹ کہتا ہی) تو وہ بچہ اسکا ثابت نہ ہوگا۔

کتاب الایمان

قسموں کا بیان

ت خبر کی دونوں طرفوں (یعنی سچ اور جھوٹ) میں سے ایک کو مقسم بہ[1] کے ذکر سے مضبوط کرنیکا نام (شرع میں) قسم ہی اب اگر کسی نے گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی تو اسکا نام غموس ہی اور اگر اپنے غالب گمان پر کھائی تو اسکا نام لغو ہی پہلی میں گنہگار ہوتا ہی اور دوسری قسم میں نہیں ہوتا اور اگر آئندہ کرنے پر کھائی تو اسکا نام منعقدہ ہی اور فقط اسمیں قسم کے خلاف کرنے پر کفارہ آتا ہی خواہ وہ خلاف کسی کی زبردستی سے ہو جاے مجبور کر ہو یا سہو اور قسم اللہ کی رحمٰن کی رحیم کی۔ اللہ کی عزت اسکی بزرگی اور اسکی کبریائی کی ہوتی ہی اور ان الفاظ کہنے سے بھی ہو جاتی ہی کہ میں قسم کہاتا ہوں میں حلف اٹھاتا ہوں میں گواہ کرتا ہوں گو یہ نہ کہے کہ خدا کی (قسم کھاتا یا اسکو گواہ کرتا ہوں) اگر کوئی یوں کہے کہ میں اللہ کے بقا کی یا اللہ کی یا اللہ کے عہد کی یا اسکے پیمان کی قسم کھاتا ہوں یا کہے (اگر میں ایسا کروں تو) مجھ پر نذر ہی یا اللہ کی نذر ہی یا (کہے) اگر میں ایسا کروں تو کافر ہو جاؤں تو ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہی ہاں اللہ کے علم کی اسکے غصہ کی اسکے غضب کی۔ اسکی رحمت کی نبی کی۔ قرآن مجید کی کعبہ کی۔ اللہ کے حق کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی اور نہ یہ کہنے سے ہو کہ اگر میں یہ کام کروں تو مجھ پر اسکا غضب ہو یا اسکا غصہ ہو یا میں زانی ہوں یا چور ہوں یا شراب خوار ہوں یا سود خوار ہوں اور (عربی زبان میں) قسم کے حروف یہ ہیں بؔ۔ وؔ۔ تؔ **ف** مثلاً کوئی یوں کہے باللہ لافعلن کذا۔ واللہ لافعلن کذا تاللہ لافعلن کذا اور معنے تینوں کے یہی ہیں کہ خدا کی قسم میں ایسا کام ضرور کرونگا اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ واللہ

یا جب تک کہ میں اجازت نہ دوں (تو اس صورت میں فقط ایک دفعہ اجازت شرط ہی) ایک عورت گھر سے نکلنا چاہتی تھی کہ اسکے شوہر نے یہ کہا اگر تو نکلی (تو تجھ پر طلاق ہی) یا وہ غلام کو مارنا چاہتی تھی کہ اُسنے کہا اگر تو نے غلام کو مارا (تو وہ آزاد ہی) تو یہ قسم (یعنی طلاق یا آزادی) اس نکلنے یا مارنے کے ساتھ مقید ہوگی جیسے کوئی کسی سے کہے کہ بیٹھو کھانا کھاؤ وہ جواب میں کہے اگر میں کھانا کھاؤں (تو میرا غلام آزاد ہی) تو اسکو اسی کھانے سے تعلق ہوگا اور حانث ہونے میں اپنے غلام کی سواری مثل اپنی سواری کے ہی اگر اسکی نیت کرلی ہو اور غلام قرضدار نہ ہو ف اس مسئلہ کی صورت یہ ہی مثلاً آقا کہے کہ اگر میں گھوڑے پر سوار ہوں تو میرا غلام آزاد ہی اور نیت یہ کرے کہ خواہ میرا گھوڑا ہو خواہ میرے غلام کا ہو تو اب اگر یہ اپنے یا اپنے غلام کے گھوڑے پر سوار ہوگا تو دونوں صورتوں میں یکساں حانث ہوگا یعنی دونوں صورتوں میں اسکا غلام آزاد ہو جائیگا بشرطیکہ وہ غلام قرضدار نہ ہو اگر وہ قرضدار ہو یا اُسکے آقا نے اپنے ہی گھوڑے کی نیت کی تو حانث نہ ہوگا ۔ عینی و فتح +

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

کھانے پینے اور باتیں کرنے پر قسم کھانے کا بیان

ت اگر کسی نے (ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے) قسم کھائی کہ میں اس درخت کو نہ کھاؤنگا تو وہ اس درخت کا پھل کھانے سے حانث ہوگا (بشرطیکہ وہ پھلدار ہو) اور اگر کچّے یا پکّے چھوہارے کھانے یا دودھ نہ پینے کی تعیین کردی تھی (یعنی یوں قسم کھائی تھی کہ میں کچّے یا پکّے چھوہارے نہ کھاؤنگا یا دودھ نہ پیونگا تو انکو معین کرنیکی صورت میں پکّوں کے کھانے سے اور کچّوں کی صورت میں سُوکھے چھوہارے کھانے سے اور دودھ کی صورت میں دہی کھانے سے حانث نہ ہوگا بخلاف اسکے کہ کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس لڑکے سے نہ بولونگا (اور جب وہ لڑکا جوان ہوگیا تو اس سے بولا) یا یہ کہ میں اس جوان سے نہ بولونگا (اور جب وہ جوان بڈھا ہوگیا تو اس سے بولا) یا یوں قسم کھائی تھی کہ میں اس حلوان کو نہ کھاؤنگا (اور جب وہ پورا بکرا ہوگیا تو اُسے کھایا تو ان تینوں میں حانث ہو جائیگا) اگر کسی نے (بلا تعیین) یہ قسم کھائی کہ میں کچا چھوہارا نہ کھاؤنگا اور پھر اُسنے پکا ہوا کھالیا تو وہ حانث نہیں ہوا (کیونکہ جس پر اسنے قسم کھائی تھی وہ نہیں کھایا) اور اگر اس طرح قسم کھائی کہ میں پکّے یا کچّے چھوہارے یا نہ کھاؤنگا پکّے کھاؤنگا نہ کچّے تو وہ مذنب چھوہارے کھانے سے حانث ہو جائیگا ف مذنب اُس چھوہارے کو کہتے ہیں جو ڈنٹھل کیطرف سے کچا ہو باقی پکا ہو یا اُوکچرا ہو جسے اردو میں گدرا کہتے ہیں عینی ت اگر کسی یوں قسم کھائی کہ میں پکے چھوہارے نہ خریدونگا اور

میں شمار ہوتا ہے (اسلیئے اگر کوئی یوں قسم کھائے کہ میں فلاں کے مکان میں نہ جاؤنگا اور اس مکان کی چھت
پر کھڑا ہوجائے تو یہ حانث ہوگیا کیونکہ وہ چھت مکان ہی کی ہے) ہاں اگر اس مکان کے دروازے کی محراب
میں کھڑا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اور کپڑا دیر تک پہلے رہنا اور سواری پر دیر تک سوار رہنا اور مکان میں دیر تک
رہنا مثل ابتدا سے شروع کرنیکے ہے ف یعنی اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں یہ کپڑا نہ پہنونگا حالانکہ پہنے ہوئے تھا
اب اگر اسنے یہ اسی وقت اتار دیا تو حانث نہوگا اور اگر پہنے رہا تو گویا اسنے ابھی پہنا ہی حانث ہوجائیگا علیٰ ہذا القیاس
اگر یوں قسم کھائی کہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوں حالانکہ سوار تھا یا کہا کہ میں فلاں مکان میں نہ رہونگا حالانکہ اسی
میں تھا تو اب یہ دیر لگائیگا تو مثل ابھی سوار ہونے اور ابھی مکان میں رہنے کے ہوگا اور حانث ہوجائیگا ع
ت نہ کہ گھر میں ٹھیرے رہنا یعنی اگر یوں قسم کھائی تھی کہ میں گھر میں نہ آؤنگا حالانکہ گھر میں ہی تھا تو اب
اگر یہ چند روز بھی اسمیں رہے تو حانث نہوگا جبتک کہ باہر آکر پھر نہ اندر آئے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس
مکان میں یا اس کمرے میں یا اس محلہ میں نہ رہونگا اور خود وہاں سے نکل گیا مگر اسکا اسباب اور گھر کے آدمی
وہیں رہے تو یہ حانث ہوگیا بخلاف شہر کے ف یعنی اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں اس شہر میں یا اس گاؤں میں نہ
رہونگا اور خود وہاں سے نکل آیا مگر اپنا اسباب اور گھر کے آدمی وہیں رہنے دیئے تو یہ حانث نہ ہوگا ع ت اگر
کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں (گھر سے) نہ نکلونگا پھر اسکے کہنے سے لوگ اُسے لائے تو حانث ہوگیا اور اگر اسکے
کہنے سے نہیں بلکہ اسکی رضامندی سے یا زبردستی اٹھا لائے ہیں تو حانث نہوگا جیساکہ کوئی یوں قسم کھائے
کہ میں گھر سے صرف جنازے ہی میں جانیکے لیئے نکلونگا پھر وہ جنازے میں جانیکے لیئے نکلے اور ساتھ ہی اپنا
کوئی اور کام بھی کرے تو وہ حانث نہیں ہوتا (کیونکہ وہ گھر سے تو جنازے ہی کے لیئے نکلا ہے) اگر کسی نے یوں
قسم کھائی کہ میں مکہ کا سفر نہ کرونگا یا مکہ میں نہ جاؤنگا پھر وہ مکہ کا ارادہ کرکے چلدیا مگر راستہ میں سے لوٹ آیا تو
حانث ہوگیا ہاں اگر قسم کے وقت یہ کہا تھا کہ میں مکہ میں نہ جاؤنگا تو حانث نہ ہوگا (جب تک کہ مکہ میں نہ پہنچ جائے)
اگر اسپر قسم کھائی کہ میں زید کے پاس جاؤنگا اور نہ گیا یہاں تک کہ مرگیا تو مرتے وقت حانث ہوگیا۔ اگر یوں قسم کھائی
کہ میں زید کے پاس جاؤنگا اگر مجھ سے جایا جائیگا تو اس جائے جانے سے تندرست رہنا مراد لیا جائیگا اور اگر اسنے
اس سے قدرت ہونیکی نیت کرلی تھی تو حاکم اسکا اعتبار نہ کریگا ہاں اللہ کے نزدیک سچا ہوگا اگر (اپنی بیوی سے)
یہ کہا کہ تو میری بے اجازت باہر نہ نکل (ورنہ تجھ پر طلاق ہے) تو اس صورت میں ہر دفعہ باہر نکلنے کے لیئے اجازت
کا ہونا شرط ہے (ورنہ جب نکلیگی طلاق پڑجائیگی) بخلاف اسکے کہ یوں کہا ہو کہ تو باہر نہ نکلے مگر یہ کہ میں اجازت دوں

اُسنے صبح صادق سے لیکر ظہر تک کچھ کھالیا تو وہ حانث ہوجائیگا اسی طرح اگر کسی نے شام کے نہ کھانے کی قسم کھائی
اور ظہر سے لیکر آدھی رات تک کھالیا یا سحری نہ کھانے کی قسم کھائی اور آدھی رات سے صبح صادق تک کھالیا
تو وہ حانث ہوجائیگا۔ عینی ت اگر کسی نے (قسم کھائی اور) یوں کہا کہ اگر میں پہنوں یا کھاؤں یا پیوں (تو میرا
غلام آزاد ہے) اور اُسنے ایک خاص چیز (کے کھانے پینے یا پہننے) کی نیت کرلی تو اسکی نیت کا بالکل اعتبار
نہ کیا جائیگا) نہ حاکم مانیگا نہ دیانۃً اُسے سچا کہینگے) ہاں اگر اسنے یوں کہا ہو کہ اگر میں کپڑا پہنوں یا کھانا کھاؤں
یا کوئی پینے کی چیز پیوں (تو میرا غلام آزاد ہے اور اسمیں اُسنے کسی خاص چیز کی نیت کرلی) تو دیانت کی رو سے
اسکا اعتبار کرلیا جائیگا (اور حاکم یہاں بھی اعتبار نہیں کریگا) اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں جمنا سے پانی نہ
پیونگا تو یہ قسم اوک (یعنی چُلّو) سے پینے پر ہوگی بخلاف اسکے کہ یوں کہے کہ میں جمنا کا پانی نہ پیونگا (اس صورت
میں اگر کسی برتن میں لیکر پیے گا تب ہی حانث ہوجائیگا) اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں اس کوزے کا پانی
آج پیوں تو میری عورت پر طلاق ہے حالانکہ اس کوزے میں پانی نہیں ہے یا پانی تھا مگر وہ گرادیا گیا یا اُسنے
آج (کے پینے) کی قید نہ لگائی اور نہ کوزے میں پانی ہے تو (ان سب صورتوں میں) وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اُسنے
آج کے پینے کی قید نہ لگائی تھی اور) اس کوزے میں پانی تھا پھر وہ گرادیا گیا تو حانث ہوجائیگا (اور کفارہ دینا
پڑیگا) ایک آدمی نے قسم کھائی کہ میں آسمان پر چڑھوں گا یا (کہا کہ) اس پتھر کو سونا کردونگا تو وہ یہ کہتے ہی حانث
ہوجائیگا (اسے کفارہ دینا چاہیے) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلانے سے نہیں بولونگا پھر اسکو سوتے میں اس
طرح پکارا کہ اسکی آنکھ کھل گئی (تو یہ حانث ہوگیا) یا یوں کہا تھا کہ اسکی بدوں اجازت اس سے نہ بولونگا اور
اُسنے اجازت دیدی مگر اسے اجازت دینے کی خبر نہیں ہوئی اور اسنے اس سے گفتگو کی تو یہ حانث[1] ہوگیا اگر
یوں قسم کھائی کہ میں فلانے سے مہینے بھر نہ بولونگا تو یہ مہینہ اسی وقت سے شروع ہوجائیگا جس وقت اُسنے قسم
کھائی ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں کلام نہ کرونگا پھر اُسنے قرآن شریف پڑھا یا تسبیح پڑھی تو وہ حانث نہ ہوگا
(کیونکہ یہ عرف میں کلام کرنا نہیں ہے بلکہ اسکو تلاوت کرنا یا تسبیح پڑھنا کہتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے) اگر کوئی
یوں کہے کہ میں فلانے سے جسدن کلام کروں میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں دن اور رات دونوں مراد
ہونگے (یعنی اگر یہ دن کو بولیگا تب بھی اور رات کو بولیگا تب بھی اس کا غلام آزاد ہوجائیگا) اور اگر اُسنے
(یہ کہتے وقت) خاص دن (کو بولنے) کی نیت کرلی تھی تو اسکا اعتبار کرلیا جائیگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں فلانے سے

[1] کیونکہ اس کے علم کے اعتبار سے اس کی گفتگو بلا اجازت ہی ہوئی ہے جس پر اس نے قسم کھائی تھی ۱۲ مترجم عفی عنہ

پھر اُسنے کچے چھوہاروں کے ایسے خوشے خریدے جن میں کچھ پکے ہی تھے تو وہ حانث نہیں[1] ہوگا۔ اگر گوشت نہ کھانے پر قسم کھائی تھی تو وہ مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا (کیونکہ قسموں کا دارمدار عرف پر ہے اور عرف میں مچھلی کھانے کو گوشت کھانا نہیں کہتے) سور اور آدمی کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی گوشت کے حکم میں ہیں۔ ف یعنی اگر کوئی یوں قسم کھائے کہ میں گوشت نہ کھاؤنگا اور پھر وہ سور کا یا آدمی کا گوشت کھالے یا کلیجی یا اوجھڑی کھائے تو وہ حانث ہوجائیگا کیونکہ یہ چاروں گوشت کا حکم رکھتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ آدمی اور سور کا گوشت کھانے سے وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کا کھانا متعارف نہیں ہے اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور محیط میں ہے کہ اگر گوشت نہ کھانے پر قسم کھائی تو ہماری عرف میں کلیجی اور اوجھڑی کھانے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں گوشت نہیں شمار ہوتے اور اہل کوفہ کے نزدیک حانث ہوجائیگا عینی تخلص ت اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں چربی نہ کھاؤنگا اور پھر پیٹھ کی چربی کھالی یا یوں قسم کھائی کہ میں گوشت یا چربی نہ کھاؤنگا اور پھر اُسنے دنبہ کی چکتی کھالی یا یوں قسم کھائی کہ میں یہ گیہوں نہ کھاؤنگا اور پھر اُسکی روٹی کھالی تو حانث نہ ہوگا اور اگر یوں قسم کھائی کہ میں یہ آٹا نہ کھاؤنگا تو وہ اُسکی روٹی کھانے سے حانث ہوجائیگا آٹا پھانکنے سے حانث نہ ہوگا اور روٹی[2] (پر قسم کھانیکی صورت میں) ویسی مراد ہوگی جیسی اِس شہر کے لوگ کھاتے پکاتے ہوں اور قسم میں بھنا ہوا یا پکا ہوا کہنے سے گوشت مراد ہوگا (مثلاً کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں بھنا ہوا یا پکا ہوا نہ کھاؤنگا تو یہ قسم گوشت نہ کھانے پر ہوگی) اور سری (نہ کھانے پر قسم کھانے) سے وہ مراد ہوگی جو اس شہر میں بکتی ہو (یعنی جسکا اس شہر میں رواج ہو بکرے کی ہو یا گائے کی ہو) اگر کسی نے میوہ نہ کھانے پر قسم کھائی تو اس سے سیب۔ خربوزہ۔ زردآلو (اور انجیر وغیرہ) مراد ہونگے (یعنی ان پر قسم ہوگی) نہ کہ انگور۔ انار۔ پکے ہوئے چھوہارے۔ کھیرا اور ککڑی۔ (کیونکہ یہ چیزیں میوے میں شمار نہیں ہوتیں) اگر کسی نے سالن نہ کھانے کی قسم کھائی تو اس سے وہ مراد ہوگا جسمیں روٹی تر کیجائے مثلاً سرکہ۔ نمک۔ زیتون (کا تیل) اس سے گوشت اور انڈے (بھنے ہوئے) اور پنیر مراد نہ ہونگے (کیونکہ یہ عرف میں سالن نہیں کہلاتے) اور دن[3] کے کھانے کا وقت صبح سے لیکر ظہر کے وقت تک ہے اور شام کے کھانے کا وقت ظہر سے لیکر آدھی رات تک ہے اور آدھی رات سے صبح صادق تک کے کھانے کو سحری (یا سرگہی) کہتے ہیں۔ ف یعنی اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں دن کا کھانا نہ کھاؤنگا اور پھر

سلہ کیونکہ کم چیز زیادہ کے تابع ہوتی ہے تو گویا یہ خوشے پکوں ہی کا کم ہے ہاں اگر یہ قسم کھانے پر ہوتی تو یہ حانث ہوجاتا ۱۲ عینی و طحطاوی سلہ عربی کنز میں یہاں سند ا۔ عشا اور سحور کا لفظ ہے ان ہی تینوں کی یہ تفصیل ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ

بدوں الف لام کے) کہیگا تو تین مراد ہونگے *

باب الیمین فی الطلاق و العتاق

طلاق دینے اور آزاد کرنے کی بات قسم کھانے کا بیان

ت اگر کسی نے (اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے) یوں کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو تجھ پر طلاق ہی یا تو آزاد ہی تو مرا ہوا بچہ پیدا ہونے سے یہ حانث ہو جائیگا (یعنی اسکی بیوی پر طلاق پڑ جائیگی اور لونڈی آزاد ہو جائیگی) بخلاف اسکے کہ یوں کہا ہو کہ وہ بچہ آزاد ہی (تو اس صورت میں اس بچہ زندہ پیدا ہونا شرط ہی نہ مرا ہوا بچہ آزاد ہوگا نہ وہ شخص حانث ہوگا) اگر کسی نے یوں کہا کہ جس غلام کا میں اوّل مالک ہوں وہ آزاد ہی پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر ایک ساتھ دو کا مالک ہوا پھر تیسرے کا ہوا تو ان میں سے ایک بھی نہیں آزاد ہوگا ہاں اگر اُسنے یہ کہا ہو کہ جس اکیلے غلام کا میں اول مالک ہوں وہ آزاد ہی تو (اس صورت میں) یہ تیسرا آزاد ہو جائیگا (جو دو کے بعد خریدا ہی) کیونکہ یہ خریدے جانے میں اکیلا ہی) اگر کسی نے یوں کہا کہ جس غلام کا میں سب سے آخر میں مالک ہوں وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک ایک کرکے دو غلام خریدے اسکے بعد مر گیا تو یہ پیچھے خریدا ہوا غلام اسوقت سے آزاد ہوگا جسوقت سے آقا اسکا مالک ہوا تھا۔ اگر کسی نے یوں کہا کہ جو غلام مجھے فلاں بات کی خوشی سُنائے وہی آزاد ہی پھر اسکو تین غلاموں نے یکے بعد دیگرے اس بات کی خوشی سنائی تو (ان میں سے) پہلا غلام (یعنی جسنے پہلے خوشی سُنائی ہی) آزاد ہو جائیگا اور اگر تینوں نے ایک ساتھ ہی خوشی سُنائی تھی تو تینوں آزاد ہو جائینگے اور کفارے کی ادائگی کے لیے اپنے باپ کو خرید لینا جائز ہی ف یعنی ایک شخص کے ذمہ مثلاً روزے کا کفارہ تھا اور اُسنے اس کفارے کی ادا ہونیکی نیت کرکے اپنے باپ کو خرید لیا تو اسکا باپ آزاد اور کفارہ ادا ہو جائیگا اور یہی حکم ہر ذی رحم محرم کا ہی جو خریدتے ہی آزاد ہو جاتے بشرطیکہ خریدنے کے وقت کفارہ ادا کرنیکی نیت ہو یعنی وغیرہ ت ہاں (کفارے کے لیے) ایسے شخص کا خریدنا کافی نہیں ہو سکتا جسکے آزاد کرنیکی قسم کھالی ہو (مثلاً دوسرے کے غلام سے کہدیا تھا کہ اگر میں تجھے خریدوں تو تو آزاد پھر کفارہ ادا ہونے کی نیت کرکے اُسے خرید لیا تو اُسکے آزاد ہونے سے کفارہ ادا نہ ہوگا) اور نہ اپنی ام ولد کو (کفارہ کے لیے) خریدنا (کافی ہو سکتا ہی) اگر کوئی کہے کہ اگر میں لونڈی کو حرم بناؤں تو وہ آزاد ہی تو اسکا یہ کہنا ٹھیک ہو جائیگا اگر وہ لونڈی (اسکے یہ کہنے کے وقت) اسکی ملک میں ہو اور اگر اسوقت اسکی ملک میں نہیں ہی تو یہ کہنا ٹھیک نہوگا۔ اگر کوئی یہ کہدے کہ میرے کل مملوک آزاد ہیں تو اس کہنے سے اسکے

رات کو کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہی تو یہ قسم رات ہی (کے کلام کرنے) پر ہوگی - اگر کوئی یوں کہے کہ اگر میں
فلاں آدمی سے کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہی مگر یہ کہ زید آجائے یا یہانتک کہ زید آجائے یا (کہے) مگر یہ کہ زید
اجازت دے یا یہانتک کہ زید اجازت دے اور پھر زید کے آنے یا اُسکے اجازت دینے سے پہلے کلام کرلیا
تو وہ (ان سب صورتوں میں) حانث ہوجائیگا اور اگر زید کے آنے یا اسکے اجازت دینے کے بعد کلام کیا تو
حانث نہوگا اور اگر زید مرگیا تو یہ قسم ہی جاتی رہیگی - اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلانے کا کھانا نہ کھاؤنگا یا
اسکے گھر میں نہ جاؤنگا یا اسکا کپڑا نہ پہنونگا یا اُسکے گھوڑے پر سوار نہ ہونگا یا اُسکے غلام سے کلام نہ کرونگا
اگر اسنے ان چیزوں کی طرف اشارہ کرکے کہا تہا اور یہ چیزیں اُس شخص کی ملکیت سے نکل گئیں تب اسنے
ایسا کیا (کہ وہ کھانا کھایا یا اُس گھر میں گیا یا وہ کپڑا پہنا یا اس گھوڑے پر سوار ہوا وغیرہ) تو یہ حانث نہوگا
جیسا کہ اگر اسکی نئی خریدی ہوئی چیزوں سے یہ ایسا[1] کرے (تو بالاتفاق حانث نہیں ہوتا) اور اگر اشارہ نہیں
کیا تہا تو ان چیزوں سے اسکی ملکیت زائل ہونیکے بعد ان کاموں کے کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اس صورت
میں (اسکی نئی خریدی ہوئی چیزوں کے ساتھ ایسا کرنے سے حانث ہوجائیگا (کیونکہ حانث ہونیکی شرط یعنی ان
چیزوں کا اس شخص کیطرف منسوب ہونا اور اسکا مالک ہونا تہا یہاں موجود ہی) اور اگر کسی نے اشارہ کرکے کہا کہ
میں فلانے کے اس دوست سے یا اسکی اس بیوی سے گفتگو نہ کرونگا تو انکی دوستی اور نکاح نہ رہنے کے بعد ہی انکے
ساتھ گفتگو کرنے سے حانث ہوجائیگا ہاں اگر اشارہ نہ کیا ہو تو (دوستی اور نکاح نہ رہنے کے بعد گفتگو کرنیسے)
حانث نہ ہوگا اور (اس صورت میں مثل سابق کے) اس شخص کے نئے دوست اور نئی بیوی کے ساتھ گفتگو کرنے
سے حانث ہوجائیگا اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس چادر والے سے بات نہ کرونگا اور اس چادر والے نے
وہ چادر بیچدی تب اُسنے اس سے بات کی تو یہ حانث[2] ہوگیا اگر کسی نے اپنی قسم میں زمانہ اور حین کو معرفہ بولا (یعنی
الزمان اور الحین کہا) یا انکو نکرہ بولا (یعنی زمان یا حین کہدیا) تو ان دونوں صورتوں میں اس سے چھ مہینے
مراد ہونگے (مثلاً یوں کہا کہ میں ایک زمان تک یا الزمان تک بات نہ کرونگا اگر کروں تو ایسا ہو تو گویا اسنے
چھ مہینے کہے ہیں) اور اگر الدہر یا الابد کہا تو اس سے تمام عمر مراد ہی اور دہر[3] کا لفظ مجمل ہے (اسکی کوئی مقدار
معین نہیں) اور اگر الایام یا ایام کثیرہ کہا یا الشہور کہا یا السنون کہا تو اس سے دس مراد ہیں (یعنی الایام
اور ایام کثیرہ سے دس دن اور الشہور سے دس مہینے اور السنون سے دس برس) اور اگر ان سب کو نکرہ (یعنی

[1] یعنی اپنی قسم کے خلاف ان چیزوں کو استعمال میں لے آئے ہو ۱۲ [2] کیونکہ اس قسم میں اصل مقصود چادر والے سے نہ بولنا تہا اور وہ چادر بیچنے کے بعد بدستور رہا ۱۲ منہ
[3] کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے لاادری میں نہیں جانتا فرمایا ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ یہ چھ مہینے پر عمل کیا جائیگا اور اب اسی پر فتوی ہے ۱۲

اس موقع پر لام آنا اُس شخص کی اجازت ہونے پر دلالت کریگا برابر ہی کہ وہ چیز مثلاً اس مثال میں کپڑا اسکی ملک ہو
یا نہ ہو۔ اس مثال میں لام بیع کے بعد ہی اسی طرح اوروں میں لیجیے مثلاً کہے ان اشتریت لک ثوبا فعبدی حر
یعنی اگر میں تیرے لیئے کپڑا خریدوں تو میرا غلام آزاد ہی یا کہے ان اجرت لک دارا فعبدی حر اگر میں تیرے لیئے
مکان کرایہ پر دوں تو میرا غلام آزاد ہی یا ان صنعت لک خاتما فعبدی حر اگر میں تیرے لیئے انگوٹھی بناؤں تو میرا
غلام آزاد ہی صناعۃ کے معنے زیور بنانیکے ہیں یا کہے ان خطت لک ثوبا فعبدی حر اگر میں تیرے لیئے کپڑا سیوں تو
میرا غلام آزاد ہی خیاط کے معنے سینے کے ہیں اور بنا کے معنے مکان بنانے کے ہیں ت اور یہی لام دخول ضرب
اکل شرب اور کسی چیز کے بعد آنا یہ بیان کرنے کے لیئے ہوتا ہی کہ وہ چیز اسی شخص کی ہو یعنی وہ اسکا مالک ہو برابر ہے
کہ وہ اجازت دے یا نہ دے مثلاً کہے ان بعت ثوبا لک فعبدی حر ف یعنی اگر میں تیرا کپڑا بیچوں تو میرا غلام
آزاد ہی یہاں لام اسکی ملکیت ظاہر کرنے کے لیئے ہی پس اگر اس کہنے کے بعد اسنے اُسکی بدوں اجازت اسکا کپڑا
بیچدیا تو اسکا غلام آزاد ہو جائیگا اسی پر دخول اور ضرب وغیرہ کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے مثلاً دخول کی صورت
میں کہے ان دخلت لک دارا فعبدی حر اگر میں تیرے مکان میں جاؤں تو میرا غلام آزاد ہی یہاں بھی وہ مکان
اسکی ملک ہونی چاہیئے ت اور اگر کہنے والے نے نیت اسکے سوا کی (یعنی لفظوں میں تو فعل کے بعد بولا اور نیت
ان معنے کی کی جو چیز کے بعد لام آنے سے ہوتے ہیں یا اسکا عکس کیا) تو اس صورت میں اسکا اعتبار کر لیا جائیگا
جسمیں اسکا نقصان ہو (اور اگر اسکی نیت کے موافق معنے لینے میں اسکا فائدہ ہو تو اسکا اعتبار نہیں کیا جائیگا)
اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں اس غلام کو بیچوں یا خریدوں تو یہ آزاد ہی پھر اُسے جاکر بیچدیا یا خرید لیا تو وہ حانث (اور
غلام آزاد) ہو جائیگا اور یہی حکم بیع فاسد اور بیع موقوف کا ہی ہاں اگر بیع باطل کے طور پر بیچا یا خریدا تو یہ حانث
نہ ہوگا (نہ غلام آزاد ہوگا) اگر کوئی یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کو نہ بیچوں تو میری عورت پر طلاق ہی اور پھر خود
ہی اس غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو یہ حانث ہو گیا (یعنی اسکی عورت پر طلاق پڑ گئی) ایک عورت نے اپنے شوہر
سے کہا کہ تو نے مجھ پر اور نکاح کر لیا ہی اُسنے جواب میں کہا کہ جو میری بیوی ہو اُسپر طلاق ہی تو اس قسم دلانے
والی پر طلاق پڑ جائیگی (کیونکہ جو میں یہ بھی ہی اور اگر کوئی اور ہو تو اُسپر بھی) اگر کوئی یوں کہدے کہ بیت اللہ
تک یا (خانہ کعبہ) تک پیدل جانا میرے ذمہ ہی تو وہ پیدل جاکر حج کرے یا عمرہ کرے اور اگر اسنے (آدھے سے
زیادہ) راستہ سواری پر طے کیا تو یہ ایک بکری ذبح کرے بخلاف اسکے کہ یوں کہا ہو کہ بیت اللہ تک سفر کرنا یا جانا
میرے ذمہ ہی (تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا) یا یہ کہا کہ حرم تک یا صفا تک یا مروہ تک پیدل جانا میرے ذمہ ہی (تو

سارے غلام اور اسکی ام ولد لونڈیاں اور سارے مدبر غلام آزاد ہوجائینگے اور اسکے مکاتب آزاد نہ ہونگے (کیونکہ مکاتب پورا مملوک نہیں ہوتا) اگر کسی نے اپنی چند بیویوں سے یوں کہا کہ اسکو طلاق ہی یا اسکو اور اسکو تو اس صورت میں میری کو (جسکی طرف سب سے پیچھے اشارہ کیا ہی) طلاق ہوجائیگی اور پہلی دو میں شوہر کو اختیار دیا جائیگا کہ ان دونوں میں سے جونسی کو چاہے طلاق کے لیے خاص کرلے (اور یہی حکم آزاد کرنے اور اقرار کرنیکا ہی ف مثلاً اپنے چند غلاموں سے کہا کہ یہ آزاد ہی یا یہ اور یہ تو یہ پچھلا آزاد ہوجائیگا اور پہلے دو میں اسکو اختیار دیا جائیگا کہ انمیں سے جسکی آزادی چاہے بیان کردے اسی طرح کسی نے یوں اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلانے کے ایک ہزار ہیں یا فلانے کے اور فلانے کے لیئے تو جسکا آخر میں ذکر ہوا ہی اسکے لیئے پانسو کا اقرار ثابت ہوجائیگا اور باقی کے پانسو میں اُسے اختیار ہی کہ پہلے دونوں میں سے جسکے لیئے چاہے اقرار کرے عینی ❊

باب الیمین فی البیع والشراء والتزوج والحج والصلوٰۃ والصوم وغیرہا

خرید و فروخت نکاح حج نماز اور روزے وغیرہ کی بابت قسمیں کھانے کا بیان

ت وہ امور کہ جنکے خود کرنیسے آدمی حانث ہوجائے اور اگر دوسرے سے کہکر کرالے تو حانث نہ ہو یہ ہیں بیچنا۔ خریدنا۔ ٹھیکہ دینا۔ مزدوری پر کام لینا۔ مال دیکر صلح کرنا۔ تقسیم کرنا۔ مقدمات میں جوابدہی کرنا۔ اولاد کو مارنا۔ ف مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ چیز نہ بیچونگا اور پھر اُسے دوسرے سے کہکر یعنی اپنا وکیل کرکے بکوادی یا اسی طرح خریدنے وغیرہ کی قسم کھائی تھی اور پھر دوسرے کے ذریعہ سے خرید والی تو یہ حانث نہ ہوگا ت اور وہ امور کہ (جنکے خود کرنے یا دوسرے کے ذریعہ کرانے) دونوں صورتوں میں حانث ہوجاتا ہی یہ ہیں نکاح کرنا۔ طلاق دینا۔ خلع کرنا۔ آزاد کرنا۔ مکاتب کرنا۔ عمداً قتل کرنے سے صلح کرنا۔ ہبہ کرنا۔ صدقہ دینا۔ قرض دینا۔ قرض لینا۔ غلام (یا لونڈی) کو مارنا۔ ذبح کرنا۔ مکان بنانا۔ سینا۔ اپنی چیز دوسرے کے پاس امانت رکھنا۔ یا دوسرے کی اپنے پاس امانت رکھنا۔ اپنی چیز مانگی دینا یا دوسرے کی چیز مانگی لینا۔ قرض ادا کرنا۔ اپنا قرض وصول کرنا۔ کپڑا پہننا کوئی چیز سواری پر لادنا (مثلاً قسم کھائی کہ میں یہ چیز سواری پر نہ لادونگا اور پھر دوسرے سے لدوا دی تو حانث ہوگیا جیسا کہ اگر خود لادتا تو حانث ہوجاتا) اور (عربی میں) بیع۔ شراء۔ اجارہ۔ صناعہ۔ خیاط۔ بنا کے بعد لام کا آنا (جسکے معنے واسطے کے ہیں) اسلیئے ہوتا ہی کہ یہ فعل اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہی جسپر قسم کھائی گئی ہی یعنی اسکی اجازت سے ہوا ہی برابر ہی کہ اسکی ملک ہو یا نہ ہو مثلاً ان بعت لک ثوبًا فعبدی حر ف اس مثال کے یہ معنے ہیں کہ اگر میں تیرے واسطے یا تیرے لیئے کپڑا بیچوں تو میرا غلام آزاد ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ تیری اجازت سے بیچوں گویا

اور اگر مدت دراز کہے تو ایک مہینہ او راس سے زیادہ مراد ہوگا۔ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں زید کا قرض ہی ادا کر دونگا اور پھر ایسے روپے دیئے جو کھوٹے ہیں یا چلتے نہیں ہیں یا دوسرے شخص کے ہیں تو اسکی قسم پوری ہوگئی لیکن اگر رانگ کے دیے یا سیسہ نا قد دے تو قسم پوری نہیں ہوئی اور قرض کے عوض اگر قرض خواہ کے ہاتھ کوئی چیز بیچدے تو یہ قرض ادا کرنیکے حکم میں ہے (یعنی اس صورت میں بھی اسکی قسم پوری ہو جائیگی) نہ کہ اسکا ہبہ کرنا۔ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں اپنا قرض متفرق نہ لونگا اور پھر اسنے تھوڑا سا روپیہ لے لیا تو یہ حانث نہیں ہوا جبتک کہ سارا قرض متفرق نہ لے اور ضروری تفریق سے (جیسے روپے گننے یا تولے میں ہوتی ہے) قسم نہ ٹوٹیگی۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس مال ہو مگر سو روپے یا اسکے سوا یا اور کچھ تو میرا غلام آزاد ہے تو اگر اسکے پاس سو روپے یا سو سے کم ہونگے تو یہ حانث نہ ہوگا (اگر زیادہ ہونگے تو حانث ہو جائیگا) اگر کوئی کہے کہ میں ایسا نہ کرونگا تو یہ اسے کبھی نہ کرے (یعنی اگر اس طرح کہنے کے بعد ایک بار بھی کیا تو قسم کے خلاف ہوگا) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ کام ضرور کرونگا تو ایکدفعہ کے کرنے سے قسم پوری ہو جائیگی اگر حاکم نے کسی سے اس بات پر قسم لی کہ تو ہمیں ہر بدمعاش کے حال کی اطلاع دیا کر جو اس شہر میں آئے تو یہ قسم اس حاکم کی حکومت تک رہیگی (اسکے موقوف ہونیکے بعد یہ بھی جاتی رہیگی) اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں یہ چیز فلانے کے لیے ہبہ کرونگا اور پھر اسنے ہبہ کر دی تو جسکے لیے ہبہ کی ہے اسکے قبول کیے بغیر اسکی پوری ہو جائیگی بخلاف بیع کے ف یعنی اگر بیع میں قسم کھائی کہ میں یہ چیز فلانے کے ہاتھ بیچونگا اور پھر بیچدی مگر مشتری نے ابھی قبول نہیں کی تو اسکی قسم پوری نہیں ہوئی ت اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں ریحان نہ سونگھونگا تو وہ گلاب اور چنبیلی کے پھول سونگھنے سے حانث نہوگا (کیونکہ ریحان اس خوشبودار گھاس کا نام ہے جو تنہ دار نہ ہو اور گلاب و چنبیلی میں تنہ ہوتا ہے) اگر کسی نے بنفشہ یا گلاب سونگھنے پر قسم کھائی تو یہ قسم ان دونوں کے پھولوں کی بابت ہے نہ کہ ان کے تیل یا عرق یا ٹہنیوں کے سونگھنے پر) اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کرونگا اور پھر ایک فضولی نے اسکا نکاح کر دیا (فضولی اس اجنبی آدمی کو کہتے ہیں جو خود بخود ہی کسی کا کسی سے نکاح کر دے) اور اسنے زبانی اجازت دیدی تو یہ حانث ہوگیا اور اگر فعل سے اجازت دی (مثلاً اس عورت کا مہر دیدیا یا اس سے صحبت کر لی تو حانث نہیں ہوا اگر کوئی شخص کسی گھر کا مالک ہو یا کرایہ پر لے رکھا ہو (یا عاریۃً لے لیا ہو) تو (قسم میں) وہ گھر اسی کا شمار ہوگا ف مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلانے کے گھر جاونگا پھر وہ خاص اسی کے گھر میں یا اسکے کرایہ پر یا عاریۃً لیے ہوئے میں چلا گیا تو حانث ہوگیا ع ت اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میرے پاس مال نہیں ہے حالانکہ کسی مفلس یا مالدار نادہندہ کے ذمہ اسکا قرض ہے تو یہ حانث نہ ہوگا ☆

اسے بھی پیدل حج کرنا لازم نہیں ہوتا) اگر کوئی کہے کہ اگر میں اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے پھر (حج کر لینے کا دعویٰ کیا اور) دو (گواہوں نے) گواہی دی کہ اسنے (اس سال) کوفہ میں قربانی کی ہے تو (اس گواہی کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور) غلام آزاد نہ ہوگا (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے حج کر کے قربانی کوفہ میں آ کی ہو) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھونگا تو یہ روزے کی نیت سے ایک ساعت کا روزہ رکھ لینے سے حانث ہوجائیگا اور اگر یوں کہا تھا کہ میں ایکدن کا روزہ نہ رکھونگا یا ایک دن کا روزہ نہ رکھونگا تو یہ سارے دن کا روزہ رکھنے سے حانث ہوگا اور اگر (قسم میں) یہ کہا کہ میں نماز نہ پڑھونگا تو یہ ایک رکعت پڑھنے سے حانث ہوجائیگا اور اگر یوں کہا تھا کہ کوئی نماز نہ پڑھونگا تو دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا۔ اگر کسی (جلاہے) نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرا کاتا ہوا پہنوں تو وہ صدقہ ہے اسکے بعد اسنے خود روئی خریدی اور اس عورت نے اسکو کاتا اور اسنے خود بُنا اور پہن لیا تو (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک) وہ کپڑا صدقہ ہے۔ سونے کی انگوٹھی یا موتیوں کا ہار پہننا زیور پہننے کے حکم میں ہے یعنی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زیور نہ پہنونگا اور پھر اُسنے سونے کی انگوٹھی یا موتیوں کا ہار پہن لیا تو حانث ہوگیا ہاں چاندی کی انگوٹھی زیور کے حکم میں نہیں ہے اگر کسی نے اسپر قسم کھائی تھی کہ میں زمین پر نہ بیٹھونگا پھر وہ فرش پر یا بوریے پر بیٹھ گیا یا اسپر سویا یا اسپر قسم کھائی تھی کہ میں اس تخت پر نہ بیٹھونگا پھر اُسپر دوسرا تخت بچھا لیا (اور اسپر بیٹھا) تو (ان تینوں صورتوں میں) حانث نہ ہوگا ہاں اگر فرش پر پلنگ پوش بچھایا یا تخت پر فرش یا بوریا ڈال لیا (اور اسپر بیٹھا) تو حانث ہوجائیگا ۰

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

مارنے یا جان سے مار ڈالنے وغیرہ پر قسم کھانے کا بیان

ت اگر کسی نے قسم کھا کر دوسرے سے کہا کہ (اگر) میں تجھ کو ماروں یا تجھے کپڑا پہناؤں یا تجھ سے بات کروں یا تیرے پاس آؤں (تو میرا غلام آزاد ہے) تو یہ قسم اس مخاطب کی زندگی تک رہیگی (اگر اسکے مرنیکے بعد یہ کام کریگا تو حانث نہ ہوگا) بخلاف اسکے کہ اسپر قسم کھائی کہ میں فلانے کو غسل نہ دونگا یا نہ اُٹھاؤنگا یا اُسے ہاتھ نہ لگاؤنگا (کیونکہ ان تینوں صورتوں میں اگر اسکے مرنے کے بعد بھی اُسے غسل دیگا یا اُٹھائیگا یا ہاتھ لگائیگا تو حانث ہو جائیگا) اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں اپنی عورت کو نہ مارونگا پھر اُسکے بال کھینچے یا گلا گھونٹا یا دانت سے کاٹا تو یہ حانث ہوگیا۔ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ اگر میں فلاں شخص کو نہ ماروں تو میری عورت پر طلاق ہے اور وہ اسکے یہ کہنے سے پہلے ہی مر چکا تھا تو اگر اسکو (قسم کے وقت) اسکے مرنے کی خبر تھی تو یہ حانث ہوگیا اور اگر خبر نہیں تھی تو حانث نہیں ہوا۔ اگر کوئی قسم میں عنقریب کا لفظ کہے تو اس سے ایک مہینے سے کم دن مراد ہونگے

کے وقت) اُسکے کپڑے اُتار لیے جائیں اور کوڑے اُسکے بدن پر متفرق جگہ ماریں سر اور منہ اور شرمگاہ پر نہ ماریں
اور سب حدود میں مرد کو کھڑا کر کے غیر محدود ماریں **ف** غیر محدود سے مراد یہ ہی کہ اسے زمین پر نہ ڈالدیں یا جلاد کوڑا
مار کر نہ گھسیٹے جس سے اُسکے زخم ہو جائے یا یہ کہ جلاد اپنا ہاتھ سر تک نہ اُٹھائے تاکہ چوٹ زیادہ لگے **عینی ت**
اور عورت پر حد لگاتے وقت اس کے کپڑے نہ اتاریں ہاں اگر وہ پوستین یا روئی دار کپڑا پہنے ہوئے ہو تو اُس کو
اتاریں (کیونکہ ان کے ہوتے چوٹ کم لگتی ہی) اور کوڑے عورت کے بٹھلا کر ماریں اور سنگسار کرنے میں اُسکے لیے
(سینہ تک گہرا) ایک گڑھا کھود لیا جائے مرد کے لیے اس گڑھے کی ضرورت نہیں اور آقا بدوں اجازت سلطان کے
اپنے غلام (یا لونڈی) پر حد نہ لگائے اور سنگسار کرنے میں محصن ہونیکے یہ معنے ہیں کہ زانی آزاد ہو عاقل بالغ مسلمان
ہو اور صحیح نکاح کر کے اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو (پھر زنا کیا ہو) اور یہ صفت مرد و عورت دونوں میں ہو اور کوڑے
مارنے اور سنگسار کرنے کو جمع نہ کیا جائے اور نہ کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کو جمع کیا جائے (یعنی اکٹھی دونوں
سزائیں نہ دی جائیں ہاں اگر کسی خاص مصلحت کے باعث حاکم کی رائے ہو اور چند روز کے لیے جلاوطن کر دے
تو درست ہی اور بیمار کو سنگسار تو کر دیا جائے لیکن اگر اسکو کوڑوں کی سزا دینی ثابت ہو تو جب تک وہ اچھا نہ ہو
جائے یہ سزا نہ دیجائے (کیونکہ وہ جان سے مار ڈالنے کا مستحق نہیں ہوتا اسلیئے اندیشہ ہی کہ شاید بیماری میں کوڑوں
کی زد سے مرجائے لہذا تاخیر کرنی ضروری ہی بخلاف سنگساری کے کہ اسمیں مقصود جان سے ہی مارنا ہوتا ہی اسمیں
تاخیر کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہی) اور حاملہ عورت جبتک بچہ نہ جنے اُسپر بھی کوئی حد جاری نہ کیجائے۔ ہاں اگر
کوڑوں کی سزا دینی ہی تو بچہ جننے اور نفاس سے پاک ہونیکے بعد دیجائے +

باب الوطی الذی یوجب الحد و الذی لا یوجبہ

اس صحبت کا بیان جو حد (جاری کرنے) کو واجب کرتی ہی اور جو واجب نہیں کرتی

ت اگر صحبت کرنیکا محل (یعنی وہ عورت) مشتبہ ہو تو اس صحبت سے حد واجب نہیں ہوتی اگرچہ صحبت کرنیوالے کو
اسکے حرام ہونے پر ظن غالب ہو مثلاً کوئی اپنے بیٹے یا پوتے کی لونڈی سے یا اُس عورت سے صحبت کرے جسکو اختیاری
کنایہ سے طلاق دی ہو اور وہ عدت میں ہو اور نہ اس صحبت سے حد واجب ہوتی ہی کہ جسمیں حلال ہونیکا شبہ ہو
اور مرد کو اسکے حلال ہونے پر ظن غالب ہو مثلاً وہ عورت جو تین طلاقوں کی عدت میں ہو یا اسکے باپ یا ماں
یا بیوی یا آقا کی لونڈی ہو اور نسب فقط پہلی صورت میں ثابت ہوگا (اس دوسری میں نہ ہوگا) اگرچہ وہ دعویٰ
بھی کرے) اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا (تائے) کی لونڈی سے زنا کرے تو اسپر حد جاری کیجائے اگرچہ اُسکو غالب گمان

کتاب الحدود

سزاؤں کا بیان

ف لغت میں حد کے معنے روکنے کے ہیں اسی وجہ سے دربانوں کو عربی میں حداد کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو مکان میں گھُس جانے سے روکتے ہیں ع ت حد (شرع میں) اس سزا کا نام ہے جو خداوند عالم (کی حق تلفی کا بدلہ دینے) کے لیے مقرر کیگئی ہو (اور جو سزا بندے کی حق تلفی پر ہو اُسکو حد نہیں کہتے) اور زنا اُس صحبت کا نام ہے جو ایسی شرمگاہ میں ہو کہ نہ وہ زانی کی ملک ہو (یعنی نہ بیوی ہو نہ لونڈی ہو) اور نہ ملک کا شبہ ہو (مثلاً کسی نے اپنی بیوی کے شبہ میں کسی عورت سے صحبت کرلی تو وہ زنا نہ ہوگا) اور زنا چار آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے جو زنا ہی کہکر گواہی دیں وطی یا جماع کہکر گواہی دینگے تو زنا ثابت نہوگا اور انکے گواہی دینے کے بعد حاکم اُن سے جرح کرے زنا کی ماہیت پوچھے (کہ یہ بتاؤ زنا کہتے کسکو ہیں) اُسکی کیفیت پوچھے (کہ زبردستی ہوا ہے یا خوشی خواہ) اُسکی جگہ پوچھے (کہ کہاں ہوا) اسکا وقت پوچھے (کہ کس وقت) اس عورت کو دریافت کرے (کہ وہ کون ہتی) اگر وہ سب اسکو بیان کریں (یعنی جرح میں پورے اُتر جائیں) اور یوں کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت سے ایسے زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور ان گواہوں کے عادل ہونیکی بھی علی الاعلان اور خفیہ تحقیق کرلی گئی تو اب حاکم زنا ثابت ہونے کا حکم کردے (اور خود زانی کے چار مجلسوں میں چار دفعہ زنا کا اقرار کرنے سے بھی زنا ثابت ہوجاتا ہے اور جب وہ اقرار کرے حاکم اُسکے اقرار کو ٹالدے اور اس سے وہی پانچوں امور (زنا کی ماہیت اور کیفیت وغیرہ) دریافت کرے اگر وہ سب بیان کردے تو اسکو سزا دیدے اور اگر سزا ہونے سے پہلے وہ اپنے اقرار سے پھر جائے یا سزا ہوتے ہوئے پھر جائے تو اُسکو رہا کردے اور مستحب ہے کہ (زنا کا اقرار کرنے والے سے انکار کرانے کے لیے) حاکم اُسے سمجھائے (یعنی اسکے اقرار کے جواب میں کہے) کہ شاید تونے بوسہ لیا ہو (تاکہ وہ بھی کہدے کہ ہاں میں نے بوسہ ہی لیا تھا) یا شاید تونے ہاتھ لگایا ہو یا شاید تو نے کسی شبہ سے صحبت کرلی ہو (پس اگر وہ اس سمجھانے پر بھی اپنا زنا ہی کرنا کہتا رہے تو سزا کا حکم کرے) پس اگر زانی محصن ہے (یعنی اپنی منکوحہ سے صحبت کرچکا ہے) تو اسکو کھلے میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مرجائے اور سنگسار کرنا گواہ شروع کریں اور اگر وہ شروع کرنے سے انکار کریں تو یہ حد موقوف ہوجائیگی اور گواہوں کے بعد امام کرے پھر اور لوگ اور اگر زانی اقراری ہو تو سنگسار کرنا حاکم شروع کرے پھر اور لوگ اور اگر زانی محصن نہیں ہے تو اُسکے سو کوڑے لگائے (یعنی اسکی حد سو کوڑے ہیں) اور غلام کے لیے پچاس اور کوڑا ایسا ہو کہ اُسکے سرے پر گرہ نہ ہو اور اوسط درجہ کی چوٹ مارے اور (حد جاری کرنے

سے یا دو کہیں دہلی میں ہوا ہے دو کہیں لکھنؤ میں تو انکی گواہی پر حد جاری نہیں ہو سکتی) اگرچہ ہر شہر میں زنا ہونے پر
چار گواہ ہوں اور اگر یہ ایک ہی کمرے کے گوشوں) میں اختلاف کریں تو مرد و عورت دونوں پر حد جاری کر دی
جائیگی اور اگر گواہوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ عورت اسوقت باکرہ ہے یا گواہ بدمعاش ہیں
یا یہ اس بات کی گواہی دیں کہ چار آدمیوں نے (اس شخص کے) زنا کرنے پر) گواہی دی ہے اگرچہ اصلی گواہ بھی اسپر
گواہی دیں تو انکی گواہی سے (مرد و عورت میں سے) کسی پر حد جاری نہ ہوگی اور اگر (زنا کے) گواہ اندھے ہوں یا
پہلے تہمت لگانے میں سزا یافتہ ہوں یا تین ہی ہوں تو (ان صورتوں میں) ان گواہوں ہی پر حد لگیگی نہ کہ اسپر
جسکے ملزم ہونے پر یہ گواہی دیتے ہیں اور اگر کسی پر چار گواہوں کی گواہی سے حد لگ گئی پھر معلوم ہوا کہ گواہوں
میں ایک غلام تھا یا (تہمت لگانے میں) سزا یافتہ تھا تو اب ان گواہوں پر (تہمت کی) حد لگائی جائے اور اس
آدمی کے جو حد کی چوٹ لگی ہے (یا کوئی زخم ہو گیا ہے) اس کا کسی پر تاوان نہیں ہے اور اگر (ایسی گواہی سے) کوئی
سنگسار ہو گیا ہے تو اسکا خونبہا (اسکے وارثوں کو) بیت المال سے دینا چاہیئے اور اگر (زنا کے) چار گواہوں میں
سے سنگسار ہونیکے بعد ایک گواہ پھر گیا تو اسپر (تہمت کی) حد جاری کیجائے اور چوتھائی خونبہا کا یہ تاوان بھریگا
اور اگر (حکم لگنے کے بعد اور) سنگسار ہونے سے پہلے کوئی پھر گیا ہے تو پھر ان چاروں گواہوں کو (تہمت لگانے
کی سزا دیجائے اور سنگساری موقوف اور اگر زنا پر پانچ آدمیوں نے گواہی دی تھی اور ان میں سے ایک پھر
گیا تو اسکے ذمہ کچھ نہیں ہے اور اگر اسکے بعد دوسرا بھی پھر گیا تو اب ان دونوں کو (تہمت کی) سزا دیجائے اور
دونوں (نصفا نصف) چوتھائی خونبہا کا تاوان بھرینگے۔ اگر کوئی شخص زنا کے گواہ گزرنے پر سنگسار کر دیا گیا
اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سارے گواہ غلام ہیں (گواہی کے لائق نہیں ہیں) تو اس سنگسار شدہ کا خونبہا
مزکی کے ذمہ ہوگا (مزکی وہ ہے جو گواہوں کے عادل دیندار گواہی کے لائق ہونے کو جانتا اور بتلاتا ہو) جیسا
کہ اس صورت میں تاوان بھرنا واجب ہوتا ہے کہ ایک آدمی ایسے شخص کو قتل کر دے جسکو سنگسار کرنیکا حکم ہو گیا ہو
اور پھر یہ ظاہر ہو کہ (اسکے زنا کے) گواہ غلام تھے اور اگر اسنے (قتل نہیں کیا بلکہ حکم کے موافق سنگسار کیا تھا
پھر گواہوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا تو اسکا خونبہا بیت المال سے دینا ہوگا اور اگر زنا کے گواہ یہ بیان کریں کہ
ہم نے (انکو زنا کرتے ہوئے) قصداً دیکھا تھا تب بھی ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی (کیونکہ گواہی دینے
کے لیے دیکھنا جائز ہے) اور اگر زنا کا ملزم (اپنے) محصن ہونے کا انکار کرے اور اسپر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی
دیں کہ یہ محصن ہے یا اسکی بیوی کے اس سے اولاد ہو جائے تو (دونوں صورتوں میں) یہ سنگسار کر دیا جائے۔

اسکے حلال ہونیکا ہو اور اگر کوئی اپنے بستر سے پر غیر عورت کو دیکھ کر اس سے زنا کرے تو اسپر بھی حد جاری کیجائے (اگر وہ یہ کہے کہ میں نے اسکو اپنی بیوی سمجھا تھا یا اگرچہ وہ اندھا بھی ہو) ہاں اگر شب زفاف میں (اجنبی عورت کو مرد کے پاس بھیجدیا گیا اور یہ کہدیا کہ یہ تیری بیوی ہی اور اس نے صحبت کر لی تو اسپر حد واجب نہوگی مہر (مثل) واجب ہوگا اور نہ اس عورت سے صحبت کرنے پر جو اس مرد پر حرام تھی اس سے نکاح کرلیا (تو اس نکاح کے شبہ سے حد موقوف ہوجائیگی) یا کسی اجنبی عورت سے پیشاب گاہ کے سوا کہیں اور ایسا فعل کرلیا یا (غلام کیا یا چوپایہ سے بدفعلی کی یا دار الحرب میں جاکر یا باغیوں کے ملک میں جاکر زنا کرلیا (تو ان سب صورتوں میں) زانی پر حد واجب نہوگی ہاں اگر دار الحرب کا رہنے والا ذمیہ عورت سے زنا کرے تو مرد پر حد نہ ہوگی (اور عورت پر ہوگی) اور اگر نابالغ لڑکا یا دیوانہ جوان عورت سے زنا کرے تو اسپر بھی حد واجب نہ ہوگی اور اگر اسکا الٹا ہو (یعنی عاقل بالغ آدمی کسی دیوانی یا نابالغ بچی سے زنا کرے) تو اسپر حد واجب کیجائیگی اور خرچی دیکر زنا کرنے یا زبردستی زنا کرنے یا ایک کے زنا کا اقرار کرنے اور دوسرے کے انکار کرنے سے بھی حد واجب نہیں ہوتی اگر کسی نے لونڈی سے اس طرح زنا کیا کہ اُسے جان سے مار ڈالا تو اسپر زنا کی حد اور (لونڈی کی) قیمت دینی لازم ہوگی۔ اگر بادشاہ ناحق خون کرے یا کسی کا مال تلف کردے تو اس سے مواخذہ کیا جائے اور حدود کا مواخذہ اس سے نہ کیا جائے (غرض یہ ہے کہ اس سے بندوں کے حقوق کا مواخذہ کیا جائے اللہ کے حقوق کا نہ کیا جائے ✝

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

زنا پر گواہی دینے اور اُس سے پھر جانے کا بیان

ت اگر گواہوں نے ایک پرانی حد پر گواہی (خواہ وہ چوری کی ہو یا زنا کی یا شراب خواری کی) سوائے (زنا کی) تہمت کی حد کے تو اب حد نہ لگائی جائیگی ہاں چور سے مال مسروقہ کا تاوان لے لیا جائیگا اور اگر گواہ ایک مرد کے کسی غائب عورت سے زنا کرنے کو ثابت کردیں تو اسپر حد جاری کردیجائے بخلاف چوری کے ف یعنی اگر گواہ اس بات کو ثابت کردیں کہ اس شخص نے فلاں غائب کا مال چرایا ہی تو اس چور پر حد جاری نہ کیجائیگی یعنی اسکا ہاتھ نہیں کٹے گا کیونکہ کوئی دعویٰ کرنیوالا نہیں ہی۔ طرح ت اگر کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نے ایسی عورت سے زنا کیا ہی جسے میں پہچانتا نہیں ہوں تو اسپر حد جاری کردیجائے (کیونکہ اگر اپنی بیوی یا لونڈی سے کرتا تو ضرور پہچانتا ہوتا) اور اگر گواہ ایسے زنا پر گواہی دیں تو وہاں حد جاری نہ ہوگی جیسا کہ اگر یہ عورت کی خوشی کر یا ناخوشی سے زنا ہونے میں یا شہر میں اختلاف کریں (مثلاً دو کہیں زنا عورت کی خوشی سے ہوا ہی دو کہیں زبردستی

کر تو اپنے باپ کا نہیں ہی یا اسکے باپ کا نام لیکر یا کہا کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں ہی تو اس کہنے والے پر حد لگائی جائے
اور اگر غصہ میں نہیں کہا تو حد نہ لگیگی جیسا کہ اگر کوئی کسی کو یہ کہدے کہ تو اپنے دادا کا نہیں ہی (تو اسپر حد نہیں لگیگی) یا عربی
کو کہے کہ او نبطی (نبطی عراق میں ایک قوم ہی جو بد اخلاقی اور اکثر بد زبانی میں مشہور ہی) یا او آسمان کے پانی کے
بیٹے یا کسی کو اسکے چچا کا بیٹا یا اسکے ماموں کا بیٹا یا اسکی ماں کے شوہر کا بیٹا کہدیا تو ان سب صورتوں میں حد
نہیں لگیگی اور اگر کہا او زناکار (یا چھنال) کے جنے اور اسکی ماں مرچکی ہی اور اسکا نانا یا اسکا بیٹا یا پوتا اسکو سزا کرانے
کا خواستگار ہی تو اسکو تہمت کی سزا دیجائے اور بیٹا اپنے باپ کو اور غلام اپنے آقا کو اپنی ماں پر تہمت لگانے
سے سزا نہیں کرا سکتا اور جسپر تہمت لگائی جائے اسکے مرجانے سے تہمت کی سزا جاتی رہتی ہی نہ کہ اقرار کرکے پھر جانے
یا معاف کر دینے سے ف یعنی اگر کوئی تہمت لگانے کا اقرار کرکے پھر جائے اور یہ کہے کہ میں نے جھوٹ طوفان
کہدیا تھا یا جسپر تہمت لگائی تھی وہ کہے میں اس مجرم کو معاف کرتا ہوں تو یہ سزا موقوف نہ ہوگی کیونکہ اسمیں حق
اللہ بھی ہی اسلیئے بندے کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا ع ت اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے پہاڑ
میں زنا کیا ہی اور اسکے پہاڑ پر چڑھنا مراد لیا تو اسکو سزا دی جائے ف اس موقع پر کنز میں زنات ہمزہ سے
ہی جو چڑھنے کے معنے میں آتا ہی مگر چونکہ یہاں یہ معنے لینے کا کوئی قرینہ نہیں ہی تو معلوم ہوا کہ اسنے چڑھنے
کے معنے نہیں لیئے بلکہ غلطی سے اس طرح کہدیا ہی لہذا حد واجب ہے ت اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ او زانی اور
اسنے جواب میں اسکو یوہی کہا تو ان دونوں کو سزا دیجائے اور اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ او زناکار اور اسنے
الٹ کر اسکو یوہی کہا تو فقط عورت کو سزا دیجائے اور اس صورت میں لعان نہ ہوگا اور اگر عورت نے اسکو جواب دیا
کہ میں نے تو تجھ سے ہی زنا کرایا ہی تو اب سزا اور لعان دونوں جلتے رہینگے (نہ کسی کو سزا دیجائیگی نہ لعان ہوگا)
اگر کوئی لڑکے کا اقرار کرکے پھر یہ کہدے کہ یہ میرا نہیں ہی تو یہ لعان کرے اور اگر اسکا الٹا کیا ہی تو اسکو سزا دی
جائے ف الٹا کرنے کا یہ مطلب ہی کہ پہلے کہدیا تھا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہی اور بعد میں کہتا ہی کہ میرا ہی تو
اسکو سزا دیجائیگی ت اور ان دونوں صورتوں میں وہ لڑکا اسی کا رہیگا اور اگر اسنے یوں کہا کہ یہ نہ میرا
بیٹا ہی نہ تیرا بیٹا ہی تو حد اور لعان دونوں باطل ہو گئے اگر کسی نے ایسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جسکے بچہ کا
باپ معلوم نہیں ہی یا ایسی عورت پر کہ اسکے بچہ ہونے کے سبب وہ اپنے شوہر سے لعان کر چکی ہی یا ایسے مرد پر کہ
جسنے دوسرے کی لونڈی سے یا ساجھے کی لونڈی سے صحبت کرلی تھی یا ایسے مسلمان پر تہمت لگائی جسنے کفر کی حالت
میں (یعنی مسلمان ہونے سے پہلے) زنا کیا تھا یا ایسے مکاتب پر جو اپنا پورا بدل کتابت چھوڑ مرا ہی تو ان چھیوں

باب حد الشرب

شراب پینے کی حد کا بیان

ت اگر کسی نے شراب پی اور ایسے وقت گرفتار ہوا کہ اسکی بو موجود تہی یا وہ نشہ میں تہا اگرچہ نشہ چھوہارے (وغیرہ) کے نبیذ ہی کا ہو اور دو آدمی گواہی دیں (کہ اسنے شراب پی ہے) یا فقط ایک دفعہ وہ خود اقرار کرے تو نشہ اُترنے کے بعد اسپر حد جاری کردیجائے اگرچہ معلوم ہو کہ اسنے اپنے اختیار سے پی ہے ف چھوہاروں یا منقے وغیرہ میں پانی ڈالکر چند روز رکھنے سے وہ پانی گاڑھا شربت ہو جاتا ہے عربی میں اسکو نبیذ کہتے ہیں اور اگر اسی طرح انگوروں میں پانی ڈالکر چند روز رکھا جائے اور صرف رکھے رہنے سے اسمیں جوش آجائے تو اسکو عربی میں خمر اور اردو میں شراب کہتے ہیں یعنی وغیرہ ت اور اگر شراب کی بو جاتے رہنے کے بعد اسنے خود اقرار کیا یا دو گواہوں نے گواہی دی مگر ان کا گواہی میں تاخیر کرنا اسوجہ سے نہ تہا کہ یہ عدالت (یا کوتوالی) سے زیادہ فاصلہ پر تھے لکے (آتے آتے اسکی بو جاتی رہی اگر ایسا ہوا تو حد قائم رہیگی) یا کہ صرف اسکے شراب کی بو پائی گئی (اور کسی طرح ثبوت نہیں ہوا) یا شراب کی قے کی یا (پینے کا اقرار کرکے پھر) اپنے اقرار سے پھر گیا یا نشہ کی حالت میں اقرار کیا اور نشہ ایسا تہا کہ اسکی عقل بالکل جاتی رہی تہی تو (ان سب صورتوں میں) حد جاری نہ ہوگی اور نشہ کی سزا (خواہ کوئی شراب پینے سے نشہ ہوا ہو) اور انگوری شراب پینے کی سزا اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو (ہمارے نزدیک) اسّی کوڑے ہیں اور غلام کے لیے اس کا نصف (یعنی چالیس کوڑے) اور زنا کی حد کی طرح یہ کوڑے اسکے بدن پر الگ الگ کرکے مارے جائیں

باب حد القذف

زنا کی تہمت لگانے کی حد کا بیان

ت تہمت کی حد تعداد میں اور ثبوت میں مثل شراب پینے کی حد کے ہے ف تعداد سے مراد یہ ہے کہ جیسے آزاد آدمی کے لیے اسی کوڑے اور غلام کے لیے چالیس کوڑے ہیں اسی طرح اسمیں بھی ہیں اور ثبوت سے مقصود یہ ہے کہ جیسے وہ حد دو مردوں کے گواہی دینے یا اسکے ایک دفعہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اسمیں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ طرح ت اگر کسی (مرد یا عورت) نے محصن مرد یا محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ اسکو سزا کرانے کے خواستگار ہیں تو (اسکے بدن پر) متفرق حد لگائی جائے اور سوائے پوستین اور روئیدار کپڑے کے اور کوئی کپڑا بدن سے نہ اُتارا جائے اور اس بارے میں محصن ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہو اور زناکاری سے بچا ہوا ہو پس اگر ایک نے دوسرے سے غصہ میں کہا

غسل نہ کرنے پر یا گھر سے نکلجانے پر تعزیر کرے (اور وہ مرجاوے تو اُسے خونبہا دینا پڑیگا +

کتاب السرقۃ

چوری کا بیان

ت (شرع میں) چوری اُسکو کہتے ہیں کہ کوئی عاقل بالغ آدمی دس درم چہرہ شاہی کی مقدار (خواہ درم ہی ہوں یا اُنکی یا اس سے زیادہ قیمت کا مال ہو) کسی محفوظ جگہ سے یا پہرے میں سے پوشیدہ لیلے پس اگر اس طرح لینے کا وہ خود ایکدفعہ اقرار لیوے یا دو آدمی گواہی دیدیں تو اسکا ہاتھ کاٹ دیا جاوے اور اگر چور (پکڑے) بہت سے (گئے) ہیں اور ان میں مال لینے والے جمیع میں تو اُن سب کے ہاتھ کاٹے جائیں بشرطیکہ وہ مال اتنا ہو کہ ہر ایک کے حصہ میں اس نصاب (یعنی دس درم) کی مقدار آتا ہو (اور اگر اتنا نہ آتا ہو تو ان کے ہاتھ نہیں کٹیں گے) اور لکڑی گھاس نرسل مچھلی پرند شکار ہڑتال گیرو چونہ۔ تربوزہ یا جو درخت پر لگا ہوا ہو اور دودھ گوشت خربزہ (جیسا پھل) اور وہ کھیتی جو ابھی کٹی نہ ہو اور نشہ آور پینے کی چیزیں اور تنبورہ اور قرآن مجید اگرچہ اسپر سونے کا کام ہو اور مسجد کا دروازہ اور سونے کی سولی شطرنج۔ چوسر آزاد لڑکا اگرچہ زیور پہنے ہوئے ہو اور بالغ غلام اور دفتروں کے چرلینے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا بخلاف اسکے کہ کوئی نابالغ غلام یا حساب کا دفتر چرالے (تو اُسکا ہاتھ کٹیگا) اور کتے چیتے۔ دائرے۔ ڈھول سارنگی اور بانسلی وغیرہ چرالے پر اور خیانت کرنے۔ لوٹ مار کرنے۔ اُچکا لیجانے اور کفن چرانے اور بیت المال کا مال یا اپنے ساجھے کا مال یا بقدر اپنے قرض کے قرضدار کا مال چرانے یا ایسی چیز چرالینے سے جس میں اسکا ایکدفعہ ہاتھ کٹ چکا ہو اور وہ چیز ابھی بدلی نہ ہو (ویسی ہی ہو) چور کا ہاتھ نہ کٹیگا اور سال کی لکڑی نیزے کی چھڑ۔ آبنوس صندل۔ سبز نگینے۔ یاقوت۔ زمرد۔ موتی۔ برتن اور لکڑی کے بنے ہوئے دروازے چرالینے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا +

فصل فی الحرز

حرز کا بیان

ف حرز لغت میں محفوظ جگہ کو کہتے ہیں یعنی جہاں کسی چیز کی حفاظت کیجائے اور شرع میں اسکو کہ جہاں عادۃً مال کی حفاظت کیجاوے جیسی ت اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مال چرالے مگر اسکا یہ رشتہ رضاعت کے سبب سے نہ ہو (یعنی رضاعی ماں بہن نہ ہوں) یا شوہر اپنی بیوی کا یا بیوی اپنے شوہر کا یا غلام اپنے آقا کا یا آقا کی بیوی کا یا اپنی آقا بیوی کا یا آقا اپنے مکاتب کا یا سسر اپنے داماد کا یا داماد اپنے سسر کا یا غنیمت کا مال یا حمام کا مال چرالے یا ایسے مکان میں سے چرالے جسمیں جانیکی اُسکو اجازت ہو تو ہاتھ نہیں کٹیگا اور اگر کوئی

صورتوں میں تہمت لگانیوالے کو سزا نہ دی جائیگی۔ اگر کسی نے اشتراک پرست لونڈی سے یا حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے یا مکاتبہ (لونڈی) سے صحبت کرلی تھی اور اسپر کسی نے زنا کی تہمت لگائی یا ایسے مسلمان پر تہمت لگائی جس نے کفر کی حالت میں اپنی ماں سے نکاح کرلیا تھا اسکو تہمت لگانے کی سزا دیجائیگی اگر کوئی مستامن مسلمان پر تہمت لگائے تو اسکو سزا دیجائے (مستامن اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالحرب سے دارالاسلام میں آیا ہوا ہو اور سلطان سے امن لے چکا ہو) اگر کسی نے چند دفعہ کسی پر تہمت لگائی یا چند دفعہ زنا کیا یا چند دفعہ شراب پی تھی پھر اسے ایک دفعہ سزا ملگئی تو یہی سب دفعہ کے لیے کافی ہوگی (کیونکہ حدود میں تداخل ہوجاتا ہے) +

فصل فی التعزیر

تعزیر کا بیان

ف تعزیر عزر سے ماخوذ ہے جسکے لغوی معنے دھمکانے اور سرزنش کرنے کے ہیں اور شرع میں تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو حد سے کم ہو اسپر ساری امت کا اتفاق ہے کہ اگر کسی سے کوئی بڑی خطا سرزد ہو اور اسمیں حد نہ آتی ہو تو ایسے آدمی کو تعزیر کرنی واجب ہے مگر اسکی کوئی مقدار معین نہیں ہے حاکم کی رائے پر موقوف ہے کہ حد سے کم جو سزا کا چاہے حکم لگادے یعنی **ملخصات** اگر کسی نے غلام پر یا کافر پر زنا کی تہمت لگائی یا مسلمان کو کہا کہ او فاسق او کافر۔ او خبیث۔ او چور۔ او بدکار۔ او منافق۔ او اغلامی۔ او لونڈے باز۔ او سود خوار۔ او شرابی۔ او دیوث (دیوث اسکو کہتے ہیں جسے اپنی بیوی سے زنا کرانے غیرت نہ آئے) او ہیجڑے۔ او خائن۔ او حرام کے جنے۔ او بے دین۔ او کٹنے۔ او رنڈی بازوں یا چوروں کے ٹھکانے۔ او حرامزادے تو ان سب صورتوں میں اس کہنے والے کو تعزیر کیجائیگی اور اگر یوں کہا کہ او کتے۔ او بوک۔ او گدھے۔ او سور۔ او سانڈ۔ او سانپ۔ او حجام (رکھنے آلا) رنڈیوں کے استاد۔ او زنا کی خرچی لینے والے۔ او ولد الحرام۔ او عیاش۔ او کبڑے۔ او کبڑا۔ او مسخرے۔ او ٹھٹھے باز۔ او بیعزت۔ او بیوقوف۔ او ورغلانے والے۔ او منحوس تو اس کہنے والے کو تعزیر نہ کیجائیگی۔ اور تعزیر کے زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہیں (کیونکہ چالیس کوڑے غلام کی حد ہے اس سے تعزیر کم ہونی چاہیے) اور کم سے کم تین کوڑے ہیں اور (تعزیر میں کوڑے) مارنے کے بعد مجرم کو قید کرنا جایز ہے اور کوڑے سب سے زیادہ زور سے تعزیر میں مارے جائیں اور اس سے کم زور سے زنا کی حد میں اور اس سے کم شراب پینے کی حد میں اور اس سے کم تہمت لگانے کی حد میں۔ اگر کوئی حد کے یا تعزیر کے صدمہ سے مرجائے تو اسکا خون معاف ہے بخلاف شوہر کے کہ جب وہ اپنی بیوی کو سنگھار نہ کرنے پر مارا اسپر کہ اُسے اپنے بستر پر بلایا اور وہ نہ آئی یا نماز نہ پڑھنے پر یا (حیض و جنابت سے

چوری کا اقرار کرلیا تھا پھر ان میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرا ہی تو اب ان دونوں کے ہاتھ نہیں کٹیں گے اور اگر دو نے چوری کی تھی اور ان میں سے ایک رُوپوش ہوگیا اور دو آدمیوں نے ان دونوں کے چوری کرنے پر گواہی دی تو اس موجود چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔ اگر غلام (عاقل بالغ) چوری کا اقرار کرے تو (امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک) اسکا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور چوری کا مال (اگر موجود ہو) اسکو دیدیا جائے جسکے ہاں سے چرایا گیا ہو (اور اگر نہ ہو تو اسکا تاوان نہیں ہی) اور ہاتھ کٹنا اور مال کا تاوان لینا دونوں جمع نہیں ہوسکتے (یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ چور کا ہاتھ بھی کاٹا جائے اور مال کا تاوان بھی دلایا جائے) اور اگر چوری کا مال بعینہ موجود ہو تو وہ مالک کو دلا دیا جائے اگر کسی نے بہت سی چوریاں کی تھیں بعد میں ایک چوری پر اسکا ہاتھ کٹ گیا تو اب اسکو اُن چوریوں میں سے کسی کا تاوان دینا نہیں پڑیگا (غرض یہ ہی کہ یہ ایک ہی سزا سب چوریوں کا بدلہ ہو جائیگی) اگر کسی نے کپڑا وغیرہ چرا کر وہیں گھر میں پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو اسکا ہاتھ کٹے گا (بشرطیکہ پھاڑنے سے وہ بالکل بیکار نہ ہوگیا ہو اور اب بھی دس درہم سے کم قیمت کا نہ ہو) اور اگر کسی نے بکری چرا کر وہیں ذبح کرلی اور پھر باہر نکالی تو اب اسکا ہاتھ نہ کٹے گا **ف** اسکی وجہ یہ ہی کہ چوری گوشت پر پوری ہوئی ہی کیونکہ ذبح ہوئی بکری گوشت کے حکم میں اور گوشت چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا بلکہ اسمیں قیمت کا تاوان دینا پڑتا ہی لہذا یہاں بکری کی قیمت دینی ہوگی ع **ت** اگر چور نے چاندی سونا چرا کر روپے اشرفیاں بنالیں تو اس کا ہاتھ کٹیگا اور وہ روپے اشرفیاں مالک کو پھیر دی جائینگی۔ اگر کسی نے سپید کپڑا چرا کر سرخ رنگ لیا اور چرانے پر اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو اب وہ نہ کپڑا واپس دے اور نہ اسکی قیمت کا ضامن ہو اور اگر سیاہ رنگ لیا ہی تو کپڑا پھیر دے ✣

باب قطع الطریق

رہزنی اور رہزن کی سزا کا بیان

ت اگر کوئی رہزنی کا ارادہ رکھنے والا رہزنی کرنے سے پہلے گرفتار ہو جائے تو اسکو قیدخانہ میں ڈالدینا چاہیے یہاں تک کہ وہ اس ارادہ سے توبہ کرے اور اگر رہزن نے معصوم مال (یعنی جو مسلمان یا ذمی کا ہو) چھین لیا ہی تو اسکا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ دیا جائے (مثلاً دہنا ہاتھ اور بایاں پیر) اور اگر اسنے خون کردیا ہی تو حد میں (یعنی اسکی سزا میں) اُسے قتل کردیا جائے اگرچہ اُس مقتول کے ورثا اُسکو معافی بھی دیں اور اگر اسنے خون کرکے مال چھین لیا ہی تو اسکا دہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ کر قتل کردیا جائے اور پھر سولی پر چڑھا دیا جائے یا ہاتھ پیر نہ کاٹے جائیں (صرف قتل کرکے سولی پر چڑھا دیا جائے (اور اگر حاکم کی رائے ہو تو) زندہ کو سولی پر

مسجد میں سے کچھ اسباب چرالے اور اسباب والا وہیں ہو تو اسکا ہاتھ کٹے گا۔ اگر کسی مہمان نے اپنے میزبان کے
چوری کرلی یا کوئی چیز چرالی اور ابھی گھر سے باہر نہیں لے گیا رتہا کہ پکڑا گیا) تو اسکا ہاتھ نہیں کٹے گا اور اگر
چوری کی چیز کو حجرے سے نکالکر گھر کے صحن میں لے آیا تہا یا ایک جگہ چند حجرے بنے ہوئے تھے ان حجرے
والوں میں سے ایکنے دوسرے حجرے کو لوٹ لیا یا کوئی نقب لگا کر اندر گیا اور گھر کا کچھ اسباب نکالکر رستہ میں ڈالدیا
تہا پھر باہر آکے اٹھالیا یا سواری پر لاد کر اُسے ہانک دیا اور اس صورت سے نکالکرلے گیا تو ران سب صورتوں میں)
اسکا ہاتھ کٹے گا اور اگر باہر سے دوسرے کو دیدیا یا گھر میں سے صرف ہاتھ ڈالکر مال نکال لیا یا نبولی آستین (یا
کپڑے) سے باہر تھی وہ کتر لی یا قطار میں سے ایک اونٹ چرالیا یا اونٹ وغیرہ کا بوجھ چرالیا تو (ان سب صورتوں
میں) ہاتھ نہیں کٹے گا اور اگر اونٹ کی گون چیر کر اسمیں سے مال لے لیا یا اسباب کا تھیلا چرالیا اور اس کا
مالک اسکی حفاظت کررہا تہا یا اسکے اوپر پڑا سو رہا تہا یا کسی صندوق میں یا دوسرے کی جیب میں یا کسی کی آستین
میں ہاتھ ڈالکر مال نکال لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائے گا +

فصل فی کیفیۃ القطع و اثباتہ

ہاتھ کاٹنے کی کیفیت اور اسکے ثبوت کی تفصیل

ت چور کا دہنا ہاتھ پہنچے تک کاٹ کر اُسکو داغدیا جائے رتاکہ خون بند ہو جائے) اور اگر دوبارہ کرے تو بایاں
پیر کاٹ دیا جائے پھر اگر تیسری دفعہ چوری کرے تو اُسکو قید کر دیا جائے تاکہ چوری کرنے سے توبہ کرے اور اسکا
بایاں ہاتھ نہ کاٹا جائے جیسا کہ اُس آدمی کا ہاتھ نہیں کٹتا جو چوری کرے اور اسکے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو
یا شل ہو یا انگوٹھے کے سوا بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا دہنا پیر کٹا ہوا ہو۔ اگر کسی کا دہنا ہاتھ کٹنے
کا حکم ہو اور جلاد بایاں کاٹ دے تو اسپر تاوان نہیں آئیگا اور ہاتھ کٹنے میں یہ شرط ہے کہ جسکا مال چوری گیا ہو وہ
اس سزا کی درخواست کرے اگرچہ یہ مال اُسکے پاس امانت رکھا ہو یا کسی سے چھین لیا ہو یا یہ سود خوار ہو اور اگر
ان ہی لوگوں کے پاس سے مال چوری جائے اور اصل مالک سزا کی درخواست کرے تب بھی ہاتھ کاٹ دیا جائیگا ہاں
اگر اس چور کا ہاتھ کٹنے کے بعد اسکے پاس سے دوسرے نے چرالیا اور اب اصل مالک یا پہلا چور سزا کی درخواست
کرے تو دوسرے چور کا ہاتھ نہ کٹے گا اگر کسی نے کوئی چیز چرائی اور رپٹ ہونے سے پہلے اُسنے مالک کے حوالے کردی
یا ہاتھ کٹنے کا حکم ہونیکے بعد وہ اس چیز کا مالک ہو گیا یا اُسنے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہی ہے یا ہاتھ کٹنے سے
نصاب (دس درہم) سے اب اسکی قیمت کم ہو گئی تو (ان سب صورتوں میں) ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اگر دو آدمیوں نے

کہتے ہیں جو بلا جنگ کئے وصول ہوا ہو مثلاً خراج اور جزیہ کا روپیہ اور جو جنگ کرنے سے وصول ہوا اسکو مال
غنیمت کہتے ہیں فتح ہے پس اگر ہم (یعنی مسلمان) کفار کا محاصرہ کرلیں تو پہلے اُن سے یہ کہیں کہ تم مسلمان ہوجاؤ
اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو فبہا ورنہ اُنسے جزیہ کی درخواست کریں اگر وہ اسکو منظور کرلیں تو پھر مسلمانوں کی طرح
اُن کے بھی جان ومال کی حفاظت کیجائے اور معاملات میں ان پر بھی وہی احکام جاری کیے جائیں جو مسلمانوں پر
ہوتے ہیں اور جنکو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو (یعنی اسکے اسلام لانے کے لیے نہ کہا گیا ہو) اس سے ہمیں لڑنا نہ چاہیے
اور جسے پہنچ چکی ہو اُسے اسوقت دوبارہ دعوت دینا مستحب ہے (واجب نہیں ہے) اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار
کریں تو ہم اللہ سے نصرت ومدد کی دعا کرکے اُن سے اسطرح لڑینگے کہ اُن پر گوپھیے قائم کردینگے انکی آبادی میں آگ
لگادینگے انہیں غرق کردینگے ان کے باغات کاٹ ڈالینگے اُن کی کھیتیاں بسمار کردینگے ان پر تیروں کی بھرمار
کرینگے اگرچہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے بعض مسلمانوں کو اپنے آگے کرلیں اور ہم تیر وغیرہ مارنے میں کفار ہی کو مارنے کا
قصد کرینگے (اگرچہ وہاں کا کوئی مسلمان زخمی ہو یا مارا ہی جائے) اور جس سریہ پر شکست ہونیکا اندیشہ ہو (سریہ
چارسو جوانوں کے دستے کو کہتے ہیں) اسمیں قرآن مجید اور عورتوں کو لیجانے سے ہمکو منع کردیا گیا ہے اور اس سے بھی
کہ ہم غدر کریں یا غنیمت کے مال میں خیانت کریں یا کسی کے ناک کان کاٹیں اور عورتوں یا بے عقل اور نابالغ بچوں
بڈھے پھونس یا اندھے اپاہج کو قتل کریں ہاں اگر ان میں کوئی ایسا ہو جو جنگی تدبیریں بتلاتا ہو یا خود بادشاہی
ہو تو اسکو مار دینا چاہیے اور (اگر کسی مسلمان کا مشرک باپ جنگ میں ہو تو یہ) بیٹا اپنے مشرک باپ کو قتل نکرے
بلکہ اسکو انکار کردینا چاہیے تاکہ اُسے کوئی اور آکر قتل کردے اور اگر کوئی مصلحت ہو تو ہمیں کفار سے صلح کرلینی
جائز ہے خواہ روپیہ دیکر خواہ لیکر اور اگر صلح توڑنے میں مصلحت ہو تو ہم صلح توڑدینگے اور اگر ان کا بادشاہ خیانت
کرے (یعنی ہمیں دھوکا دے) تو ہمیں بدون صلح توڑے اُن سے لڑنا جائز ہے اور مرتدوں سے بدون مال لیے
صلح کی جائے اور اگر لے لیا گیا ہو تو وہ انہیں واپس نہ دیا جائے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ ہتھیار بیچنا
جائز نہیں ہے اور (مسلمانوں میں سے) اگر کوئی آزاد مرد یا آزاد عورت کسی کافر کو پناہ دیدے تو اُس کو قتل کرنا
درست نہیں ہے ہاں اگر اسکو پناہ دینا بُرا (باعث فساد) ہو تو اُسکو توڑدینگے اگر کوئی ذمی یا قیدی یا سوداگر یا
ایسا غلام جسے لڑنے کا حکم نہ ہو کسی کافر کو پناہ دیدے تو اسکا اعتبار نہ ہوگا +

باب الغنائم وقسمتہا

غنیمتوں کے مال کو تقسیم کرنے کا بیان

چڑھا کر بھالے سے اسکا پیٹ پھاڑ دیا جائے تاکہ مر جائے اور پھر تین روز تک سولی پہ لٹکا رہنے دیں اور اس
صورت میں جو مال لے لیا ہوگا (اگر وہ تلف ہوگیا ہو تو) اسکا تاوان نہ دیگا اور (اگر ڈاکے میں بہت سے آدمی ہوں
تو) ڈاکہ نہ ڈالنے والا مثل ڈالنے والے کے ہے (یعنی سزا ملنے میں سب برابر ہیں) اور لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالنا مثل
تلوار سے مار ڈالنے کے ہے ف یعنی اگر ڈاکو نے کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار دیا تو یہ ایسا ہی گویا اُسنے تلوار ہی سے قتل
کیا ہے اسپر حد جاری ہوگی بخلاف قصاص کے مسکین ت اگر ڈاکو نے کسی کو زخمی کرکے مال چھین لیا ہے تو اسکا دہنا
ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے اور زخم (کی سزا) معاف ہے اور اگر ڈاکو نے کسی کو فقط زخمی ہی کیا ہے یا خون کرکے
ڈاکہ زنی سے توبہ کرلی ہے یا ڈاکوؤں میں بعض غیر مکلف تھے (یعنی عاقل بالغ نہ تھے یا دیوانے تھے یا گونگے بہرے
تھے) یا جسکو لوٹا ہے وہ ڈاکوؤں کا قریبی رشتہ دار رہتا یا کسی نے رات کو رستہ لوٹا یا دن کو کسی شہر پر ڈاکہ ڈالا یا دو
شہروں کے بیچ میں ڈاکہ ڈالا تو (ان سب صورتوں میں) حد جاری نہ ہوگی ہاں (ان سب صورتوں میں مقتول کے)
وارث کو اختیار ہے چاہے قصاص لیلے چاہے معاف کردے اور اگر کوئی شہر میں کئی دفعہ گلا گھونٹ (کر آدمیوں کو
مار) چکا ہو تو اسکو اسکے عوض قتل کردیا جائے +

کتاب السیر والجہاد

سیر اور جہاد کا بیان

ف سیر سین کے زیر اور ی کے زبر سے سیرت کی جمع ہے جسکے لغوی معنے جلدی کی حالت کے ہیں اور شرع میں اسکا
اکثر اطلاق امور جہاد پر ہوتا ہے اور فقہاء و محدثین کی اصطلاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس عادت
شریفہ اور طریقہ کا نام ہے جو آپنے جہادوں میں برتا ہے اور محض اللہ کے دین کی مدد کرنے اور اُسکو ترقی دینے کے
لیئے اللہ کے راستہ میں اپنی طاقت خرچ کردینے اور تکلیفیں برداشت کرنے کو شرع میں جہاد کہتے ہیں عینی ت
اپنی طرف سے جہاد شروع کرنا فرض کفایہ ہے (جسکے یہ معنے ہیں) کہ اگر تھوڑے سے مسلمان اس کام کے لیئے کھڑے
ہوجائیں تو سبکے ذمہ سے اُتر جائیگا اور اگر کوئی بھی نہ کھڑا ہوا تو سب گنہگار ہونگے اور نابالغ بچے۔ عورت غلام
اندھے۔ اپاہج اور لولے پر جہاد واجب نہیں ہے اور اگر دشمن چڑھ آئے تو اُسوقت جہاد فرض عین ہے (جسکے یہ
معنے ہیں کہ ہر ایک پر فرض ہے ایک کے کرنے پر دوسرے کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوسکتا) اسوقت عورت بدون
اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت اپنے آقا کے نکل کھڑا ہو اور اگر فے (کا مال بیت المال میں) ہو تو غازیوں
کو دینے کے لیئے لوگوں سے روپیہ وصول کرنا مکروہ ہے اگر بیت المال میں نہ ہو تو مکروہ نہیں ف فے اُس مال کو

(اس پانچویں حصہ میں) کوئی حق نہیں ہے اور آیۃ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ الی آخرہ میں اللہ کا ذکر تبرک کے لیے مذکور ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ آپکی وفات کے بعد سے ساقط ہوگیا ہے جیسا کہ صفی ساقط ہوگیا ہے **ف** صفی ص کے زبر ف کے زیر سے اسکو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت میں سے کچھ اپنے لیے پسند فرما لیتے تھے خواہ وہ زرہ ہو یا تلوار ہو یا لونڈی ہو جیسا کہ خیبر کی غنیمت میں سے آپنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کو پسند فرمایا تھا اور بدر کی غنیمت میں سے تلوار ذو الفقار کو پسند فرمایا تھا مگر حضور کی وفات سے یہ صفی کا ہونا بھی موقوف ہوگیا اب بادشاہوں یا افسروں کو صفی لینا جایز نہیں ہے اسی پر سب کا اجماع ہے **عینی ت** اگر اسلامی فوج کا کوئی زور آور دستہ افسر کی بلا اجازت دار الحرب میں چلا جائے اور وہاں سے کچھ مال لائے تو اسمیں سے پانچواں حصہ لیا جائے (کیونکہ وہ غنیمت کے حکم میں ہے) اور اگر زور آور دستہ نہیں ہے تو ان کے لائے ہوئے میں سے نہ لیا جائے اگر سالار فوج نے لوج میں یہ اعلان کردیا کہ جو سوار جس کافر کو مارے اُس مقتول کا کل سامان اسی کو دیدیا جائیگا تو اسکو جائز ہے کہ اپنے اس کہنے کیوجہ سے اور غازیوں کے حصہ سے انکو زیادہ دیدے علی ہذا القیاس اگر کسی دستے سے یہ کہدیا ہو کہ غنیمت میں پانچوں حصہ نکالنے کے بعد ایک چوتھائی تمہیں الگ دونگا (تم ہمت کرکے لڑو) تو اسکی وجہ سے بھی زیادہ دینا جایز ہے مگر غنیمت کو دار الاسلام میں لاکر یہ زیادہ مال خمس ہی میں سے دینا چاہیئے (کیونکہ باقی کے چار حصے تو اور غازیوں کا حصہ ہے انمیں سے دینے پر اورونکی حق تلفی ہوگی) اگر افسر فوج نے ایسا زیادہ دینے کا اعلان نہ کیا ہو تو مقتولین کا سب غازیوں کو تقسیم ہوگا اور سامان سے مراد مقتول کا گھوڑا اسکے کپڑے اسکی تلوار اور اسکی سواری وغیرہ جو اس کے پاس ہو یہ سب ہے ✤

باب استیلاء الکفار

کفار کے غالب آنے کا بیان

اگر ترکی کفار روم کے نصاریٰ کو (فتح پاکر) پکڑ کر لیجائیں اور رومیوں کا مال بھی تو ترکی مالک ہوجائینگے (کیونکہ اب انکی رومیوں کا مال مباح ہوگیا ہے اور مباح چیز پر غالب آنا ملکیت کا سبب ہے) اور اسکے بعد اگر ہم ان ترکوں پر غالب آجائیں (یعنی ہم مسلمانوں کی فتح ہوجائے) تو جو کچھ ہمیں وہاں ملیگا اس سبکے ہم مالک ہوجائینگے **ف** یعنی خواہ ترکوں کا ذاتی ہو اور خواہ اسمیں کا بقیہ ہو جو انہوں نے رومیوں پر فتح پانے میں حاصل کیا تھا اب وہ ہماری ملکیت میں آجائیگا ۱۲ **عینی ت** اور اگر وہ ہمارے مال پر غالب آجائیں اور اُسے سمیٹ سماٹ کر اپنے دار الحرب میں لیجائیں تو وہ بھی اس مال کے مالک ہوجائینگے اسکے بعد اگر انپر پھر غالب آجائیں تو ہم میں سے جو شخص اپنی

ت سلطان جس ملک کو زبردستی فتح کرے وہ مسلمانوں کو بانٹ دے یا وہیں کے باشندوں کے پاس رہنے دے اور انکے سر جزیہ اور انکی زمینوں پر خراج مقرر کردے اور قیدیوں (کی بابت اختیار ہے چاہے ان) کو قتل کر دے چاہے (لونڈی) غلام بنائے چاہے جیسے وہ ہیں ویسے ہی آزاد رہنے دیں کہ وہ مسلمانوں کی رعیت رہیں (مگر یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو نہ مرتد ہوں نہ عرب کے مشرک ہوں کیونکہ ان کو رعیت بنانے کی اجازت نہیں ہے) اور (جو کافر جہاد میں پکڑے آئیں) انکو دار الحرب جانے دینا یا ان سے کچھ روپیہ لیکر یا کسی مسلمان قیدی کے بدلے میں ان کو رہا کرنا یا محض احسان رکھکر چھوڑنا یا جن مویشی کو دار الاسلام میں لانا مشکل ہو انکے ہاتھ پیر کاٹ دینا حرام ہے بلکہ ان جانوروں کو ذبح کر کے وہیں پھونکدیا جائے (تاکہ انسے کفار فائدہ نہ اٹھا سکیں) اور غنیمت (کے مال) کو دار الحرب میں تقسیم کرنا اور تقسیم ہونے سے پہلے اسکو فروخت کرنا بھی حرام ہے ہاں امانت کے طور پر غازیوں کے حوالے کر دینا حرام نہیں ہے اور جو لوگ غازیوں کی کمک اور مدد کو پہنچیں وہ بھی غنیمت میں برابر کے شریک ہونگے (اگرچہ اس کمک کو لڑنے کا اتفاق نہ ہوا ہو) ہاں دکاندار لوگ شریک نہیں ہو سکتے اور نہ وہ کہ جو دار الحرب میں مرگیا ہو اور جو غنیمت کو دار الاسلام میں لانے کے بعد مرا ہو اسکا حصہ اسکے وارثوں کو ملیگا اور غنیمت میں سے دار الحرب میں اسکے تقسیم ہونے سے پہلے چارے غلے سوختے ہتھیار اور تیل کو کام میں لانا جائز ہے مگر ان چیزوں کو غازی فروخت نہ کریں اور دار الحرب سے چلے آنے کے بعد ان کو کام میں لانا جایز نہیں ہے اور (انمیں سے) جو کچھ بچے اسکو غنیمت میں ملادیں۔ اگر دار الحرب والوں میں سے کوئی (کافر وہیں) مسلمان ہوجائے وہ اپنے آپکو۔ اپنی نابالغ اولاد کو۔ اپنے مال کو جو اسکا مال کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت رکھا ہو سب کو بچا لیگا ہاں اپنی بالغ اولاد۔ اپنی بیوی اور اسکے حمل اور اپنی زمین اور اپنے جنگ میں شریک ہوئے غلام کو نہیں بچا سکتا

فصل (غنیمت میں سے) پیادے کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے ملینگے اگرچہ کسی سوار کے پاس دو گھوڑے ہوں اور حصہ ملنے میں عجمی اور عربی گھوڑا دونوں برابر ہیں ہاں اونٹ اور خچر (اور گدھے) کا حصہ نہیں ہوتا (ان تینوں کے سوار مثل پیادوں کے ہونگے) اور سوار و پیادہ شمار ہونے میں اسوقت کا اعتبار ہے کہ جب دار الاسلام کی سرحد سے آگے بڑھیں (اسوقت جو پیادہ ہوگا اُسے ایک حصہ ملیگا اور جو سوار ہوگا اُسے دو حصے) اور غلام۔ عورت۔ نابالغ لڑکے اور ذمی کا غنیمت میں پورا حصہ نہیں ہے (اگر یہ جنگ میں شریک رہے ہوں تو) انکو مناسب سمجھکر دیدیا جائے اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ یتیموں مسکینوں اور (محتاج) مسافروں کو دینا چاہیئے اور (خاندان بنی ہاشم کے) وہ فقیر جن کو (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) قرابت ہو ان (مذکورہ) تینوں قسموں سے مقدم سمجھے جائیں (یعنی انکو سب سے پہلے دیا جائے) اور جو ان میں غنی ہوں انکا

اسکو وہ چیز صدقہ کردینی چاہیئے پس اگر کسی حربی نے اس تاجر کے ہاتھ اپنی کوئی چیز اُدھار بیچدی تھی یا اس نے حربی کے ہاتھ ادھار بیچدی تھی یا ان میں سے ایک نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اور وہ دونوں ہمارے ہاں (دارالاسلام میں) آگئے (اور ہماری عدالت میں فیصلہ چاہا) تو یہاں انکا کچھ فیصلہ نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر ایسا مقدمہ لانیوالے دو حربی ہوں انہوں نے ایسا معاملہ کرکے پھر دارالاسلام میں امن آلیا ہو (تو انکا بھی دارالاسلام میں کچھ فیصلہ نہ کیا جائیگا اور اگر یہ دونوں مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آگئے (اور پھر انہوں نے اسلامی حاکم کے ہاں مقدمہ دائر کرکے فیصلہ چاہا) تو اب انکے ادھار کا مقدمہ یہاں فیصلہ کردیا جائیگا اور غصب کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا اگر دو مسلمان امن لیکر دارالحرب میں گئے تھے وہاں ایک نے دوسرے کو قتل کردیا تو قاتل کے بدن سے اس مقتول کی خونبہا ضرور دے جائیگی برابر ہے کہ اسنے جان بوجھ کر قتل کیا ہو یا غلطی سے کرنے میں کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر دو مسلمان دارالحرب میں قید ہوں انہیں سے ایک دوسرے کو قتل کردے تو انمیں کچھ نہیں ہے (نہ قصاص نہ خونبہا) سوائے اسکے کہ خطا سے مارنے میں کفارہ لازم ہوگا جیسا کہ اس صورت میں کہ جب (دارالحرب میں) ایک مسلمان دوسرے ایسے مسلمان کو قتل کردے جو وہیں مسلمان ہوا ہو (تو اسپر بھی خطا سے مارنے کی حالت میں کفارہ لازم ہوتا ہے **فصل** مستامن کو دارالاسلام میں پورے سال بھر نہیں دینا چاہیئے (بادشاہ کی طرف سے) اسکو کہدیا جائے کہ اگر تو پورے سال بھر رہیگا تو تجھ پر جزیہ لگا دیا جائیگا بس اگر اس کہنے کے بعد وہ سال بھر رہا تو اب وہ ذمی ہے اب لسے دارالحرب جانے ہی نہ دیا جائے (اور اس سے جزیہ وصول کیا جائے) جیسا کہ اگر (یہ یہاں زمین خریدے اور اسپر خراج مقرر کردیا جائے یا کوئی مستامنہ عورت ذمی مرد سے نکاح کرے (تو ان دونوں صورتوں میں بھی پھر اُن کو دارالحرب نہیں جانے دیتے) بخلاف اسکے کہ کوئی مستامن مرد ذمیہ عورت سے نکاح کرے تو وہ مرد ذمی نہیں ہوتا اگر وہ دارالحرب جانا چاہے تو اسکو نہیں روکیں گے) اگر مستامن دارالاسلام میں رہکر پھر دارالحرب میں چلا گیا اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس اسکی امانت رکھی تھی یا فلان دو لوگوں کے ذمہ اسکا قرض تھا تو اب اسکا مارڈالنا درست ہوگیا پس اگر وہ وہاں سے قید ہوکر آیا یا مسلمانوں نے وہ ملک فتح کرلیا اور وہ حربی قتل ہوگیا تو اسکا قرض جاتا رہا اور اسکی امانت اب غنیمت شمار ہوگی اور اگر مسلمانوں نے وہ ملک فتح نہیں کیا اور وہ حربی مارا گیا یا اپنی موت مرگیا تو اسکا قرض اور اسکی امانت اسکے وارثوں کو دیدینی چاہیئے۔ اگر کوئی حربی امن لیکر ہمارے ہاں آیا اور اسکی بیوی بچے وہیں رہے اور اسکا تھوڑا تھوڑا مال کسی مسلمان۔ ذمی اور حربی کے پاس تھا پھر یہاں وہ مسلمان ہوگیا اسکے بعد مسلمان اسکے ملک پر غالب آگئے تو اب اسکی بیوی بچے اور مال اسب غنیمت ہے اور اگر وہ وہیں مسلمان ہوکر یہاں آیا تھا اور بعد میں مسلمان اسکے

بدستور وہاں دیکھے وہ تقسیم ہونے سے پہلے پہلے اُسے مُفت لے سکتا ہی اور تقسیم ہونیکے بعد اگر لینی چاہے تو جسکے حصہ میں وہ گئی ہی اسے قیمت دیکر لے اور اگر اُن دار الحرب والوں سے کوئی تاجر خرید لایا ہو اور اب اصل مالک اپنی چیز لینی چاہتا ہی تو جو قیمت یہ تاجر کہے وہ دیکر لے سکتا ہی اگرچہ (ایسی صورت کسی غلام وغیرہ میں ہو اور) اسکی کسی نے آنکھ پھوڑ دی ہو اور اس تاجر نے اس آنکھ کا معاوضہ بھی لے لیا ہو اور اگر قید ہونا اور خریدنا دو دفعہ ہو جاسکتو پہلا خریدنے والا دوسرے سے وہ قیمت دیکر لے سکتا ہی کہ جو وہ مانگے اور اسکے بعد اصل مالک دونوں قیمتیں دیکر لے سکتا ہی (کیونکہ اس پہلے خریدنے والے کو دو دفعہ قیمت دینی پڑی ہی) اور کفار (ہم پر غالب آنے سے ہمارے) آزادوں اور مدبروں اور ام ولدوں اور مکاتبوں کے مالک نہیں ہوتے اور ہم ان پر ان سب کے مالک ہو جاتے ہیں (کیونکہ جب ہم انپر غالب آجائیں تو اسوقت انکا کوئی مال معصوم نہیں رہتا سب مباح ہو جاتا ہی اور مباح پر غلبہ آنے سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہی) اگر ہمارا کوئی گھوڑا یا اونٹ وغیرہ بھاگ کے ان کے ہاں چلا جائے اور وہ اسے پکڑ لیں تو وہ انکی ملکیت ہو جائیگا اور اگر ہمارا کوئی غلام بھاگ کے اُن کے ہاں چلا جائے اور وہ اُسے پکڑ لیں (تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک) وہ اُسکے مالک نہیں ہونے کے پس اگر کوئی غلام ایک گھوڑا اور کچھ اسباب لیکر بھاگ گیا تھا (اور وہاں کفار نے اُسے پکڑ لیا) اور اُنسے یہ سب کا سب ایک تاجر خرید کے دار الاسلام میں لے آیا تو اب اصل مالک اپنے غلام کو مفت لے لیگا اور باقی گھوڑا اور اسباب قیمت دیکر لے گا **ف** کیونکہ گھوڑے اور اسباب کے جب کفار مالک ہو گئے تو انہیں اسکا حق نہیں رہا اب اگر لے تو قیمت دیکر لے بخلاف غلام کے کہ اسکے کفار مالک ہی نہیں ہوئے تھے گویا اسکی چیز اسکی بے اجازت بیچدی تھی لہذا اب یہ اپنی چیز لے سکتا ہی **ت** اگر کسی مستامن نے دار الاسلام میں سے ایک مسلمان غلام خرید لیا تھا اور پھر وہ اُسے اپنے دار الحرب میں لے گیا یا کوئی غلام وہیں (دار الحرب میں) مسلمان ہو گیا تھا پھر وہ ہمارے پاس (دار الاسلام میں) آگیا یا ہم ان دار الحرب والوں پر غالب آگئے تو ان سب صورتوں میں ایسا غلام آزاد ہو جائیگا (اور اسکی ولا بھی کسی کو نہیں پہنچے گی) +

باب المستامن

مستامن کا بیان

ف استیمان کے معنے امن طلب کرنے کے ہیں اور مستامن وہ ہی جو بادشاہ سے امن لیکر امن میں آجائے یعنی **ت** اگر کوئی مسلمان تاجر دار الحرب میں (وہاں کے بادشاہ سے امن لیکر) جائے تو اُسکو اُنکی کسی چیز سے بھی تعرض کرنا حرام ہی اور اگر یہ (انکی بلا اجازت) ان کی کوئی چیز لے آیا تو نہایت بدتر ملک سے یہ اسکا مالک ہو جائیگا

اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں ہوتا بس خراج ہی کافی ہے **فصل** اگر جزیہ آپس کی رضامندی سے
ٹھیرا ہو تو اُس میں کمی بیشی نہ کیجائے ورنہ ایسے فقیر پر کہ جو خود کما سکتا ہو بارہ درم سالانہ مقرر کردیے جائیں اور
جسکی حالت اوسط درجہ کی ہو اس پر اسکا دگنا (یعنی چوبیس درم) اور زیادہ مالدار پر اسکا دگنا (یعنی اڑتالیس درم)
اور اس سے ہر مہینے چار درم لیے جائیں اور اور صورتوں میں جزیہ ماہواری وصول کیا جائے اور جزیہ عرب کے یہود و نصاریٰ
پر اور عجم کے بت پرستوں اور آتش پرستوں پر مقرر کیا جائے نہ کہ عرب کے بت پرستوں پر اور مرتد نابالغ لڑکے عورت۔ غلام مکاتب
اپاہج۔ اندھے اور ایسے فقیر پر جو کما نہ سکتا ہو اور نہ ایسے گوشہ نشین پر جو لوگوں سے میل جول نہ رکھتا ہو اور جس
کافر پر جزیہ مقرر ہو اور وہ مسلمان ہو جائے یا ابھی ایک سال کا وصول نہیں ہوا تھا کہ دوسرا سال ہی گذر گیا یا
وہ مرگیا تو (ان تینوں صورتوں میں) جزیہ ساقط ہو جائیگا (یعنی دوسرا سال گذرنے کی صورت میں اُسے ایک ہی سال
کا دینا ہوگا) اور دارالاسلام میں نیا گرجا یا یہود کا عبادتخانہ نہ بننے پائیگا ہاں اگر پُرانا ڈھے گیا ہو تو اُسکو وہ پھر
بنالیں گے اور ذمیوں کو لباس میں۔ سواری میں اور زین کے استعمال کرنے میں مسلمانوں سے فرق رکھنا چاہیے پس کوئی
ذمّی کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہو نہ ہتھیاروں سے کمربستہ رہے اور اپنا کستیج کپڑوں سے اوپر رکھے اور ایسی زین پر
سوار ہو جو پالان کی شکل کی ہو **ف** کستیج ایک اونی دھاگے کو کہتے ہیں جو بہت موٹا اور انگلی کی برابر ہوتا ہے
اسکو ذمی کفر کی علامت ہونیکے لیے اپنے کپڑوں کے اوپر باندھ لیتا کستیج اُس زنار کو نہیں کہتے جو سوتی دھاگوں کا
بنا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ بعض مترجموں نے لکھدیا ہے مسکین و مترجم **ت** اور ذمّی کے جزیہ دینے سے انکار کرنے یا مسلمان
عورت سے زنا کرلینے یا کسی مسلمان کو قتل کردینے یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینے سے اُسکے ذمّی ہونیکا عہد
نہیں ٹوٹتا ہاں اگر حضور انور کو علی الاعلان گالیاں دے اور اسکی یہ عادت ہی ہوجائے تو اُسکو قتل کردینا
ضروری ہے ہاں اگر دارالحرب (دوالوں) میں جاملا یا ایسے چند آدمی ملکر کسی جگہ جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے تو (ان دونوں
صورتوں میں) اسکا عہد ٹوٹ جائیگا اور یہ مرتد کے حکم میں ہوجائیگا (یعنی اسوقت اسکا خون کرنا اور اسکا مال اسکے
وارثوں کو دیدینا درست ہوجائیگا) اور تغلبی سے خواہ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ دونوں بالغ ہوں دوہری زکوٰۃ
لیجائیگی **ف** دوہری زکوٰۃ لینے کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں سے مثلاً کل مال کا چالیسواں حصہ لیا جاتا ہے تو اُنسے
اُنکے کل مال کا بیسواں حصہ لیا جائیگا اور تغلبی عرب میں سے ایک فرقہ کا نام ہے ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے جزیہ طلب کیا تھا انہوں نے جزیہ سے انکار کیا اور یہ کہا کہ مسلمان جو زکوٰۃ دیتے ہیں ہم اس سے دوچند دینگے چنانچہ
اسی پر اُنسے صلح ہوگئی اور حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ حقیقت میں تو یہ تمہاری طرف سے جزیہ ہی ہے اب تم اسکا نام جو

ملک پر غالب آگئے تو اب اسکی نابالغ اولاد آزاد مسلمان شمار ہوگی اور جو مال اسنے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت رکھا تھا وہ اسی کو ملجائیگا اور اسکے سوا (یعنی اسکی بیوی اور بالغ اولاد وغیرہ) غنیمت کے شمار ہوگی۔ اگر کسی نے غلطی سے ایسے مسلمان کو مار ڈالا جس کا کوئی وارث نہیں ہی یا ایسے حربی کو مار ڈالا جو امن لیکر دار الاسلام میں آیا اور یہیں مسلمان ہوگیا تھا تو (ان دونوں صورتوں میں) اس مقتول کا خونبہا قاتل کے حمایتوں سے امام وصول کرے اور اگر قصداً مارا ہے تو قصاص میں قتل کرے یا خونبہا لے معاف نہ کرے (یعنی دونوں مسئلوں میں مفت معاف کر دینا جایز نہیں ہی)۔

باب العشر والخراج والجزیۃ

عشر خراج اور جزیہ کا بیان

ف عشر عین کے پیش سے اسکو کہتے ہیں جو زمین کی پیداوار میں سے بحساب دہ یکے لیا جائے یعنی کل پیداوار کے دس حصے کرکے انہیں سے ایک حصہ لیا جائے اور خراج اس روپیہ کو کہتے ہیں جو زمین کے محصول میں بادشاہ لیتا ہو اور جزیہ اس روپیہ کو کہتے ہیں جو ذمی سے لیا جائے۔ **ت** عرب کی ساری زمین اور جہاں کے باشندے (اپنی خوشی سے) مسلمان ہوگئے ہوں یا جو ملک جنگ کے ذریعہ سے فتح کرکے وہاں کی زمین غازیوں کو تقسیم کردیگئی ہو تو یہ تینوں قسم کی زمینیں عشری ہیں **ف** عرب کی زمین طول میں ریف عراق سے لیکر انتہا یمن تک ہی اور عرض میں جدہ سے لیکر سرحد شام تک ہی انہیں حجاز۔ تہامہ۔ یمن۔ مکہ۔ طائف، بادیہ۔ جزیرۂ عرب کی زمینیں داخل ہیں **ت** اور سواد (یعنی عراق کی زمین) یا ایسے ملک کی زمین جو زبردستی فتح ہوا ہو اور پھر وہیں کے باشندوں کو اسپر قابض رہنے دیا ہو یا امام نے اُن سے صلح کرلی ہو تو ایسی زمینیں خراجی ہیں۔ اگر کوئی بنجر زمین کو چلتی کرے تو اسکے (عشری وغیرہ ہونے میں) پاس کی زمین کا اعتبار کیا جائیگا اگر اسکے پاس کی زمین عشری ہی تو یہ بھی عشری ہی اور اگر وہ خراجی ہی تو یہ بھی خراجی ہی اور بصرہ کی زمین باجماع صحابہ عشری ہے اور جس زمین میں کھیتی ہوتی ہو اسپر خراج ہر بیگہ پیچھے ایک صاع (غلہ) اور ایک درم ہی اور ترکاری کی زمین میں ہر بیگہ پر پانچ درم ہیں اور جس زمین میں انگور اور چھوہاروں کے درخت گھنگے ہوں تو انمیں ہر بیگہ پیچھے دس درم ہیں اور اگر (پیداوار میں) اسقدر خراج کی گنجایش نہیں ہی تو کم کردیا جائے بخلاف زیادہ (پیداوار) ہونیکی صورت کے (کہ انمیں بالاجماع بڑھانا جایز نہیں ہی) اگر زمین پر پانی چڑھ آیا (جس سے کھیتی خراب ہوگئی) یا بالکل ہی پانی نہ آیا یا کوئی (آسمانی) آفت آگئی تو (ان تینوں صورتوں میں) خراج دینا نہ آئیگا اور اگر زمیندار نے (خراجی) زمین کو خود ہی بیکار رکھا یا وہ مسلمان ہوگیا یا کسی مسلمان نے خراجی زمین خرید لی تو ان تینوں صورتوں میں خراج دینا واجب ہوگا

عشر و خراج و جزیہ ... (حاشیہ)

ہو لگ گیا تو اب اسکا مدبر (غلام) اور ام ولد (لونڈی) آزاد ہو جائینگے اور جو قرضہ اسکے ذمہ ہوگا وہ اسی وقت ادا کرنا
ہوگا **ف** اسکی وجہ یہ ہی کہ مرتد کے دار الحرب میں چلے جانے پر حاکم کی طرف سے حکم ہو جانا اسکے مرجانے کے حکم میں ہے
اسی سبب سے اسوقت اسکا مال بھی وارثوں کو دیدیا جاتا ہی **ت** اور اسکے (مرتدی حالت کے معاملات یعنی) خرید
وفروخت کرنا یا غلام کو آزاد کرنا یا ہبہ کرنا (وغیرہ سب) ملتوی رہینگے اگر یہ پھر مسلمان ہو گیا تو وہ معاملات جاری
ہو جائینگے اور اگر مر گیا (یا قتل ہو گیا) تو (امام صاحب کے نزدیک) وہ سب کالعدم ہو جائینگے اور اگر کسی مرتد کے
دار الحرب میں چلے جانے پر حاکم کیطرف سے حکم لگ چکا تہا اور وہ پھر مسلمان ہو کر آ گیا تو وہ اپنے مال میں سے جو چیز
اپنے وارثوں کے پاس پائے لیلے اور اگر انکے پاس کچھ نہیں ہی تو اب انسے تاوان نہیں لے سکتا اور اگر کسی مرتد کی
لونڈی عیسائی ہتی اور اسکے مرتد ہونیکے وقت سے چھ مہینے میں (یا اس سے زیادہ میں) اسکے بچہ پیدا ہوا اور اس
مرتد نے اسپر دعوی کیا کہ یہ بچہ (میرے نطفہ سے اور) میرا ہی تو وہ لونڈی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور یہ بچہ اسکا بیٹا
قرار دیا جائیگا اور یہ بچہ اس مرتد کا وارث نہ ہوگا **ف** یعنی اگر یہ مرتد مر گیا تو اسکا ترکہ اس بچہ کو نہیں ملیگا
اسکا سبب یہ ہی یہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی بچہ کے ماں باپ میں دینی اختلاف ہو تو وہ بچہ ان دونوں میں سے بہتر دین
والے کے تابع کیا جاتا ہی اسی قاعدہ پر یہ بچہ اپنے مرتد باپ کے تابع کرکے مرتد شمار کیا جائیگا اور مرتد چونکہ وارث
نہیں ہوا کرتا اس سبب سے یہ بہی وارث نہ ہوگا عینی **المخصات** **ت** اور اگر لونڈی مسلمان ہتی اور مرتد اپنی مرتدی
حالت میں مر گیا یا دار الحرب (والوں) میں جا ملا تو اب یہ بچہ اسکا وارث ہو جائیگا (کیونکہ اب یہ بچہ اپنی مسلمان
ماں کے تابع ہو کر مسلمان قرار دیا جائیگا اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اور اگر کوئی مرتد اپنا مال (اسباب) لیکر
دار الحرب میں چلا گیا تہا پھر مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کر لیا تو اس مرتد کا مال (بھی غنیمت میں (شمار) ہوگا
اور اگر کوئی مرتد خالی ہاتھ دار الحرب میں چلا گیا تہا اور پھر دار الاسلام میں آیا اور اپنا مال لیکر پھر دار الحرب میں چلا
گیا اور اسکے بعد مسلمانوں پر وہ ملک فتح ہوا تو اب اسکا وہ مال اسکے وارثوں کو ملیگا اور اگر کوئی مرتد دار الحرب
میں چلا گیا (اور اپنا غلام دار الاسلام میں چھوڑ گیا) اور اسکا غلام حاکم کے حکم سے اسکے بیٹے کو مل گیا اور اسکے بیٹے
نے اس غلام کو مکاتب کر دیا اس قصہ کے بعد وہ مرتد مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ گیا تو اب یہ کتابت کا روپیہ
یا غلام مر جائے تو اسکا ترکہ اس مورث (مرتد) کو ملیگا (جو اب مسلمان ہوا ہی اسکے بیٹے کو نہیں ملیگا اور اگر مرتد نے
غلطی سے کوئی خون کر دیا اور دار الحرب میں چلا گیا یا مرتدی حالت میں قتل کر دیا گیا تو اب اس مقتول کی خونبہا
اس مرتد کے اس مال میں سے دینی ہوگی جو اسنے اسلامی حالت میں کمایا ہوگا اور اگر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان نے

چاہو رکھو لو۔ شرح وقایہ **ت** اور اس فرقہ کا آزاد کیا ہوا غلام قریشی آدمی کے آزاد کیئے ہوئے کے حکم میں ہی **ف** یعنی
جیسا کہ جب کوئی قریشی اپنے کافر غلام کو آزاد کرے تو اس سے فقط جزیہ یا اگر اسکے پاس زمین ہو تو اسکا خراج لیا جاتا ہے
اسی طرح تغلبی کا غلام بھی اگر کافر ہو اور آزاد کر دیا جائے تو اس سے جزیہ اور خراج ہی لیا جائے دوچند زکوٰۃ نہ لیجائے
فتح وغیرہ **ت** اور (زمین کا) خراج اور جزیہ اور تغلبی کا مال اور دار الحرب کے کفار جو تحفے میں روپیہ بھیجیں یا جو انکے
بدون جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگجائے تو یہ سب مال مسلمانوں کی بہتری کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے مثلاً سرحد کی مضبوطی
اور دریاؤں کے پل باندھنے اور انکی مرمتیں کرنی اور قاضیوں۔ عاملوں۔ مولویوں فوجیوں اور انکی اولاد کے وظیفے (اور
تنخواہیں) مقرر ہوں اور جو انمیں سے سال کے بیچ میں مرجائیگا وہ سالانہ بخشش سے محروم رہیگا +

باب المرتدین

(اسلام سے پھر جانیوالونکا بیان)

ف مرتد کے لغوی معنی مطلق پھرنے والیکے ہیں اور شرع میں مرتد دین اسلام سے پھرنے والے کو کہتے ہیں اور
مرتد ہونیکا رکن یہ ہی کہ وہ شخص ایمان لانے کے بعد اپنی زبان سے کفر کا کلمہ کہے بغیر اسکے کوئی مرتد نہیں ہو سکتا فتح
ت مرتد پر اسلام پیش کیا جائے (یعنی اس سے کہا جائے کہ تو اب پھر مسلمان ہو جا) اور اسکا شبہ (جو امر دین میں اسکو
ہو گیا ہی) حل کر دیا جائے اور تین روز اسے قید خانہ میں رکھا جائے اگر (ان تین روز میں) وہ مسلمان ہو گیا (تو
بہتر) ورنہ اسکو قتل کر دینا چاہیے اور مرتد کا مسلمان ہونا یہ ہی کہ سوائے دین اسلام کے اور سب دینوں سے
وہ ناراضی اور بیزاری ظاہر کرے یا جو دین اسنے اختیار کیا تہا اس سے بیزاری ظاہر کرے اور اسپر اسلام
پیش کرنے سے پہلے اسکو قتل کر دینا مکروہ ہی لیکن تاہم اگر کوئی قتل کر دے تو وہ قاتل اُسکے خون کے تاوان کا ضامن
نہوگا (کیونکہ مرتد کا خون کرنا مباح ہو جاتا ہے اور مباح کے کرنے پر تاوان لازم نہیں ہوا کرتا) اور اگر کوئی عورت
مرتد ہو جائے تو اُسکو قتل نہ کیا جائے بلکہ جبتک وہ مسلمان نہ ہو اُسے قید میں رکھا جائے اور مرتد کے مال سے
اسکی ملکیت ملتوی طور پر زائل ہو جاتی ہی (یعنی مرتد ہونیکے بعد وہ اپنی مملوکہ چیزوں کا مالک نہیں رہتا) پھر اگر وہ
مسلمان ہو گیا تو اسکی ملکیت پھر قائم ہو جاتی ہی اور اگر مرتد ہونے کی حالت میں مرگیا یا قتل کر دیا گیا تو جو اسکی کمائی
اسلامی حالت کی ہو وہ اسلامی حالت کا قرضہ اسکی طرف سے ادا کرنیکے بعد اسکے مسلمان وارث کو بطور ورثہ کے
ملجائیگی اور جو اسکی کمائی مرتدی حالت کی ہوگی وہ اسکی طرف سے مرتدی حالت کا قرضہ ادا کرنیکے بعد مال غنیمت قرار
دیجا کر (بیت المال میں رکھدیجائیگی اور اگر کسی مرتد کے حق میں اُسکے دار الحرب میں چلے جانیکا حاکم کیطرف سے

قتل کر دیا تھا اسکے بعد مسلمانوں نے ان پر فتح پالی تو اس قاتل کے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نہ قصاص نہ خونبہا کیونکہ باغی کا خون کرنا جایز ہو جاتا ہے) اور اگر باغیوں نے کوئی اسلامی شہر دبا لیا تھا اس شہر کے کسی نے اپنے جیسے شہری کو مار ڈالا پھر مسلمانوں نے وہ شہر لے لیا تو اب یہ قاتل (قصاص میں) قتل کیا جائیگا اور اگر (دو شخص آپس میں ورثہ پانے کی قرابت رکھتے تھے ان میں سے ایک بادشاہ کا فرمانبردار یعنی عادل تھا اور دوسرا باغی اور) عادل نے باغی کو یا باغی نے عادل کو قتل کر ڈالا اور یہ کہا کہ میں (اس قتل کرنے میں) حق پر ہوں تو وہ اپنے اس مقتول کا وارث ہوگا (یعنی اُسے ترکہ پہنچیگا اور اس قتل کے باعث وہ ترکہ سے محروم نہ ہوگا) ہاں اگر باغی یہ کہے کہ میں نے ناحق ہی قتل کیا ہے تو اب اُسے ترکہ نہیں ملیگا اور مفسدوں کے ہاتھ (خواہ وہ باغی ہوں یا ڈاکو وغیرہ ہوں) ہتھیاروں کا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خریدار مفسدوں میں سے ہے تو اس وقت اسکے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہے

کتاب اللقیط

لقیط کا بیان

ف لقیط فعیل کے وزن پر مفعول کے معنے میں ہے یہ لغت میں اس چیز کا نام ہے جو زمین سے اُٹھائی جائے اور شرع میں لقیط اس زندہ بچہ کا نام ہے جس کو اسکے وارثوں نے خرچ کی تنگی کے فکر سے یا زنا کی تہمت بچنے کی غرض سے پھینک دیا ہو اور وارث معلوم نہ ہو۔ ط و ع ت لقیط (یعنی لاوارثی بچہ کو) اُٹھا لینا مستحب ہے اور اگر (وہ ایسی جگہ پڑا ہو جہاں) اسکے تلف ہونے کا اندیشہ ہے تو اسکو اٹھا لینا واجب ہے اور یہ بچہ آزاد رہیگا (یعنی اُٹھانے والا اسکو اپنا غلام لونڈی نہیں بنا سکتا) اور اس کا خرچ بیت المال سے ملیگا جیسا کہ اسکا ترکہ بیت المال میں داخل ہوتا اور اسکے قصوروں کا تاوان بھی بیت المال ہی سے ملتا ہے ف یہ حکم اسوقت ہے کہ اُٹھانے والا اس بات کا پورا ثبوت دیدے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے بلکہ مجھے پایا ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس بچہ کے پاس مال نہ ہو ورنہ اُسی کے مال میں سے خرچ کرنا ہوگا ط ت اور اس بچہ کو اس اُٹھانے والے سے اور کوئی نہیں لے سکتا اور اس کا نسب ایک آدمی سے اور دو آدمیوں سے ثابت ہو جاتا ہے (یعنی اگر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور اگر اسی طرح دو نے دعویٰ کیا تو دونوں کا) اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے اُس لڑکے کی کوئی نشانی بتلا دی تو یہ دوسرے کی نسبت اس کا زیادہ مستحق ہوگا اور اگر کسی ذمی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اسی کا لڑکا قرار دیا جائیگا مگر یہ مسلمان

قصداً ہاتھ کاٹ ڈالا تھا ہاتھ کٹنے تک کے بعد یہ مرتد ہو گیا یا اس ہاتھ کٹنے کے صدمہ میں یہ مرتد ہو گیا یا دار الحرب
میں چلا گیا اور پھر وہاں سے مسلمان ہو کر آیا اور اگر اسی زخم میں مر گیا تو (ان سب صورتوں میں) اس کاٹنے والے کے
مال میں سے نصف خون بہا اس مرتد کے وارثوں کو دلائی جائیگی اور اگر ایسا مرتد دار الحرب میں نہیں گیا اور یہیں پھر
مسلمان ہو کر اسی زخم سے مر گیا تو اب وہ کاٹنے والا پوری خون بہا کا دیندار ہوگا اور اگر کوئی مکاتب (غلام) مرتد ہو کر
دار الحرب میں چلا گیا (اور وہاں اسنے کچھ روپیہ کمایا) پھر مع اپنے مال کے پکڑا گیا اور (مرتدی حالت میں) قتل کر دیا
گیا تو اسکے مکاتب ہونے کا روپیہ اُسکے آقا کو ملیگا اور جو روپیہ بچیگا وہ مکاتب کے وارثوں کو دیا جائیگا اور اگر میاں
بیوی مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے گئے تھے وہاں انکے ایک لڑکا ہوا اور پھر اس لڑکے کے لڑکا ہوا اس عرصہ کے
بعد مسلمانوں پر یہ ملک فتح ہو گیا اور کافروں کے شامل یہ چاروں بھی پکڑے ہوئے آئے تو یہ بیٹا اور پوتا مال
غنیمت میں شمار کیے جائینگے اور بیٹے پر مسلمان کرنے کے لیے زبردستی کیجائیگی اور پوتے پر نہیں کیجائیگی اور عاقل لڑکے
کا مرتد ہونا صحیح ہے جیسا کہ اسکا اسلام لانا صحیح ہے **ف** اس مسئلہ میں عاقل سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کے حق ہونے
اور کفر کے باطل ہونے کو سمجھتا اور جانتا ہو اور بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ اُسے اتنی سمجھ ہو کہ اسلام نجات کا سبب
ہے اور اچھی بُری چیز میں تمیز کرتا ہو اور صحیح ہونے سے مقصود یہ ہے کہ اسکا مرتد ہونا معتبر ہے اسپر مرتد کے احکام
جاری کیے جائینگے یعنی **ت** اور ایسے لڑکے پر مسلمان ہونیکے لیے زبردستی کیجائیگی اور یہ قتل نہیں کیا جائیگا:

باب البغاة

باغیوں کا بیان

ف باغی کی جمع ہے جیسے قاضی کی جمع قضاۃ آتی ہے باغی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو امام حق یعنی شاہ اسلام
کی فرمانبرداری سے ناحق نکلجائے ہوں **ت** جو مسلمان اسلامی بادشاہ کی فرمانبرداری سے نکلکر کسی اسلامی شہر
کو دبا بیٹھیں تو انکو یہ بادشاہ اپنی فرمانبرداری کرنے کے لیے کہے اور جس شبہ سے وہ اس فساد پر آمادہ ہوئے ہوں اُسکو
رفع کرے اور (اگر وہ نہ مانیں تو) انسے جنگ شروع کردے اگرچہ انکی طرف سے جنگ کا آغاز نہ ہو اور اگر (ان باغیوں کے)
کچھ اور لوگ بھی انکے معین ہیں تو پھر جنگ کے موقع پر جو ان باغیوں میں زخمی ہوا اُسے جان سے مروا دے اور جو باغی
بھاگے اُسکا پیچھا کرائے اور اگر باغیوں کا کوئی معین نہ ہو تو پھر نہ زخمی کو مروائے اور نہ بھاگنے کا پیچھا کرائے اور نہ انکی
اولاد کو قید کرے ہاں اُنکے مال و اسباب کو حراست میں رکھے یہاں تک کہ وہ (اس بغاوت سے) توبہ کریں اور اگر
بادشاہ کو ضرورت ہو تو وہ اُنکے ہتھیاروں اور گھوڑوں کو برابر کام میں لائے اور اگر کسی باغی نے اپنے جیسے باغی کو

اور اٹھانے والے کو اتنا اختیار رہے کہ (اگر اُسنے حاکم کی اجازت سے اسپر خرچ کیا تہا تو) جب تک اپنا خرچہ وصول نکرلے وہ چیز مالک کو نہ دے اور ایسی چیز کو اگر کوئی اپنی بتلائے تو جب تک وہ اپنی ہونا کسی ذریعہ سے ثابت نہ کرے اسکو ہرگز نہ دے ہاں اگر مدعی نے (بلا دیکہے) اسکی کوئی علامت بیان کردی تو اب اسکو دیدینی جایز ہے مگر اب بہی وہ اس سے زبردستی نہیں لے سکتا اگر ایسی چیز کا اٹہانیوالا خود ہی غریب اور محتاج ہو تو اسکو فائدہ اٹہانا جایز ہی ورنہ کسی اجنبی محتاج کو صدقہ کے طور پر دیدے اور اگر اُسکے ماں باپ یا بیوی یا (لڑکی) اولاد محتاج اور غریب ہیں تو اُن پر صدقہ کردینا جایز ہی ✤

کتاب الآبق

بہاگے ہوئے غلام کا بیان

ت بہاگے ہوئے غلام کو پکڑ لینا مستحب ہے بشرطیکہ پکڑنے کی قدرت رکہتا ہو اور جو ایسے غلام کو سفر کی مدت (یعنی تین منزل جسکی تخمیناً ۴۸ میل) سے پکڑ کر لائے تو اسکو چالیس درہم مزدوری کے ملیں گے اگرچہ غلام اس سے کم ہی قیمت کا ہو اور جو مدت سفر سے کم فاصلہ سے لائیگا اسکو مزدوری اسی حساب سے ملیگی (مثلاً ایک منزل کے فاصلہ سے لائیگا تو چالیس درہم کی تہائی کا مستحق ہوگا اور علی ہذا القیاس) مدبر اور ام ولد (اس حکم میں) مثل غلام کے ہیں (یعنی ان کو پکڑ کے لانے سے بہی اتنی مزدوری کا مستحق ہوگا) اور اگر اس پکڑ کر لانے والے سے غلام چہوٹ کر بہاگ جاوے تو اسپر قیمت دینی نہیں آتی اور یہ پکڑنے والا گواہ (مقرر) کرے یعنی اسپر کہ میں نے یہ غلام اسکے مالک کے پاس پہنچانے کے لیے پکڑا ہی اور اگر کوئی غلام رہن تہا اور وہ بہاگ گیا تو اسکو پکڑ کر لانے والے کی مزدوری مرتہن کے ذمہ ہوگی (یعنی جسکے پاس یہ رہن تہا) اور اُسکے کہلانے وغیرہ میں جو کچھ صرف کیا اُسکے وصول ہونیکا حکم مثل پائی ہوئی چیز کے ہی (اگر حاکم کی اجازت سے صرف کیا ہے تو ملجائیگا ورنہ خیر صلاح) ✤

کتاب المفقود

گم ہوئے آدمی کا بیان

ف لغت میں مفقود کے معنے معدوم یعنی گم شدہ کے ہیں اور شرعی معنے یہ ہیں جو آگے مصنف رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں ع ت مفقود ایسے غائب کو کہتے ہیں جسکا نہ ٹہکانا معلوم ہو نہ اسکے مرنے جینے کی خبر ہو حاکم کو چاہیے کہ ایسے کے لیے ایک آدمی مقرر کرے جو اسکا روپیہ پیسہ (لوگوں کے ذمہ اگر ہو) وصول کرے اسکے مال کی حفاظت کرے اسکا خبرگیراں رہے اور اسکے مال میں سے اسکے ماں باپ اور بیوی بچوں کو خرچ دیتا

شمار ہوگا اگر ذمیوں کے مکان (یا ان کے عبادت خانہ وغیرہ) میں سے نہ ملا ہوگا اور اگر کسی غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اسی کا لڑکا قرار دیا جائیگا اور یہ آزاد رہیگا اور یہ لڑکا کسی کا غلام نہیں ہو سکتا (یعنی اگر کوئی دعوے کرے کہ یہ میرا غلام ہے تو یہ غلام نہیں ہو سکتا) ہاں اگر گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جائے (تو ہو جائیگا) اور اگر ایسے بچہ کے ساتھ کچھ مال بھی ملا ہے تو وہ مال اس بچہ ہی کا ہوگا اور اُٹھانے والے کو اسکا نکاح کرنا اور (اسکے مال کو) بیچنا اور اس سے مزدوری کرانا درست نہیں ہے ہاں اسکو (کوئی ہنر سکھلانے کے لیئے) کسی پیشہ میں لگا دینا درست ہے اور اگر کوئی شخص اس بچہ کے لیئے کوئی چیز ہبہ کرے تو یہ اسکی طرف سے ہو کر خود لیلے +

کتاب اللقطہ

پائی ہوئی چیز کا بیان

ف لقطہ اشتقاق اور معنے لغوی میں مثل لقیط کے ہے یعنی یہ دونوں التقاط سے مشتق ہیں جسکے معنے اٹھانے کے ہیں پس لقطہ لام کے پیش اور قاف کے زبر اور جزم سے اُس چیز کا نام ہے جو کہیں سے کوئی پڑی ہوئی اٹھا لے ح ع ت حرم اور خارج حرم کی پائی ہوئی چیز امانت (کے حکم میں ہوتی) ہے بشرطیکہ اٹھانے والے نے اس قصد سے اٹھائی ہو کہ وہ اسکے مالک کو واپس دیدیگا اور (اس بات پر لوگوں کو) گواہ بھی کر لیا ہو (کہ یہ چیز میں نے اسلیئے اٹھائی ہے کہ یہ اسکے مالک کو واپس دیدونگا پس یہ دونوں شرطیں ہونے کے بعد اگر یہ چیز اسکے پاس تلف ہوگئی تو تاوان نہیں آئیگا کیونکہ امانت تھی اور امانت میں تاوان نہیں آیا کرتا) اور اب یہ اٹھانیوالا اتنے دنوں لوگوں سے ضرور اسکو بیان کرے کہ اسکو یہ یقین ہو جائے کہ اب اسکا مالک اسے تلاش نہیں کرتا ہوگا اگر کوئی لینے والا نہ آئے تو پھر اسکو خیرات کردے اگر خیرات کرنے کے بعد مالک آجائے تو اب مالک کو اختیار ہے (اگر وہ ثواب لینا) چاہے تو اُسکے خیرات کردینے کو بدستور رکھے (اُسے ہی اسکا ضرور ثواب ہوگا) اور چاہے اس اُٹھانے والے سے اسکی قیمت لیلے اور چوپایہ (اگر کہیں لاوارث پھرتا ہو تو اُس) کو پکڑ لینا درست ہے اور پائی ہوئی چیز کے حکم میں ہے اور ایسے جانور یا بچہ پر اگر اُٹھانے والا (حاکم کی اجازت بغیر) کچھ خرچ کردے وہ احسان اور سلوک کے درجہ میں ہے (یعنی یہ اسکا معاوضہ نہیں لے سکتا) ہاں اگر حاکم کی اجازت سے خرچ اٹھایا تھا تو یہ (مالک کے ذمہ) قرض ہوگا (جب وہ لینے آئے اُس سے وصول کرے) اور اگر وہ جانور ایسا ہے کہ اس سے کچھ نفع حاصل ہو سکتا ہے (مثلاً کوئی گھوڑا ہے یا گدھا ہے یا اونٹ ہے) تو حاکم اُسے کرایہ پر دلادے اور اسی کی آمدنی میں سے اسکا خرچ اٹھوائے اور اگر وہ کسی کار کا نہیں ہے تو اُسے فروخت کرا کے اسکی قیمت حفاظت سے رکھوائے

ناجایز ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اول صورت میں تو مال میں برابری نہیں کیونکہ غلام کی ملکیت کچھ نہیں ہوتی اور بعد کی دونوں صورتوں میں تصرف اور مذہب میں برابری نہیں ہے کیونکہ ایک نابالغ ہے تو دوسرا کافر ہے مترجم ت اور (چونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہونا ہی تھا) جونسا ان میں سے کوئی چیز خریدیگا وہ دونوں میں مشترک ہوگی سوائے اپنے بال بچوں کی خوراک اور پوشاک کے اور جو قرض کسی تجارت یا غصب یا ضامنی کیوجہ سے ایک کے ذمہ ہوگا وہ دوسرے کے ذمہ بھی لازم ہو جائیگا اور (یہ شرکت ہونیکے بعد) اگر ایک شریک کو ہبہ یا ورثہ کے ذریعہ سے ایسا مال ملگیا جسمیں یہ شرکت ہو سکتی (مثلاً روپے ہوں یا اشرفیاں ہوں) تو اسوقت یہ شرکت ٹوٹ جائیگی ہاں اسباب (یعنی کپڑا وغیرہ) اسطرح کہیں سے ملجائے تو شرکت نہیں ٹوٹیگی اور یہ شرکت اور شرکتِ عنان (جس کا بیان آگے آتا ہے) بغیر نقدین (یعنی روپیہ یا اشرفیاں) یا چاندی سونے کے ٹکڑوں یا پیسوں کے جو اسوقت رائج ہوں درست نہیں ہو سکتی ف یعنی ان دونوں شرکتوں میں یہ شرط ہے کہ دونوں شریک برابر روپیہ ملائیں یا اشرفیاں یا پیسے وغیرہ جو اسوقت اس ملک میں مروج ہوں بلا اس طرح ہوئے یہ شرکت درست نہ ہوگی مترجم ت اور اگر دو شریکوں میں سے ہر ایک اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچدے اور عقدِ شرکت کرے تو درست ہو جائیگی اور عقدِ شرکت کی دوسری قسم شرکتِ عنان ہی (اور وہ یہ ہے کہ) اگر دونوں شریکوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل فقط ہو کفیل نہ ہو پس اگر روپیہ دونوں شریکوں کا برابر ہو اور نفع برابر ..... نہ ٹھیرائیں یا نفع برابر ٹھیرالیں اور روپیہ برابر نہ ہو یا تھوڑے مال میں شرکت ہو (سارے میں نہ ہو) یا ایک نے روپیہ دیا ہو دوسرے نے اشرفیاں یا دونوں نے روپیہ نہ ملایا ہو (بلکہ زبانی شرکت ٹھیر گئی ہو اور دونوں علیحدہ علیحدہ تجارت کرتے ہوں ان سب صورتوں میں یہ شرکتِ عنان درست ہو جاتی ہے اور (اسمیں) جسنے جو چیز خریدی ہو اُسکی قیمت کا مطالبہ اسی سے کیا جائے (کیونکہ اس میں ایک دوسرے کا کفیل نہیں ہوتا ہاں یہ خریدنے والا قیمت اپنے پاس سے دیکر پھر اپنے شریک سے اُسکے حصہ کے دام وصول کرے اور اگر کوئی تجارتی مال خریدنے سے پہلے دونوں کا روپیہ یا ایک کا روپیہ جاتا رہا تو یہ شرکت نہیں رہیگی (کیونکہ شرکت کا دارمدار اس روپیہ ہی پر ہے جب یہ نہیں تو پھر شرکت کیسی) اور اگر ایک شریک اپنے روپے سے کوئی چیز خرید چکا تھا اسکے بعد دوسرے شریک کا روپیہ جاتا رہا تو یہ خریدی ہوئی چیز دونوں کی مشترک رہیگی اور یہ خریدنے والا اپنے شریک کے حصہ کے دام اس سے وصول کرے اور

رہے اور حاکم اس لاپتہ کی بیوی کو اس سے علیحدہ نہ کردے ہاں (اسکی پیدایش سے لیکر) نوّے برس پورے
ہونے کے بعد یہ حکم لگادے کہ اب وہ مرگیا ہے (اور اس مسئلہ میں اسی پر فتویٰ ہے) اب اسکی بیوی (اپنے
شوہر کے مرجانے کی) عدت میں بیٹھے اور اسی وقت اسکا ترکہ بھی تقسیم ہو اس سے پہلے نہ ہو اور ایسا آدمی
کسی کا وارث نہیں ہو سکتا (یعنی اگر اسکے گم ہونے کی حالت میں موت کا حکم ہونے سے پہلے کوئی اسکے
رشتہ داروں میں سے مرگیا تو اسے اسکے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملیگا پس اگر اس لاپتہ کے ساتھ کوئی ایسا ہو
کہ اسکے ہوتے ہوئے وہ وارث ترکہ سے محروم ہوجاتا ہے تو ابھی اسکو کچھ نہیں دیا جائیگا (کیونکہ یہ لاپتہ حکم
موجود کے حکم میں ہے جب تک کہ اسکے مرنے پر سرکاری حکم نہ لگ لے) اور اگر ایسا وارث ہے کہ اس لاپتہ کے
ہوتے ہوئے اسکا حصہ کم ہوجاتا ہے تو اسکو دونوں حصوں میں سے کم ہی حصہ دیا جائیگا اور باقی ابھی
ملتوی رہیگا جیسے حمل کا حصہ ملتوی رہتا ہے (مثلاً اگر کوئی شخص مرگیا اور اس کی بیوی حاملہ ہے تو اس آدمی
کا ترکہ تقسیم کرتے وقت حمل کا حصہ علیحدہ رکھدیا جاتا ہے) +

کتاب الشرکۃ

ساجھے کا بیان

ت شرکت (دو قسم کی ہوتی ہے ایک شرکتِ ملک - دوسری شرکتِ عقد شرکت) ملک یہ ہے کہ دو آدمی (یا
کئی آدمی) وراثت کے ذریعہ سے یا خریدنے کے سبب سے ایک چیز کے مالک ہوجائیں (ان شریکوں یعنی ساجھیوں
کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ میں بالکل اجنبی ہوتا ہے (لہذا ہر ایک کو دوسرے
کے حصہ میں دست اندازی کرنا قطعی ناجائز ہے) اور شرکتِ عقد (جس کو شرکتِ معاملہ کہنا چاہیے) یہ ہے
کہ دو آدمیوں میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ میں نے اتنے (روپوں کی تجارت) میں تجھے شریک کر
لیا اسپر دوسرا کہے کہ میں نے اسے منظور کرلیا اور یہ عقد شرکت (چار قسم پر ہے) اگر اس طرح ہے کہ دونوں
شریکوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل اور کفیل ہے اور مال میں تصرف میں اور مذہب میں
دونوں برابر ہیں تو اسکا نام شرکتِ مفاوضہ ہے (مفاوضہ کے معنے برابری کے ہیں گویا یہ دونوں
شریک ہر طرح سے برابر ہوتے ہیں) پس اگر ایک شریک آزاد ہو اور دوسرا غلام ہو یا ایک نابالغ ہو دوسرا
بالغ ہو یا ایک مسلمان ہو دوسرا کافر ہو تو ان میں یہ شرکتِ مفاوضہ نہیں ہو سکتی ف دونوں شریکوں
میں سے ہر ایک کے وکیل اور کفیل ہونے کا یہی مطلب ہے جو ابھی آتا ہے اور آزاد و غلام میں یہ شرکت

دینے والے پر تاوان دینا آئیگا اگر شرکت مفاوضہ کے دو شریک ہوں ان میں سے ایک دوسرے کو صحبت کرنے کے لیے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دیدے اور وہ شرکت کے روپیہ سے لونڈی خریدے تو یہ لونڈی اسی خریدنے والے کی ہوگی اور اُس کو پھر اپنے پاس سے کچھ دینا نہیں پڑیگا +

کتاب الوقف

وقف کرنے کا بیان

(شرع میں) وقف اُسے کہتے ہیں کہ اصل چیز کو وقف کرنے والا اپنی ملک رکھے اور اسکا فائدہ خیرات کردے (اسکے بعد اُس چیز کو موقوف اور وقف کہتے ہیں اور اس کرنے والے کو واقف) اور قاضی کے حکم کردینے سے یہ موقوف چیز واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور (اسکے بعد) کسی کی ملکیت نہیں ہوجاتی اور (جو چیزیں تقسیم ہوسکتی ہوں انمیں) وقف جب پورا ہوتا ہے کہ واقف (اپنی ملک سے) علحدہ کرکے متولی کا اسپر قبضہ کرادے اور اسکی ایسی صورت کردے کہ وہ ہمیشہ کو جاری رہے (یہ دونوں ایسی چیزوں کو وقف کرنے کی شرطیں ہیں) اور زمین کو مع بیلوں اور ہالی کمیروں کے وقف کردینا درست ہے اور ایسے مشاع (یعنی تہائی یا چوتھائی حصہ) کا بھی جسکے جواز پر سرکاری حکم ہوجائے علی ہذا القیاس ایسی منقولی چیزوں کا کہ جسکا وقف عادۃً مروّج ہو (جیسے کتابیں اور برتن وغیرہ) اور وقف چیز کا کسی کو مالک بنادینا یا بانٹنا جائز نہیں ہے اگرچہ کسی نے اپنی اولاد کے لیے وقف کی ہو اور وقف کی پیداوار میں سے سب سے پہلے اسکی مرمت اور درستی کی جائے اگرچہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ کی ہو اور اگر وقف گھر ہے تو اسکی مرمت (وغیرہ) اسی کے ذمہ ہے جو اسمیں رہتا ہو اور اگر وہ انکار کرے یا (اپنی تنگدستی کے باعث) کرا نہ سکے تو حاکم اُسکے کرایہ میں سے مرمت کرادے اور وقف کے ملبہ کو اگر ضرورت ہو تو اسی میں لگادے اگر ضرورت نہ ہو تو حفاظت سے رکھے تاکہ ضرورت کے وقت کام آجائے اور حاکم اس ملبہ کو وقف کے مستحقین پر تقسیم نہ کردے اور اگر واقف یہ ٹھیر لے کہ اس وقف کی آمدنی (تاحیات) میں لونگا یا اسکا متولی میں رہونگا تو یہ درست ہے ہاں اگر وہ (بعد میں) خیانت کرے تو اس سے لے لیا جائے اگرچہ اسنے (وقف نامہ میں) یہ شرط کردی ہو کہ یہ وقف میرے قبضہ سے نہ نکلے (اس شرط کا لحاظ نہ ہوگا) جیسا کہ وصی (کا حکم ہے کہ اگر اسکی خیانت معلوم ہو تو اُسکو موقوف کرکے دوسرا اسکی جگہ کردیا جاتا ہے)

فصل اگر کوئی مسجد بنائے (تو صرف مسجد کا نام ہونے سے) وہ اسکی ملک سے نہیں نکلجاتی جب تک کہ وہ خود مع اسکے راستے کے اپنی ملک سے نہ نکالدے اور لوگوں کو اسمیں نماز پڑھنے

اگر دونوں میں سے ایک کے لیئے نفع کے چند روپیہ معین کردیئے گئے ہوں تو اسوقت یہ شرکت باطل ہوجائیگی اور شرکت عنان اور مفاوضہ کے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو اتنا اختیار ہے کہ روپیہ کسی کو بضاعت پر روپیہ دیدے (یعنی کسی کو تجارت کے لیئے دیدے اور کل نفع اپنا ٹھیرالے) یا کسی کو نوکر رکھلے (جو مال کی حفاظت کرے اور اسکا ہاتھ بٹائے) یا انہیں امانت کے طور پر رکھدے یا مضاربت پر دیدے یا کسی کو وکیل کرے اور اس مشترک مال میں ہر شریک کا تصرف حکم میں امانت کے ہی (یعنی اگر تصرف جاتا رہے تو تاوان نہیں دینا پڑیگا) اور شرکت عقد کی تیسری قسم شرکت تقبل ہے جسکی صورت یہ ہی کہ دو درزی یا ایک درزی اور ایک رنگریز یا اور اسی طرح) اس شرط پر شریک ہوجائیں کہ (دونوں کا کام دونوں لیا کریں اور مزدوری جو کچھ آئے دونوں بانٹ لیا کریں پس) اس شرکت میں اگر ایک کسی کام کو لیگا تو وہ دونوں کے ذمہ ہوگا اور جو ایک کمائیگا اسمیں دونوں برابر شریک ہونگے اور اس شرکت کی چوتھی قسم شرکت وجوہ ہی جسکی صورت یہ ہی کہ دو آدمی بدون روپیہ پیسے کے اس طرح شریک ہوں کہ دونوں اپنے اپنے اعتبار پر مال خرید کرکے بیچا کریں اس شرکت میں ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہی پس اگر دونوں نے نصفا نصفی کے یا ایک تہائی اور دو تہائی کے اقرار پر مال خریدا تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زیادہ (ٹھیرالینے) کی شرط باطل ہوگی **فصل** اور (جنگل سے) ایندھن لانے یا شکار (کرنے) یا پانی کھینچنے میں شرکت درست نہیں ہوتی اور (اگر کسی نے کرلی تو) وہ کمائی کام کرنے والے کی ہوگی اور یہ اپنے دوسرے شریک کو اتنی واجبی مزدوری دیدے کہ جتنا اسکا کام ہو **ف** اس مسئلہ میں کمائی سے مراد وہی ایندھن یا شکار وغیرہ ہے جس میں یہ دونوں شریک ہوئے تھے پس یہ اصل چیز خاص کام کرنے والے کی ہوگی اور اسپر لازم ہوگا کہ اپنے شریک کو اسکا کام دیکھ کر واجبی یعنی مروجہ مزدوری دیدے **ت** اور جو شرکت خلاف شرع ہو اسمیں منافع مال کی مقدار کے موافق ہوگا اگرچہ انمیں سے کسی نے زیادہ لینا کرلیا ہو (یعنی اسکے اس کرنے اور ٹھیرالینے کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ ہر ایک کو اسکے روپیہ کے حساب سے ملیگا) اور دو شریکوں میں سے ایک کے مرجانے پر وہ شرکت ٹوٹ جاتی ہے اگرچہ مرنا حکماً ہی ہو **ف** جو مسلمان مرتد ہوکر دار الحرب چلا جائے اور سرکار سے اسکے چلے جانے کا حکم ہوجائے تو یہ اسکا جانا حکماً مرجانا شمار کیا جاتا ہے باب المرتدین میں اس کی تفصیل گذر چکی ہی **ف** ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی زکوٰۃ بدون اسکی اجازت کے نہ دے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی تھی اور دونوں نے (بے خبری میں) ایک ساتھ زکوٰۃ دیدی تو دونوں کو آپس میں وہ روپیہ بھرنا ہوگا (یہاں دونوں آپس میں مجرا کرلیں) اور اگر ایک ساتھ نہیں دی بلکہ آگے پیچھے دی تھی تو پیچھے

گنتی اور سکہ کی تعیین ضرور کردے اور اگر پاس ہیں (یعنی ابھی دے رہا ہے) تو اسوقت ان دونوں باتوں کی ضرورت نہیں (بائع خود دیکھ لیگا) اور بیع نقد اور ادھار دونوں طرح جایز ہے بشرطیکہ دام ادا کرنے کی مدت ٹھیر جائے اور اگر مشتری نے داموں کو گول مول رکھا (یعنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ وغیرہ فلاں سکہ کے دونگا) تو اس سے وہی دینے آینگے جن کا اس شہر میں زیادہ چلن ہو اور اگر کسی شہر میں کئی سکے برابر چلتے ہیں اور مشتری نے کسی سکہ کی تعیین نہیں کی تو یہ بیع نہیں ہونے کی اور (ہر قسم کا) غلہ ناپ کر اور اٹکل کرکے اور کسی برتن یا معین باٹ سے ماپ تول کر بیچنا جایز ہے اگرچہ برتن کا پیمانہ یا باٹ کا وزن معلوم نہ ہو اگر کسی نے غلہ کا ڈھیر اس طرح بیچا کہ فی صاع ایک درم ہے تو بیع فقط ایک صاع کی ہوگی (صاع ایک پیمانہ کا نام ہے جسمیں دہلی کے سیر یعنی اسی کی تول سے پونے چار سیر کے قریب اناج آتا ہے) اور اگر کسی نے بکریوں کا ریوڑ یا کپڑے کا تھان اس طرح بیچا کہ فی بکری ایک درم کی یا ایک گز ایک درم کا تو بیع بالکل نہ ہوگی (یعنی ایک بکری یا ایک گز تک کی بیع بھی درست نہ ہوگی ہاں اگر ان تینوں مسئلوں میں) کل کی تعداد بیان کردیگا تو سب میں بیع درست ہو جائیگی **ف** کل کی تعداد بیان کرنے سے یہ مراد ہے کہ سب صاعوں یا سب بکریوں یا سب گزوں کی تعداد بیان کرکے یوں کہے کہ فی اتنے کا ہے تو اس صورت میں سب کی بیع ہو جائیگی **ت** پس اگر (تعداد بیان کرکے بیچا تھا اور لینے والے نے ناپا تو) ایک پیمانہ کم نکلا تو اسے اختیار ہے چاہے حصہ رسد داموں کے لیلے چاہے واپس کردے اور اگر اس مقدار سے زیادہ نکلے تو وہ بائع کا ہے اور اگر کپڑا اس مقدار سے (جو بائع نے بتلائی تھی) ایک گز کم نکلا تو اب مشتری چاہے پورے داموں لیلے اور چاہے واپس کردے اور اگر کچھ زیادہ نکل آئے تو وہ مشتری کا ہے اسوقت بائع کو (یہ) اختیار نہیں رہتا (کہ چاہے بیچے اور چاہے نہ بیچے) ہاں اگر اس صورت میں بائع نے یہ کہدیا تھا کہ یہ تھان فی گز اتنے کا ہے اور پھر وہ تھان کم ہو گیا تو اب مشتری کو اختیار ہے چاہے حصہ رسد قیمت سے لیلے اور چاہے واپس کردے اور اگر زیادہ نکل آیا تو اب بھی اگر چاہے سارا تھان فی گز اسی حساب سے لیلے (جو بائع نے کہا تھا) اور چاہے واپس کردے اگر کسی نے ایک مکان میں سے دس گز زمین بیچدی (اور وہ جگہ معین نہیں کی) تو یہ بیع درست نہیں ہوئی ہاں اگر ایک مکان کے سو حصے [illegible] میں سے دس حصے بیچدے تو یہ بیع ہو جائیگی۔ اگر کسی نے ایک گٹھڑی اس شرط پر خریدی تھی کہ اس میں دس کپڑے ہیں اور پھر کوئی کپڑا کم یا زیادہ نکل آیا تو اس گٹھڑی کی بیع نہیں ہوئی ہاں اگر ہر کپڑے کی قیمت سا ... کر

کی اجازت نہ دیدے ہاں ان دونوں باتوں کے بعد اگر ایک آدمی نے بھی اسمیں نماز پڑھ لی تو اب وہ اسکی ملک سے نکل گئی اور اگر کسی نے ایسی مسجد بنائی کہ اسکے نیچے تہ خانہ ہے یا اوپر کوئی کمرہ ہے اور اسنے اس کا دروازہ راستہ کیطرف کردیا اور اپنی ملک سے بھی نکالدی یا کسی نے اپنے گھر میں مسجد بنالی اور لوگوں کو اس میں آنے جانے کی اجازت بھی دیدی تو ان دونوں کو ایسی مسجدوں کا بیچنا درست ہے اور اسکے مرنے کے بعد اُسکے ترکہ میں یہ اسکے وارثوں کی ہوجائیگی (غرض یہ ہے کہ ایسی مسجد وقف کے حکم میں نہیں ہوتی) اور اگر کسی نے تالاب یا مسافروں کے لیئے ابچکی یا مسافرخانہ یا قبرستان بنوایا ہے تو ابھی یہ چیزیں اسی کی ملک ہیں یہاں تک کہ حاکم (اسکی ملک نہ رہنے کی) حکم کردے اور اگر راستہ میں سے کچھ جگہ مسجد میں لے لی گئی یا مسجد کی زمین (کسی ضرورت سے) راستہ میں شامل کردی گئی تو یہ جایز ہے ✦ خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج بتاریخ ۱۸ جمادی الاول روز پنجشنبہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۱۱ء کو ترجمہ کنز الدقائق کی جلد اول بخیر وخوبی تمام ہوگئی اور اب دوسری جلد شروع ہوتی ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین - مترجم

کتاب البیوع

خرید وفروخت کی قسموں کا بیان

ف بیع کے لغوی معنے اطلق مبادلہ یعنی ایک چیز کو دوسری سے بدل لینے کے ہیں اور بیع کے شرعی معنے ہیں جو آگے مصنف بیان فرماتے ہیں اور یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی میں بیچنے والے کو بائع کہتے ہیں اور خریدنے والے کو مشتری **ت** بیچنے اور خریدنے والے دونوں کی رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال سے بدل لینا (شرعاً) بیع ہے اور جب ایجاب وقبول دونوں بصیغۂ ماضی ہوں تو بیع پوری ہوجاتی ہے اور اسی طرح تعاطی سے بھی - **ف** بائع مشتری میں سے پہلے کے قول کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کے قول کو قبول اور بصیغہ ماضی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ایک یوں کہے میں نے بیچدی دوسرا کہے میں نے خریدلی تو اسی سے بیع پوری ہوگئی اور بیع تعاطی اُسے کہتے ہیں کہ بائع مشتری کو وہ چیز دیدے اور مشتری اسی وقت قیمت دیدے اگرچہ زبان سے دونوں کچھ بھی نہ کہیں اس تعاطی سے بیع پوری ہوجاتی ہے چاہے چیز کسی قیمت کی ہو اور اسی پر فتوے ہے **ت** اور اگر ان دونوں میں سے کوئی قبول کرنے سے پہلے اس مجلس معاملہ سے اُٹھ گیا (یا بیٹھے ہی بیٹھے کوئی ایسا کام کرنے لگا جس سے بظاہر اس معاملہ سے اعراض معلوم ہوا) تو اس سے ایجاب جاتا رہا (اب اگر یہ اس بیع کو چاہیں تو نئے سرے سے کرنی ہوگی) اگر دام (مشتری کے) پاس نہ ہوں تو انکی

ت بائع مشتری دونوں یا دونوں میں سے ایک اگر تین دن یا اس سے کم کا اختیار (بیع میں) ٹھیرالیں تو یہ جایز ہے (مثلاً دونوں یا ایک یوں کہدے کہ مجھے تین دن تک اس بیع میں اختیار ہے چاہے میں رکھوں چاہے پھیردوں تو یہ جایز ہے) اور اگر تین دن سے زیادہ کیا ہوگا تو یہ اختیار درست نہ ہوگا ہاں اگر باوجود زیادہ اختیار لینے کے پھر تین ہی دن کے اندر (اپنا اختیار چھوڑ دیا اور) بیع ہوجانے کو کہدیا تو یہ بیع درست ہوجائیگی اور اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر بیچی کہ اگر مشتری نے تین دن کے اندر قیمت ادا نہ کی تو بیع نہیں رہنے کی تو یہ شرط جائز ہے اور اگر چار دن کی لگائی تو جایز نہیں ہونے کی ہاں اگر باوجود چار دن کی شرط کر لینے کے مشتری نے تین ہی دن کے اندر قیمت دیدی تو بیع درست ہوجائیگی اور بیچنے والے کا اختیار لینا اس چیز کو اسکی ملکیت سے نہیں نکلنے دیتا (یعنی جب تک اختیار کے دن ختم نہ ہوجائیں وہ بکی ہوئی چیز اسی کی رہتی ہے) اگر ایسی صورت میں وہ چیز مشتری نے اپنے قبضہ میں کرلی تھی اور اسکے پاس سے وہ جاتی رہی تو اب مشتری کو قیمت دینی پڑیگی اور مشتری کے اختیار لینے سے وہ چیز بائع کی ملکیت نہیں رہتی اور نہ مشتری کی ملکیت ہوتی ہے (بلکہ بیچ بیچ رہتی ہے) اگر اس صورت میں مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا تھا اور وہ جاتی رہی تو اب اسے اسکا ثمن دینا پڑیگا جیسے عیب دار ہونے کی صورت میں ف ثمن اس عوض کو کہتے ہیں جو بائع مشتری آپس میں ٹھیرالیں اور قیمت اسکو کہتے ہیں جو بازار میں کسی چیز کے دام اٹھتے ہوں یہ دونوں ایک دوسرے سے کم و بیش ہوسکتی ہیں اور عیب دار ہونے کی صورت یہ ہے کہ بیع میں مشتری نے اختیار لیکر اسپر اپنا قبضہ کرلیا تھا پھر اسمیں کچھ عیب ہوگیا تو اس صورت میں بھی مشتری کو قیمت بازار نہیں دینی پڑتی بلکہ ثمن دینا پڑتا ہے ت پس (اسی بنا پر) اگر کوئی منکوحہ لونڈی تھی اسنے اسکے آقا سے اختیار پر اسکو خرید لیا تو ابھی نکاح باقی ہے (کیونکہ اس معاملہ میں اختیار ہونے کے سبب وہ لونڈی ابھی ملک میں نہیں آئی جس سے نکاح ٹوٹ جائے پس اگر اسنے (اس اختیار کے دنوں میں) اس سے صحبت کرلی ہے تو اسوقت بھی اسکو واپس کردینے کا اختیار رہیگا (کیونکہ یہ صحبت تو پہلے نکاح ہونے کے سبب سے ہے اس معاملہ کے باعث نہیں ہے) اور جس نے اختیار لیا ہو اگر وہ دوسرے کی عدم موجودگی میں اس بیع کو جایز رکھے تو یہ بیع ہوجائیگی ہاں اسکا فسخ کرنا دوسرے کے موجود ہوئے بغیر جایز نہیں ہے اور اگر جسکو اختیار رہا تھا وہ مرگیا یا اختیار کے دن گذرگئے یا اختیار رہنے کی شرط پر کوئی غلام خریدا تھا اسے آزاد کردیا یا مدبر کردیا یا مکاتب کردیا یا کوئی مکان یا زمین اختیار کی شرط پر خریدی تھی پھر

دی گئی تھی اور پھر کوئی کم ہو گیا تو اب بیع حصہ رسد دا موں سے ہو جائیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا (کہ چاہے اتنی ہی قیمت دیکر لیلے اور چاہے نہ لے) اور اگر اس تعداد سے کوئی کپڑا زیادہ نکل آیا تو یہ بیع ٹوٹ جائیگی۔ اگر کسی نے ایک تھان اس شرط پر خریدا کہ یہ دس گز ہے اور فی گز ایک درم کا اور وہ تھان ساڑھے دس گز نکلا تو اب یہ مشتری دس ہی گز کی قیمت سے لیلے اور اسے واپس کرنے کا اختیار نہیں اور اگر ساڑھے نو گز نکلے تو نو درم کو لیلے اور اس اخیر کی صورت میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے رکھے چاہے واپس کردے

فصل مکان کے بیع کرنے میں دروازے اور (ضمنی تالوں کی) کنجیاں بلا ذکر کیے آجائیں گی اسی طرح زمین کا بیعنامہ کرنے میں جو درخت اس زمین میں ہوں وہ بھی آجائینگے ہاں زمین کی بیع میں اس زمین کی کھیتی بلا نام لیے نہیں آسکتی اور نہ درختوں کے بیع کرنے میں بلا شرط ٹھیرے اُن درختوں کے پھل آسکتے ہیں **ف** کیونکہ درختوں پر پھل مکان میں اسباب ہونے کی مثل ہے بخلاف زمین میں درخت ہونے کے کہ ان کا تعلق زمین سے ایسا ہی جیسا کسی چیز کے ٹکڑے اپنے کل سے ہوتا ہے **ت** اور (اگر زمین کی بیع بلا ذکر کھیتی کے یا درختوں کی بیع بلا شرط پھلوں کے ہو گئی ہے تو) اب بائع سے کہا جائیگا کہ تو ابھی کھیتی کاٹ لے یا اپنے پھل توڑ لے اور مبیع مشتری کے (یعنی خریدنے والے کے) حوالہ کردے۔ اگر کوئی ایسا پھل بیچا جو ابھی پکنے لگا تھا یا ابھی پکنے ہی نہیں لگا تھا تو یہ بیع درست ہے اور خریدنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے اس پھل کو ابھی توڑ لے اور اگر اُسنے (لیتے وقت) درختوں پر رہنے دینے کی شرط کرلی ہے تو یہ بیع (بالاتفاق) بیکار ہو جائیگی (کیونکہ یہ شرط معاملہ بیع سے بالکل خارج ہے اسکے بیچ میں آنے سے بیع میں فساد آجائیگا) اور اگر کسی نے باغ بیچا اور اسمیں پھلوں کے چند سیر معین کرکے مستثنے کر لیا (مثلاً یوں کہدیا کہ بیس سیر پھل میں لونگا وہ اس بیع میں نہیں ہیں) تو یہ بیع درست ہو جائیگی جیسا کہ گیہوں کو بالوں میں اور لوبیے کو پھلیوں میں بیچنا جایز ہے اور مبیع کے ناپنے (وغیرہ) کی مزدوری بائع کے ذمہ ہوگی اور قیمت پرکھنے یا تولنے کی مزدوری مشتری کے ذمہ اگر کسی نے کچھ اسباب روپوں (وغیرہ) سے بیچا تو اول مشتری کو دام دینے چاہئیں اور اگر ایسا نہیں ہے (بلکہ ایک چیز کو دوسری چیز سے بیچا ہے یا نقدی کو نقدی سے بیچا ہے) تو دونوں طرف سے لینا دینا ہاتھ بہ ہاتھ ہونا چاہیے +

باب خیار الشرط

(بیع شرا کے وقت) اختیار شرط کر لینے کا بیان

ف کافی ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان چیزوں کو فقط اسقدر دیکھ لینے کے بعد جو اختیار دیکھنے کا تھا وہ جاتا رہیگا اور یہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک کپڑے کو کھولکر سارا دیکھ لینا ضروری ہے اور اب اسی پر فتویٰ ہے یعنی ت اگر مشتری نے (مبیع پر قبضہ کرنے یا لانے کے لیے) اپنی طرف سے کسی کو وکیل کردیا تھا تو اس وکیل کا دیکھ لینا مثل اس مشتری کے دیکھ لینے کے ہے (یعنی دیکھنے کا اختیار ساقط ہونے میں یہ کافی ہے) ہاں اسکے قاصد کا دیکھ لینا کافی نہیں ہو سکتا (یعنی اسکے دیکھنے سے مشتری کا اختیار نہیں جاتا) اور اندھے کا خرید و فروخت کرنا درست ہے اور جب اسنے کوئی چیز ٹٹول کر خریدی یا سونگنے یا چکھ کر (دیکھنے کی تھی اور نہ سنے) سونگ کر یا چکھ کر خریدی یا زمین خریدی تھی اسکا حال اس سے بیان کردیا گیا تو ان سب صورتوں میں اسکا دیکھنے کا اختیار جاتا رہیگا اگر کسی نے دو تھانوں میں سے ایک دیکھ کر دونوں خرید لیے پھر دوسرے کو دیکھا تو اب اسے اتنا اختیار ہے کہ اگر چاہے تو دونوں کو واپس کردے اور یہ دیکھنے کا اختیار مثل شرط کے اختیار کی ورثہ میں نہیں آسکتا (یعنی اگر اختیار والا مر جائے تو اسکے وارثوں کو یہ اختیار نہیں رہتا اگر کسی نے ایسی چیز خریدی جو پہلے دیکھی تھی تو اگر وہ اب کچھ بدل گئی ہے تو اسے اختیار ہوگا (چاہے رکھے چاہے پھیر دے) اور اگر جوں کی توں ہے تو پھر اسے اختیار واپس کردینے کا نہیں اور اگر اس بدلنے کے اندر بائع مشتری میں اختلاف ہو جائے (مثلاً بائع کہے کہ یہ جوں کی توں ہے اور مشتری کہے کہ یہ بدل گئی ہے) تو بائع کا قول (مع قسم کے) معتبر ہوگا (یعنی اس تبدیلی کو اگر مدعی گواہوں سے ثابت نہ کر سکا تو بائع سے قسم لیکر اسکا اعتبار کر لیا جائیگا) ہاں اگر دیکھنے میں دونوں کا اختلاف ہو تو مشتری کا قول (مع قسم کے) معتبر ہوگا ف دیکھنے میں اختلاف ہونیکی یہ صورت ہے مشتری کہتا ہے کہ میں نے بن دیکھے خریدی تھی لہذا مجھے اب دیکھنے کے بعد اختیار ہے اور بائع کہتا ہے تو نے دیکھ کر خریدی تجھے اب اختیار نہیں اس صورت میں مشتری کے کہنے کا اعتبار ہوگا ت اگر کپڑے کی ایک گانٹھ خریدی تھی اور اسمیں سے ایک تھان نکالکر بیچڈالا یا کسی کو ہبہ کرکے اسکے حوالہ کردیا تو یہ عیب کے سبب سے (یعنی اگر گانٹھ میں کوئی عیب نکل آئے) واپس کر سکتا ہے اور دیکھنے کے اور شرط کے اختیار کے سبب سے اب واپس نہیں کر سکتا (کیونکہ ایک تھان میں مال کا تصرف کرنے سے اسکا اختیار جاتا رہا) +

باب خیار العیب

(مبیع میں عیب نکلنے پر اختیار ہونے کا بیان)

ت جس کسی کو خریدی ہوئی چیز میں (گھر آکر) کوئی عیب معلوم ہو تو اُسے اختیار ہے کہ اسکو پورے داموں

اسکے ذریعے اسکے قریب کے مکان یا زمین پر حق شفع کا دعویٰ کر دیا تو ان سب صورتوں میں) اسکا اختیار ختم اور بیع پوری ہوگئی اور اگر مشتری نے دوسرے کا اختیار شرط کر لیا (مثلاً یوں کہا کہ اگر محمد اسکو پسند کریگا تو یہ بیع ہو ورنہ نہیں رہیگی) تو یہ بھی درست ہے اور اسکے بعد ان دونوں میں سے جونسا اس بیع کو رکھے یا توڑے وہی ہو جائیگا اور اگر ایک نے رکھی اور دوسرا توڑنی چاہتا ہی تو ان دونوں میں سے پہلا (اختیار کرنے کا) زیادہ مستحق ہوگا اور اگر دونوں کی بات ایک ساتھ ہوئی ہی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر کسی نے دو غلاموں کو اکٹھا اس شرط پر بیچا کہ ان میں سے ایک میں مجھے اختیار ہی (کہ چاہوں اسکی بیع رکھوں چاہوں نہ رکھوں) تو اگر اس بیع میں ان دونوں غلاموں کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان کر دی تھی اور وہ ایک غلام بھی معین کر دیا تھا (کہ جسمیں اختیار ہی) تو یہ بیع درست ہو جائیگی ورنہ نہیں ہوگی (کیونکہ قیمت کی تفصیل اور غلام کی تعیین نہ ہونیکے باعث نہ مبیع معین ہوگی نہ قیمت کی تعیین ہوگی) اور معین کرنے کا اختیار (شرط کر لینا) چار سے کم میں درست ہی ف یعنی اگر کسی نے تین چیزیں خریدیں اور یہ کہا کہ ان میں سے میں جونسی چاہونگا لیلونگا تو یہ درست ہی اور اگر ایسا معاملہ چار چیزوں میں کیا تو درست نہیں جیسا کہ اختیار شرط کر لینے کا حکم ہی کہ تین ہی دن کا درست ہی اس سے زیادہ کا درست نہیں ہی۔ مترجم ت اگر دو آدمیوں نے ملکر اس شرط پر کوئی چیز خریدی کہ ہمیں (اسکے واپس کر دینے) کا دونوں کو ہی پھر انمیں سے ایک کے وہ پسند آگئی (اور دوسرے کے ناپسند رہی) تو اب یہ دوسرا اُسے واپس نہیں کر سکتا اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ یہ باورچی ہی یا کاتب ہے اور غلام اسکے خلاف نکلا تو اب مشتری کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت میں لیلے اور چاہے پھیر دے (اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ باورچی وغیرہ ہونا اوصاف ہیں اور اوصاف کے عوض میں قیمت نہیں گھٹا بڑھا کرتی ✤

باب خیار الرویۃ

(مبیع کو) دیکھنے کا اختیار ہونے کے بیان میں

ت ایسی چیز خرید لینا جو دیکھی نہ ہو جائز ہے اور ایسے خریدنے والے کو اختیار ہی کہ دیکھنے کے بعد اگر واپس کرنی چاہے تو واپس کر دے گو پہلے پسندیدگی بھی ظاہر کر چکا ہو ہاں جسنے بن دیکھے اپنی چیز بیچدی ہو اُسے واپس کر لینے کا) اختیار نہیں رہتا اور یہ دیکھنے کا اختیار بھی اُن ہی امور سے جاتا رہتا ہے جن سے شرط والا اختیار جاتا رہتا ہی (مثلاً دونوں میں سے ایک کے مرجانے وغیرہ سے) اور غلہ کے ڈھیر کو اور غلام اور چوپایہ کے منہ کو یا اسکے پیچھے کو اور لپٹے ہوئے کپڑے کی اوپر کی تہ کو اور فقط اندر سے گھر کو دیکھ لینا کافی ہے

اپنے بائع کو نہیں پھیر سکتا اگر مشتری نے ایک چیز خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر اسمیں عیب ہونے کا دعویٰ کیا تو
ابھی اس سے زبردستی قیمت نہیں دلا سکتے ہاں مشتری کو چاہیے کہ وہ گواہ پیش کرے باد اگر گواہ پیش نہ
کرسکے تو اپنے بائع سے (اسمیں عیب نہ ہونے کی) قسم لیلے اور اگر مشتری کہے کہ میرے گواہ شام کے ملک
میں ہیں تو (گویا یہ گواہوں کے پیش کرنے سے عاجز ہے لہذا) اب بائع کو قسم دینگے اُس نے اگر قسم کھالی
تو مشتری کو دام دینے پڑینگے۔ اگر کسی نے ایک غلام خریدا تھا پھر اُسکے بھگوڑے ہونے کا دعویٰ کر دیا تو ابھی
بائع کو قسم نہیں دینگے یہاں تک کہ مشتری اس بات کے گواہ پیش کرے کہ یہ غلام اسکے پاس سے بھاگا ہے
اگر اسنے گواہ پیش کر دیئے تو اب حاکم بائع سے اس طرح قسم لے (یعنی وہ بائع اس طرح کہے) کہ خدا کی قسم میرے
پاس یہ غلام کبھی نہیں بھاگا (اگر بائع نے اس طرح قسم کھالی تو اب مشتری واپس نہیں کر سکتا) اور جسکے قبضہ
میں جو چیز ہو اسکی مقدار میں اُسی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا **ف** اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص
نے ایک تھان خریدا تھا اسکے بعد اسمیں کچھ نقص معلوم ہوا اور اُسنے واپس کرنا چاہا تو اُسکی مقدار میں
جھگڑا ہوگیا بائع کہتا ہے یہ تیس گز کا تھا اب بیس گز ہے اور مشتری کہتا ہے بیس ہی گز تھا تو اس صورت
میں اس مشتری کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اور یہ حکم ہے خواہ جھگڑا ضمانت میں یا امانت میں ہو مثلاً
کسی نے ضمانت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز غصب کر لی تھی جب واپس دینے لگا تو اُسکے مالک نے
اسکی مقدار زیادہ تبلائی یا کسی کے پاس امانت رکھی تھی جب یہ واپس دینے لگا تو اسکی مقدار میں اختلاف
ہوگیا ان سب صورتوں میں جسکے پاس وہ چیز ہے اسی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اگر کسی نے ایک عقد سے
دو غلام خرید کر ایک پر قبضہ کیا تھا اور دوسرے میں کوئی عیب معلوم ہوا تو اب چاہے یہ مشتری دونوں کو
رکھ لے چاہے دونوں کو واپس کر دے **ف** یعنی اس صورت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ جس میں عیب ہے اسے
واپس کر دے جسمیں عیب نہیں ہے اُسے رکھ لے کیونکہ جب یہ ایک عقد سے خریدے ہیں تو دونوں ایک چیز کے
حکم میں ہیں لہذا دونوں کا حکم جدا نہیں ہو سکتا **ت** اور اگر دونوں پر قبضہ کر لیا تھا پھر ایک میں عیب معلوم
ہوا تو اب فقط اس عیب دار کو پھیر دے اور اگر کوئی چیز ایسی خریدی تھی تو نپ کر یا تُل کر بکتی ہے پھر اس میں کوئی
نقص معلوم ہوا تو اب چاہے ساری کو پھیر دے چاہے ساری رکھ لے اور اگر اسمیں کوئی حصہ دار پیدا ہو گیا
تو باقی کو پھیر دینے کا اسے اختیار نہ ہوگا ہاں اگر کپڑا خریدا تھا (اور اسمیں کوئی حصہ دار کھڑا ہو گیا تو اب
مشتری کو باقی کے پھیر دینے کا اختیار ہوگا (کیونکہ کپڑا اکثر پیوند سے سیا جاتا ہے لہذا اسمیں شرکت نقص ہے)

لیلے اور چاہے پھیر دے اور عیب اس نقصان کو کہتے ہیں کہ جسکے مبیع میں ہونے سے سوداگروں کے نزدیک اسکی قیمت گھٹ جائے مثلاً غلام لونڈی میں بھاگنا اور (سوتے ہوئے) بچھونے پر پیشاب کر دینا۔ چوری کی عادت رکھنا یا باؤلا ہونا اور خاص لونڈی میں گندہ دہنی ہونی یا بغلوں میں سے بدبو آتی یا زنا کار ہونی یا حرام کی اولاد ہونی (بھی عیب ہے) ف یہ چاروں باتیں غلام میں عیب شمار نہیں ہوتیں لونڈی ہی میں ہوتی ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لونڈی کو صحبت کرنے پاس سُلانے اور اولاد ہونے کے لیئے لیا کرتے ہیں اور یہ چاروں باتیں اس مقصود میں خلل ڈالنے سے خالی نہیں ہیں ت اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے اور لونڈی کا ایام سے نہ ہونا یا استحاضہ کا خون (جو ایک قسم کا مرض ہے) جاری رہنا یا پرانی کھانسی (یعنی دمہ کی بیماری) ہونا یا قرضدار ہونا یا پشت پر زخم ہونا یا آنکھ میں پربال ہونا عیب ہے پس اگر مشتری کے ہاں آکر مبیع میں دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو چاہے یہ بائع سے پہلے عیب کے دام پھیر لے ورنہ اگر بائع اس مبیع کے واپس کر لینے پر راضی ہے تو واپس کر دے اور اگر کسی نے کپڑا خرید کر قطع کر لیا تھا پھر اسمیں عیب معلوم ہوا تو اس عیب سے جسقدر اسکی قیمت میں کمی آئے وہ بائع سے لیلے اور اگر بائع اس قطع شدہ کپڑے کو لینا منظور کرے تو اُسے اختیار ہے دے اور اگر یہ قطع شدہ کپڑا اس مشتری نے بیچ دیا تھا (اور وہاں اسمیں نقص نکلکر وہ واپس ہوا) تو اس نقص کا عوض بائع سے نہیں لے سکتا اور اگر کپڑا خرید کر اُسے قطع کر کے سی لیا یا اُسے رنگ لیا یا ستو خرید کر اسمیں گھی ملا لیا اسکے بعد اُس کپڑے یا ستو میں نقص معلوم ہوا تو اس نقص کے دام بائع سے پھیر لے جیسا کہ اگر نقص دیکھنے کے بعد یہ سیا ہوا کپڑا بیچ دیا ہو یا مبیع غلام ہو اور وہ مر گیا ہو یا اُسے مُفت آزاد کر دیا ہو تو ان سب صورتوں میں نقص کے دام بائع سے واپس لے لیئے جاتے ہیں ہاں اگر مشتری نے ایسے عیب دار غلام کو کچھ روپیہ لیکر کے آزاد کر دیا ہو یا خود ہی جان سے مار دیا یا کھانا تھا وہ کھا لیا یا کچھ کھایا کچھ رہنے دیا تو ان سب صورتوں میں النقص کا بدلہ کچھ نہیں لے سکتا اور اگر انڈے یا ککڑی یا اخروٹ خریدے تھے اور وہ ایسے خراب نکلے کہ کسی معمولی کام میں آسکتے ہیں تو اب مشتری اس خراب نکلنے کی کمی کے دام بائع سے پھیر لے اور اگر بالکل ہی نکمے ہوں تو کل دام واپس لے لے (اور یہ حکم ان ہی تین قسم کی چیزوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ باد ام اور تربوز وغیرہ سب کا یہی حکم ہے) اور اگر مشتری نے مول لی ہوئی چیز بیچدی تھی پھر اسمیں کوئی نقص ظاہر ہونیکے سبب سے اس مشتری پر حاکم کے حکم سے واپس ہو کر آئی تو اب اسنے جس سے وہ مول لی تھی اُسکو پھیر دے اور اگر اُسنے اپنی خوشی سے پھیر لی تھی تو اب یہ

یا بھیڑ وغیرہ کی اُون مونڈنے سے پہلے بیچنا یا چھت میں لگی ہوئی کڑی کو بیچنا یا تھان میں سے بلاتعین
ایک گز کپڑا بیچ دینا اور شکاری کا اپنے جال کی ایک پھینک کو بیچ دینا اور بیع مزابنت کرنا (جسکی صورت یہ
ہے کہ کوئی ٹوٹے ہوئے میوے کو درخت پر لگے ہوئے میوے کے عوض میں اٹکل سے بیچ دے) اور بیع ملامست
(مثلاً بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں تجھ کو یا تیرے کپڑے کو ہاتھ لگا دوں تو ہم تم میں بیع ہو گئی) اور بیع
القاء حجر (جسکی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں مبیع پر پتھر کنکر مار دوں تو ہم تم میں بیع ہو جائیگی
یہ تینوں قسم کی بیع کافروں کے یہاں مروج تھیں جو بلا رضامندی دوسری جانب کے ہو جاتی تھیں) اور
دو کپڑوں میں سے (بلا تعیین کیے) ایک کپڑا بیچنا اور (زمین پر کھڑی) گھاس بیچنا یا گھاس کی زمین کو
کرایہ پر دینا یا شہد کی مکھیوں کو بیچنا جایز نہیں ہے ہاں ریشم کے کیڑے اور اُسکے انڈوں کو بیچنا جایز ہے
اور بھاگے ہوئے غلام کو بیچنا جایز نہیں لیکن اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے جسپر یہ گمان ہو کہ وہ غلام اُسی
کے پاس ہے تو جایز ہے۔ عورت کا دودھ اور سور کے بالوں کو بیچنا جایز نہیں ہے ہاں سور کے بالوں کو جوتے
وغیرہ کے سینے میں استعمال کرنا درست ہے آدمی کے بالوں کو بیچنا اور (اُنکو کسی کام میں لگا کر) اُنسے فائدہ اٹھانا
اور مردار جانور کا چمڑہ دباغت سے پہلے بیچنا جایز نہیں ہے دباغت کے بعد اسکو بیچنا اور کام میں لانا جایز ہے
جیسا کہ مردار کی ہڈیوں اور اُسکے پٹھوں اور اُون اور سینگوں اور (مرے ہوئے) اُونٹ کی اُون کو (کام میں
لانا) اور بیچنا درست ہے اور بالاخانہ گرنے کے بعد اس حق کو بیچنا اور پانی بہنے کی جگہ کو بیچنا اور اسکو ہبہ کرنا جایز
نہیں اور اگر لونڈی کہکے بیچی تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لونڈی نہیں تھی غلام تھا یا کسی نے ایک غلام سمجھ
کے خریدا تھا بعد میں وہ لونڈی نکلی تو ان دونوں صورتوں میں بیع درست نہیں ہوئی۔ بیچی ہوئی چیز کو
قیمت لینے سے پہلے کم قیمت پر خریدنا جایز نہیں ہے ہاں اگر اس میں کوئی چیز ملا دی ہو تو اس صورت میں
بیچنا جایز ہے ف اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دو تھان دس روپے کے بیچے تھے اور انکی
قیمت ابھی نہیں لی تھی کہ پھر وہی تھان خود ہی پانچ پانچ روپے میں خرید لیے تو اس صورت میں یہ دوسری بیع ناجایز
ہے کیونکہ اب یہ پانچ روپیہ مشتری سے مفت لیگا ہاں اگر ان تھانوں میں مشتری نے تیسرا تھان اور ملا دیا
تھا اور اسکے بعد بیچے تو اب یہ بیع جس طرح بھی ہو درست ہے شرط اور تیل کو اس صورت سے بیچنا کہ اُسکو
مع برتن کے تول لیں اور بعد میں ہر برتن کی جگہ پچاس رطل (یا اور کوئی وزن معین کر لیا) مجرا دینگے تو
یہ بیع جایز نہیں ہے ہاں اگر یوں ہو کہ (خالی) برتن کو تولکر اسکا وزن مجرا کر لیا جائیگا تو بیع درست ہوگی اور اگر

اگر کسی نے کوئی کپڑا خریدا تھا اور اسکا نقص دیکھنے کے بعد ہی اُسے پہن لیا یا گھوڑا وغیرہ خریدا تھا اور اس میں عیب معلوم کرنے کے بعد اپنے کسی کام کے لیئے اسپر سوار ہو گیا یا اسکی دوا دارو کی تو اس سے اس عیب یا نقص پر راضی ہونا قرار دیا جائیگا ہاں اگر اسے صرف پانی پلانے کو لیجانے کے لیئے یا واپس کرنے کے لیئے یا اسکا چارہ خرید کر لانے کے لیے سوار ہوا تھا تو اس سوار ہونے سے عیب پر راضی ہونے کا حکم نہیں ہو سکتا اور اگر کسی نے ایک غلام خرید کر اسپر اپنا قبضہ کر لیا تھا اور اسکے قبضہ میں آکر اس غلام کا کسی ایسے جرم میں ہاتھ کٹ گیا جو اُسنے بائع کے ہاں کیا تھا تو ایسے غلام کو یہ مشتری واپس کر دے اور اپنے دام دئے ہوئے پھیر لے اور اگر بائع (بیع کے وقت) یہ کہدے کہ میں اس مبیع کے عیبوں کا ذمہ دار نہیں ہوں (تمہاری خوشی میں آئے تو لو ورنہ نہ لو میں پھر اُسے واپس نہیں کرنے کا) تو یہ کہنا معتبر ہوگا اگرچہ اسنے سب عیبوں کا نام نہ لیا ہو اور اب مشتری کو کسی عیب کیوجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا (کیونکہ یہ اپنا اختیار بیع کے وقت خود ہی کھو چکا ہے) +

باب البیع الفاسد

بیع فاسد کا بیان

ف اس باب میں مصنف نے بیع فاسد اور بیع باطل دونوں کو بیان کیا ہے اور چونکہ فاسد کا لفظ باطل کو بھی شامل ہے اسلیئے اس باب کو اس عام لفظ سے ملقب فرمایا۔ پھر جاننا چاہیئے کہ بیع فاسد اور بیع باطل کے درمیان تمیز کرنے میں یہ قاعدہ ہے کہ عوضین میں سے اگر ایک ہی ایسا ہو جیسے کسی آسمانی دین نے مال قرار دیا ہو تو ایسی بیع باطل ہے خواہ وہ چیز مبیع ہو یا قیمت ہو مثلاً مردار کو بیچنا یا خریدنا اسی طرح آزاد آدمی کو بیچنا یا خریدنا اور اگر عوضین میں کوئی ایسی چیز ہے جیسے ایک دین نے تو مال قرار دیا ہے اور دوسرے نے نہیں تو پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر اس چیز کو قیمت قرار لینا ممکن ہے تو اس صورت میں بیع فاسد ہے جیسے غلام کو شراب سے بیچنا یا شراب کو غلام کے بدلے بیچنا اور اگر اس چیز کو قیمت نہیں ٹھیرا سکتے بلکہ اسکا مبیع ہونا ضروری ہے تو اس صورت میں بھی بیع باطل ہے جیسے کوئی مسلمان شراب کو روپیہ سے بیچے یا روپیہ کو شراب کے بدلے بیچے یعنی **ت** مردار خون۔ سور۔ شراب۔ آزاد آدمی۔ ام ولد۔ مدبر۔ مکاتب کو بیچنا جایز نہیں ہے پس اگر کسی نے ان کو بیچ دیا یا خرید لیا تھا اور پھر یہ چیزیں مشتری کے پاس سے جاتی رہیں (جنکی ابھی قیمت نہیں دی تھی) تو اب مشتری کو قیمت نہیں دینی پڑیگی اور مثل ان چیزوں کے مچھلی کو شکار کرنے سے پہلے بیچنا یا اڑتے جانور کو بیچنا یا پیٹ میں کے بچہ کو یا اس بچے کے بچہ کو بیچنا یا تھنوں میں دودھ بیچنا یا سیب میں (بغیر کھولکر دیکھے اور دکھائے) بیچنا

میں اسکے غلام کی بیع اور تیسری میں اسکی مملوکہ چیز کی بیع ہو جائیگی (مدبر اور دوسرے کے غلام اور وقف کی بیع نہ ہوگی) **فصل** اگر بیع فاسد میں (جو ابھی مذکور ہوئی ہی) بائع کی اجازت سے مشتری مبیع پر قبضہ کرے اور مبیع اور ثمن دونوں مال ہوں (یعنی شراب اور سور وغیرہ نہ ہوں جنکو شریعت نے مسلمانوں کے لیئے مال ہونے سے خارج کر دیا ہی) تو مشتری قیمت دیکر مبیع کا مالک ہو جاتا ہی ہاں بائع مشتری میں سے ہر ایک کو اس بیع کے فسخ کر دینا واجب ہی لیکن اگر مشتری نے (اپنا قبضہ کرکے پھر) مبیع کو بیچ ڈالا ہو یا ہبہ کر دیا ہو یا (وہ مبیع غلام ہو) اسے آزاد کر دیا ہو یا (وہ مبیع زمین ہو) اسپر مکان بنا لیا ہو (تو ایسی صورت میں فسخ کا اختیار نہیں رہتا) اور اس مشتری کو یہ اختیار ہی کہ جب تک بائع سے قیمت وصول نہ کرلے مبیع اسکو نہ دے اور اگر بائع نے ایسی مبیع کی قیمت سے (تجارت وغیرہ کرکے) کچھ نفع کما لیا ہو تو وہ بائع کے لیئے (مباح اور) حلال ہی ہاں اگر مشتری کو اس مبیع سے کچھ فائدہ ہوا ہو تو وہ اسکے لیے حلال نہیں۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چند روپوں کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے (حاکم کے حکم سے) وہ روپے اسکو دیدیئے (اور مدعی نے یہ روپے لیکر ان سے کچھ نفع حاصل کر لیا) اسکے بعد دونوں اسپر متفق ہو گئے کہ مدعا علیہ کے ذمہ کچھ نہیں تھا (فقط جھوٹا دعویٰ ہو گیا تھا) تو اس صورت میں وہ نفع مدعی کے لیے حلال ہی **فصل** اگر کسی کو ایک چیز خریدنی منظور نہ ہو اور وہ دوسرے کو اسکی خریداری میں پھنسانیکے لیے اسکی قیمت بڑھکر قیمت کہے تو یہ مکروہ (تحریمی) ہی (اسی کو عربی میں نجش کہتے ہیں) اگر کوئی شخص ایک چیز خرید رہا ہو تو دوسرے کو اسکے مقابلے میں قیمت زیادہ دیکر خرید لینا مکروہ (تحریمی) ہی ہاں اگر وہ نہ خریدے تو پھر مضائقہ نہیں) سوداگروں کے قافلے (سستی چیز خریدکر مہنگی بیچنے کے قصد سے) رستہ ہی میں جا ملنا مکروہ (تحریمی) ہی اگر کوئی باہر کا آدمی تجارتی مال شہر میں لائے اور اسکو شہری آدمی کی طرف سے بیچے (اس غرض سے کہ اطمینان کیساتھ گراں بکیگا) تو یہ بھی مکروہ (تحریمی) ہی اسی طرح جمعہ کی اذان کے بعد (نماز تک) خرید و فروخت مکروہ (تحریمی) ہی ہاں (نیلام کے طور پر) جو کوئی قیمت زیادہ دے اسی کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں (درست ہے) اگر دو غلام ہوں یا ایک غلام اور ایک لونڈی میں قرابتداری قرب کی ہو اور انمیں ایک کم سن ہو تو ان کو بیچنے میں جدا نہ کرنا چاہیئے **ف** قرب کی قرابت داری سے مراد یہ ہی مثلاً دونوں بہن بھائی ہوں یا ماں بیٹے ہوں یا بھائی بھائی ہوں تو ان دونوں کو ایک ہی کے ہاتھ بیچے یہ نہ کرے کہ ایک ایک کے ہاتھ بیچدیا اور دوسرا دوسرے کے ہاتھ **ف** بخلاف بڑی عمر والوں اور میاں بیوی کے کہ انکو جدا کر دینے میں کچھ مضائقہ نہیں) +

باب الاقالة

اقالہ کا بیان

ف اقالہ کے لغوی معنیٰ اکھاڑنے اور اٹھانے کے ہیں اور شرعی معنے بیع کو واپس کرنے کے ہیں **ت** اقالہ

کوئی (تیل وغیرہ) مشک سے ناپ کر بیچے پھر اس مشک کے وزن میں بائع مشتری میں جھگڑا ہو جائے (مثلاً بائع کہے کہ مشک دو سیر کی ہے اور مشتری کہے تین سیر کی ہے) تو اسمیں مشتری سے قسم کھلوا کر اُسکے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور اگر کوئی مسلمان کسی ہندو سے شراب خریدے یا بکوا دے تو جائز ہے۔ لونڈی کو اس شرط سے بیچا کہ خریدنے والا اُسے آزاد کر دے یا مدبرہ یا مکاتب یا ام ولد کرے درست نہیں ہے۔ **ف** مدبرہ اُس لونڈی کو کہتے ہیں جس سے آقا یہ کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے اور مکاتبہ وہ جسکی آزادی کچھ روپیہ ادا کرنے پر موقوف ہو اور ام ولد وہ ہے جسکے آقا سے اولاد ہو اور آقا نے اُسکو اپنی اولاد تسلیم کر لیا ہو۔ مترجم **ت** یا کسی نے حاملہ لونڈی بیچی اور حمل اپنا رکھا یا غلام کو اس شرط سے بیچا کہ ایک مہینہ اس سے بائع خدمت لیگا یا مکان اس شرط سے بیچا کہ (ایک مہینہ) اسمیں بائع رہیگا یا یہ کہ مشتری (بائع کو کچھ روپیہ) قرض (بھی) دیگا یا بائع کو کچھ تحفہ بھیجے گا یا بائع اتنی مدت کے بعد مبیع مشتری کے حوالہ کریگا یا تھان اس شرط پر بیچا کہ بائع ہی اسکو قطع کر دیگا اور اُسکا کُرتہ (وغیرہ) سی دیگا تو ان سب صورتوں میں بیع ناجائز ہوگی۔ اگر (جوڑا جوتے کا) اس شرط سے بیچا کہ بائع اسکو قطع کر کے ٹھیک کر دیگا یا اسمیں تسمہ لگا دیگا تو یہ بیع درست ہے۔ اگر کوئی چیز اُدھار بکی اور قیمت کی ادائگی کا وقت نوروز یا مہرگان یا عیسائیوں کے روزوں کے دن یا یہود کی عید کا دن ٹھہرا اور بائع مشتری دونوں یہ نہیں جانتے کہ نوروز یا مہرگان وغیرہ کب ہے (کتنے دن باقی ہیں) یا مشتری نے یہ کہا کہ حاجیوں کے آنیکے وقت قیمت ادا کر دونگا یا کھیتی کٹنے کے وقت یا اناج گہی جانے کے وقت یا میوہ ٹوٹنے کے وقت دونگا تو ان سب صورتوں میں بیع ناجائز ہوگی **ف** گرمی آنے سے پہلے جب رات دن برابر ہوتے ہیں تو اُس دن کو اُردو میں نوروز اور عربی میں اسی کا معرب نیروز کہتے ہیں اور جب جاڑے آنے سے پہلے رات دن برابر ہوتے ہیں تو اُس دن کا نام مہرگان اُردو میں اور اُسی کا معرب مہرجان عربی میں ہے **ت** اور اگر کوئی ان مذکورہ اوقات تک کسی کا ضامن ہو جائے تو ضمانت جائز ہے اور اگر پہلی مذکورہ صورتوں میں (باوجود یہ اوقات معین کرنے کے وہ وقت آنے سے پہلے مشتری نے مدت کو ساقط کر دیا (یعنی قیمت اسوقت سے پہلے ہی ادا کر دی) تو اس صورت میں بیع درست ہو جائیگی۔ اگر کسی نے ایک آزاد اور ایک غلام ایک عقد سے بیچدیا یا ایک ذبح کی ہوئی اور دوسری مری ہوئی بکری کو ایک ساتھ بیچدیا تو دونوں صورتوں میں) دونوں کی بیع باطل ہے اور اگر ایک غلام اور ایک مدبّر کو یا ایک اپنے غلام اور ایک اور کے غلام کو یا اپنی مملوکہ اور ایک وقفی چیز کو ایک ساتھ بیچدیا تو پہلی صورت میں غلام کی بیع اور دوسری

یوں کہے کہ یہ کتاب مجھکو دو روپے میں پڑی ہے۔ اور اگر پہلی دفعہ اتنا نفع ہوا تھا کہ اصلی قیمت کے برابر یا اس سے بھی زیادہ تھا تو مرابحت کہکے نہ بیچے (بلکہ از سر نو جس قیمت کو چاہے بیچدے) اگر ماذون قرضدار غلام نے ایک تھان دس روپیہ میں خرید اتھا پھر اپنے آقا کے ہاتھ پندرہ کو بیچدیا تو اب اگر آقا مرابحت کہہ کے بیچے تو اصل قیمت دس ہی روپے کہے (اگرچہ اُسنے پندرہ دئے ہیں کیونکہ وہ دینا معتبر نہیں اپنے غلام کا مال اپنا ہی ہوتا ہی) اسی طرح اگر آقا نے ایک تھان دس روپیہ کو خرید اتھا پھر اپنے غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچڈالا اب اگر یہ غلام مرابحت کہہ کے بیچنا چاہے تو اصل قیمت دس ہی تبلاے (اگرچہ اسنے آقا کو پندرہ دئے ہیں کیونکہ بدلیل سابق یہ دینا معتبر نہیں) اور اگر بنصف نفع کے (مضارب نے دس روپے کو خرید اتھا پھر اپنے رب المال کے ہاتھ (یعنی جسکا یہ روپیہ برتتا ہی) پندرہ روپے کو بیچدیا اب اگر وہ رب المال بطور مرابحت کے بیچنا چاہے تو اصل قیمت ساڑھے بارہ روپے کہے (اپنے دو روپے آٹھ آنے منہا کرے) اگر مبیع میں خود بخود ہی کچھ نقصان ہوگیا یا مبیع لونڈی شوہر دیدہ تھی اس سے آقا نے صحبت کرلی تو ان دونوں صورتوں میں بلا ان دونوں باتوں کے ظاہر کیئے مرابحت کے طور پر بیچنا جائز ہے (یعنی ان صورتوں میں یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ اس بیع میں یہ عیب میرے ہاں ہوگیا یا اس لونڈی سے مینے صحبت داری کرلی ہی) ہاں اگر مشتری نے قصداً اسکو عیب دار کیا یا لونڈی باکرہ تھی اس سے صحبت کرلی تو ان دونوں باتوں کو ضرور ظاہر کرے (خواہ وہ خریدے یا نہ خریدے) اور اگر ایک ہزار روپیہ میں کوئی چیز اُدھار خریدی تھی اور سو روپے کے نفع سے (نقد) بیچدی اور یہ ظاہر نہ کیا کہ مینے اُدھار خریدی تھی تو اس صورت میں اس خریدنے والے کو اختیار دیا جائے (کہ چاہے وہ گیارہ سو میں خریدے اور چاہے چھوڑدے) اور اگر اس مشتری نے مبیع کو تلف کردیا بعد میں اسے معلوم ہوا کہ بائع نے ایک ہزار میں اُدھار خریدی تھی اور گیارہ سو میں نقد دی ہی) تو اب اسے گیارہ ہی سو دینے پڑینگے اور یہی حکم تولیہ کا ہی (کہ اگر مبیع کے ہوتے ہوئے تولیے کے طور پر بیچنے والے کی خیانت معلوم ہوجائے تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے خریدے چاہے واپس کردے اور اگر مبیع تلف ہوگئی ہے تو جو دام ٹھیر گئے ہیں وہی دینے پڑینگے اب تخفیف نہیں ہوسکتی) اگر کسی نے کوئی چیز یوں کہکر بیچدی کہ جتنے میں مجھے پڑی ہی اتنے ہی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور خریدنے والے کو یہ خبر نہیں ہے کہ اسے کتنے میں پڑی ہی تو یہ بیع فاسد ہی اور اگر یہ اُسے وہیں بیٹھے معلوم ہوجائے تو اب اُسے اتنا اختیار رہیگا کہ

کرنا بائع مشتری کے حق میں پہلی بیع کا توڑنا ہوتا ہے اور تیسرے شخص (مثلاً شفیع) کے حق میں بیع (جدید) ہوا
ہے اور یہ اُتنی ہی قیمت پر درست ہے جو پہلے ٹھہر چکی ہے اُس قیمت سے کمی بیشی کی شرط کرنا" باوجودیکہ مبیع میں
کوئی زیادتی یا عیب وغیرہ نہیں ہوا لغو ہے لہٰذا بائع کو پہلی ہی قیمت دینی لازم ہوگی اور قیمت کے جاتے
رہنے سے اقالہ ہونے میں کچھ فرق نہیں آسکتا ہاں مبیع ہلاک ہونے کے بعد اقالہ نہیں ہوسکتا اور اگر مبیع کا
کچھ حصہ تلف ہوگیا ہو تو تلف شدہ میں اقالہ نہیں اور باقی کا اقالہ درست ہے*

باب التولیۃ والمرابحۃ

تولیۃ اور مرابحت کا بیان

ت خرید کے دامول پر بیچنے کو (شرع میں) تولیہ کہتے ہیں اور پہلی سے نفع پر بیچنے کا نام مرابحت ہے اور
شرط ان دونوں کے جواز کی یہ ہے کہ جو قیمت پہلے مشتری نے دی ہے مثلی ہو ف شرع میں اشیاء دو قسم کی
شمار ہوتی ہیں ایک ذوات الامثال دوسری ذوات القیم ذوات الامثال اُن چیزوں کو کہتے ہیں کہ جنکے
تلف کرنے سے ویسی ہی دینی آئے مثلاً روپے اور اناج وغیرہ اور ذوات القیم وہ ہیں جنکے تلف کرنے پر قیمت
دینی آتی ہے حیوانات وغیرہ اسی قسم میں داخل ہیں کیونکہ ایک حیوان جیسا بعینہ دوسرا ملنا مشکل ہے مترجم
عفی اللہ عنہ ت جو شخص تولیہ کرنا چاہے وہ دھوبی کی مزدوری۔ رنگائی۔ تریخ کی بنوائی۔ پھندنے بٹوائی۔
غلہ کی باربرداری اور بکریوں (وغیرہ جانور اگر ہوں تو اُن) کی ہنکائی (وغیرہ) اصل مال میں بڑھا دے اور
یوں کہدے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے (سارے دام ملاکر یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے کیونکہ
یہ کہنا جھوٹا ہوگا) اور چرانے والے کی مزدوری اور پڑھائی کی تنخواہ اور جس مکان میں اُسے رکھا ہو اسکا
کرایہ اصل مال میں نہ زیادہ کرے۔ اگر مرابحت پر بیچنے والا خیانت کرے (یعنی اصل قیمت سے زیادہ بتلا کر اسپر
نفع لینا چاہے تو (اس صورت میں) اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اسی قیمت سے لیلے جو وہ خائن کہتا
ہے چاہے مبیع واپس کردے ہاں اگر تولیہ میں ایسا موقع ہو تو مشتری اس خیانت کی مقدار قیمت سے منہا
کرلے اگر ایک شخص نے ایک کپڑا خرید کر نفع سے بیچدیا تھا اسکے بعد پھر (اسی قیمت سے) خرید لیا اب اگر یہ دوبارہ
اسکو نفع سے (یعنی بطور مرابحت کے) بیچنا چاہے تو پہلا کل نفع اسمیں سے کم کردے ف اسکی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے چار روپے کو ایک کتاب خریدی ہی پھر چھ روپے کو بیچدی پھر وہی چار روپے کو خرید لی اب
اگر یہ اس کتاب کو بطور مرابحت کے بیچنی چاہے تو یہ نفع کے دو روپیہ اسکی قیمت میں سے کم کردے اور

ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دونوں چیزیں ایک ہی قسم کی ہوں مثلاً دونوں گیہوں ہوں یا دونوں جو چنے وغیرہ ہوں) پس جن چیزوں میں یہ قدر و جنس ایک ہو ان میں (ایک طرف) زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہیں اور اگر فقط جنس ہی یا قدر ہی ایک ہی تو ادھار حرام ہے اور زیادہ دینا یا لینا حرام نہیں (ف جنس و قدر میں ایک ہونے کی مثال بریکٹ میں گذر چکی ہے یعنی دونوں طرف گیہوں یا مثلاً دونوں طرف چاندی یا سونا ہو تو ایسی صورت میں اگر کمی بیشی ہوگی تب ہی حرام ہے اور اگر ایک نے آج دیدیا اور دوسرے نے کچھ دنوں کا وعدہ کر لیا تب بھی (اس میں ربٰو ہو کر یہ بیع حرام ہوگی اور اگر فقط جنس یا قدر ہی میں اتحاد ہی مثلاً ایک طرف گیہوں ہوں اور دوسری طرف جو کہ دونوں قدر میں یعنی تل کر بکتے ہیں اگرچہ برابر ہیں مگر جنس میں مختلف ہیں تو ایسی صورت میں کمی بیشی ہونی جائز ہے اور ادھار اب بھی حرام ہے اور اگر قدر و جنس دونوں میں مختلف ہیں تو پھر ادھار اور کمی بیشی دونوں حلال ہیں (مثلاً اناج روپے سے یا کپڑا اشرفی سے بیچا تو ایک طرف کی بیشی ہونا بھی جائز ہے اور قیمت میں ادھار بھی جائز ہے اور جو چیزیں نپت کی ہیں (یعنی نپ کر بکتی ہیں) مثلاً گیہوں، جو اور چھوارے اور سب اناج اور نمک اور وہ چیزیں جو تل کر بکتی ہیں مثلاً چاندی سونا۔ (اور لوہا وغیرہ) اور وہ چیزیں جو رطلی کہلاتی ہیں (مثلاً گھی وغیرہ) اگر ان کو انکی جنس سے بیچا جائے تو برابر (سرابر) بیچنا جائز ہے اور کمی بیشی سے ہرگز جائز نہیں ہے اور بڑھیا گھٹیا اور کھری کھوٹی حکم میں) دونوں برابر ہیں (یعنی یہ بھی ناجائز ہے کہ کوئی بڑھیا گیہوں سیر بھر دیدے اور گھٹیا دو سیر لیلے یا کھری چاندی تولہ لیلے اور کھوٹی دو تولہ دیدے) اور سوائے چاندی سونے کی بیع کے اور سب چیزوں میں بیع کے وقت مبیع اور قیمت کا معین ہو جانا شرط ہے ان پر بائع مشتری کا قبضہ ہو جانا شرط نہیں ہے ف چاندی کو سونے سے یا سونے کو چاندی سے اگر بیچا خریدا جائے تو اسکو عربی میں بیع صرف کہتے ہیں اس بیع صرف میں یہ بات ضروری ہے کہ بیع ہو جانے کے بعد مبیع اور قیمت پر بائع اور مشتری کا قبضہ بھی ہو جائے ورنہ یہ بیع پوری نہیں ہوتی۔ مترجم ت اور ایک مٹھی غلہ کو دو مٹھی سے بیچنا جائز ہے اسی طرح ایک سیب کو دو سیبوں سے۔ ایک انڈے کو دو انڈوں سے۔ ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں سے۔ ایک کھجور کو دو کھجوروں سے اور ایک پیسے کو دو پیسوں سے بیچنا جائز ہے بشرطیکہ دونوں چیزیں معین ہوں (پہلے گذر چکا ہے کہ ربٰو کی علت قدر و جنس (یعنی ناپ تول وغیرہ) ہے اور چونکہ ان میں کچھ ناپ تول نہیں ہے لہذا ربٰو بھی نہیں ہے اور گوشت کو کسی حیوان کے بدلے بیچنا یا کپڑے کو روئی سے یا پختہ کھجور کو پختہ یا خشک کھجور کے بدلے برابر

کہ چاہے خریدے چاہے نہ خریدے) **فصل** **ف** اشیاء دو قسم کی ہیں ایک منقولی دوسری غیر منقولی منقولی انکو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں مثلاً حیوانات چاندی۔ سونا۔ اناج اور کپڑے وغیرہ اور غیر منقولی وہ ہیں جو ایک ہی جگہ رہیں مثلاً زمین۔ مکانات اور باغات وغیرہ **ت** زمین (بلکہ ہر غیر منقولی چیز) پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے اسکو بیچدینا درست ہی منقولی کو (قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا) درست نہیں۔ اگر کسی نے نپت کی چیز ناپ کر خریدی تو جب تک وہ اُسے خود نہ ناپ لے اُسے اسکا بیچنا اور کھانا حرام ہی اور یہی حکم اُن چیزوں کا جو وزن سے یا گنتی سے بکتی ہیں اور جو چیز گزوں سے نپ کر بکتی ہے کہ اسکو قبضہ کرنے کے بعد ناپنے سے پہلے بیچنا جایز ہے آور قیمت میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جایز ہے (مثلاً قیمت ابھی بائع نے اپنے ہاتھ میں نہیں لی تھی پہلے ہی کسی کو دلوادی تو یہ جایز ہے) آور قیمت معین ہونیکے بعد اگر مشتری اُسمیں کچھ بڑھادے یا بائع کچھ کم کردے تو یہ جایز ہے اسی طرح بیع میں بھی کچھ بڑھا دینا جایز ہے آور ان صورتوں میں بائع اور مشتری کُل کے مستحق ہو جاتے ہیں (یعنی بیع یا قیمت میں اگر کچھ بڑھا دیا گیا ہی تو اب بائع یا مشتری اس سب کا ایسا مستحق ہے کہ گویا اصل عقد اتنی ہی چیز پر یا اتنے ہی داموں پر ہوا تھا) اور سوائے قرض کے ہر قسم کے دین میں (ادا کرنے کی) مدت مقرر کرلی جایز ہے **ف** اور قسم کے دین سے مراد یہ ہی مثلاً کسی چیز کی قیمت دینی ہی تو اُسکے ادائگی کا کوئی وقت معین کرنا جایز ہے اور یہاں جایز سے مراد یہ ہی کہ اب اسوقت سے پہلے اسکو مانگنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن قرض (یعنی اگر کسی کو کچھ روپیہ دیا ہو تو اس) کا حکم نہیں اسمیں اگر ادا کرنے کا کوئی وقت بھی معین کردے تب بھی اس وقت سے پہلے جسکا روپیہ ہی اُسکا اختیار ہی یعنی وہ جب چاہے تقاضا کر سکتا ہی ؞

باب الربوا

سود کا بیان

ف ربوا کے لغوی معنے زیادتی کے ہیں اور یہ شرعی معنے ہیں جو خود مصنف بیان کرتے ہیں لیکن **ت** ربوا مال کی اُس زیادتی کو کہتے ہیں جو مال کو مال سے بدلنے میں بلا عوض ہو (مثلاً دو سیر گیہوں وغیرہ کے بدلے تین سیر لیلے یا دیدیئے یا دس روپے لیکر گیارہ دیدیئے یا لے لیئے) آور (دو چیزوں میں ربوا (یا نکلنے) کی علت قدر اور جنس (میں دونوں کا ایک ہونا) ہی (قدر سے مراد یہ ہی کہ جو چیز پیمانہ سے نپ کر بکتی ہی اسمیں پیمانہ اور تُل کر بکتی ہو اسمیں تول ایک ہو یعنی دونوں تُل کر بکتی ہوں اور جنس کے

ہو کہ مع اسکے کل حقوق کے خرید تا ہوں بخلاف کرایہ پر دینے (یا لینے) کے کہ اسمیں یہ سب حقوق بلا ذکر داخل ہوجاتے ہیں) +

باب الاستحقاق

بیع کا مستحق ار نکل آنے کا بیان

ت حجت متعدیہ گواہ ہیں اقرار نہیں ہی (یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں ہی) ف حجت متعدیہ سے مراد یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے ہر کسی پر ہر طرح کا دعوی ثابت ہوجاتا ہی بشرطیکہ جو گواہوں کی شرطیں ہیں وہ موجود ہوں بخلاف اقرار کے کہ جو شخص جس چیز کا اقرار کرتا ہی وہ اسی کے ذمہ ثابت ہوجاتی ہے اس سے دوسرے کے ذمہ کچھ ثابت نہیں ہوسکتا لہذا اقرار حجت غیر متعدیہ ہوئی کہ مقر سے تجاوز نہیں کرتی ت اور (ملک کے دعوے میں) تناقض ہونا ملک کے دعوے کو غلط کردیتا ہی ہاں حریت طلاق اور نسب کے دعوے میں تناقض ہونا اسکو غلط نہیں کرتا ف تناقض کلام میں ہونے کے یہ معنے ہیں کہ ایک کلام دوسرے کلام کے معارض اور خلاف ہو مثلاً ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور پھر یہ دعوی کیا کہ یہ لونڈی تو زید کی ہی تو اسکا یہ دعوی غلط اور غیر مقبول ہی کیونکہ اسکے خود خریدنے سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکے نزدیک وہ لونڈی اسی بائع کی تھی جس سے اسنے خریدی تھی اب جو یہ زید کی بتلاتا ہی تو ملک کے دعوے میں تناقض ڈالتا ہی لہذا اسکا یہ دعوی کہ زید کی ہی غلط ہی اور اگر لونڈی خرید کر قبضہ میں کرنے کے بعد یہ دعوی کیا کہ یہ تو زید کی آزاد کی ہوئی ہی اس صورت میں یہ کہنا اگرچہ اسکے خریدنے میں مناقض ہی لیکن چونکہ حریت کا دعوے ہی لہذا باوجود تناقض کے بھی مقبول ہوگا اسی طرح اگر کوئی عورت خلع کرے یعنی اپنے شوہر کو کچھ روپیہ دیکر اس سے طلاق لیلے اور پھر یہ دعوی کرے کہ مجھے تو اسنے خلع سے پہلے ہی تین طلاقیں دیدی تھیں تو یہ دعوی باوجود تناقض کے مقبول ہوگا علے ہذا القیاس اگر کسی نے اپنا غلام بیچ دیا تھا پھر یہ دعوی کیا کہ یہ تو میرا بیٹا ہی تو باوجودیکہ اسکے اس دعوے اور بیچنے میں تناقض ہی مگر چونکہ نسب کا دعوی ہی لہذا باوجود تناقض کے بھی قابل سماعت ہوگا عینی و فتح ت اگر بکی ہوئی لونڈی کے (مشتری کے ہاں آکر) بچہ ہوجائے اور پھر گواہوں سے یہ ثابت ہوجائے کہ یہ لونڈی اور کی ہی (جسنے بیچی تھی اسکی نہیں ہی) تو یہ لونڈی مع بچہ کے اسکو دلادیجائیگی اور اگر خریدنے کے بعد خود ہی اقرار کرلیا کہ یہ لونڈی فلانے کی ہی (بائع نے غلطی سے یا دھوکے سے میرے ہاتھ بیچدی ہی) تو چونکہ یہ اقرار ہی اور اقرار حجت غیر متعدیہ ہی لہذا بائع کو اس سے کچھ بھی نقصان نہوگا) تو (اس صورت میں) وہ بچہ ماں کے ساتھ نہ ہوگا (کیونکہ اسنے فقط لونڈی کا

دسرا بر) بیچنا جایز ہی (کمی بیشی سے جایز نہیں ہے) اسی طرح انگور کو انگور یا منقے سے اور مختلف گوشت کو ایکدوسرے کے عوض کمی بیشی سے بیچنا جایز ہے اور گائے کے دودھ کو بکری کے دودھ سے اور ردی کھجور کے سرکہ کو انگور کے سرکہ سے اور بیٹ کی چربی کو چکتی کی چربی سے یا گوشت سے اور روٹی کو گیہوں سے یا آٹے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جایز ہے ہاں گیہوں کو آٹے سے یا ستو سے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جایز نہیں اور زیتون کو روغن زیتون سے یا تلوں کو میٹھے تیل سے بیچنا جایز ہی جب تک کہ یہ روغن زیتون اور میٹھا تیل اس سے زیادہ نہ ہو جو ان زیتون اور تلوں میں ہی اور روٹی کو تولکر قرض لینا جایز ہی گنتی پر لینا جایز ہے (کیونکہ ان میں تفاوت ہونے کے باعث کمی بیشی کا احتمال ہی) اور آقا اور غلام کے درمیان اور دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربو نہیں ہی (یعنی اگر یہ چاروں آپس میں کمی بیشی کے ساتھ لین دین کریں تو ان میں ربو کا حکم نہ ہوگا) +

باب الحقوق

حقوق کا بیان

ف یعنی اس کا بیان کہ وہ کونسے حقوق ہیں جو بیع ہونے سے مبیع میں آجاتے ہیں اور وہ کون سے جو بیع سے مبیع میں نہیں آتے ت اگر کسی نے کوئی کوٹھڑی مع اسکے کل حقوق کہکر خریدی تو اس خریدے میں بالاخانہ نہیں آئیگا اور نہ مکان کے خریدنے میں آئیگا ہاں اگر مکان خریدنے کے وقت یہ کہا ہو کہ میں اس مکان کو مع اسکے کل حقوق کے خریدتا ہوں یا اسکے کل منافع سمیت خریدتا ہوں یا اسمیں جو تھوڑی بہت چیز ہی سب خریدتا ہوں یا جو چیز اسکے متعلق ہی سب خریدتا ہوں (تو ان چاروں صورتوں میں بالاخانہ مکان کی بیع میں آجائیگا) اور اگر کسی نے دار (یعنی گھیر) کہکر خریدا ہی تو اس خرید میں بالاخانہ بلا نام لیئے آجاتا ہی جیسا کہ پاخانہ آجاتا ہی لیکن چھجہ نہیں آتا ہاں اگر یہ کہا ہو کہ اس گھیر کو مع اسکے کل حقوق کے خریدتا ہوں (یا بائع اس طرح کہے) ف عربی میں تین لفظ ہیں بظاہر تینوں کے معنے گھر کے معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل ان میں فرق ہی وہ لفظ یہ ہیں بیت منزل - دار پس بیت اس حجرہ یا کوٹھڑی کو کہتے ہیں جسمیں دروازہ لگا ہوا ہو اور منزل اسکو کہتے ہیں جسمیں چند کوٹھڑیاں اور دالان اور صحن ہو اور دار بڑے گھیر کو کہتے ہیں جسمیں علاوہ کوٹھڑیوں اور صحن کے اصطبل اور بالاخانہ وغیرہ ضروری اشیا سب ہوں انکے علاوہ ایک لفظ ظلہ ہی کہ تین دیواریں بنا کر چھت ڈال دیجاتی ہی اور دروازہ نہیں ہوتا اور گھیر کہکر خریدنے میں (خاص) راستہ اور پانی نکلنے کی جگہ اور زمین کی خرید میں پانی کا حصہ داخل نہیں ہوتا ہاں اگر یہ کہکر خریدا

[illegible] کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد کافر حربی ہی کیونکہ مسلمان حربی کے حق میں ہی ربو ہوگا ۱۲ منہ ع جیسے امیروں کے بڑے بڑے مکانات ہوتے ہیں جو ڈیرے بھی کہلاتے ہیں ۱۲ مترجم [illegible]

تاوان غلام کی نصف قیمت سے کچھ زیادہ ہو تو یہ مشتری اس زیادتی کو خیرات کر دے (کیونکہ جب یہ ایک ہاتھ کٹنے کے تاوان میں نصف قیمت لے چکا اور نصف میں اُسکے پاس غلام رہا تو اُس زیادتی میں اسکا کوئی حق نہیں ہے) اگر کسی نے دوسرے کا غلام اُسکی اجازت بغیر بیچ دیا تھا پھر خریدنے والے نے اُسپر گواہ پیش کرنے چاہے کہ اس بیچنے والے نے میرے سامنے اقرار کیا تھا کہ اصل مالک نے مجھے بیچنے کی اجازت نہیں دی ہے یا گواہ اسپر گزرانے کہ اصل مالک نے میرے روبرو یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے اس غلام کے بیچنے کی اجازت نہیں دی تھی اور ان گواہوں کے پیش کرنے سے اسکا مقصود غلام کو ہٹانا ہے تو نہیں سُنے جائینگے اور اگر اس بیچنے والے نے حاکم کے روبرو خود ہی اسکا اقرار کر لیا (کہ بیشک اصل مالک نے مجھے بیچنے کی اجازت نہیں دی تھی) تو اب اگر وہ مشتری بیع رکھنی نہ چاہے تو بیع یقیناً ٹوٹ جائیگی اگر کسی نے دوسرے کا گھر (بغیر اُسکی اجازت کے بیچدیا تھا اور خریدنے والے نے لیکر اُسے اپنی دوسری حویلی میں ملا لیا تو اب اس گھر کی قیمت کا یہ بیچنے والا ضامن نہ ہوگا **ف** یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بیچنے والا اپنے غصب کرنے کا اقرار کرتا ہو اور خریدنے والا اُسے جھوٹا بتاتا ہو کیونکہ اس صورت میں اس بائع کا اقرار مشتری پر نہیں چل سکتا بلکہ گواہ ہونے چاہئیں اور چونکہ مالک مکان نے گواہ پیش نہیں کیے لہذا اسکا یہ نقصان اسی کیطرف منسوب کیا جائیگا کہ اُسنے گواہ پیش نہ کرنیکی وجہ سے اپنا نقصان آپ کیا ہے اس بیچنے والے کے عقد کی طرف منسوب نہ ہوگا کیونکہ وہ تو غصب کا مقر ہے اور غاصب کی بیع جائز نہیں ہوتی اسی وجہ سے وہ اس گھر کی قیمت کا ضامن نہیں ہوتا

باب السلم

بدھنی کا بیان

ف سلم کے لغوی معنی جلدی کرنے کے ہیں اور شرعی معنے یہ ہیں کہ ایک شے کی قیمت اب دی جائے اور وہ شے یعنی مبیع اُن دنوں کے بعد جو مقرر ہو گئے ہوں لیجائے اسی کو اردو میں بدھنی کہتے ہیں **ت** جن چیزوں کی مفصل کیفیت بیان کر دینی اور اُن کی مقدار کا معلوم ہو جانا ممکن ہو ان میں بدھنی درست ہے اور جن چیزوں میں یہ دونوں باتیں نہ ہو سکیں ان میں درست نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں جو ناپ کر بکتی ہیں اور وہ چیزیں جو تُل کر قیمت کے عوض بکتی ہیں ان میں بدھنی درست ہے **ف** قیمت کے عوض بکنے کی قید سے روپے اشرفی کو اس حکم سے نکالنا مقصود ہے کیونکہ ان میں بدھنی درست نہیں اگرچہ چاندی سونا تُل کر بکتا ہے اور اس قید سے وہ اسواسطے نکل گئے کہ وہ دونوں خود قیمت میں دیے جاتے اور ثمن کہلاتے ہیں **ت** اور اسی طرح اُن چیزوں میں جو گنتی سے بکتی ہوں اور قریب

اقرار کیا ہے لہٰذا اس سے لونڈی اُسکو دلا دیجائیگی) اگر ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھے خرید لے کیونکہ میں غلام ہوں اُسنے خرید لیا تو معلوم ہوا کہ وہ (غلام کسی کا نہیں بلکہ) آزاد ہے (اور اسنے دھوکہ سے دوسرے کو روپیہ دلا دیئے ہیں) تو ایسی صورت میں اگر بیچنے والا موجود ہو یا جہاں وہ ہے وہ جگہ معلوم ہے تو وہ خریدنے والا اس غلام پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا (بلکہ بائع کو پکڑے اور اسی سے اپنا روپیہ وصول کرے) اور اگر بائع یہاں نہیں ہے اور نہ اُسکا اتہ پتہ معلوم ہے تو اس صورت میں یہ مشتری اس غلام سے قیمت وصول کرے اور یہ غلام بائع سے وصول کرتا پھرے بخلاف رہن کے **ف** رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھے اپنے ہاں رہن کر لے میں غلام ہوں اس غریب نے رہن کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ غلام نہیں آزاد ہے تو اب یہ مرتہن غلام کسی حال میں بھی رہن کا روپیہ وصول نہیں کر سکتا برابر ہے کہ راہن موجود ہو یا جہاں وہ ہے وہ جگہ معلوم ہو یا نہ ہو معلوم یعنی **ت** ایک شخص نے ایک مکان کی بابت اس طرح دعویٰ کیا کہ اسمیں کچھ میرا بھی حق ہے اور مدعا علیہ (یعنی صاحب مکان) نے سو روپیہ دیکر اس سے صلح کر لی پھر اس مکان کا جزوی حصہ دار کوئی اور کھڑا ہو گیا تو بھی یہ مدعا علیہ اس مدعی سے کچھ واپس نہ لے اور اگر اسنے دعویٰ سارے مکان کا کیا تھا کہ سارا مکان میرا ہی ہے اور اس صاحب مکان نے اُسے سو روپے دیکر صلح کر لی تھی) تو اب یہ حصہ رسد اس سے روپیہ پھیر لے (یعنی اگر مثلاً اس صورت میں نصف مکان اس سے کسی نے دعویٰ کر کے لے لیا ہے تو یہ صاحب مکان اس مدعی سے نصف روپیہ واپس لیلے) **فصل** اگر کوئی شخص دوسرے کی چیز فروخت کر دے تو بعد میں مالک کو اختیار ہے چاہے اس بیع کو توڑ دے چاہے قائم رکھے بشرطیکہ بائع مشتری اور بیع اور یہ اصل مالک (چاروں) موجود ہوں اور اگر قیمت میں کوئی چیز دی گئی ہے تو (پانچویں) وہ بھی موجود ہو (اور اگر یہ سب نہ ہوں تو پھر بیع توڑنی ہی پڑیگی) اگر کسی نے دوسرے کا غلام چھین کر بیچ دیا تھا اور جسنے خریدا تھا اُسکو خریدار نے آزاد کر دیا اور اس غلام کے اصل مالک نے اس غلام کے بیچنے کی اجازت دیدی تو اس صورت میں اس مشتری کا آزاد کرنا درست ہو جائیگا اور اگر اسکو آزاد نہیں کیا بلکہ اس مشتری نے بھی بیچ دیا تھا اور اب اس غلام کے اصل مالک نے اس چھیننے والے کی بیع کی اجازت دی تو اس صورت میں اس مشتری کا بیچنا درست نہ ہوگا اور اگر اس غلام کا ہاتھ اس مشتری کے ہاں کسی نے کاٹ دیا تھا جسکا اسنے تاوان لے لیا تھا اور اب اصل مالک نے بیچنے کی اجازت دی تو یہ تاوان کا روپیہ اس مشتری ہی کا رہیگا اب اگر یہ

یہی ہے کہ بدھنی کی جو آٹھ شرطیں ہیں اُن میں سے ایک یعنی آٹھویں شرط نہ پائی گئی۔ اصل کتاب میں اس
موقع پر کُر کا لفظ ہے یہ ایک پیمانہ کا نام ہے جو ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے اور ایک قفیز بارہ صاع کا اور صاع تقریباً
ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے آگے کے لیے یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ بدھنی کرنے والے سے مراد وہ ہے جو
بدھنی کا روپیہ دے اور بدھنی والے سے مراد وہ ہوگی جو بدھنی کی چیز دے۔ ترجمہ ت اصل روپیہ اور بدھنی
کی چیز میں قبضہ کرنے سے پہلے ایسا تصرف کرنا جائز نہیں کہ اس بدھنی میں کسی کو ساجھی کرے یا اسکو تولیہ
(وغیرہ) سے بیع کر دے (بلکہ اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد ایسا تصرف کرنا چاہیے) پس اگر بدھنی اکرنے کے
بعد اس) کا دونوں نے اقالہ کر لیا (یعنی یہ بدھنی کا معاملہ توڑ دیا) تو اب یہ اصل روپے والا اس روپے کی
بدھنی والے سے کوئی چیز نہ خریدے (بلکہ جو کچھ دیا ہو وہی پھیر لے پھر اپنا جو چاہے کرے) اور اگر (بدھنی ٹھہرنے
کے بعد) اس بدھنی والے نے (کہیں) ایک پیمانہ گیہوں کا خرید کر بدھنی کرنے والے سے کہا کہ تم کو مجھ سے
جو بدھنی کے گیہوں لینے ہیں اُنکے عوض میں وہاں سے جا کر گیہوں لیلو (جو میرے خریدے ہوئے ہیں) تو
اُسکو یہ گیہوں لینا درست نہیں ہاں اگر کسی کے ذمہ گیہوں (وغیرہ) بطور قرض کے تھے اور وہ اس صورت
سے ادا کر دے تو ادا ہو جائینگے یا یہ کہ بدھنی والے نے بدھنی کرنے والے سے یوں کہا کہ اول ان گیہوں پر
میری طرف سے (یعنی میرے وکیل ہو کر) قبضہ کرو اور پھر اپنی طرف سے قبضہ کر لینا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو
اب یہ بدھنی ادا ہو جائیگی۔ اگر بدھنی کرنے والے نے بدھنی والے سے کہا کہ بدھنی کا غلہ میرے برتن سے ناپ دو
اور اُسنے اسکی عدم موجودگی میں ناپ دیا تو یہ اُسکے قبضہ میں آیا ہوا شمار نہیں ہوگا ف یعنی بیع میں
اگر مشتری نے بائع سے کہدیا ہو کہ یہ غلہ میرے برتن سے ناپ دو اور بائع نے اس مشتری کی عدم موجودگی
میں ناپ دیا ہو تو مشتری کا قبضہ ہو جانا درست ہوگا ت اگر کسی نے (روپیہ کی جگہ) ایک لونڈی دیکر ایک
پیمانہ (گیہوں وغیرہ) میں بدھنی کی اور لونڈی اُس بدھنی والے کو دیدی پھر دونوں نے بدھنی کا اقالہ کر لیا
(یعنی بدھنی توڑ دی) مگر وہ لونڈی اُسی کے پاس مر گئی یا اقالہ ہونے سے پہلے مر گئی تو دونوں صورتوں میں
اقالہ رہے گا اور درست ہوگا اور اس لونڈی کی اس بدھنی والے کو (جسکے پاس لونڈی مری ہے) قیمت
دینی پڑیگی اور اس حکم کا برعکس (یعنی بالکل اُلٹا ہے) اگر اس لونڈی کو ہزار میں خریدا ہو ف یعنی خریدنے کی
صورت میں اگر مشتری کے پاس آکر مر گئی ہو اور اب یا مرنے سے پہلے بائع مشتری دونوں آپس میں اقالہ
کرنے لگیں تو یہ اقالہ باطل ہوگا ت اگر بدھنی میں ایک شخص روی چیز میں بدھنی ہونے یا مدت معین ہونے

قریب ایک سی ہوں جیسے اخروٹ - انڈے - پیسے - کچی اینٹیں بشرطیکہ ان کا سانچہ معین ہوگیا ہو اور اُن میں جو گز سے ناپ کر بکتی ہوں مثلاً کپڑا وغیرہ) بشرطیکہ یہ چاروں باتیں بیان کردیگئی ہوں اوّل گز (کیونکہ گز دو قسم کے ہوتے ہیں ایک جس سے زمین ناپتی ہی دوسرا جس سے کپڑا ناپتا ہی) دوسرے صفت (یعنی یہ کہ سوتی ہوگا یا اونی ہوگا یا ریشمی ہوگا) تیسرے بناوٹ چوتھے صنعت (یعنی یہ کہ کانپوری بُنا ہوا ہوگا یا خاص دہلی کا بنا ہوگا) اور حیوانوں میں اور اُن کے اعضا میں اور کھالوں میں گنتی سے اور سوختہ میں گٹھوں کے حساب سے اور ترکاریوں میں گڈیوں کے حساب سے اور جواہرات میں اور پوتھوں میں اور اُن چیزوں میں جو بدھنی کے وقت یا ادا کرنے کے وقت دستیاب نہ ہوں اور تازی مچھلی میں بدھنی درست نہیں ہی ہاں اگر سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی میں ہو تو اسمیں وزن سے بدھنی درست ہی اسی طرح گوشت میں بھی بدھنی درست نہیں ہے اور نہ ایسے پیمانہ اور گز سے کہ جسکی مقدار معلوم نہ ہو اور نہ کسی خاص گاؤں کے گیہوں (وغیرہ غلہ) میں (کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اس گاؤں میں اس سال کچھ پیدا ہی نہ ہوا) اور نہ کسی معین درخت کے میوے میں اور بدھنی کے درست اور صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں اوّل جنس کا بیان ہونا (یعنی جس چیز میں بدھنی کرنی ہے اسکی جنس بیان کردینا مثلاً یہ کہ گیہوں ہونگے یا چنے ہونگے - دوسرے قسم (یعنی اُن گیہووں کی قسم بیان کرنی یا کہ بارانی یعنی مارمیں ہونگے یا چاہی ہونگے یا دیسی ہوں گے یا چند دسی ہوں گے) تیسرے صفت بیان کردینی (کہ موٹے ہونگے یا پتلے ہوں گے) چوتھے مقدار بیان کردینی (کہ اتنے ہوں گے) پانچویں مدت (کہ ایک مہینے میں دو مہینے میں ادا کریگے) اور مدت کم از کم ایک مہینہ ہونی چاہیئے چھٹے اصل مال (یعنی جو اسقدر یا جار ہا ہی باعتبار ناپ یا تول یا شمار کے اسکی مقدار بیان ہونی چاہیئے ساتویں وہ جگہ جہاں بدھنی چیز ادا ہوگی (یعنی بدھنی کی چیز کہاں پہنچانی ہوگی وہ جگہ بھی اسی وقت بیان ہوجائے مگر یہ اُن چیزوں میں ہے جنکی بار برداری کی ضرورت ہو اور جن میں بار برداری کی ضرورت نہ ہو اُن کو بدھنی والا جہاں چاہے دیدے (مثلاً دو سیر گھی میں بدھنی کی تھی تو اسکے لیے کسی دوسرے اٹھانے والے کی چنداں ضرورت نہیں ہے لہذا اسمیں اس ساتویں شرط کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہاں اگر گھی وغیرہ زیادہ ہو تو ضروری ہی) آٹھویں ایک دوسرے کے جدا ہونے سے پہلے اصل روپیہ پر (یعنی جسکے بدلے میں بدھنی ہوئی ہی) قبضہ ہوجانا شرط ہی پس اگر کسی نے دو سو روپیوں سے ایک کھیپ گیہووں میں بدھنی کی جس میں سے سو روپے ادھار کر لیے اور سو روپے نقد دیدئے تو سو روپے ادھار میں بدھنی باطل ہے **ف** باطل ہونے کی وجہ

جائیں اور پانسو مثقال چاندی کے۔ اگر کسی کے ذمہ کھرے روپے تھے اور اُسنے اُنکے عوض کھوٹے دیدیئے اور لینے والے کو یہ پتہ نہیں کہ یہ کھوٹے ہیں یا کھرے اور پھر اسکے پاس سے وہ کھوٹے تلف ہوگئے تو بس یہ اب دینے والیکے ذمہ سے ادا ہوگئے اگر کسی کے باغ میں کسی پرندنے بچے نکال لیئے یا انڈے دیدیئے یا کسی کی زمین میں ہرن رہنے لگے تو اُن کو جو کوئی لیلے یا پکڑلے اُسی کے ہیں (زمین یا باغ والے کو یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ یہ میری زمین یا باغ میں تھے لہذا میرے ہیں) وہ معاملات جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں اور شرط فاسد پر معلق (ومشروط) نہیں ہوسکتے وہ (سب) یہ (چودہ) ہیں بیع۔ تقسیم۔ اجارہ۔ اجازت (یعنی بیع فضولی کی اجازت دینا) رجعت (یعنی بیوی کو طلاق دیکر پھر اس سے رجعت کرنا) مال سے صلح کرنا۔ قرض سے بری کرنا۔ وکیل کو معزول کرنا۔ اپنے ذمہ اعتکاف لازم کرنا۔ شراکت میں کھیتی کرنا۔ دو ملکر ایک کا دوسرے کے درختوں کو پانی دینا کسی کے حق کا اپنے ذمہ ہونے پر اقرار کرنا کسی چیز کو وقف کرنا۔ اور کسی کو پنچ مقرر کرنا۔ اور وہ معاملات جو شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے وہ (ستائیس ہیں جو) یہ ہیں قرض دینا۔ ہبہ کرنا۔ خیرات کرنا۔ نکاح کرنا۔ طلاق دینا۔ خلع کرنا۔ آزاد کرنا۔ رہن رکھنا۔ وصی بنانا۔ وصیت کرنا۔ ساجھا کرنا۔ مضاربت کرنا۔ قاضی بنانا۔ افسر بنانا۔ ضامن ہونا۔ حوالہ کرنا۔ وکالت کرنا۔ بیع کا اقالہ کرنا۔ غلام یا لونڈی کو مکاتب کرنا۔ غلام کو تجارت کی اجازت دینا بچہ کے نسب کا دعویٰ کرنا۔ دانستہ خون کردینے کے بعد اس سے صلح کرنا۔ زخمی کھلے کرنا۔ ذمی بننے کا معاملہ کرنا۔ مبیع کی واپسی کو عیب کے سبب سے یا خیار شرط پر معلق کردینا اور قاضی کو معزول کرنا (بس ان سب معاملات کو اگر شرط فاسد پر معلق کیا جائیگا تو معاملہ درست ہوگا اور معلق کرنا فضول جائیگا ÷

باب الصرف

نقد کو نقد کے عوض بیچنے کا بیان

ف صرف کے لغوی معنے پھیرنے کے ہیں اور بعض موقع پر فضل وزیادتی کے ہی معنے آجاتے ہیں اور شرعی معنے یہ ہیں جو آگے خود مصنف بیان فرماتے ہیں **ت** صرف ایکساتھ کو دوسرے ثمن سے بیچنے کو کہتے ہیں (مثلاً سونا چاندی کے عوض یا اشرفی روپیوں سے فروخت کرے یا روپیہ کو روپیہ سے بیچے) پس اگر دونوں نقدیں ہم جنس ہوں (مثلاً دونوں طرف سونا یا دونوں طرف چاندی ہو) تو ایسی صورت میں دونوں کا برابر ہونا اور بائع مشتری دونوں کا (مجلس عقد ہی میں) قبضہ ہوجانا شرط ہے اگرچہ ان دونوں چیزوں کے کھرے پن میں یا گھڑائی میں کچھ فرق ہو (مثلاً چونی دار روپیہ کو کوئی تاجدار روپیہ سے بیچے تو یہ تب درست ہوگا کہ دونو

کا دعوی کرے اور دوسرا اس ردی ہونے اور مدت کی تعیین کا انکار کرے تو اس مدعی کے کہنے کا اعتبار کیا جاےگا
(کیونکہ اسکا کہنا بدھنی کی شرطوں کے موافق ہی اور دوسرا اخلاف کہتا ہی) اس منکر کا کہنا معتبر نہ ہوگا اور موزے
طشت اور آفتابے جیسی چیزوں میں بدھنی کرنا اور سائی پر منوانا درست ہی اور بنوانے والے یا بدھنی کرنے والے
کو دیکھنے پر اختیار ہوگا (کہ پسند آئے لیلے نہ پسند آئے نہ لے) اور اسکے دیکھنے سے پہلے بنانے والے کو بھی اختیار
ہی کہ چاہے اسکو اور کسی کے ہاتھ فروخت کرے اور اگر ان چیزوں کو بنا کر دیدینے کا کوئی وقت ٹھیر گیا ہو تو وہ امام
صاحب کے نزدیک (بدھنی ہی اسمیں بدھنی کی سب شرطیں ہونی چاہئیں) *

باب المتفرقات

(بیع کے متفرق مسئلے)

بتا کتے۔ چیتے۔ درندوں اور پرندوں کو بیچنا درست ہی۔ شراب اور سور کے سوا اور چیزوں کے بیچنے میں مسلمان
اور ذمی دونوں برابر ہیں (یعنی جو چیزیں ذمی کو بیچنی جائز ہیں وہ مسلمانوں کو بھی جائز ہیں سوائے ان دو اور دیگر محرمات کے کہ ذمی کو بیچنی
جایز ہیں مسلمان کو بیچنی جایز نہیں ہیں) اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا غلام زید کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں
اس شرط پر بیچدے کہ ان ہزار کے سوا سو روپے کا تیرے لیے میں ضامن ہوں اسنے اسکے کہنے سے غلام
بیچدیا تو اسکا ہزار میں بیچنا درست ہوگا اور اسکا ضامن ہونا باطل ہوگا ہاں اگر یوں کہا ہو کہ اسکی قیمت میں سے
ایک ہزار کے سوا سو روپے کا میں ضامن ہوں تو اب ایک ہزار اسکی زید کے ذمہ ہونگے اور سو اس (کہنے والے)
ضامن کے ذمہ۔ اگر کسی نے ایک لونڈی سے نکاح کرنیکے بعد اسکو خریدلیا اور پھر اس سے صحبت کرلی تو یہ صحبت کرنا
قبضہ کرلینا ہی (یعنی اس سے اسکا قبضہ ہوجانا ثابت ہوگیا) اور فقط نکاح کردینے سے قبضہ ہونا ثابت نہیں ہو
سکتا۔ اگر کوئی ایک غلام خرید کر (اسکی قیمت ادا کرنے اور اسکو اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے) کہیں چلا گیا اور
بائع نے اپنے بیع کرنے پر گواہ پیش کیے اور اس شخص کا پتہ معلوم ہی تو اب اس بائع کے اس قرض (یعنی قیمت
کے روپے) کی وجہ سے یہ غلام بیع نہ کیا جائے (یعنی حاکم کو اسکے بیع کرنے کا مجاز نہیں ہی) اور اگر وہ لاپتہ ہے
تو اب اس بائع کو قیمت دینے کیوجہ سے اس غلام کو بیع کردیا جائے اگر دو آدمیوں نے ملکر کوئی چیز خریدی اور (اسکی
قیمت دینے سے پہلے) ان میں سے ایک کہیں چلا گیا تو اس موجود مشتری کو اتنا اختیار ہی کہ کل قیمت اپنے پاس
سے دیکر وہ شے اپنے قبضہ میں کرلے اور جبتک اپنے شریک سے نصف قیمت وصول نہ کرلے مبیع اپنے ہی پاس
رکھے۔ اگر کسی نے ایک لونڈی سونے چاندی کے ایک مثقال میں بیچی تو اس صورت میں پانسو مثقال سونے کے لیے

کرچاہے ساجھے میں سکے چاہے پھیر دے اور چاندی کی ڈلی میں شرکت سے کچھ نقصان یا تکلیف نہیں اسلیئے پھیرنے کا بھی اختیار نہیں ہی یعنی **ت** دو روپے اور ایک اشرفی کو ایک روپیہ اور دو اشرفیوں سے بیچنا درست ہی اسی طرح ایک بوری گیہوں اور ایک بوری جو کو دو بوری گیہوں اور دو بوری جو سے بیچنا اور گیارہ روپوں کو دس روپے اور ایک اشرفی سے بیچنا اور ایک کھرے روپے اور دو کھوٹے روپوں کو دو کھرے روپے اور ایک کھوٹے روپیہ سے بیچنا یا ایک اشرفی کو ایسے دس روپے میں بیچنا جو بائع کے مشتری پر قرض ہیں یا مطلق دس روپے میں بیچنا جایز ہی اور ان دونوں صورتوں میں یہ بائع مشتری کو اشرفی دیدے اور اسکے بدلے کے دس روپے اپنے ذمہ کے قرض میں مجرا دے لے اور جن چیزوں میں چاندی یا سونا غالب ہو یعنی ملونی سے زیادہ ہوا تو وہ خالص چاندی اور سونے ہی کے حکم میں ہیں **ف** یعنی خواہ نقرئی یا طلائی زیورات ہوں یا روپے اشرفیاں ہوں اگر ان میں چاندی یا سونا ملونی سے زیادہ ہو مثلاً سونا چاندی آٹھ ماشہ ہوں اور ملونی تین ماشہ ہو تو انکا حکم بیع وغیرہ میں مثل خالص سونے یا خالص چاندی کے ہی **ت** یہاں تک کہ سب ملونی کے چاندی یا سونے کو ملونی دار چاندی یا سونے سے فروخت کرنا یا ملونی دار کو ملونی دار سے فروخت کرنا درست نہیں ہی جبتک کہ دونوں وزن میں برابر نہ ہوں اور ایسے روپے یا اشرفیوں کو قرض لینا بھی وزن ہی سے درست ہی اور جن چیزوں میں ملونی زیادہ ہو یعنی چاندی یا سونے سے کھوٹ غالب ہوا تو روپے اور اشرفیوں کے حکم میں نہیں ہیں یعنی ان کا حکم خالص چاندی یا خالص سونے کا نہیں ہی اسی وجہ سے ایسی چیزوں کو ان ہی جیسی چیزوں کے بدلے میں کمی بیشی سے بیچنا جایز ہے اور ایسے روپے یا اشرفیوں سے خرید و فروخت کرنا یا قرض لینا موافق رواج کے درست ہی اگر تو لکر لین دین کا رواج ہو تو تول سے اگر گنتی سے رواج ہو تو گنتی سے اور اگر دونوں طرح رواج ہو تو دونوں طرح جایز ہی اور ایسے روپے یا اشرفیوں کا جب تک کہیں چلن رہے تو وہ بوجہ اثمان میں سے ہونے کے معین کرنے سے معین نہیں ہوتے اور اگر رواج نہ رہے تو پھر معین کرنے سے معین ہو جائینگے **ف** ایسے مسائل میں تعیین سے یہ مراد ہوتی ہی کہ اگر کسی نے کوئی چیز اُن دس روپے میں بیچی جو مشتری لیئے کھڑا ہی تو یہ تعیین فضول ہی یعنی مشتری کو یہی روپے دینے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُسے اختیار ہی کہ چاہے یہ دیدے چاہے اُنکو رکھ لے اور ایسے ہی دیدے اگرچہ بائع نے یہ شرط ہی کر لی ہو کہ میں ان ہی روپے سے بیچتا ہوں ہاں اگر روپیہ میں چاندی کم اور ملونی زیادہ ہو تو وہ معین کرنے سے معین ہو جائیگا کیونکہ ایسا روپیہ یا جو کچھ ہی ہو ثمن کے حکم میں نہیں رہتا بلکہ مثل اسباب کے ہو جاتا ہی اور اسباب میں یہ قاعدہ ہی کہ معین

وزن میں برابر ہوں اور دونوں پر فی الحال قبضہ ہوجائے) اور اگر دونوں ہمجنس نہیں ہیں (مثلاً سونے کو کوئی چاندی سے بیچا ہے یا اسکا برعکس) تو اب (دونوں کا برابر ہونا ضروری نہیں بلکہ) دونوں طرف سے قبضہ ہوجانا شرط ہے بس اگر کسی نے سونا چاندی سے اٹکل کرکے بیچا (سونے کو وزن نہیں کیا) تو اگر اسی مجلس میں بائع مشتری دونوں قبضہ کرلیں تو یہ بیع درست ہے (کیونکہ اس صورت میں دو جنس ہونے کی وجہ سے فقط قبضہ ہی ہونا ضروری ہے دونوں چیزوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری نہیں) صرف کی قیمت پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے اسمیں تصرف کرنا درست نہیں ہے مثلاً کسی نے ایک اشرفی بند ۱۵؎ روپے میں بیچی اور (ابھی روپے نہیں لئے تھے کہ) ان روپیوں کا کپڑا خرید لیا تو یہ کپڑے کی بیع فاسد ہے (کیونکہ یہاں صرف کی قیمت میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف ہوگیا) اگر کسی نے ایک لونڈی ہنسلی پہنے ہوئے دو ہزار میں بیچی کہ دونوں ایک ایک ہزار کی ہیں اور مشتری نے ایک ہزار روپیہ اسی وقت دیدیا تو یہ دام ہنسلی کے شمار کیے جائینگے (تاکہ بیع درست رہے کیونکہ ہنسلی کی بیع صرف ہے اگر یہ دام لونڈی کے شمار کیے جائیں تو ہنسلی کی قیمت میں اُدھار ہونیکے باعث بیع ناجائز ہوگی) اور اگر لونڈی ہنسلی سمیت دو ہزار میں خریدی جسمیں ایک ہزار نقد ایک ہزار اُدھار تو یہ نقد (بیع درست کرنے کے لیے) ہنسلی کی قیمت شمار کیجائیگی اگر کسی نے ایک تلوار سو کو بیچی جسپر پچاس روپے کا زیور لگا ہوا ہے اور مشتری نے قیمت میں سے کل پچاس روپے نقد دئے ہیں تو یہ نقد روپے اس زیور کی قیمت شمار کیے جائینگے اگرچہ مشتری نے یہ بیان نکیا کہ یہ زیور کی قیمت کے ہیں یا چاہے یہ بھی کہدیا ہو کہ یہ روپے دونوں کی قیمت میں ہیں (دونوں صورتوں میں یہ روپیہ زیور ہی کی قیمت ٹھیریگی) اور اگر اس صورت میں بائع مشتری قبضہ کرنے سے پہلے الگ الگ ہوگئے تو اگر وہ زیور تلوار سے بلانقصان علیحدہ ہوسکتا ہے تو تلوار کی بیع درست ہوگی زیور کی نہیں ہوئی اور اگر وہ بلا نقصان علیحدہ نہیں ہوسکتا تو دونوں کی بیع باطل ہے (یعنی نہ زیور کی بیع ہوئی نہ تلوار کی) اگر کسی نے چاندی (یا سونے) کا برتن بیچا اور قیمت میں سے کچھ لے لیا اور دونوں الگ ہوگئے تو جتنی قیمت اسنے لی ہے اسمیں بیع درست ہوگئی اور یہ برتن بائع مشتری دونوں کا مشترک رہیگا اب اگر اس برتن میں تھوڑا سا کسی اور کا نکل آئے تو اب مشتری کو اختیار ہے چاہے باقی برتن کو حصہ رسد دام دیکر لے اور چاہے واپس کردے اگر کسی نے چاندی کی ڈلی بیچی ہے اسمیں کسیقدر حصہ دوسرے کا نکل آیا تو اس مشتری کو باقی کا ٹکڑا حصہ رسد دام دیکر لینا پڑیگا اُسے پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے ف ان دونوں مسئلوں میں وجہ فرق کی یہ ہے کہ برتن میں شرکت ہونے سے نقصان اور تکلیف ہوتی ہے اسوجہ سے وہاں مشتری کو اختیار دیا گیا

ملہ یعنی زیور تلوار سے بلانقصان علیحدہ ہوسکے ۱۲

کہے کہ یہ شخص میرے ذمہ ہی یا میری طرف ہی یا میں اسکا ذمہ وار ہوں یا اسکا طرفدار ہوں (تو ان سب الفاظ سے ضامنی ثابت ہوجائیگی) اور اگر یوں کہا کہ میں اسکی پہچان کا ضامن ہوں تو یہ ضمانت نہیں ہونے کی۔ اگر ضامن نے یہ شرط ٹھیرالی ہی کہ میں مکفول عنہ کو فلاں وقت ضرور حاضر کر دونگا تو اگر مکفول لہ اسوقت حاضر کرانا چاہے تو یہ فوراً حاضر کرے اگر اسنے حاضر کر دیا تو فبہا ورنہ حاکم اس ضامن کو قید کر دے اور اگر مکفول عنہ کہیں چلا گیا ہو تو اس ضامن کو حاکم اس تک جانے اور آنے کی مہلت دیدے اور جب مہلت کی مدت گذر جائے اور ضامن اسکو حاضر نہ کرے تو ضامن کو حاکم قید کر دے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہی کہ اسکی جگہ اور پتہ ہی معلوم نہیں ہی تو اب اس ضامن سے کچھ مطالبہ نہ کیا جائے اگر ضامن نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ وہاں مکفول لہ اس سے جوابدہی کر سکتا تھا مثلاً شہر میں حاضر کر دیا تو یہ ضامن ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر یہ ٹھیر گیا تھا کہ ضامن قاضی کی کچہری میں مکفول عنہ کو مکفول لہ کے سپرد کر دے تو اب اسکو کچہری ہی میں سپرد کرنا چاہیئے اور مکفول عنہ یا خود ضامن کے مرنے سے یہ ضامنی باطل ہو جاتی ہی اور مکفول لہ کے مرنے سے باطل نہیں ہوتی (بلکہ اسکے وارث یا وصی اسکے قائم مقام ہوجائینگے) اور مکفول عنہ کو مکفول لہ کے سپرد کر دینے سے ضامن بری ہو جاتا ہی اگرچہ اسنے ضامن ہوتے وقت یوں کہا ہو کہ جب میں تیرے سپرد کر دوں تو میں بری ہو جاؤں گا اور اگر مکفول عنہ خود ہی حاضر ہو جائے تب ہی ضامن ضمانت سے بری ہو جائیگا اور اگر ضامن کے وکیل نے یا اسکے قاصد نے اسکی طرف سے مکفول عنہ کو حاضر کر دیا تو تب بھی ضامن بری ہو جائیگا اور اگر ضامن نے یہ کہدیا تھا کہ اگر میں اس مکفول عنہ کو حاضر نہ کروں تو جو کچھ اسکے ذمہ ہی اسکا میں ضامن ہوں اور پھر اگلے روز اسکو حاضر نہ کیا یا وہ مکفول عنہ مر گیا تو جو کچھ اسکے ذمہ تھا وہ اس ضامن کو دینا پڑیگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر (مثلاً) سنو اشرفیوں کا دعوی کیا اور اس مدعی سے کسی نے کہا کہ اب تو مدعا علیہ کو جانے دو کل کو میں اسے حاضر کر دونگا اگر کل کو میں اسے حاضر نہ کر دوں تو یہ سو اشرفیاں میرے ذمہ رہیں پھر اگلے روز اسے حاضر نہ کیا تو یہ سنو اشرفیاں اسکے ذمہ ہونگی اور (اگر کوئی) کسی حد یا قصاص میں گرفتار ہو تو اسکو) حاضر ضامنی دینے پر مجبور نہ کیا جائے (ہاں خود ضامن دیدے تو فبہا ورنہ خیر) اور نہ ان دونوں کے مقدموں میں مدعا علیہ قید کیا جائے یہاں تک کہ دو گواہ (مستور الحال) یا ایک گواہ عادل (اسکے جرم کی) گواہی نہ دیدے (اور دوسری قسم (ضمانت) کی) مال ضامنی ہی اور وہ جائز ہے اگر ضامن کو یہ معلوم نہ ہو کہ مال کتنا ہی بشرطیکہ وہ مال (جسکا یہ ضامن ہوتا ہی) دین صحیح ہو ف دین صحیح اس دین کو کہتے ہیں کہ جو بغیر ادا کئے یا بلا قرضخواہ کے معاف کئے ذمہ سے ساقط ہی نہ ہو اس قید کے بڑھانے میں یہ فائدہ کہ اس سے بدل کتابت نکل گیا

کرنے سے معین ہو جاتا ہی شلاً اگر بائع نے کوئی چیز کسی خاص چیز کے عوض بیچی تو اب مشتری کو وہی چیز دی
اسکے بدلے میں اور نہیں دے سکتا ت اور جن چیزوں میں چاندی اور ملونی برابر ہو یا سونا اور ملونی برا
خرید و فروخت اور قرض لینے میں اُن روپے یا اشرفیوں جیسی ہیں جنمیں چاندی سونا غالب ہو اور بیع مر
اُن جیسی ہیں کہ جنمیں ملونی غالب ہو یعنی اُن کو اُنکی جنس کے ساتھ کمی بیشی سے بیع کرنا درست ہوگا لیکن
ہوتے ہی قبضہ ہونا شرط ہی اگر کسی نے ملونی کے روپیہ یا اشرفی یا رائج پیسوں سے کوئی چیز خریدی اور
بائع کو دام نہیں دیے تھے کہ اُن سکوں (یعنی پیسوں وغیرہ) کا رواج جاتا رہا تو یہ بیع باطل ہو جائیگی اور
پیسوں سے بیع کرنا جایز ہی اگرچہ معین نہ کیے ہوں (کیونکہ رائج پیسے مثل روپوں کے ہیں) اور بے چلن پیسوں
بیع درست نہیں ہی جب تک کہ انکو معین نہ کردیں اگر کسی نے پیسے قرض لیے تھے پھر اُن پیسوں کا چلن جا
تو ویسے ہی پیسے دینے واجب ہیں (یعنی ویسے ہی پیسے دیدے انکی قیمت دینی ضروری نہیں ہی اگر کسی
روپے کے نصف پیسوں سے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع درست ہی (اس صورت میں مشتری کو نصف روپے کے
ہونگے اگر کسی نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور یہ کہا کہ مجھے آٹھ آنے کے پیسے اور ایک اٹھنی رتی کم کی دیدے
ہی (کیونکہ اس صورت میں رتی کم نصف روپیہ تو رتی کم اٹھنی کے مقابلہ ہو جائیگا اور رتی زیادہ نصف روپیہ
کا عوض شمار ہوگا +

باب الكفالة

ضامن ہونے کا بیان

ت (حق) مطالبہ میں ایک کے ذمہ کے ساتھ دوسرے کے ذمہ ملا دینے کا نام (شریعت میں) کفالت ہی ف
ایک شخص کے ذمہ دس روپیہ تھے پھر دوسرے شخص نے کہا کہ یہ روپیہ میں دونگا تو اسنے اسکے ذمہ کے ساتھ اپ
ملا دیا کہ پہلے قرضخواہ پہلے ہی سے لے سکتا تھا اور اب اس سے بھی لے سکتا ہی اسی کا نام کفالت اور ضامنی
کفالت کرتا ہی اسکو کفیل کہتے ہیں اور جسکی طرف سے کرتا ہی اسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے کرتا ہی اسکو مکفول لہ
نام رکھنے ضروری ہیں کیونکہ آیندہ مسئلے انہی پر متفرع ہونگے اور اس کفالت یا ضامنی کی دو قسمیں ہیں ایک
ضامنی دوسری مال ضامنی ت اور حاضر ضامنی جایز ہی اگرچہ ایک آدمی کے کئی ضامن ہو جائیں اور یہ
اسطرح کہنے سے ہو جاتی ہی کوئی کہے کہ میں اسکی جان کا کفیل ہو گیا یا جان کی جگہ بدن کے ایسے جز کا اپنے
ضامن کہے جس سے سارا بدن مراد ہوتا ہی (مثلاً یوں کہے کہ میں اسکی روح کا یا گردن کا یا سر وغیرہ کا ضامن
ہوں) یا جزو غیر معین (یعنی آدھے تہائی یا چوتھائی) کا اپنے کو ضامن ٹھیرائے یا کہے کہ میں اسکا ضامن ہوں

مکفول عنہ جسقدر اپنے ذمہ بتائے وہی کفیل کو دینا پڑ جائے اور ضمانت مکفول عنہ کی اجازت اور بدون اجازت دونوں طرح درست ہی پس اگر کوئی مکفول کے کہنے سے ضامن ہوا تھا تو جو کچھ یہ مکفول عنہ کیطرف سے ادا کرے پھر اس سے لیلے اور اگر اسکی بدون اجازت کے ضامن ہو تھا تو اب یہ اس سے کچھ نہیں لے سکتا اور ضامن ضمانت کا روپیہ ادا کرنے سے پہلے اپنے مکفول عنہ پر تقاضا نہ کرے اور اگر مکفول لہ ضامن کے سر ہو جائے اکہ تجھسے ضمانت کا روپیہ لیے نہیں چھوڑونگا تو یہ ضامن مکفول عنہ کے سر ہو جلئے یعنی جیسا اسپر تقاضا ہوا ایسا ہی یہ مکفول عنہ پر تقاضا کرے اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو روپیہ معاف کر دیا تو ضامن بھی بری ہو جائیگا اور اگر اسکو کچھ مہلت دیدی تو ضامن کو بھی مہلت ہو جائیگی اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مکفول لہ نے ضامن کو بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا یا ضامن کو مہلت دیدی تو یہ مکفول عنہ کے لیے مہلت نہ ہوگی اگر ضامن نے یا مکفول عنہ نے روپیہ والے سے جسکے ہزار چاہتے تھے پانسو پر صلح کر لی تو ان پانسو سے ضامن اور مکفول عنہ دونوں بری ہو جائینگے اگر روپیہ والا ضامن سے کہے کہ جس روپے کا تو ضامن ہوا تہا وہ میں تجھسے لیچکا تو اب یہ ضامن مکفول عنہ سے وہ روپیہ لیلے اگرچہ اسنے دیا نہیں اور اسکی وجہ یہ ہی کہ روپیہ والا خود اقرار کر رہا ہی کہ میں تجھسے لیچکا بس اسکا اقرار کافی ہی اور اگر اسنے فقط اتنا کہا ہی کہ تو بری ہوگیا یا میں نے تجھے بری کر دیا تو اب یہ مکفول عنہ سے کچھ نہیں لے سکتا ف اسکی وجہ یہ ہی کہ پہلی صورت میں جو مدعی کیطرف سے اقرار محض تہا یہاں وہ اقرار بھی نہیں ہی غرضکہ ان دونوں صورتوں میں اقرار کے ہونے نہ ہونے سے اتنا فرق ہوگیا مترجم عفی عنہ ت اور ضمانت سے بری ہونے کو کسی شرط پر معلق کرنا باطل ہی ف مثلاً مدعی یعنی مکفول لہ نے ضامن سے یوں کہا کہ اگر فلاں شخص آجائے تو تو ضمانت سے بری ہی تو یہ تعلیق درست نہ ہوگی یعنی یہ ضامن بری نہ ہوگا عینی ت حد اور قصاص کی حاضر ضامنی باطل ہی اور اسی طرح مبیع ـ مرہون اور امانت کی بھی ضامنی باطل ہی اور قیمت کی اور مغصوب چیز کی یا ایسی چیز جو مشتری نے خریدنے کے قصد سے لے لی ہو اور بیع فاسد کی مبیع کی ضامنی درست ہی اور کرایہ کے خاص چوپائے پر لادنے کی ضمانت کرنی یا جو غلام خدمت کرنیکے لیے نوکر رکھا گیا ہو اسکے خدمت کرنیکی ضمانت کرنی باطل ہی اور مدعی یعنی مکفول لہ کے مجلس عقد میں ضمانت قبول کیے بغیر کوئی ضامنی درست نہیں ہو سکتی (یعنی حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی ہو ضمانت ہوتے وقت مدعی کے ہاں کیے بغیر نہیں ہو سکتی) ہاں اگر کوئی بیمار ہو اور اسکی طرف سے اسکا وارث ضمانت دیدے تو یہ درست ہی اور اگر کوئی مفلس کنگال مر گیا ہی اور اسکی طرف سے اسکا وارث ضامن ہوتا ہی تو اس صورت میں یہ ضمانت درست نہ ہوگی اگر وکیل اپنے موکل کے لیے اس چیز کی قیمت کا ضامن ہونے لگے جسکے بیچنے کا یہ وکیل ہے یا مضارب رب المال کے لیے مضاربت کے اسباب کی قیمت کا ضامن ہونے لگے یا دو شریکوں کے ساجھے کا غلام جو ایک

اسکی کفالت درست نہیں ہی کیونکہ وہ دین صحیح نہیں اسلیئے کہ اگر مکاتب یوں کہدے کہ میاں مجھ سے بدل کتابت
نہیں دیا جاتا تو اُسکے ذمہ سے اتنا کہتے ہی یہ روپیہ ساقط ہوجاتا ہی تو اسپر دین صحیح کی تعریف صادق نہیں آتی
عینی وضیحت اور یہ مال ضامنی یوں کہنے سے ہوجاتی ہی کہ میں اسکی طرف سے (مثلاً) ایک ہزار روپے کا
ضامن ہوں یا جو تیرا اسپر ہی اسکا ضامن ہوں یا جو اس بیع میں مبیع کا کوئی مستحق نکل آئے اسکی وجہ سے تیرا نقصان
ہو یا جو کچھ تو فلانے کے ہاتھ بیچے یا کچھ تیرا اُسکے ذمہ ثابت ہو وہ میرے ذمہ ہی یا جو کچھ تیرا فلانے نے دبا لیا ہو
وہ میرے ذمہ ہی اب اس مکفول لہ کو اختیار ہی کہ چاہے اُس ضامن سے مانگے چاہے قرضدار سے ہاں اگر ضامنی کے
وقت یہ ٹھیر گیا ہو کہ بس مکفول عنہ بری ہی اب اسپر تقاضا نہ کیا جائے (یہ درست ہی اور) اس صورت میں یہ ضمانت
حوالت ہوجائیگی جیسا کہ حوالت میں اگر یہ ٹھیر گیا ہو کہ اصل قرضخواہ پر بھی تقاضا رہے تو وہ حوالت کفالت یعنی ضمانت
ہوجاتی ہی اگر مکفول لہ (یعنی روپے والے) نے ضامن یا قرضدار دونوں میں سے کسی ایک پر تقاضا کردیا تو اسکے
دوسرے پر بھی تقاضا کرنا جایز ہی اور ضامنی کو کسی مناسب شرط پر معلق کرنا جایز ہی (اور مناسب شرط تین طرح
پر ہوتی ہی اوّل یہ کہ جو حق مکفول عنہ کے ذمہ لازم ہوا اُس کو لازم ہونے کی شرط پڑے مثلاً ضامن یوں کہے کہ
اگر مبیع کسی اور کی نکلی تو میں ضامن ہوں ف اُس صورت میں ہی کہ مکفول عنہ نے کوئی چیز بیچی ہی اور مکفول لہ نے
خریدی ہی اب اگر یہ چیز کسی اور کی نکل آئے تو مکفول لہ کے دام اس ضامن کو واپس کرنے ہونگے۔ مترجم) دوسرے
یہ کہ وہ شرط مکفول عنہ سے حق وصول ہوسکنے کا ذریعہ پڑے مثلاً ضامن نے یوں کہا کہ اگر زید جو مکفول عنہ ہی
آجائے تو میں اسکا ضامن ہوں تیسرے یہ کہ وہ شرط مکفول عنہ سے حق وصول نہ ہوسکنے کا ذریعہ پڑے مثلاً ضامن
یوں کہے کہ اگر زید جو مکفول عنہ ہی شہر سے چلا جائے تو میں ضامن ہوں (تو ضامنی میں یہ تینوں طرح کی شرطیں
درست ہیں انسے ضامنی ثابت ہوجائیگی) اور ضامنی کو نامناسب شرطوں پر معلق کرنا درست نہیں ہی مثلاً یوں
کہا کہ اگر ہوا چلی گئی تو میں ضامن ہوں (ہوا کا چلنا ضامنی کے مناسب نہیں ہی کیونکہ اسے ضامنی سے کوئی تعلق
نہیں ہی اور اگر ایسی نامناسب شرط (ضامنی میں) مقرر کرلی گئی تو وہ ضامنی درست ہی مگر ضامن کو یہ ضامنی کا
روپیہ اسی وقت دینا ہوگا (کیونکہ یہ شرط لغو ہی) پس اگر ضامن نے یوں کہا تھا کہ جو کچھ مدعی کا مدعا علیہ کے ذمہ ہو
میں اُسکا ضامن ہوں پھر مدعی نے گواہوں سے یہ ثابت کردیا کہ مدعا علیہ کے ذمہ میرا ایک ہزار روپیہ ہی تو یہ ہزار روپے
ضامن کو دینا پڑیگا اور اگر وہ گواہوں سے ثابت نہ کرسکا تو جسقدر یہ ضامن قسم کھاکے کہدے اسکا اعتبار کرلیا جائیگا
(یعنی اتنا ہی روپیہ اسکو دینا آئیگا) اور مکفول عنہ کا کہنا کفیل (یعنی ضامن) پر نہیں چل سکتا (یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ

اگر کوئی شخص دوسرے کیطرف سے اسکی زمین کے خراج کا ضامن ہوگیا یا خراج کے بدلے کوئی چیز رہن رکھدی یا دوسرے کی نوائب کا (یعنی اسکے ہالی کمیرون کی مزدوری اور مشترک نہر کے کرایہ کا) یا ایک مشترک چیز کو اسکے حصہ داروں میں تقسیم کردینے کا ضامن ہوگیا تو یہ ضمانت اور رہن سب جائز ہیں اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے لیئے فلانے کی طرف سے سو روپے کا ضامن ہوں جو اسے ایک مہینے بعد دینے تھے وہ بولا کہ مہینے بعد نہیں ابھی دینے ہیں تو اس صورت میں ضامن کا کہنا معتبر ہوگا ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور دوسرا آدمی اسکے لیئے اس بات کا ضامن ہوگیا کہ اگر یہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو قیمت کا میں ضامن ہوں پھر لونڈی کسی اور کی نکلی تو ابھی یہ مشتری ضامن سے قیمت نہ لے جبتک کہ بائع کو لونڈی کی قیمت واپس کردینے کا حکم نہ ہوجائے ؛

باب کفالۃ الرجلین والعبد عنہ

دو آدمیوں کا ضامن ہونے یا غلام کے ضامن ہونے یا غلام کیطرف سے ضامن ہونے کا بیان

ت دو شخصوں کے ذمہ کسی کا قرض ہے انمیں سے ہر ایک دوسرے کا قرضخواہ کے لیئے ضامن ہوگیا تو اب اگر انمیں سے ایک کچھ ادا کردے تو اتنا اپنے شریک سے نہ لے ہاں اگر آدھے قرض سے زیادہ ادا کردیا ہے تو اس زیادتی کو اس سے لے سکتا ہے اور اگر دو آدمی کسی تیسرے کے ضامن ہوئے تھے پھر یہ دونوں آپس میں بھی ایکدوسرے کے ضامن ہوگئے تو انمیں سے جو کچھ کوئی ادا کرے اسکا نصف دوسرے سے لیلے یا جو کچھ ادا کیا ہے سب اس اصل مکفول عنہ سے لیلے اگر اسکے کہنے سے ضمانت ہوئی ہو اور اگر مدعی انمیں سے ایک کو بری کردے تو اب مدعی سارا روپیہ دوسرے سے لے سکتا ہے اگر دو شخصوں میں شرکت مفاوضہ ہے اور دونوں مقروض ہیں پھر انہوں نے یہ شرکت توڑ ڈالی تو اب قرضخواہ ان میں سے جس سے چاہے سارا قرض وصول کرسکتا ہے اور انمیں سے ہر ایک جب تک آدھے سے زیادہ قرض ادا نہ کرے دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا **ف** شرکت مفاوضہ کی تفصیل باب الشرکت میں گذر چکی ہے یعنی اسے کہتے ہیں کہ دو شخص برابر روپیہ لگاکر تجارت کریں اور انمیں سے ایک اپنے شریک کیطرف سے کفیل اور وکیل ہو مترجم عفی عنہ **ت** اگر کسی نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی دفعہ مکاتب کردیا (مثلاً یوں کہا کہ میں نے تمہیں ایک ہزار روپے پر سال بھر کی مہلت سے مکاتب کردیا) اور پھر یہ دونوں غلام آپسمیں ایکدوسرے کے کفیل ہوگئے تو اب انمیں سے جو کچھ کوئی ادا کرے اسکا نصف دوسرے سے لیلے اور اگر (مکاتب کرنیکے بعد) ان دونوں میں سے ایک کو اسنے آزاد کردیا تو اس غلام کے حصہ کے دام جسکو اسنے آزاد نہیں کیا جس غلام سے چاہے لیلے اب اگر اس آقا نے آزاد شدہ سے لیلیئے تو وہ مکاتب سے لیلے اور اگر اسنے مکاتب ہی سے لیئے ہوں تو وہ آزاد سے کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ آزاد کے ذمہ کچھ ہی نہیں اگر کوئی

عقد میں بیچا ہو ان میں سے ایک شریک دوسرے کے لیے مشتری کیطرف سے قیمت کا ضامن ہونے لگے تو یہ تینوں ضمانتیں باطل ہیں اور عہدہ کے لفظ کے ساتھ ضمانت دینی باطل ہے **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ عہدہ کا لفظ مشترک ہے وثیقہ عقد خیار شرط حقوق وغیرہ بہت سے معنے میں مستعمل ہوتا ہے پس چونکہ اس لفظ سے ضامن کی مراد معلوم اور معین نہیں ہے لہذا یہ ضمانت درست نہ ہوگی **مت** اسی طرح مبیع کے چھڑا دینے کا ضامن ہونا بھی باطل ہے (کیونکہ چھڑا دینے کے یہ معنے ہیں کہ مبیع کو اُسکے مستحق سے چھڑا کر مشتری کے حوالے کر دے اور یہ ضامن کے قابو کی بات نہیں ہے) اور (مکاتب کیطرف سے) مال کتابت کی ضامنی بھی باطل ہے **فصل** اگر ضامن نے ابھی مدعی کو ضمانت کا روپیہ نہیں دیا تھا کہ مدعا علیہ (یعنی مکفول عنہ) نے اس ضامن کو وہ روپیہ دیدیا تو اب وہ مدعا علیہ اُس سے واپس نہ لے (کیونکہ ضامن نے اگرچہ ابھی دیا نہیں مگر اب دیدیگا) اور اگر یہ ضامن اس روپیہ سے تجارت کر کے کچھ پیدا کرے تو وہ اسی کا ہے ہاں اگر وہ نقد نہ ہو بلکہ ایسی چیز ہو جو معین ہو سکتی ہے (مثلاً گیہوں یا جو وغیرہ ہوں تو اس صورت میں اس کا) مدعا علیہ کو دیدینا مستحب ہے اگر مدعا علیہ نے اپنے ضامن سے یہ کہا کہ تو مجھ پر ایک اطلس کے تھان کی بیع عینہ کر لے اُسنے کر لی تو یہ خرید اس ضامن کی ہے اور بائع نے جو اسپر نفع لیا ہے وہ بھی اسی کے ذمہ ہے **ف** بیع عینہ اُسے کہتے ہیں کہ ایک کپڑا کسی سے بیس روپے میں اُدھار خرید کر کسی کے ہاتھ پندرہ میں نقد بیچدے تو اس صورت میں یہ خرید اور جو اسمیں نقصان ہو ضامن کے ذمہ ہے کیونکہ یہ ضامن مکفول عنہ کے اتنا کہنے سے اسکا وکیل نہیں ہو جاتا تاکہ نفع نقصان مکفول عنہ کے ذمہ رہے یعنی ملخصاً **ت** اگر کوئی کسی کا اس طرح ضامن ہوا کہ جو کچھ مدعی کا اسکے ذمہ نکلے (اسکا میں ضامن ہوں) یا جو کچھ اس سے حاکم دلائے (اُسکا میں ضامن ہوں) پھر مدعا علیہ کہیں چلا گیا اور مدعی نے ضامن پر اس مضمون کے گواہ پیش کیے کہ مدعا علیہ کے ذمہ میرا ایک ہزار روپیہ آتا ہے تو یہ گواہ نہ سُنے جائینگے (یعنی ضامن سے یہ روپیہ نہیں دلوایا جائیگا جبتک مدعا علیہ حاضر نہو جائے) اور اگر مدعی نے اسپر گواہ پیش کیے کہ زید پر (یعنی مدعا علیہ پر جو یہاں موجود نہیں) میرا اتنا روپیہ ہے اور یہ شخص اُسکی اجازت سے اسکا ضامن ہے تو اب اس روپیہ کے دلانے کا اس ضامن اور مدعا علیہ دونوں پر حکم کر دیا جائیگا اور اگر گواہوں سے اس مدعا علیہ کی بغیر اجازت کے ضامن ہونا ثابت ہو تو اب فقط اس ضامن ہی سے روپیہ دلایا جائیگا اگر کوئی اس طور پر ضامن ہوا کہ اگر مبیع کا کوئی دعویدار نکل آئے تو اُسکی قیمت کا میں ضامن ہوں تو یہ ضمانت اس بیع کو تسلیم کر لینا اور اسکا اقبال کر لینا ہے (یعنی پھر یہ ضامن اس بیع کی بابت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری ملکیت ہے یا میں نے خریدی ہے اگر اسنے ایسا کیا تو اسکا دعویٰ رد ہوگا) ہاں ایسی صورت میں فقط بیعنامہ پر گواہی یا مہر کر دینا تسلیم کرنا نہیں ہے (یعنی گواہی یا مہر کر دینے کے بعد اگر اسنے مبیع میرا ہی ہونیکا دعویٰ کر دیا تو وہ دعویٰ قابل سماعت ہوگا

کے پاس بطور امانت کے رکھا تھا تو یہ حوالہ درست ہے اور اگر زید کے پاس سے وہ روپیہ جاتا رہا تو محتال علیہ (یعنی زید) بری ہو گیا (کیونکہ روپیہ امانۃً تھا اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا لہٰذا زید کو اپنے پاس سے نہیں دینا پڑیگا) اور ہنڈوی (کرنا اور کرانا) مکروہ ہے (ف سفاتج سفتجہ کی جمع ہے جو سفتہ کا معرب ہے اور سفتہ کھوکھلی لکڑی کو کہتے ہیں عرب میں یہ رواج تھا کہ لاٹھی وغیرہ کھوکھلی کر کے اسمیں روپیہ پیسہ رکھکر سفر میں لیجاتے تھے تاکہ کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ اسکے پاس روپیہ ہے اور راستہ میں کچھ اندیشہ نہ ہے اور چونکہ ہنڈوی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک شخص راستہ کے خطرہ کیوجہ سے کسی کو اسلیے روپیہ دیدے کہ وہ اسے اسکی جگہ واپس دیدے تو ہنڈوی اور سفتہ کے اصل معنے میں ایک مناسبت پائی گئی اسوجہ سے اب اسکے معنے ہنڈوی کے لیے جاتے ہیں اور چونکہ اسمیں ایکطرف کا فائدہ ہے لہٰذا جائز نہیں ہے عینی ملخصاً)

کتاب القضاء

قاضی ہونیکا بیان

ت قاضی وہ ہو سکتا ہے جسکی گواہی معتبر ہوتی ہو اور فاسق قاضی ہو سکتا ہے کہ وہ گواہی بھی دے سکتا ہے مگر فاسق کو قاضی کرنا مناسب نہیں ہے اگر کوئی قاضی عادل تھا (یعنی فسق و فجور کی اسمیں کوئی علامت نہ تھی) پھر وہ بسبب رشوت لینے کے فاسق ہو گیا تو ابھی عہدۂ قضا سے معزول نہیں ہو جائیگا ہاں معزول کیے جانے کے لائق بیشک ہو گا اگر کسی نے (بڑے افسر کو) رشوت دیکر عہدۂ قضا لیا تو وہ قاضی نہ ہو گا اور فاسق مفتی ہو سکتا ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ مفتی نہیں ہو سکتا اور مناسب نہیں ہے کہ قاضی بدمزاج سنگدل متکبر احمق اور اہل حق سے عناد رکھنے والا ہو بلکہ قاضی ایسا شخص ہونا چاہیے کہ اسکے محرمات سے بچنے عقل کامل ہونے اور صلاحیت سمجھ، حدیث دانی اور اسکے آثار صحابہ اور مسائل فقہ سے واقف ہونے میں لوگوں کو اعتماد ہو اور قاضی کا مجتہد ہونا بہت بہتر ہو نیکی شرط ہے (یعنی یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی مجتہد نہ ہو تو وہ قاضی ہی نہ ہو سکے بلکہ مجتہد ہونے سے قاضی میں اور زیادہ بہتری آجائیگی) اور مفتی بھی ایسا ہی ہونا مناسب ہے اور جسکو یہ اندیشہ ہو کہ (اگر مجکو کچھ حکومت ملجائے تو) مجھ سے ظلم ہو گا تو اسے قاضی ہونا (یعنی قضاۃ کا عہدہ قبول کرنا) مکروہ ہے اور جسکو یہ اندیشہ ہو اسے قاضی بننا مکروہ نہیں ہے ہاں قاضی ہو جانیکی خود خواہش نہ کرنی چاہیے بادشاہ کی طرف سے عہدۂ قضا لینا خواہ وہ عادل ہو یا ظالم ہو اور باغیوں کیطرف سے قاضی ہونا جائز ہے پس جو شخص قاضی کیا جائے اسکو چاہیے کہ لینے سے پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے اور دفتر سے مراد وہ بستے ہیں جنمیں اس قاضی کے دستخطی حکمنامے اور (مقدمات کی) مثلیں وغیرہ ہوں اور قیدیوں کو دیکھے جو قیدی کسی کے حق کا اقرار کرے یا اسکے

غلام کیطرف سے ایسے روپے کا ضامن ہوگیا جو اُسے اپنے آزاد ہونیکے بعد دینا تہا تو اُس ضامن کو یہ روپیہ ابہی دینا ہوگا اگرچہ ضامن نے یہ کہا نہ ہو کہ اب دونگا اگر کسی نے دوسرے کے غلام پر دعوی کیا کہ یہ میرا ہی اور ایک شخص اُس غلام کا ضامن ہوگیا پہر وہ غلام مرگیا اور اُس مدعی نے گواہوں سے یہ ثابت کردیا کہ یہ غلام میرا تہا تو اس ضامن کو غلام کی قیمت دینی پڑیگی اگر کسی نے ایک غلام پر کسی قدر روپے کا دعوی کیا تہا اور ایک شخص اس غلام کا حاضر ضامن ہو گیا بعد میں یہ غلام مرگیا تو یہ ضامن (ضمانت سے) بری ہوگیا (کیونکہ غلام مرنے سے بری ہوجاتا ہی اور اسکا بری ہونا ضامن کے بری ہونیکا سبب ہی) اگر کوئی غلام اپنے آقا کا اُسکے کہنے سے ضامن ہوگیا تہا پہر وہ غلام آزاد ہو گیا اور آزادی کے بعد ضمانت کا روپیہ ادا کیا یا غلام کیطرف سے اسکا آقا ضامن ہوگیا تہا اور غلام کے آزاد ہونیکے بعد آقا نے ضمانت کا روپیہ ادا کیا تو ان دونوں صورتوں میں غلام یا آقا آپس میں ایکدوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ✽

کتاب الحوالة

حوالہ کا بیان

ت (شریعت میں) ایک کے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ قرض کے منتقل ہوجانے کو حوالہ کہتے ہیں **ف** لغت میں حوالہ کے معنے پہیرنے اور نقل کرنیکے ہیں اور شریعت میں خاص قرض کے منتقل کرنیکے ہیں اسکے بعد یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ محیل اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے ذمہ سے قرضہ منتقل کرے اور محتال علیہ وہ شخص ہی جسپر قرض منتقل ہو اور محتال وہ کہ جسکا قرض ہو **م ع ت** قرض میں حوالہ درست ہی بشرطیکہ محتال اور محتال علیہ دونوں راضی ہوں اور معین (چیزوں) میں درست نہیں ہی اور جب محتال اور محتال علیہ حوالہ کو قبول کرلیں تو محیل (یعنی قرضدار) قرض سے بری ہوجائیگا اور حوالہ (طے) ہولینے کے بعد محتال (یعنی مدعی) محیل کے (یعنی اپنے قرضدار کے) سر نہ ہو ہاں اگر اسکا یہ روپیہ مارا جائے (تو پہر قرضدار سے وصول کرے) اور مارے جانیکی یہ دو صورتیں کہ یا تو محتال علیہ حوالہ کا انکار کردے اور قسم کہالے (کہ مجھے حوالہ کی خبر ہی نہیں) اور اس محتال کے پاس حوالہ کا ثبوت پیش کرنیکے گواہ نہ ہوں یا محتال علیہ مفلس کنگال ہوکے مرجائے پہر اگر محتال علیہ نے محیل سے وہ روپیہ مانگا جو اُسنے اسکے ذمہ منتقل کیا تہا اور محیل نے یہ جواب دیا کہ میں نے تو تجہسے وہ روپیہ دلوایا ہی جو میرا تیرے ذمہ قرض تہا تو (یہ جواب لغو ہوگا اور) محیل کو بقدر قرض دینا پڑیگا اور اگر محیل محتال سے کہے کہ میں نے تو حوالہ اسواسطے کیا تہا کہ تو میرا کرکے اُس سے روپیہ وصول کرے اور محتال علیہ کہے کہ نہیں تونے تو میرا روپیہ دلوایا ہی جو تیرے ذمہ قرض تہا تو اس صورت میں محیل کا کہنا معتبر ہوگا (یعنی فقط حوالہ کرنے سے محیل پر قرض ہونا ثابت نہ ہوگا) اگر کسی نے اپنے اس روپے کا حوالہ کردیا (یعنی دوسرے کو دلوادیا) جو اسکا (مثلاً) زید

حدود اور خون کے مقدموں کے سوا (اور مقدمات) میں ایک جگہ کا قاضی دوسری جگہ کے قاضی کو خط لکھ سکتا ہے پس
اگر ایک قاضی کے روبرو مدعا علیہ کی موجودگی میں گواہوں نے گواہی دیدی ہو تو یہ اس گواہی کو لکھکر اسپر اپنا حکم
فیصلہ کا لکھدے ایسے حکمنامے کو سجل کہتے ہیں اور اگر مدعا علیہ کے سامنے گواہی نہ ہوئی ہو تو اب یہ قاضی فقط گواہی
لکھدے (کہ گواہ یوں بیان کرتے ہیں) تاکہ (دوسرا قاضی یعنی) مکتوب الیہ اسپر فیصلہ کا حکم لگا دے اور ایسے مکتوب کو
حکمنامہ کہتے ہیں اور درحقیقت حکمنامہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گواہی کا منتقل کرنا ہے اور یہ قاضی حکمنامہ کو لکھکر گواہوں
کے روبرو پڑھے اور انکے سامنے ہی اسپر اپنی مہر کرکے انکو دیدے پھر جب یہ حکمنامہ دوسرے قاضی (یعنی مکتوب الیہ)
کے پاس پہنچے تو وہ اول اسکی مہر دیکھے اور بغیر مدعا علیہ اور گواہوں کے حاضر ہوئے اس حکمنامہ کو قبول نہ کرے پس
اگر گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ تحریر فلاں قاضی کی ہے اُسنے اپنی کچہری میں (بر سر اجلاس) ہمارے حوالے کی تھی
اور جو کچھ اسمیں لکھا ہے وہ ہمیں سُنا کر اسپر اُس قاضی نے اپنی مہر بھی کردی تھی تو اب یہ قاضی اُسکو (لیکر) کھول لے
اور مدعا علیہ کے روبرو پڑھے (تاکہ وہ سُن لے) اور جو اسمیں لکھا ہو وہ اسکے ذمہ کر دے (کہ یہ تو فوراً ادا کر) اور لکھنے
والا قاضی اگر مر گیا یا موقوف ہو گیا یا جسکو لکھا تھا وہ مر گیا تو ان تینوں صورتوں میں یہ تحریر باطل ہو جاتی ہے (قابل
اعتبار نہیں رہتی) ہاں اگر مکتوب الیہ کا نام لکھنے کے بعد اسنے یہ لکھدیا ہو کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں سے جس
قاضی کے پاس یہ تحریر پہنچے وہی اسکی تعمیل کرے (تو اب مکتوب الیہ کے مرنے سے یہ تحریر باطل نہ ہوگی) اور مدعا علیہ
کے مرنے سے یہ تحریر باطل نہیں ہوتی سوائے حدود اور خون کے اور مقدمات میں عورت کا فیصلہ کرنا جایز ہے اور کوئی
قاضی کسی کو اپنا نائب نہ کرے ہاں اگر بادشاہ نے نائب رکھنے کا اُسے اختیار دیدیا ہو تو رکھ سکتا ہے بخلاف اس شخص
کے جو جمعہ کی نماز پڑھانے پر مقرر کیا گیا ہو (کہ اُسکو بادشاہ کیطرف سے اختیار ملے بغیر بھی اپنا نائب کر دینا جایز
ہے اگر کسی قاضی کے ہاں اس سے پہلے قاضی کا حکم کی اپیل کیجائے تو یہ اُسکو بحال رکھے اگر وہ قرآن مجید اور حدیث مشہور
اور اجماع (امت کے) خلاف نہ ہو اور عقود و فسوخ میں اگر قاضی نے جھوٹی گواہی پر حکم لگا دیا تو وہ ظاہر اور باطن
دونوں میں جاری ہو جائیگا نہ املاک مرسلہ میں ف عقود سے مراد یہ معاملات ہیں جیسے خرید فروخت اور نکاح
وغیرہ اور فسوخ سے مراد ان عقود کا حکم باطل کرنا ہے جسطرح بھی ہو پس یہ طلاق - اقالہ اور رد بالعیب کو شامل ہے
پس اگر دو گواہوں نے جھوٹی گواہی دی کہ اس عورت کا نکاح اس مرد سے ہو گیا ہے اور واقع میں نہیں ہوا تھا اور
قاضی نے نکاح ہو جانے کا حکم لگا دیا یا اسی طرح بیع یا ہبہ یا طلاق وغیرہ میں جھوٹی گواہی پر حکم لگا دیا تو یہ حکم
ظاہر اور باطن یعنی عند اللہ و عند الناس دونوں میں جاری ہو جائیگا اگر نکاح کی صورت تھی تو اس عورت سے صحبت

(یہ کسی کا حق ہونا گواہوں سے ثابت ہوتا ہو اسکو بدستور قید میں رہنے دے اور اگر نہ قیدی اقرار کرے اور نہ گواہ ہوں تو قاضی ایسے قیدی کے بارہ میں ڈونڈی پٹوا دے کہ جس کسی کا اس قیدی کے ذمہ کچھ ہو یا تو وہ حاضر ہو کر اسکا ثبوت پہنچائے ورنہ ہم قیدی کو چھوڑ دینگے) اور امانتوں میں اور اوقاف کی آمدنی میں گواہوں پر یا (خود واقف اور امین کے) اقرار پر عمل کرے معزول قاضی کے کہنے پر نہ رہے ہاں اگر کوئی قاضی اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ معزول قاضی نے یہ امانتیں میرے پاس رکھوائی تہیں تو خاص ان امانتوں وغیرہ میں اُس معزول قاضی کے کہنے کا اعتبار کرے اور مسجد میں یا اپنے گھر پر (فیصلہ) کیا کرے اگر کوئی کچھ تحفہ دے اسے واپس کر دے ہاں جو اسکا رشتہ دار ہو یا ایسا شخص ہو کہ وہ اُسکے قاضی ہونیسے پہلے بھی اسکو بھیجا کرتا تہا اور نہ صرف اپنی ہی دعوت کرنے والیکی دعوت قبول کرے جنازے کے ساتھ اور بیمار کی عیادت کو جایا کرے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو برابر بٹھلائے اور دونوں کیطرف برابر توجہ کرے اور انمیں کسی سے کان میں کوئی بات نہ کرے نہ کچھ اشارے سے کہے نہ جرح قدح کا جواب سکھلائے نہ انمیں سے کسی کی دعوت کرے نہ اُنسے ہنسی مذاق کرے نہ گواہوں کو یہ پڑھائے کہ تم یوں یوں کہو

فصل اور جب مدعا علیہ پر مدعی کا حق ثابت ہو جائے تو حاکم مدعا علیہ کو حکم کرے کہ اسکا حق جو تیرے ذمہ ہے فوراً ادا کر اگر وہ انکار کرے تو اُسے قید کر دے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ حق کسی چیز کی قیمت ہو (جو مدعی نے مدعا علیہ کے ہاتھ بیچی تہی) یا قرض کا روپیہ ہو یا مہر معجل ہو یا ضامنی کا روپیہ ہو اسکے سوا اور حقوق میں اگر مدعا علیہ اپنے مفلس ہونے کا دعویٰ کرے تو اُسکو قید نہ کیا جائے ہاں اگر اسکا قرضخواہ (یعنی مدعی کسی شرعی دلیل سے) اسکے مالدار ہونیکو ثابت کر دے تو قاضی جتنے دنوں مصلحت سمجھے اُسکو قید کرے پھر لوگوں سے اسکے حال کی تحقیق کرے اگر اسکے پاس مال ہونا ظاہر نہ ہو تو چھوڑ دے مگر اُسکے قرضخواہوں کو اسپر تقاضا کرنے سے نہ روکے (بلکہ انکو اختیار ہے کہ باوجود مال نہ نکلنے کے بہی وہ جب چاہیں اسپر تقاضا کرتے رہیں اور مدعا علیہ اگر قید ہونے سے پہلے اپنے مفلس ہونے کے ثبوت میں گواہ پیش کرے تو انکو قاضی نہ سُنے اور اگر مدعا علیہ اپنی مفلسی کے گواہ لائے اور مدعی اُسکے مالدار ہونیکے تو) مالدار ہونیکے گواہ سُنے جانیکے زیادہ لائق ہیں اگر کوئی باوجود مالدار ہونیکے بہی دوسرے کا روپیہ نہ دے (بلکہ انکار کر دے) تو اُسکو قاضی ہمیشہ قید میں رکھے (جبتک وہ روپیہ ادا نہ کرے) اگر کوئی اپنی بیوی کو کھانا کپڑا نہ دے تو قاضی ایسے آدمی کو قید کر دے ہاں بیٹے کے قرضے میں باپ کو قید نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی اپنی اولاد کو روٹی کپڑا دینے سے انکار کرے تو اُسکو قید میں ڈالدیا جائے ✤

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو یا اور کسی کو خط لکھنے کا بیان

ف اگر نیچے کا مکان ایک کا ہو اور اوپر کا دوسرے کا ہو تو نیچے والا بغیر رضامندی اوپر والے کے اپنے مکان میں کھونٹی گاڑے
اور نہ طاق کھودے۔ اگر ایک لمبی گلی ہو کہ اس میں سے دوسری گلی اور نکلی ہو مگر یہ گلی دوسری طرف نہیں نکلی تو جسکا
دروازہ پہلی گلی میں ہو وہ اس دوسری گلی میں کو دروازہ نہیں کھول سکتا اسکی صورت یہ ہے

لمبی گلی — دوسری گلی

بخلاف اسکے کہ دوسری گلی گول مثل چوک کے ہو تو اس میں کو دروازہ کھول سکتا ہے اسکی صورت یہ ہے

لمبی گلی — گول گلی

ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں ہے اسپر دوسرے شخص نے یہ دعوی کیا کہ یہ مکان فلاں وقت (مثلاً
رمضان شریف میں) اسنے مجھے ہبہ کر دیا تھا اور جب اس دعوے پر گواہ طلب ہوئے تو کہا کہ اس (مدعا علیہ) نے
ہبہ کر دینے سے جب انکار کر دیا تو میں نے اس سے مول لے لیا تھا اور اس مول ہی لینے پر گواہ پیش کیے کہ جنہوں نے اس وقت
سے پہلے مول لینے کی گواہی دی جس وقت کہ ہبہ کر دینا اسنے دعوی کیا تھا مثلاً ان گواہوں نے رجب یا شعبان میں
مول لینا بیان کیا ہے تو اس صورت میں یہ گواہی نہ سنی جائیگی اور اگر گواہوں نے اس وقت کے بعد مول لینے کی گواہی دی
ہو تو گواہی سنی جائیگی ایک آدمی کے پاس ایک لونڈی ہے اس نے دوسرے سے کہا کہ یہ لونڈی مجھ سے تو نے خریدی
ہے اور وہ خریدنے سے انکاری ہے تو باوجود انکاری ہونے کے اگر یہ اس سے آیندہ جھگڑا کرنیکا قصد نہ رکھے تو اسکو اس
لونڈی سے صحبت کرنی جائز ہے ایک شخص نے کسی سے دس روپے لینے کا اقرار کرکے پھر یہ کہا کہ وہ دس روپیہ کھوٹے
تھے تو اسکے قسم کھانیکے بعد اسکا اعتبار کیا جائیگا اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ذمہ تیرا ایک ہزار روپیہ ہے اسنے
اسکے کہنے کو رد کر دیا کہ تو غلط کہتا ہے تیرے ذمہ میرا کچھ نہیں ہے پھر کہا کہ ہاں تو سچ کہتا ہے تو اب اسکے ذمہ
کچھ نہیں ہوگا ف اسکی وجہ یہ ہے کہ اقرار تو پہلا ہی تھا اسکو یہ غلط اور رد کر چکا اب دوبارہ کہنا اسکا دعوی ہے
وہ اسکو گواہوں سے ثابت کرنا چاہیے یا مقر کیطرف سے تصدیق ہونی چاہیے بلا اسکے ثبوت نہیں ہو سکتا عینی ت
ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا تھا مدعا علیہ نے یہ جواب دیا کہ میرے ذمہ تیرا کبھی کچھ نہیں ہوا اسپر مدعی نے ایک ہزار
روپیہ اسکے ذمہ ہونے پر گواہ پیش کیے اور مدعا علیہ نے وہ ہزار روپیہ ادا کر دینے یا اسکے معاف کر دینے پر گواہ پیش
کیے تو یہ مدعا علیہ کے گواہ منظور کیے جائینگے اور اگر مدعا علیہ نے یہ بھی کہدیا تھا کہ میں تجھے پہچانتا ہی نہیں ہوں تو
اس صورت میں گواہوں کا بھی اعتبار نہ رہیگا ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ اسنے اپنی لونڈی میرے ہاتھ
بیچی ہے اسنے کہا میں نے تیرے ہاتھ لونڈی کبھی نہیں بیچی اسپر مدعی نے (لونڈی کے) خریدنے پر گواہ پیش کیے (تو
قاضی نے وہ لونڈی اسے دلا دی) پھر اس لونڈی میں اسنے کوئی عیب دیکھا (اور واپس کرنیکا ارادہ کیا) تو اس وقت
اس (مدعا علیہ) بائع نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ یہ شخص اس لونڈی کے ہر عیب سے مجھے بری الذمہ کر چکا ہے تو اسکے

کرنا اور اگر کسی چیز کے بیع ہونیکی گواہی جھوٹی تھی تو بسبب اس جھوٹے مشتری کو فائدہ اٹھانا جایز ہوگا لیکن املاک مرسلہ میں یعنی
ان ملکوں کے دعوے میں کہ مدعی سبب ملک کا دعویٰ نہ کرے فقط ظاہر پر حکم ہوگا باطن میں نہ ہوگا مثلاً ایک شخص نے
ایک عورت سے اپنا نکاح ہونیکا دعویٰ کیا جو دوسرے کے نکاح میں ہی اور یہ بیان نہ کیا کہ اسکے شوہر نے اسکو چھوڑ دیا
ہی اور قاضی نے جھوٹی گواہی پر یہ عورت اسی مدعی کو دلا دی تو اس مدعی کو اس عورت سے صحبت کرنی درست نہیں
کیونکہ اسنے ملک مرسل یعنی نکاح مطلق کا دعویٰ کیا اور پہلے شوہر کی طلاق کو بیان نہیں کیا جو سبب ملک ہی اسلیے
بغیر اسکے طلاق دیے عورت اسکی نہیں ہوسکتی ٭ مسئلہ ٭ اور جو شخص موجود نہ ہو اسپر قاضی حکم نہ کرے ہاں اگر اسکا قائم
مقام حاضر ہو مثلاً اسکا وکیل یا وصی حاضر ہے یا وہ چیز جسکا غائب پر دعویٰ ہی وہ حاضر پید دعویٰ کرنے کا لازمی سبب
مثلاً ایک شخص نے ایک معین چیز کا دعویٰ کیا جو دوسرے کے قبضے میں ہی کہ یہ چیز میں نے فلاں غائب شخص سے خریدی
تو اس صورت میں فلاں غائب سے خریدنا اس حاضر پر دعویٰ ہونیکا سبب ہے اب یہ حاضر شخص حکماً قائم مقام اس
غائب کے ہوجائیگا) اور قاضی یتیم کا مال بطور قرض کے دیدے اور اسکا تمسک لکھ لے باقی وصی اور باپ کو اتنا اختیار
نہیں ہی ٭ ف ٭ یعنی وصی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ یتیم کا روپیہ خود بطور قرض کے دیدے اور نہ اتنا اختیار باپ کو ہی کہ
اپنی نابالغ اولاد کا روپیہ قرض دے ٭

باب التحکیم

پنچ بدنے کا بیان

مسئلہ ٭ دو آدمیوں نے کسی کو پنچ بدا تھا تاکہ وہ ان دونوں کا فیصلہ کردے اور اسنے مدعی سے گواہ لیکر یا مدعا علیہ کے
اقرار پر یا اسکے قسم کھانے سے انکار کر جانے پر فیصلہ کر دیا اور یہ فیصلہ حد قذف یا خون کے مقدمہ کا یا ایسی خونبہا کا
قاتل کے کنبہ پر پڑتی ہی نہیں ہی تو اسکا فیصلہ درست ہے بشرطیکہ جسکو پنچ بدا ہی وہ قاضی ہونیکی لیاقت رکھتا ہو
اسکے فیصلہ کرنے سے پہلے اگر ان دونوں پنچ بدنے والوں میں سے کوئی پھر جائے (تو کوئی حرج نہیں) اسکا پھر جانا درست
ہی اور اگر وہ فیصلہ کر چکا تو یہ فیصلہ دونوں پر لازم ہوگیا اور اس پنچ کا فیصلہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو
اسکے فیصلہ کو بحال رکھے اور اگر موافق نہ ہو تو رد کردے ۔ اگر کوئی پنچ اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کے موافق فیصلہ
کردے (کہ جسمیں انکا فائدہ ہو) تو یہ فیصلہ غلط ہوگا جیساکہ انکے لیے قاضی کا فیصلہ غلط ہوتا ہی بخلاف اسکے کہ
قاضی یا پنچ اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کے برخلاف فیصلہ کرے تو وہ صحیح ہوگا ٭

مسائل شتے

متفرق مسئلے

یا کنواری لڑکی کو یہ خبر کرنی کہ تیرا نکاح ہوگیا ہے یا ایسے مسلمان کو جو دار الحرب چھوڑ کے دار الاسلام میں آیا ہو (احکام شریعت کی) خبر دینی (کہ ان سب صورتوں میں دو آدمی مستور الحال ہونے یا ایک عادل ہونا شرط ہے) **ف** یعنی یہ شرط پوری ہونے پر ان سب صورتوں میں خبر کا ماننا لازم ہوگا مثلاً آقا کو غلام کے قصور کے بدلے تاوان دینا پڑیگا اور شفیع اگر اسوقت خاموش ہو رہا تو حق شفعہ جاتا رہیگا اور کنواری اگر خاموش ہو رہی تو نکاح صحیح ہو جائیگا اور اس مسلمان پر احکام شریعت نماز روزہ وغیرہ سب فرض ہو جائینگے **ت** اگر قاضی یا قاضی کے امین نے کسی کے غلام کو اسکے قرضخواہوں کا روپیہ ادا کرنیکی غرض سے بیچکر اسکی قیمت لیلی اور انکے پاس سے وہ قیمت جاتی رہی اور وہ غلام کسی اور کا نکل آیا (کہ اُسنے اس مشتری سے غلام چھین لیا) تو اب یہ قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہیں مشتری ان قرضخواہوں سے قیمت وصول کرلے (جنکی وجہ سے یہ غلام بکا تھا) اگر قاضی نے کسی کے وصی کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے وصیت کرنیوالے کا غلام بیچکر اسکے قرضخواہوں کا بھگتان کر دے چنانچہ اُسنے غلام بیچدیا پھر اُس غلام کا کوئی دعویدار کھڑا ہوگیا یا مشتری کے قبضہ سے پہلے غلام مرگیا اور اس وصی کے پاس سے وہ قیمت بھی جاتی رہی تو یہ مشتری وصی سے قیمت وصول کرے اور وصی قرضخواہوں سے لے (جنکے سبب سے غلام بکا تھا) اگر کوئی عادل عالم قاضی تم سے یوں کہے کہ میں نے اس شخص پر سنگسار ہونے کا یا (اسنے چوری کی تھی اسپر) ہاتھ کاٹنے کا یا (بیت) مار کا حکم لگا دیا ہے تو میرے حکم کو پورا کر دے تو تمہیں اسکا حکم پورا کر دینا جایز ہے اگر کوئی موقوف شدہ قاضی کسی سے کہے کہ میں نے جو تجھ سے ہزار روپے لیے تھے وہ میں نے زید کو دیدیے ہیں کیونکہ (فلاں مقدمہ میں) تجھ پر میں نے انکی ڈگری کی تھی اور وہ (جواب میں) کہتا ہے کہ (نہیں) تونے تو مجھ سے ظلم سے لیے تھے تو اس صورت میں قاضی کے کہنے کا اعتبار ہوگا اور اسی طرح اگر (کسی ٹنڈے سے) قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ حق کے موافق کٹوایا ہے (اور وہ کہے نہیں تونے ظلماً کٹوایا ہے تو اب بھی قاضی ہی کا کہنا معتبر ہوگا) بشرطیکہ جسکا ہاتھ کٹا ہے یا جس سے روپیہ لیا گیا ہے دونوں اس بات کے مقر ہوں کہ اُسنے قاضی ہونیکی حالت میں ہاتھ کٹوایا یا روپیہ لیا تھا ورنہ پھر قاضی کا کہنا معتبر نہوگا) ٭

کتاب الشہادۃ

(گواہی دینے کا بیان)

ت ایک واقعہ کو جیسا آنکھوں سے دیکھا ہو اسکو بیان کر دینے کا نام (شرع میں) شہادت ہے باقی محض گمان یا اٹکل سے کہنا شہادت نہیں ہو سکتا۔ اگر مدعی کسی کو شہادت کے لیے طلب کرے تو اسوقت اُسکو شہادت دینی لازم ہے (چونکہ شہادت مدعی کا حق ہے اسلیے اسکی طلبی پر موقوف ہے) اور حدود (کے مقدمات میں) شہادت کا چھپانا مستحب ہے

یہ گواہ نہیں سُنے جاینگے اور جس تمسک وغیرہ کے اخیر میں لفظ انشاء اللہ ہوگا وہ بیکار اور نکما ہے۔ اگر کوئی یہودی مرگیا بعد میں اسکی جورو نے یہ کہا کہ میں اُسکے مرنیکے بعد مسلمان ہوگئی ہوں اور سو وارث کہتے ہیں کہ تو اُسکے سامنے ہی مسلمان ہوگئی تھی تو اس صورت میں وارثوں کا کہنا معتبر ہوگا ف علم فرائض کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر دو وارثوں میں مذہب کا اختلاف ہو مثلاً باپ یہودی اور بیٹا مسلمان ہو تو ان میں ایکدوسرے کا وارث نہیں ہوا کرتا اسلیئے اس عورت کا گویا مقصود یہ ہے کہ میں اپنے شوہر کے مرنیکے وقت چونکہ یہودن ہی تھی ہم دونوں میں اسوقت مذہبی اختلاف تھا اور بعد میں میں مسلمان ہوئی ہوں لہذا مجھے شوہر کا ترکہ ملنا چاہیئے لیکن اس صورت میں وارثوں کا کہنا معتبر ہوگا اور اسے اُسکے شوہر کا ترکہ نہیں ملیگا ت اگر امین (کسی شخص کی بابت) یہ کہے کہ میرے پاس امانت رکھنے والیکا بیٹا ہے اسکے سوا اور اسکا وارث کوئی نہیں ہے تو یہ امین اُس شخص کو یہ امانت ضرور دیدے اور اگر (کچھ دنوں کے بعد) دوسرے شخص کی بابت یہ پھر کہے کہ یہ ہی اسکا بیٹا ہے اور پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے (یعنی اس بات میں اس امین کو جھوٹا بتلائے) تو وہ امانت کا روپیہ پہلے ہی کو دلایا جائیگا۔ اگر کسی کا ترکہ (اُسکے وارثوں یا) قرضخواہوں میں تقسیم کردیا گیا تو اب اُنسے اسکا ضامن نہیں لیا جائیگا (ہاں اگر کوئی وارث یا قرضخواہ نکل آیا تو اسکا حصہ دینا ہوگا) ایک شخص نے ایک مکان پر یوں دعویٰ کیا کہ یہ میری اور میرے بھائی کی جو اسوقت یہاں نہیں ہے میراث ہے اور اپنے اس دعوے پر گواہ پیش کردئے تو یہ اس مکان میں سے فقط آدھا لیلے (یعنی اس صورت میں اسے اسکے بھائی کا حصہ نہیں ملسکتا) اگر کسی نے یوں کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ مسکینوں کے لیئے صدقہ ہے تو یہ کہنا اس مال پر واقع ہوگا جسمیں زکوٰۃ واجب ہوتی ہو ف یعنی اسکا جو مال اُسکے کام میں رہتا ہو خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو مثلاً سواری کا گھوڑا یا برتنے کے برتن وغیرہ تو یہ صدقہ میں نہیں آینگے بلکہ جو اسکی حاجت سے زائد اور تجارتی مال ہو اسپر صدقہ کا حکم کیا جائیگا ت اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت (اسکے خلاف) ہر چیز میں جاری ہوگی ایک شخص کو کوئی وصیت کرکے مرگیا اور اُسنے وصیت کی خبر نہیں سُنی تو بھی (اسکا) وصی ہے (یہانتک کہ اگر وصیت کی خبر ہونیسے پہلے ہی اسنے اس میت کے ترکہ میں سے کوئی چیز بیع کردی تو بیع ہوجائیگی) بخلاف وکیل کے (کہ اگر وکیل نے وکالت کی خبر ہونے سے پہلے مؤکل کے مال میں کچھ تصرف کردیا تو وہ تصرف ناجایز ہوگا) اور اگر اسکو کسی نے وکالت کی خبر کردی تو پھر اسکا تصرف جایز ہوگا اور وکیل کا موقوف ہونا ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ ایک آدمی عادل یا دو مستور الحال یعنی جنکی حالت کی خبر نہ ہو کہ یہ عادل ہیں یا فاسق ہیں خبر نہ دیں جیسا کہ آقا کو غلام کے قصور کرنیکی خبر دینی یا شفیع کو یہ خبر دینی کہ تیرے شفعہ کی زمین فلانے کے ہاتھ بیع ہوگئی ہے

کردی ہو تو اس صورت میں یہ سب گواہیاں دینی درست اور جایز ہیں یعنی ‌م‌ع ‌ت جس کسی کے پاس (یعنی اُسکے قبضہ میں) کوئی چیز ہو سوائے غلام اور لونڈی کے تو اُسے دیکھنے والے ہیرے لیئے یہ جایز ہی کہ تو یوں گواہی دیدے کہ یہ چیز اسی کی ہی کیونکہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اگر گواہ نے کھولکر قاضی کے سامنے یہ بیان کردیا کہ میں سُنی سُنائی گواہی دیتا ہوں یا اس چیز پر قبضہ دیکھکر یہ اُسی کی بتاتا ہوں تو قاضی ایسی گواہی نہ سُنے۔ اگر کسی نے یوں گواہی دی کہ میں فلاں آدمی کے دفن ہونے میں شریک تہا یا اُسکے جنازے کی نماز میں نے پڑہی ہی تو یہ آنکھوں سے دیکھنے کی برابر ہی یہانتک کہ اگر ایسا گواہ قاضی کے روبرو کھولکر بھی یہ بیان کردے کہ میں نے لوگوں سے سُنا تہا کہ یہ جنازہ فلانے کا ہے تب بھی قاضی اسکی گواہی قبول کرلے ✝

باب من تقبل شہادتہ ومن لا تقبل

اِن لوگوں کا بیان جن کی گواہی مقبول ہوتی ہی اور جن کی مقبول نہیں ہوتی

ت اندہے و غلام اور نابالغ کی گواہی قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی ہاں اگر غلام غلامی کی حالت میں اور نابالغ نابالغی کی حالت میں گواہ بنے تھا آزاد ہونے اور بالغ ہونے کے بعد گواہی دی تو وہ مقبول ہوگی اور جو تہمت لگانے میں سزا یافتہ ہو اسکی گواہی قبول نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ توبہ بھی کرلے ہاں اگر کسی کافر کو تہمت لگانے میں سزا ہوئی ہتی پھر وہ مسلمان ہوگیا (تو اب وہ داغی نہیں رہیگا) اسکی گواہی مقبول ہوگی اولاد کی گواہی ماں باپ اور دادا دادی کے حق میں اور ماں باپ کی اولاد کے اور دادا دادی کی پوتا پوتی کے حق میں معتبر نہیں ہوسکتی (اور اسی حکم میں نانا نانی نواسہ نواسی بھی ہیں) اور نہ میاں بیوی کے حق میں اور نہ بیوی کی میاں کے حق میں اور نہ آقا کی اُسکے غلام کے اور اسکے مکاتب کے حق میں اور نہ ایک ساجہی کی دوسرے ساجہی کے حق میں اس مال کے مقدمہ میں جو انکے ساجہی کا ہو اور نہ مخنث کی اور نہ نوحہ کرنے والی اور نہ گانے بجانے والی کی اور نہ دشمن کی اگر دشمنی دنیاوی سبب سے ہو اور نہ ایسے شرابی کی جو لہو و لعب کے لیئے ہمیشہ شراب پیتا ہو اگر کسی نے دوائی کی غرض سے پی ہو تو اسکی گواہی میں کوئی ہرج نہیں) اور نہ ایسے شخص کی جو پرند باز ہو (پرند باز میں مرغباز تیتر باز بٹیر باز کبوتر باز وغیرہ وغیرہ سب آگئے) اور نہ ایسے کی جو لوگو نکو گانا سُناتا ہو اور نہ اسکی جو سزا ہو نیکے کام کرتا ہو یا حمام میں ننہانے کو ننگا ایسے تہبند جاتا ہو یا سودخوار ہو یا جوئے کے طور پر چوسر بازی یا شطرنج بازی کرتا ہو یا چوسر و شطرنج کے سبب اسکی نماز قضا ہوجاتی ہو یا جو رستہ میں پیشاب کرتا یا کھاتا پھرتا ہو یا علانیہ بزرگونکو بُرا کہتا اور گالیاں دیتا ہو اور ہر شخص کی گواہی اُسکے بہائی کے مقدمہ میں یا اُسکے چچا یا دودھ کے

چوری کی شہادت (یعنی گواہی) میں گواہ یوں کہے کہ اُسنے مال لیا یوں نہ کہے کہ اسنے چرایا (تاکہ مال کا ثبوت ہو
جائے اور اسکا ہاتھ کٹنے سے بچ جائے اور زنا کی گواہی میں (زنا کے ثبوت کے واسطے) چار مردوں کی گواہی شرط
ہے اور اسکے سوا اور حدود اور قصاص (کے ثبوت) کے لیے دو مردوں کی گواہی کافی ہے اور بچہ پیدا ہونے اور
عورت کے کنواری ہونے یا نہیں اور عورتوں کے اُن عیبوں کے مقدمات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ایک عورت کی
گواہی کافی ہے اور ان مذکورہ بالا صورتوں کے سوا اور کل مقدمات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی
کافی ہے [illegible] سب گواہیوں میں گواہی کا لفظ ہونا اور اس گواہ کا عادل (راست گو) ہونا بیشک ضروری
اور یہ ضروری (یعنی عادل [illegible]) [illegible] یوں کہے میں گواہی دیتا ہوں اگر ایسے لفظ نہ کہیگا تو اس گواہی کا اعتبار نہیں
کیا جائیگا خواہ مرد ہو یا عورت ہو اور کل حقوق (کے مقدمات) میں خفیہ اور علانیہ قاضی گواہوں کے حال کی تحقیق
کرے باقی مدعا علیہ اگر مدعی کے گواہوں کو عادل بتانے لگے تو اسکا کہنا کافی نہیں ہو سکتا ہاں گواہوں کے عادل ہونے
کی تحقیق کرنے اور قاصد ہونے اور دوسرے شخص کی زبان سمجھانے کے لیے ایک آدمی کافی ہے (یعنی اگر قاضی کے تحقیق
کرنے پر ایک آدمی نے کہدیا کہ یہ آدمی عادل ہے یا قاضی نے کسی سے یہ حال معلوم کرنیکے لیے ایک آدمی کو قاصد کر کے
بھیجا یا ایک آدمی نے دوسرے کی زبان کا ترجمہ اپنی زبان میں کر دیا تو ان تینوں صورتوں میں بھی ایک آدمی کافی ہے
دو کا ہونا ضروری نہیں) چند معاملوں مثلاً بیع - اقرار - حکم حاکم - غصب - خون کے مقدمات میں ہر آدمی کو اختیار ہے
کہ جو کچھ اُسنے دیکھا یا سُنا ہو عدالت میں جا کر کہدے اگرچہ اسپر اُسے گواہ نہ کیا گیا ہو ہاں دوسرے کی گواہی پر گواہی
دے جبتک کہ اسکو گواہ نہ بنایا جائے گواہ قاضی اور راوی کو اگر واقعہ پورے طور پر یاد نہ رہے تو فقط لکھے ہونے پر
کاربند ہونا جائز نہیں اور بلا آنکھوں سے دیکھے کسی بات کی کوئی گواہی نہ دے سوائے نسب - موت - نکاح - عورت سے صحبت
کرنا - قاضی کی قضاۃ اور اصل چیز کا وقف کرنا کہ ان (چیزوں) کو اگر کسی ایسے شخص نے اس سے بیان کیا ہو کہ جسکے نیک
ہونے پر اسے پورا بھروسہ ہے تو یہ انکی گواہی دے سکتا ہے ف نسب کی گواہی سے مراد یہ ہے مثلاً کوئی یوں گواہی
دے کہ میں نے لوگوں سے یوں سُنا ہے کہ فلاں آدمی فلانے کا بیٹا یا اُسکا بھائی ہے اور موت کی بابت یوں گواہی دے
کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ فلاں آدمی مر گیا ہے اور نکاح میں یوں کہے میں نے لوگوں سے سُنا ہے کہ فلانی عورت فلانے
کی بیوی ہے اور صحبت ہونے کی بابت یوں گواہی دے میں نے سُنا ہے کہ فلاں شخص نے فلانی عورت سے نکاح کر کے اس سے
ہم بستری کر لی ہے اور قضاۃ قاضی کی گواہی کی صورت یہ ہے یوں کہے کہ میں نے سُنا ہے کہ فلاں فلاں بادشاہ کیطرف سے
قاضی مقرر ہے اور اصل چیز کے وقف کرنے کی بابت یوں گواہی دے کہ میں نے سُنا ہے کہ فلاں شخص نے یہ زمین وقف

دو آدمیوں نے ایک ہزار کی گواہی دی ہتی پھران میں سے ایک نے یہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا ہی کر دئے ہیں تو دونوں کی گواہی ہزار میں مقبول ہوگی (کیونکہ اسپر دونوں کا اتفاق ہی) اور ایک گواہ کا یہ بیان کرنا نہیں سنا جائیگا کہ پانسو ادا کر دئے گئے ہیں ہاں اگر اسکے ساتھ دوسرا گواہ اور ملجائے (تو اسوقت چونکہ گواہی کا نصاب پورا ہوگا لہذا وہ گواہی معتبر ہوگی) اور جبتک مدعی پانسو وصول کر لینے کا اقرار نہ کرے اسنے گواہ کو گواہی دینی مناسب نہیں ہی اگر دو آدمیوں نے ایک ہزار روپیہ قرض دینے کی گواہی دی اور انہیں سے ایک نے یہ بہی کہا کہ اس قرض لینے والے نے وہ ایک ہزار ادا بہی کر دئے ہیں تو یہ گواہی ہزار روپے قرض دینے ہی پر صحیح ہوگی (کیونکہ قرض کی بابت تو حجت پوری ہی اور ادائگی کی بابت نہیں ہی) اگر دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے زید کو بقر عید کے روز مکہ میں قتل کیا ہی اور ان کے سوا اور دو نے یہ گواہی دی کہ اسی زید کو بقر عید کے دن مصر میں قتل کیا ہی تو ان چاروں گواہوں کو دھکے دے دئے جائینگے اور) یہ دونوں گواہیاں رد کر دی جائیں گی ہاں اگر پہلے دو گواہوں کی گواہی سنکر قاضی حکم لگا چکا ہو تو اب دوسری گواہی رائگاں جائیگی اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کے ایک گائے چرالنے پر گواہی دی اور اسکے رنگ میں دونوں کا اختلاف ہوگیا (کہ ایک گوری بتلاتا ہے دوسرا گہیری کہتا ہی) تو اس گواہی پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا ہاں اگر دونوں کا اختلاف نر مادہ ہونے میں ہو (کہ ایک کہے اسنے بیل چرایا ہی دوسرا کہے گائے چرائی ہی) یا غصب کے بارے میں اختلاف ہو (کہ ایک کہتا ہی اسنے چہین لی ہی دوسرا کہتا ہی کہ اسنے چرائی ہی اگرچہ رنگ بیان کرنے میں متفق ہوں) تو ان دونوں صورتوں میں گواہی قابل اعتبار نہ ہوگی اگر کسی نے ایک شخص کی یوں گواہی دی کہ اسنے فلانے کا غلام ایک ہزار میں خریدا ہی اور دوسرے گواہ نے ڈیڑھ ہزار میں خریدنا بیان کیا تو یہ انکی گواہی بیکار ہو جائیگی اور اسی طرح کتابت اور خلع کے روپیوں کی تعداد میں اگر گواہوں کا اختلاف ہو جائے تو وہ گواہی بہی بیکار ہو جائیگی لیکن اگر نکاح ہونیکے بعد تعداد مہر میں اختلاف ہو گیا تو) نکاح ایک ہزار پر صحیح ہو جائیگا مرنے والے کی چیز اسکے وارث کو نہ دلائی جائے جبتک کہ گواہوں سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شخص کا فلاں وارث مر گیا ہے اور اسنے یہ چیز اسکے لیئے میراث چہوڑی ہی یا دونوں گواہ یوں کہیں کہ یہ چیز اسکے مورث کے مرنے کے وقت اسکی ملک ہتی یا اسکے قبضہ میں ہتی یا اسنے کسی کے پاس امانت رکہوا رکہی ہتی یا اسنے کسی کو مانگے دے رکہی ہتی (ان سب صورتوں میں قاضی وہ چیز وارث کو دلا دے اور اگر کوئی مکان وغیرہ کسی کے قبضہ میں ہی اور) گواہوں نے (ایک اور شخص کی بابت) یوں گواہی دی کہ یہ مکان ایک مہینہ (یا سال بہر) سے

ماں۔ باپ یا سوتیلی بیٹی یا داماد یا بہو یا سوتیلی ماں یا بدعتیوں کے مقدمہ میں گواہی صحیح ہوگی (یعنی یہ رشتہ وغیرہ گواہی کے بارے میں کچھ مضر نہیں ہوتا) سوائے خطابیہ کے ف یعنی خطابیہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہوتے خطابیہ رافضیوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جو ابوالخطاب محمد بن ابی وہب الاجدع کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ ایک قسم کے رافضی ہیں جو اسوقت جھوٹی گواہی دینی جائز کہتے ہیں کہ جب مدعی انکے سامنے قسم کھا کر یہ کہے کہ میں اپنے دعوے میں حق پر ہوں یعنی ت ذمی کی گواہی ذمی پر اور حربی کی گواہی حربی پر جائز ہے اور حربی کی گواہی ذمی پر جائز نہیں ہے اگر کوئی کبیرہ گناہ سے بچے اور صغیرہ کا مرتکب ہو اُسکی گواہی جائز ہے اسی طرح اسکی گواہی جسکی ختنہ نہ ہوئی ہوں یا جو خصی ہو یا خنثیٰ ہو (یعنی جسکے ذکر اور فرج دونوں ہوں) اور اسی طرح اہلکاروں کی گواہی اور آزاد شدہ غلام کی اُسکے آزاد کرنیوالے کے مقدمہ میں جائز ہے اگر دو آدمی یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کو ہمارے والد نے اپنا وصی مقرر کیا تہا اور وہ شخص مدعی ہے (مگر اسکا مدعی ہے کہ ہاں مجھے اُسنے وصی کیا تہا) تو ان دونوں کی منظور ہوگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو منظور نہیں ہوگی جیسا کہ اگر دو آدمی یہ گواہی دیں کہ اس شخص کو ہمارے والد نے اپنے قرض کا روپیہ وصول کرنے کے لیے وکیل کیا تہا تو اب خواہ یہ وکیل وکالت کا اقرار کرے یا انکار کرے ان کی گواہی مقبول نہیں اور اگر گواہوں کے فاسق وغیرہ ہونے کی کوئی فضول جرح کرنے لگے تو قاضی گواہی پر جرح ہونے کو نہ سُنے اگر کسی نے گواہی دی ہتی اسکے بعد ابھی کچہری برخواست نہیں ہوئی تہی کہ اُسنے یہ بات کہی کہ گواہی میں مجھ سے کچھ غلطی ہوگئی ہے تو اسکا یہ کہنا تسلیم کیا جائیگا اگر وہ عادل ہو۔

باب الاختلاف فی الشہادۃ

گواہی میں اختلاف ہونے کا بیان

ت گواہی اگر دعوے کے موافق ہوئی تو مانی جائیگی اگر مخالف ہوئی تو نہیں مانی جائیگی ایک آدمی نے ایک گھر پر دعوی کیا کہ یہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے یا میں نے خریدا ہے اور اسکے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ہاں یہ گھر کا مالک ہے (اور یہ نہ بیان کیا کہ کس طرح مالک ہوا ہے) تو یہ گواہی لغو ہے اور اگر اسکا الٹا ہو (یعنی ایک شخص نے دعوے تو فقط مالک ہونیکا کیا تہا اور گواہوں نے مالک ہونے کا سبب بہی بیان کر دیا) تو اب گواہی لغو نہ ہوگی دونوں گواہوں کا اتفاق لفظ اور معنے دونوں میں ہونا معتبر ہے پس اگر ان میں سے ایکنے ایک ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو یہ گواہی نہیں سُنی جائیگی اور اگر ایکنے ایک ہزار کی دی ہتی اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی اور مدعی بہی ڈیڑھ ہی ہزار کا دعوی کرتا ہے تو ایک ہزار کی بابت گواہی قبول ہوگی اور اگر

اتنا کہا کہ فلاں عورت جو قبیلہ بنی تمیم سے ہی تو اتنا کہنا کافی نہیں ہوگا جبتک کہ اوپر کے قبیلہ میں سے کسی خاص خاندان میں سے اس عورت کے ہونے کو بیان نہ کردیں اور اگر کسی گواہ نے (گواہی دینے کے بعد) یہ اقرار کرلیا کہ میں نے تو جھوٹی گواہی دی تھی تو اسکی اس بیوقوفی کو سارے شہر اور بازاروں میں تشہیر کیا جائے اور (مارنے یا قید کرنے کے ساتھ) تعزیر نہ کیا جائے ؁

باب الرجوع عن الشهادة

گواہی سے پھر جانے کا بیان

ت گواہی (دیکر اس) سے پھرنا جائز نہیں ہی ہاں اگر حاکم کے سامنے کوئی پھر گیا تو اسکا پھرنا معتبر ہوگا اور اگر حاکم کے حکم دینے سے پہلے دونوں گواہ پھر جائیں تو اب حاکم انکی گواہی پر حکم نہ لگائے اور اگر حکم لگ چکا تھا تو پھر (گواہ کے پھر جانے سے) وہ حکم ٹوٹ نہیں سکتا اگر گواہی کے ذریعہ سے مدعی نے کچھ روپیہ ہتھیا لیا ہو اور پھر گواہ پھر گئے ہوں جو روپیہ انہوں نے تلف کیا ہی اسکے یہ دونوں ضامن ہو کر مدعا علیہ کو دینگے خواہ وہ کوئی قرض ہو یا کوئی معین چیز ہو اور ایک گواہ پھرا ہی تو وہ نصف روپیہ کا ضامن ہوگا اور گواہی کے نصاب کے ان گواہوں کی شمار کا اعتبار ہی جو گواہی سے نہ پھرے ہوں پھرنے والوں کی شمار کا اعتبار نہیں مثلاً (کسی مقدمہ میں) تین آدمیوں نے گواہی دی تھی اور ایک انمیں سے پھر گیا تو اسکو کچھ دینا نہیں پڑیگا (کیونکہ ابھی گواہ کا نصاب پورا ہی) اور اگر دوسرا اور پھر گیا تو اب ان دونوں (پھرنے والوں کو نصف روپیہ مدعا علیہ کو) دینا پڑیگا اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی پھر ایک عورت پھر گئی تو یہ چوتھائی مال کی ضامن ہوگی اور اگر دونوں پھر گئیں تو دونوں آدھے کی ضامن ہونگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی تھی پھر آٹھ عورتیں پھر گئیں تو ان آٹھوں پر کچھ نہیں آئیگا (پھر اگر نویں) اور پھر گئی تو اسوقت یہ نوں کی نوں چوتھائی مال کی ضامن ہونگی اور اگر عورتیں اور مرد سب ہی پھر گئے تو اسوقت اس تاوان کے (روپے وغیرہ کے جو انکی گواہی سے مدعی کو دلایا گیا ہی) چھ حصے کئے جائینگے انمیں سے ایک حصہ اس مرد پر اور پانچ حصے ان دسوں عورتوں پر (کیونکہ گواہی میں دو دو عورتیں ایک ایک مرد کے برابر ہیں) اگر دو مردوں نے ایک مرد پر یا ایک عورت پر یوں گواہی دی کہ اُسنے اپنے مہر مثل پر اپنا نکاح کرایا یا کیا ہی اور پھر دونوں پھر گئے تو ان پر مہر کا تاوان نہ آئیگا اور اگر مہر مثل سے زیادہ پر نکاح ہونا بیان کیا تھا تو دونوں اس زیادتی کے ضامن ہونگے اور بیع میں گواہ ضامن نہیں ہوتے سوائے اس نقصان کے کہ جو بیع کی قیمت میں آجائے ف یعنی مثلاً

اس شخص زندہ کے قبضہ میں ہے تو یہ گواہی رد ہوگی ہاں اگر مدعا علیہ نے بھی اسکا اقرار کر لیا کہ بیشک اسپر ایک مدت
سے اس زندہ کا قبضہ ہے یا دونوں گواہوں نے یوں گواہی دی کہ مدعا علیہ نے بھی اسکا اقرار کیا ہے کہ بیشک
مکان مدعی کے قبضہ میں ہے تو اب وہ مکان مدعی کو دلا دیا جائیگا ؀

باب الشهادة علی الشهادة

گواہی پر گواہی دینے کا بیان

ت اُن حقوق میں جو شبہ سے ساقط نہیں ہوتے (یعنی سوائے حدود اور خونی مقدمات کے) اگر دو گواہ
کی گواہیوں پر اور دو آدمی گواہی دیں تو یہ گواہی برابر مانی جائیگی (اور پہلے گواہوں کو اصلی گواہ کہا جاتا ہے ا
پچھلوں کو فرعی) اور ایک گواہ کی گواہی ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں ہوگی (بلکہ ہر ایک پر دو ہی گواہ ہونا
چاہییں) اور فرعی گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی سے یوں کہے کہ تو میری اس گواہی پر گواہ ر
میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے میرے سامنے اتنے روپے کا اقرار کیا ہے اور اس فرعی گوا
کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فرعی گواہ یوں کہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے ا
گواہی پر مجھے گواہ کیا تھا اور اسکی وہ گواہی یہ تھی کہ فلاں شخص نے اسکے سامنے اتنے روپے کا اقرار کیا
اور اسنے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری اس گواہی پر گواہ رہنا (کہ میرے سامنے فلاں شخص نے اتنے رو
کا اقرار کیا ہے) اور فرعی گواہی مقبول نہیں ہوسکتی ہاں اگر اصلی گواہ مرجائیں یا بیمار ہوجائیں یا کہیں سفر
میں چلے جائیں اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کا عادل ہونا بیان کریں تو انکی عدالت ثابت ہوجائیگی و
انکا عادل (وغیرہ) ہونا اوروں سے دریافت کیا جائے اگر اصلی گواہ گواہی سے انکار کردیں جو فرعی گواہی باطل ہو
ہوجائیگی اگر دو فرعی گواہوں نے اصلی گواہوں کی شہادت کے ذریعے سے ایک عورت پر جو فلاں شخص کی بیٹی
فلاں جگہ کی رہنے والی ہے ایک ہزار روپیہ ہونیکی گواہی دی اور دونوں نے یہ بھی کہا کہ ہم سے اصلی گواہ
نے یہ بیان کیا تھا کہ وہ اس عورت کو پہچانتے بھی ہیں اسپر مدعی فوراً ایک عورت کو لایا (کہ دیکھو یہ
وہی ہے جسکے ذمہ ہونے پر تم گواہی دینے آئے ہو) فرعی گواہوں نے کہا ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ وہ عورت ہ
یا نہیں ہے (یہ پہچان تو اصلی گواہوں کو ہے) تو اب مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو گواہ اور اس ق
کے لا جو یہ گواہی دیں کہ یہ عورت وہی ہے (جسپر یہ مقدمہ ہے) اور یہی حکم قاضی کے اُس نوشتہ کا ہے جو دو
قاضی کے پاس جائے اور اگر اصلی گواہوں نے ان دونوں صورتوں میں (اس عورت کا پتہ بتلانے کی بابت

اپنی طرف سے تصرف کرنے کے لیئے ایک غیر آدمی کو اپنا قائم مقام کر دینا بشرطیکہ جسکو وکیل کرتا ہی وہ اُن معاملات کو اچھی طرح سمجھتا ہو اگرچہ لڑکا ہی ہو یا ایسا غلام ہو جسے تجارت وغیرہ کی آقا نے اجازت نہ دی ہو اور وکیل انہیں ہوسکتا ہی جو آدمی خود طے کر سکے اور طرف ثانی کی رضامندی سے حقوق کی جوابدہی میں بھی وکیل کرنا جایز ہی مگر یہ کہ موکل بیمار ہو یا تین دن کے راستے کی مسافت سے زیادہ دور ہو یا سفر کرنے کے لیئے طیار بیٹھا ہو یا موکلہ پردہ نشین عورت ہو (تو ان چاروں صورتوں میں طرف ثانی کی رضامندی اور اجازت کی ضرورت نہیں ہی) اور کسی کا حق ادا کرنے اور اپنا حق وصول کرنے کے لیئے بھی وکیل کرنا جایز ہی ہاں اگر موکل (قاضی کی عدالت میں) موجود نہ ہو تو اسکی طرف سے حدود اور خون کے مقدمہ میں وکیل کرنا جایز نہیں ہی (اگر موکل وہاں ہو تو اسوقت جایز ہی کیونکہ اس صورت میں کل کاروبار موکل ہی کیطرف سے سمجھے جائینگے اور وکیل کا اعتبار نہیں رہیگا) اور جن معاملات کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہی (یعنی جن معاملات کو خود بطور مالک کے طے کرتا ہی) جیسے بیع کرنا ٹھیکہ دینا اور اقرار سے صلح کرنا تو ان کے حقوق بھی وکیل ہی سے متعلق ہوتے ہیں بشرطیکہ وکیل ایسا غلام یا لڑکا نہ ہو جسے معاملات طے کرنے کی اجازت نہ ملی ہو اور وہ حقوق یہ ہیں مثلاً مبیع کو مشتری کے حوالہ کرنا (اگر وکیل بائع کی طرف سے ہو) اور مبیع پر اپنا قبضہ کرنا اگر یہ مشتری کیطرف سے ہو اور مبیع کا کوئی عیب اذ نکل آئے تو بائع سے اسکی قیمت واپس لینا اور مبیع عیب دار ہو تو اُسکی بابت بائع سے جھگڑنا اور مبیع کا مالک اول ہی سے موکل ہوتا ہی اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہی کہ اگر وکیل موکل کیواسطے اپنے باپ یا بیٹے وغیرہ رشتہ دار کو (جو غلام ہیں) خرید لے تو وہ آزاد نہ ہونگے اور جن معاملات کو وکیل موکل کیطرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح خلع جان بوجھ کر خون کرنے یا انکار کرنے سے صلح کرنا تو انکے حقوق بھی موکل ہی سے متعلق ہوتے ہیں پس (اگر وکیل نے اپنے موکل کا کسی عورت سے نکاح کر دیا تو اب) مہر کا مطالبہ وکیل سے نہیں ہوسکتا اور اگر وکیل عورت کی طرف سے تھا تو اس عورت کو شوہر کے سپرد کرنا اس وکیل کے ذمہ نہیں ہی اور مشتری کو اتنا اختیار ہے کہ (اگر اسنے کوئی چیز وکیل سے خریدی ہو تو) موکل کو قیمت طلب کرنے سے روکدے اور اگر موکل ہی کو دیدی تو بھی جایز ہے بلکہ وکیل کو اس سے دوبارہ مانگنا جایز نہیں ہے ❊

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

خرید و فروخت کے واسطے وکیل کرنیکا بیان

دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی فلانی چیز بیع کردی ہے اور پھر دونوں پھر گئے تو یہ اسکی قیمت کے ضامن نہیں اور اگر وہ چیز دس روپیہ میں بیع ہوئیگی تھی اور گواہوں نے پانچ روپے میں بیع ہوئیکی گواہی دیدی پھر گواہی سے پھر گئے تو اب یہ اس کمی قیمت یعنی پانچ روپے کے ضامن ہونگے ت اور صحبت ہونے سے پہلے طلاق ہونے پر (گواہی دینے کے بعد) اگر پھر جائیں تو وہ نصف مہر کے ضامن ہوں گے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دی تھی بعد میں پھر گئے تو اب یہ کہیں کے ضامن نہیں ہونگے اور اگر غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دیکر پھر گئے تو دونوں اسکی قیمت کے ضامن ہونگے (یعنی ان دونوں کو اس غلام کی قیمت اسکے آقا کو دینی پڑیگی اور اگر کسی کی بابت خون کرنے کی گواہی دیکر پھر گئے تو دونوں پر خونبہا کا تاوان پڑیگا اور قصاص میں یہ مارے نہیں جائینگے اور اگر فرعی گواہ پھر جائیں تو یہ ضرور ضامن ہونگے (کیونکہ مال کا تلف ہونا انہی کی گواہی سے تعلق رکھتا ہے) اور اصلی گواہ اگر یوں کہدیں کہ ہم نے فرعی گواہوں کو اپنی گواہی پر گواہ نہیں کیا تھا یا کہیں کہ ہم نے انھیں گواہ تو کیا تھا مگر غلط سے کیا تھا تو ان دونوں صورتوں میں ان اصلی گواہوں پر کچھ تاوان نہ آئیگا اور اگر اصلی اور فرعی سب ہی گواہ پھر گئے تو ایسی صورت میں فقط فرعی گواہوں پر تاوان آئیگا اور فرعی گواہوں کے اس کہنے کیطرف التفات نہ کیا جائیگا کہ اصلی گواہوں نے جھوٹ بولا ہے یا انھوں نے (وہم سے) غلط کہا ہے اور جو شخص گواہوں کو عادل ہونیکی گواہی دینے کے بعد اس سے پھر جائے تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا قسم اور زنا کے ثبوت کے گواہ ضامن ہوتے ہیں احصان اور شرط ثابت کرنے کے گواہ ضامن نہیں ہوا کرتے ف یعنی اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں شخص نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں اگر مسجد جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور ان کے علاوہ اور دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص مسجد میں گیا تھا پھر یہ چاروں گواہ پھر گئے تو جنھوں نے قسم کھانے کی گواہی دی تھی انپر تاوان آئیگا اور جنھوں نے یہ شرط پوری ہونے کی گواہی دی تھی انپر کچھ نہیں آئیگا اسی طرح اگر چار گواہوں نے کسی کے زنا کرنے کی گواہی دی اور دو نے اس شخص کے محصن ہونے کی اور اس غریب کے سنگسار ہونے کے بعد یہ سب گواہ پھر گئے تو اس صورت میں زنا کی گواہی دینے والوں پر تاوان آئیگا اور محصن ہونے کی گواہی دینے والوں پر نہ آئیگا ؞

کتاب الوکالۃ

وکیل کرنے کا بیان

ت وکیل کرنا درست ہے اور وہ (اہل شریعت کی اصطلاح میں) اسے کہتے ہیں کہ جس تصرف کا آدمی خود مالک ہو اپنی

ہے تو ایسی صورت میں مؤکل کے کہنے کا اعتبار ہوگا اور اگر مؤکل نے وکیل کو قیمت دیدی تھی تو پھر وکیل کے کہنے کا اعتبار
ہوگا۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ (مثلاً) یہ غلام فلانے کے لیے تو میرے ہاتھ بیچدے اُس نے بیچدیا پھر
اس خریدنے والے نے انکار کر دیا کہ مجھے اُس نے خریدنے کے لیے نہیں کہا تھا تو اب اس سے وہی فلانا لیلے (یعنی
جس کے لیے کہکر اُسنے خرید اہے) ہاں اگر وہ فلانا بھی یوں کہے کہ میں نے اسے خریدنے کے لیے کبھی نہیں کہا تو اب وہ
نہ لے مگر یہ کہ ایسی صورت میں یہ مشتری اُسے خود ہی دیدے اگر کسی نے دو معین غلاموں کو خریدنے کے لیے
وکیل کیا اور مؤکل نے قیمت کا کچھ ذکر نہیں کیا اُس نے اسکے واسطے ان غلاموں میں سے ایک خرید لیا تو اُس
مؤکل کے لیے اُسکا یہ خریدنا صحیح ہی اور اگر دونوں کو ایک ہزار میں خریدنے کے لیے وکیل کیا تھا اور قیمت میں دونوں
برابر ہی تھے اُسنے ایک غلام پانسو میں یا اس سے کم میں خرید لیا تو یہ خریدنا بھی درست ہی (یہ مؤکل کو لینا پڑیگا)
اور اگر ایک غلام پانسو سے زیادہ کو خریدا تو یہ مؤکل کی طرف سے خریدنا نہیں ہوا ہاں اگر مؤکل کے جھگڑنے سے
پہلے دوسرے غلام کو بھی بقیہ داموں میں خرید لے تو پھر یہ ٹھیک ہو جائیگا اور اگر کوئی اس روپے سے خریدنے
کے لیے کسی کو وکیل کرے جو مؤکل کا وکیل کے ذمہ قرض ہی اور وہ خرید لے تو یہ خریدنا صحیح ہوگا اور اگر غیر معین چیز کو
اس طرح کہے تو وہ خریدنا وکیل ہی کی ہوگی اگر کسی کو ایک ہزار میں ایک لونڈی خریدنے کا وکیل کیا اور وہ ہزار
روپیہ اُسے دیدیے اُسنے خرید لی پھر (جب مؤکل کو دینے لگا تو) مؤکل نے کہا کہ یہ تو تو نے پانسو میں خریدی ہی اور
وکیل کہتا ہی میں نے ہزار میں خریدی ہی تو وکیل کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اور اگر ابھی روپے نہیں دیے تھے تو اُسوقت
مؤکل کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اگر کوئی معین چیز خریدنے کے لیے وکیل کیا تھا اور مؤکل نے قیمت معین نہیں کی
تھی پھر وکیل نے (خرید کر لا کے) کہا کہ میں نے یہ ایک ہزار میں خریدی ہی اور اسکو بائع نے بھی سچا بتلایا اور مؤکل
کہتا ہے تو نے پانسو میں خریدی ہی تو اس صورت میں ان دونوں سے قسم کھلوائینگے ایک غلام نے کسی کو اس بات کے
لیے وکیل کیا کہ تو مجھ کو میرے آقا سے ایک ہزار روپے میں خرید لے اور ہزار روپیہ اُسے دیدیے اُسنے اُسکے آقا سے
جا کر کہا کہ میں (تمہارے) اس غلام کو اسی کے لیے خریدتا ہوں آقا نے اس شرط پر بیچدیا تو یہ غلام آزاد ہو
گیا اس کی ولد اُسکے آقا کو پہنچے گی اور اگر یہ غلام کا وکیل فقط اتنا کہدے کہ میں اپنے لیے خریدتا ہوں تو یہ
غلام اسی (وکیل) خریدنے والے کا ہو جائیگا اور وہ ہزار روپیہ (جو غلام نے وکیل کو دیے تھے) اسکے آقا کے
ہونگے (کیونکہ اسکے غلام کی کمائی ہی اور اس خریدنے والے (وکیل) کے ذمہ ایک ہزار روپیہ اور ہونگے اور اگر کسی
نے دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپکو اپنے آقا سے میرے لیے خرید لے غلام نے آقا سے جا کر کہا کہ تم مجکو میرے ہی

ت اگر کسی نے (مثلاً) ہروی کپڑا خریدنے یا گھوڑا یا خچر خریدنے کے لیئے وکیل کیا تو یہ توکیل صحیح ہی مؤکل نے (ان چیزوں کی) قیمت بتلا دی یا نہ بتلا دی ہو اور اگر ایک مکان یا ایک غلام کے لیئے وکیل کیا ہی تو اگر (اندازاً) قیمت بتلا دی ہی تو وہ وکیل ہوجائیگا ورنہ وکیل نہیں ہوگا اور اگر کپڑا یا چوپایہ خریدنے کے لیئے وکیل کیا ہی (یعنی وکیل کرتے وقت فقط اتنا کہا ہی کہ تم مجھے ایک کپڑا یا چوپایہ خرید دو اور نہ کپڑے کی کچھ تفصیل کی کہ ہروی ہو یا بنارسی ہو نہ چوپائے کو کہا کہ گائے ہو یا گدھا ہو) تو یہ توکیل درست نہیں ہونے کی اگرچہ مؤکل قیمت بھی کہدے اور اگر کسی نے فقط طعام کہکر اُسکے خرید لانے کے لیئے وکیل کیا تو اس سے گیہوں یا گیہوں کا آٹا مراد ہوگا (یہاں تک کہ ان دونوں کے سوا وکیل کو اور کوئی چیز خریدنے کا اختیار نہ ہوگا) اور جب تک مبیع وکیل کے قبضہ میں رہے اسے عیب دار ہونیکے سبب سے پھیر دینے کا اختیار ہی اور اگر مؤکل کے حوالہ کرچکا تھا تو اب اسکی اجازت بغیر نہیں پھیر سکتا اور اگر وکیل نے اپنے پاس مبیع کی قیمت دیدی ہو تو وکیل اس مبیع کو قیمت وصول کرلینے کے لیئے روک سکتا ہے (یعنی روک لینا جائز ہی اگر ایسی صورت میں روکنے سے پہلے مبیع اُسکے پاس تلف ہوگئی تو یہ نقصان مؤکل کا ہوگا (اسکو قیمت دینی پڑیگی) اس مبیع کی قیمت مؤکل کے ذمہ سے ساقط نہیں ہونے کی) اور اگر وہ اسکے روکنے کے بعد تلف ہوئی ہی تو وہ مثل مبیع کے ہی بیع صرف اور بیع سلم جن میں عاقدین کے جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا ضروری ہے ان میں وکیل ہی کے جدا ہونیکا اعتبار ہوگا مؤکل کا اعتبار نہیں ہونے کا (یعنی اگر یہ دو عقد میں وکیل نے اپنے مؤکل کی موجودگی میں کیں اور قبضہ کرنے سے پہلے آپ وہاں سے چلا آیا تو وہ عقد ٹوٹ جائیگی باقی مؤکل بیٹھا رہے یا چلا آئے اُسکا کچھ اعتبار نہیں) اگر کسی نے آٹھ سیر گوشت ایک روپیہ میں خریدنے کے لیئے کسی کو وکیل کیا تھا اُس وکیل نے وہی گوشت جو اور جگہ ایک روپیہ میں آٹھ سیر بکتا ہی ایک روپے کا سولہ سیر خرید لیا تو اس گوشت میں سے آٹھ آنے کا آٹھ سیر لے لینا اس مؤکل کے ذمہ ہی اور اگر کسی کو کوئی معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہی تو اب وہ وکیل یہ چیز اپنے لیئے نہ خریدے اور اگر وکیل نے خرید لی اور قیمت میں روپیہ پیسہ نہیں دیا بلکہ کوئی چیز اسباب کی قسم میں سے دی ہی یا جو قیمت مؤکل نے وکیل کو بتلائی تھی (کہ اتنے کو خریدنا) اس سے کمی یا بیشی کے ساتھ خریدا ہی تو (دونوں صورتوں میں) یہ چیز وکیل ہی کی ہوگی اور اگر وکیل کسی معین چیز کے خریدنے کے لیئے نہیں کیا گیا تھا اور اب اُسنے کوئی چیز خریدی تو یہ چیز بھی وکیل ہی کی ہوگی ہاں اگر اُسنے (خریدتے وقت) مؤکل کی نیت کرلی ہو یا مؤکل ہی کے داموں سے خریدی ہو (تو ان دونوں صورتوں میں بیشک مؤکل کی ہوگی) اور اگر وکیل نے کوئی چیز خرید کر کہے کہ میں نے اپنے مؤکل کے لیئے خریدی ہی اور مؤکل کہے (نہیں) یہ تو اپنے ہی لیے خریدی

کے سامنے کسی اجنبی نے اس کے موکل کی چیز بیچ ڈالی تھی اس وکیل نے اُس بیع کو جائز رکھا تو دونوں صورتوں میں بیع درست ہوگی اگر کسی غلام یا مکاتب یا کافر نے اپنی نابالغ بیٹی کا جو آزاد اور مسلمان تھی کسی سے نکاح کردیا یا اُسکی کوئی چیز بیچدی یا اُسکے لیے (اُسکے مال میں سے) کوئی چیز خریدی تو یہ درست نہ ہوگا (یعنی یہ نکاح یا بیع وغیرہ کچھ نہیں ہونے کا +

باب الوكالة بالخصومة والقبض

جھگڑا کرنے اور روپیہ وصول کرانے کے لیے وکیل کرنیکا بیان

ت جھگڑا کرنے یا تقاضا کرنے کے لیے جو وکیل کیا گیا ہو اُسے روپیہ وصول کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اور جو روپیہ وصول کرنے کے لیے وکیل کیا گیا اُسے تقاضا کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور جو کسی معین چیز کو قبضہ میں کرنے کے لیے وکیل کیا گیا ہو اُسے جھگڑا کرنے کا بھی اختیار نہیں ہوتا۔ اگر وصول کرنے کے وکیل پر مدعا علیہ نے اس بات کے گواہ گذارنے کہ (تیرے) موکل نے یہ چیز میرے ہاتھ بیچدی ہے تو موکل کے آنے تک مقدمہ ملتوی رہیگا اور یہی حال طلاق کا اور آزاد کرنے کا ہے ف مثلاً اگر کسی کا وکیل اپنے موکل کی جورو کہیں سفر میں لیجانا چاہے اور وہ عورت اس امر کے گواہ پیش کردے کہ تیرا موکل مجھے طلاق دے چکا ہے تو یہ مقدمہ بھی اسکے موکل کے آنے تک ملتوی رہیگا علیٰ ہذا القیاس ایک وکیل اپنے موکل کے غلام کو کہیں باہر لیجانا چاہتا تھا اس غلام نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ مجھے تیرا موکل آزاد کرچکا ہے تو اسکے موکل کے آنے تک یہ مقدمہ بھی ملتوی رہیگا یعنی ملخصاً ت اگر جھگڑے کے لیے وکیل کیا گیا تھا اُسنے قاضی کے سامنے (طرف ثانی کے حق کا) اقرار کرلیا تو اسکا اقرار صحیح اور معتبر ہے (یعنی یہ اقرار موکل کو پورا کرنا پڑیگا) اور اگر قاضی کے سامنے اقرار نہیں کیا (کسی چھوٹی عدالت میں کیا ہے) تو اسکا اعتبار نہ ہوگا اگر کوئی کسی کی طرف سے مال کا ضامن ہو تو اس ضامن کو اسی روپیہ کے وصول کرنے کے لیے وکیل کرنا باطل ہے اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کا جو یہاں نہیں ہے وکیل ہوں اُس کا قرضہ وصول کرنے کے لیے اور قرضدار اس کی تصدیق کرے (کہ بیشک تو اس کا وکیل ہے) تو اس قرضدار کو حکم ہوجائے کہ وہ اُسکو قرض کا روپیہ دیدے پس اگر وہ گیا ہوا شخص (کہ جسکا یہ اپنے کو وکیل بتاتا تھا) آگیا اور اُس نے بھی دعویٰ وکالت کی تصدیق کی تو فبہا ورنہ وہ قرضدار اب اُسے قرض کا روپیہ دوبارہ دے اور آپ اُس وکیل سے وصول کرتا پھرے اگر اسکے پاس ہو اور اگر اس کے پاس تلف ہوگیا ہو تو اب یہ اُسے کچھ نہیں ملسکتا ہاں اگر روپیہ دیتے وقت اُسنے وکیل سے کوئی ضامن لیا ہو یا اسکی وکالت پر تصدیق نہ کی ہو (بلکہ خاموش رہا ہو یا اُسے جھوٹا بتایا ہو) اور محض اُسکے دعویٰ کرنے پر اُس کو

شخص کے لیے بیچ ڈالو اُسنے بیچ ڈالا تو یہ غلام اس موکل کا ہو جائیگا (جسنے کہکر خرید وایا ہی) اور اگر اس غلام نے یوں نہیں کہا کہ فلاں شخص کے لیے بیچ ڈالو (بلکہ اتنا ہی کہا کہ مجھ کو میرے ہاتھ بیچ ڈالو اسنے بیچ ڈالا) تو یہ آزاد ہو جائیگا **فصل** خرید و فروخت کا وکیل ایسے شخص سے بیع وغیرہ کا معاملہ نہ کرے جس کے حق میں اُسکی گواہی رد ہو جاتی ہے جو بیچنے کے لیے وکیل کیا گیا ہی اسے کم قیمت پر زیادہ قیمت پر اسباب کے بدلے اور اُدھار سب طرح بیچنا جائز ہے اور خریدنے کا وکیل پوری ہی قیمت سے خرید سکتا ہے یا اتنی زیادہ دیکر جس کا لوگوں میں رواج ہو یعنی قیمت لگانے والے لوگ اُس چیز کو اتنی قیمت کی جانچتے ہوں اگر کسی نے ایک غلام بیچنے کے لیے کسی کو وکیل کیا تھا اُس نے آدھا غلام بیچدیا تو یہ بیچنا درست ہی اور خریدنے میں (اگر ایسی صورت پیش آئے تو اس کا خریدنا) موقوف رہیگا جب تک کہ وہ باقی کو بھی نہ خرید لے (یعنی اگر کسی نے ایک غلام خریدنے کے لیے کسی کو وکیل کیا تہا اُسنے آدھا غلام خرید لیا تو جب تک یہ دوسرا آدھا بھی نہ خرید لے یہ خریدنا موقوف رہیگا) اگر مشتری نے بسبب کسی عیب کے جو اُسنے گواہوں سے ثابت کر دیا ہے یا اس وکیل کے قسم کا انکار کرنے سے ثابت ہوا ہی مبیع بائع کے وکیل پر پھیر دی تو اب وکیل موکل پر پھیر دے اور یہی حکم اس صورت میں ہی کہ وکیل نے مبیع میں ایسا عیب ہونے کا اقرار کر لیا ہو جو آجکل میں نہیں ہو سکتا (بلکہ قدیمی ہی اور اس عیب کے سبب وہ چیز واپس ہو کر وکیل پر آئی تو یہ وکیل موکل کو واپس کر دے اور بائع کے وکیل نے کوئی چیز اُدھار بیچدی اسپر موکل نے اُس سے کہا کہ میں نے تو تجھے اودھار بیچنے کو کہا تھا اور وکیل کہے کہ تو نے اُدھار یا نقد کہیں کا بھی نام نہیں لیا تھا اس صورت میں موکل کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا (مگر قسم لیکر) اور اگر مضاربت میں ایسی صورت پیش آجائے تو مضارب کے کہنے کا اعتبار ہوگا اگر بائع کے وکیل نے قیمت لینے کے بدلے میں مشتری کی کوئی چیز رہن رکھ لی تھی وہ تلف ہو گئی یا مشتری سے کوئی ضامن لے لیا تھا وہ قیمت اسپر ماری گئی (یعنی وہ لاپتہ کہیں چلا گیا یا مفلس ہو کے مر گیا) تو (دونوں صورتوں میں قیمت کا) ضامن وکیل نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے دو وکیل کیے ہوں تو انمیں سے ایک اکیلا کسی معاملہ میں تصرف نہ کرے ہاں فقط جھگڑنے میں یا بغیر عوض کے طلاق دینے اور آزاد کرنے کے مقدمہ میں یا امانت واپس دینے اور قرض کا روپیہ ادا کرنے کے مقدمہ میں اور وکیل کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اپنی طرف سے اور وکیل کھڑا کر دے ہاں اگر موکل کی اجازت ہو یا اُس نے وکیل سے یوں کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے سے جس طرح مناسب سمجھے کر (تو ان صورتوں میں وکیل کو اختیار ہے کہ اور کسی کو وکیل کر لے) پس اگر اسنے موکل کی بلا اجازت وکیل کر لیا تھا اور دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کے سامنے کچھ بیع وغیرہ کا معاملہ کیا یا وکیل

چھوڑدے تو اس سے مواخذہ نہ ہو اور مدعا علیہ وہ کہ جو اسکے برخلاف ہو (یعنی جسپر دعویٰ کیا جائے اور جب وہ نہ جھگڑے تو اس سے زبردستی جواب طلب کیا جائے) اور دعویٰ اسوقت تک ٹھیک نہیں ہوتا کہ جب تک مدعی اس چیز کو (جسپر دعویٰ ہی) اس طرح نہ بیان کردے کہ اسکی جنس اور مقدار پوری معلوم ہو جائے پس اگر کسی معین چیز کا دعویٰ ہی جو اسوقت مدعا علیہ کے پاس ہی تو مدعا علیہ سے زبردستی منگائی جائے تاکہ (دعوے میں) مدعی اسکی طرف اشارہ کردے (کہ ہاں یہ چیز میری اور اسی پر میرا دعویٰ ہی) اور یہی حال گواہوں کے گواہی دینے اور مدعا علیہ سے قسم لینے کا ہی یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی مدعا علیہ اس چیز کو ضرور حاضر کردے تاکہ گواہ گواہی دیتے وقت اسکی طرف اشارہ کریں کہ ہم اسکی بابت گواہی دے رہے ہیں یا مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کے وقت جب مدعا علیہ کو قسم دلائیں تو وہ اسکی طرف اشارہ کرکے قسم کھائے کہ یہ چیز اسکی نہیں میری ہی ہاں اگر (عدالت میں) اس چیز کا حاضر کرنا مشکل ہو تو اسوقت مدعی اسکی قیمت بیان کردے (کہ میری چیز اتنی قیمت کی ہی) پس اگر کسی نے (غیر منقولی چیز مثلاً) زمین کا دعویٰ کیا تو مدعی اسکی حدود (اربعہ کو) تین حدود کا بیان کردینا بھی کافی ہی اور ان حدود کے مالکوں کا نام بھی بتلائے اور اگر وہ مشہور نہ ہوں تو انکے باپ دادوں کا نام بھی ضرور ذکر کرے اور یہ بھی بیان کرے کہ زمین جسپر میرا دعویٰ ہی بیشک مدعا علیہ کے قبضہ میں ہی اور غیر منقولی چیزیں فقط مدعی کے مدعا علیہ کی تصدیق کرلینے سے قبضہ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ قبضہ مدعی کو گواہوں سے ثابت کرنا چاہیئے یا خود قاضی کو معلوم ہو جائے (تب بھی ثابت ہو جائیگا) بخلاف منقولی چیزوں کے (کہ ان میں طرفین کے محض اقرار سے بھی ثابت ہو جائیگا) اور مدعی یہ بھی ذکر کرے کہ میں مدعا علیہ سے اس زمین کو لینا چاہتا ہوں اور اگر دعویٰ قرض کا ہی تو اسکا وصف بیان کرے (کہ فلاں قسم میں سے اور اتنی ہی) اور یہ کہ میں اس سے یہ لینا چاہتا ہوں پس اگر دعویٰ ٹھیک ہو تو قاضی اس چیز کی بابت مدعا علیہ سے جواب طلب کرے اگر وہ اسکے دعوے کا اقرار کرے تو دینے کا حکم ہو جائے اور اگر انکار کرے تو اسوقت مدعی اپنے دعوے کے گواہ پیش کرے اور اگر اسکے پاس گواہ نہ ہوں اور یہ قسم لینی چاہے تو مدعا علیہ کو قسم دی جاوے اور مدعی پر قسم نہیں آسکتی اور مطلق ملک کے دعوے میں قابض کے گواہ نہیں سنے جائینگے اور اگر قابض اور غیر قابض دونوں اپنے اپنے گواہ پیش کریں تو غیر قابض کے گواہ بہتر ہونگے (یعنی یہی سنے جائینگے اسوقت قابض کے نہیں جائینگے) اگر مدعا علیہ (سے قسم کھانے کو کہا گیا اور اس) نے ایک دفعہ صاف انکار کردیا کہ میں قسم نہیں کھاتا یا چپ ہو گیا تو (مدعی کے لیے) قاضی حکم کردے (یعنی اسے ڈگری دیدے) اور مدعا علیہ کو تین دفعہ قسم کے لیے کہنا مستحب ہے اور مدعا علیہ اگر منکر ہو تو اسے ان امور میں قاضی قسم نہ دے نکاح - رجعت - ایلار

روپیہ دیدیا ہو (ان تینوں صورتوں میں اگر وکیل کے پاس تلف ہی ہوگیا ہو تو یہ جب بھی وصول کر سکتا ہی) اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں امانت لینے کے لیے وکیل کیا گیا ہوں اور جسکے پاس امانت تھی اُسنے اُسکی تصدیق کی (اگر بیشک یہ امانت لینے کو وکیل کیا گیا ہی) تو اسکو یہ حکم نہ کیا جائے کہ امانت یہ اُس مدعی وکالت کو دیدے اور اسی طرح اگر کوئی امانت کو اُسکے مالک سے خریدنے کا دعویٰ کرکے امین سے اسکو لینا چاہے اور امین اسکی تصدیق کرے (تب بھی اُسکو دینے کا حکم نہ کیا جائے) اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اس امانت کا مالک مرگیا ہی اور یہ اسنے میرے لیے میراث چھوڑی ہے اور جسکے پاس وہ امانت تھی اُسنے اُسکی تصدیق کی تو وہ امانت اسکو دیدے اگر کسی کو ایک شخص نے اپنا روپیہ وصول کرنے کے لیے وکیل کیا اور (جب وکیل نے اُسکے قرضدار سے مانگا تو) قرضدار نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھ سے تو اصل مالک روپیہ لے چکا ہی تو اب یہ قرضدار اس وکیل کو روپیہ دیدے اور آپ اصل مالک کے سر ہو اور (اگر وہ انکار کرے) تو اُسسے قسم دلائے اگر خریدی ہوئی لونڈی میں کوئی عیب تھا اُسکے تدارک کے لیے مشتری نے کسی کو وکیل کیا اسکی درخواست پر بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب پر راضی ہوگیا تھا تو اس صورت میں یہ وکیل لونڈی کو بائع پر واپس نہ کرے یہانتک کہ مشتری قسم نہ کھالے (کہ میں اس عیب پر راضی نہ ہوا تھا اگر کھالی تو پھر جائیگی ورنہ نہیں) اگر کسی نے ایک شخص کو روپے دئے کہ یہ ہمارے بال بچوں پر خرچ کردینا اُسنے (وہ دس روپے تو اپنے پاس رکھ لیے اور) اپنے پاس سے دس روپے اُنپر خرچ کر دیئے تو یہ دس ان دس کے بدلے ہونگے

باب عزل الوکیل

وکیل کو برطرف کرنیکا بیان

مسئلہ اگر وکیل کو یہ معلوم ہوگیا کہ میرے مؤکل نے مجھے وکالت سے برطرف کر دیا ہی تو اسکی وکالت باطل ہوگئی یا وکیل یا مؤکل میں سے کوئی مرگیا یا کوئی بالکل دیوانہ ہوگیا یا مرتد ہوکے (یعنی دینِ اسلام سے پھر کے) دار الحرب میں چلا گیا یا دو ساجھیوں نے وکیل کو رکھا تھا اب وہ ساجھا ٹوٹ گیا یا مؤکل مکاتب تھا وہ کتابت کا روپیہ ادا کرنے سے عاجز ہوگیا یا مؤکل غلام تھا جسکو آقا نے تجارت کی اجازت دیدی تھی اب پھر اُسنے تجارت سے منع کر (کے اسکو مجبور کر) دیا یا جس کام کے لیے وکیل کیا تھا مؤکل اُسکو خود ہی کرنے لگا (تو ان ساتوں صورتوں میں بھی وکالت باطل ہوجائیگی)

کتاب الدعوے

دعوے کا بیان

مسئلہ جھگڑنے کے وقت کسی چیز کو اپنی بتلانے کا نام دعویٰ ہے اور مدعی وہ ہی کہ (دعویٰ کرکے جھگڑے اور) جب جھگڑا

مضبوط کرنی ہو تو اللہ کے نام کے ساتھ اُسکے اوصاف ذکر کرنے سے مضبوط کیجائے کسی وقت یا کسی جگہ کا نام
لینے سے قسم مضبوط نہیں ہوتی (مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں منبر کے پاس قسم کھاتا ہوں
تو اس سے قسم میں پختگی نہیں آئیگی اگر پختگی کرنی ہی تو یوں کہدے کہ میں اُس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جو گناہوں کا
بخشنے والا اور بندوں پر رحم فرمانے والا ہی) اور یہودی سے یوں قسم لیجائے کہ قسم ہے اُس اسکی جسنے موسیٰ
علیہ السلام پر توریت نازل کی ہی اور نصرانی سے قسم یوں لیجائے کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے عیسیٰ علیہ السلام پر
انجیل نازل کی تھی اور آتش پرست سے اس طرح کہ قسم ہے اُس اسکی جس نے آگ پیدا کی ہے اور بت پرست سے
اسہی کی قسم کھلائی جائے اور ان سب کو ان کے عبادت خانوں میں قسم نہ دی جائے اور حاصل دعویٰ پر قسم
دینی چاہیئے مثلاً بیع کے دعوے میں قسم کھانیوالا یوں کہے کہ خدا کی قسم ہم دونوں میں اب بیع نہیں ہے اور
نکاح کے دعوے میں یوں کہے کہ خدا کی قسم ہم دونوں میں اسوقت نکاح نہیں ہی اور غصب کے دعوے میں کہے خدا
کی قسم اب اُس چیز کا پھیر دینا مجھ پر واجب نہیں ہی اور طلاق کے دعوے میں کہے کہ خدا کی قسم یہ عورت اسوقت
مجھ سے بائن نہیں ہی اگر کسی نے پڑوس (ہمسائگی) کے سبب سے حق شفعہ کا دعویٰ کیا یا بائنہ طلاق والی عورت
نے عدت کے دنوں کے نفقہ کا دعویٰ کیا اور وہ مشتری یا شوہر یہ اعتقاد نہیں رکھتے (مثلاً دونوں شافعی
المذہب ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب میں نہ پڑوسی کو حق شفعہ پہنچتا ہے اور نہ بائنہ طلاق والی کا
نان نفقہ شوہر کے ذمہ ہی) تو ایسی صورت میں اس مشتری یا شوہر کو سبب پر قسم دیجائیگی (مثلاً وہ مشتری
یوں کہے خدا کی قسم یہ مکان میں نے نہیں خریدا یا شوہر قسم کھائے کہ میں نے اسے بائنہ طلاق نہیں دی) اور
اگر کسی کو ایک غلام میراث میں پہنچا تھا دوسرے شخص نے غلام پر دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا ہی تو اسکو علم پر قسم دیجائے
(یعنی مدعا علیہ یوں کہے کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ یہ غلام اسکا ہی اور اگر کسی نے ایک غلام کسی کو دیدیا یا اُسنے
خرید لیا تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو امر واقعی پر قسم دیجائیگی (جاننے نہ جاننے پر نہیں دی جائیگی
مثلاً قسم کھانے والا یوں کہے کہ خدا کی قسم یہ غلام میرا ہے اس مدعی کا نہیں ہے) اگر مدعا علیہ یعنی منکر اپنی قسم کا
بدلا دیدے یا مدعی کو کچھ دیکر قسم کی بابت اُس سے صلح کر لے تو یہ درست ہے پھر اس منکر (مدعا علیہ) کو قسم نہیں دیجائیگی۔

باب التحالف

آپس میں قسم کھلانے کا بیان

مسئلہ اگر بائع و مشتری مقدار قیمت یا مقدار مبیع میں اختلاف کریں (مثلاً بائع کہے قیمت ایک ہزار روپیہ ہے اور مشتری

کرنے کے بعد رجوع کرنا۔ لونڈی کو ام ولد کرنا۔ غلام ہونا۔ نسب ثابت ہونا۔ حق ولا۔ حد۔ لعان **ف** نکاح میں قسم نہ دلانے کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک عورت پر یہ دعوی کیا اس سے میرا نکاح ہو گیا اور عورت انکار کرتی ہی تو عورت کو قسم نہیں دینگے یا عورت نے دعوی کیا ہو اور مرد منکر ہو تو مرد کو قسم نہیں دینگے اور رجعت کی صورت یہ ہی کہ ایک عورت نے مرد پر عدت کے بعد یہ دعوی کیا کہ اسنے عدت میں مجھ سے رجعت کر لی تھی اور وہ انکار کرتا ہی تو اسوقت مرد کو قسم نہیں دینگے اور ایلاء کی صورت یہ کہ ایلاء کی مدت گذرنے کے بعد ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں نے اس عورت سے ایلاء کی مدت میں رجعت کر لی تھی اور عورت انکار کرتی ہی یا عورت دعوی کرتی ہو اور مرد منکر ہو اور ام ولد کی صورت یہ کہ ایک لونڈی نے یہ دعوی کیا کہ میرے آقا سے میرے بچہ ہوا ہی اور آقا انکار کرتا ہے تو اب آقا پر قسم نہیں ہی اور غلام ہونے کی صورت یہ ہی کہ ایک لڑکے پر جسکے باپ کا کچھ پتہ نہیں تھا کسی نے یہ دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور وہ انکار کرتا ہی تو اسپر قسم نہیں ہی اسی پر اور باقی چار صورتوں کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے یعنی الملخصات **ت** قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ منکر کو ان چھیوں مقدمات میں بھی قسم دی جائے (یعنی سوائے حد اور لعان کے اور سب میں قسم دی جائے) اور چور کو قسم دی جاے اگر وہ قسم سے انکار کرے تو وہ چوری کے مال کا ضامن ہی (اس سے زبردستی دلا یا جائے) اور اسوقت ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کسی عورت نے یہ دعوی کیا کہ میرے میاں نے مجھے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہی (اور وہ میاں طلاق دینے کا منکر ہی) تو اسکے میاں کو قسم دی جائے اگر وہ قسم سے انکار کرے تو نصف مہر کا وہ ضامن ہے (اسے دینا پڑیگا) اگر خون کے مقدمہ میں کوئی خون کرنے سے انکار کرے تو اُسے قسم دی جائے اور اگر خون کرنے میں قسم سے بھی انکار کرے تو اُسے قید کر دی جائے یہانتک کہ یا تو خون کرنے کا اقرار کرلے یا قسم کھالے اور خون کرنے کے سوا اور چیزوں میں (مثلاً ہاتھ توڑنے میں یا پیر توڑنے میں قسم سے انکار کرنے پر) قصاص ہی لیا جائے (یعنی بدلہ میں اسکا بھی ہاتھ یا پیر ہی توڑا جائے) اگر مدعی یہ کہے کہ میرے حاضر ہیں اور مدعا علیہ سے قسم کھلوائے تو مدعا علیہ کو قسم نہ دی جائے ہاں مدعا علیہ سے یوں کہا جائے کہ تین روز کے لیے تو ایک حاضر ضامن دیدے اگر وہ ضامن دینے سے انکار کرے تو مدعی اُسکے سر ہو جائے جہاں وہ مدعی اُسکے ساتھ جائے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہے تو قاضی کی کچہری کے وقت تک یہ اُسکے پیچھے لگا رہے اور قسموں میں فقط اللہ کی قسم کا اعتبار ہے (یعنی مدعا علیہ اگر قسم کھائے تو اللہ کی قسم کھائے کہ اللہ کی قسم مجھ پر مدعی کا کچھ نہیں ہی) طلاق اور آزادی کی قسم کھائے ہاں اگر مدعی اصرار کرے (کہ میں طلاق ہی کی یا آزادی ہی کی قسم کھلواؤنگا تو اُسوقت ایسی قسم کا بھی اعتبار کر لیا جائیگا اور قسم اگر زیادہ

منع ہو اسمیں ٹھیکہ لینے ہی والے کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا اور جتنا کام رہ گیا ہی اسمیں دونوں پر قسم آئیگی اور ٹھیکہ ٹوٹ جائیگا اگر میاں بیوی کے درمیان گھر کے اسباب میں جھگڑا ہو (بیوی کہے یہ سب میرا ہے میاں کہے یہ سب میرا ہے) تو ایسی صورت میں دونوں کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا یعنی جو چیز جسکے کار آمد سمجھی جائیگی اُسی کو دیجائیگی اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ دونوں کے کار آمد ہیں وہ بھی شوہر ہی کو ملیں گی اور دونوں میں سے ایک مرجائے (اور مرنے والے کا وارث دعوی کرنے لگے) تو دونوں کی کار آمد چیز زندہ کو ملیگی اور اگر دونوں میں سے ایک مملوک (یعنی غلام یا لونڈی) ہو تو اگر دونوں زندہ ہیں تو اسباب زندہ کو ملیگا اور اگر ایک مرگیا ہے تو جو زندہ ہے اسی کو ملیگا **فصل** اگر مدعا علیہ نے (مدعی کے دعوے کے جواب میں) یوں کہا کہ یہ چیز (جسکا تو دعوی کرتا ہی) میرے پاس فلاں شخص نے جو اسوقت یہاں نہیں ہی امانت رکھی ہی یا کرایہ پر دے رکھی ہی یا مانگے دے رکھی ہی یا میرے پاس رہن رکھی ہی یا میں نے اس سے زبردستی چھین لی ہی اور اپنے اس کہنے پر گواہ بھی پیش کردے تو ان پانچوں صورتوں میں مدعی کا دعوی خارج کردیا جائیگا اور اگر یوں کہے کہ میں نے فلاں آدمی سے جو اب یہاں نہیں ہی مول لی ہی یا مدعی کہے کہ یہ چیز میرے پاس سے چوری گئی ہے اور قابض کہے کہ یہ میرے پاس امانت رکھی ہے اور اسپر گواہ لے آئے تو ان دونوں صورتوں میں دعوی خارج نہ ہوگا اگر مدعی کہے کہ میں نے یہ چیز فلاں آدمی سے خریدی ہے اور قابض کہے کہ میرے پاس اُسی نے یہ امانت رکھی ہی تو اس صورت میں بھی دعوی خارج ہوجائیگا +

باب ما یدعیہ الرجلان

ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوی کرنیکا بیان

اگر ایک چیز ایک شخص کے پاس ہو اور دو مدعی کھڑے ہوکر اس کو گواہوں سے اپنی ہونا ثابت کردیں تو یہ دونوں کو نصفا نصف دلادی جائیگی اور اگر دو مدعی ایک عورت سے اپنا اپنا نکاح ہونا گواہوں سے ثابت کریں تو دونوں کے گواہوں کی گواہی رد کردی جائیگی اور وہ عورت اس کو ملیگی جسکو یہ خود ہی سچا کہے یا جسکے گواہ پہلے گذریں اور اگر کوئی چیز ایک ہی شخص سے خریدنے پر دو مدعی ہوکر گواہ پیش کردیں تو ہر ایک کو وہ چیز آدھی آدھی نصف نصف قیمت پر دلائی جائیگی چاہے ہر ایک لیلے چاہے نہ لے اور اگر مقدمہ کا فیصلہ ہونیکے بعد ایک مدعی آدھی چیز لینے سے انکار کردے تو دوسرا مدعی ساری نہیں لے سکتا اور اگر (دو مدعی تھے) دونوں نے خریدنے کی تاریخ بیان کی تو جسکی تاریخ پہلی ہوگی اُسی کو ڈگری دیجائیگی ورنہ جسکا قبضہ ہوگا اُسی کو ملیگی اور خریدنے کا دعوی اور اُسکے گواہ ہبہ کے دعوے اور اسکے گواہوں سے بہتر ہیں اور خریدنے کا دعوی اور مہر میں لینے کا دعوی دونوں برابر ہیں اور رہن ہبہ سے

کیسے پانسو ہیں یا مبیع کی بابت بائع کہے میں نے دس من گیہوں بیچے ہیں اور مشتری کہے تو نے بیس من بیچے ہیں تو ان میں سے جونسا گواہ لے آئے اُسی کے موافق حکم کر دیا جائیگا اور اگر دونوں ہی گواہ لے آئیں تو جسکے گواہوں سے زیادہ ثابت ہوگا اُسی کے موافق حکم کر دیا جائیگا۔ اور اگر دونوں گواہ نہ لا سکیں اور نہ دونوں ایک دوسرے کے کہنے پر راضی ہوں تو اب دونوں قسم کھائیں اور اول مشتری کو قسم دی جائے اور اگر دونوں میں سے ایک بھی بیع فسخ کرانا چاہے تو قاضی فسخ کردے اور جو قسم کھانے سے انکار کریگا دوسرے کا دعویٰ اسپر ثابت ہو جائیگا۔ اور اگر قیمت ادا ہونے کی مدت میں دونوں کا اختلاف ہوا مثلاً ایک کہے قیمت دس روز کے بعد دینی ٹھیری تھی دوسرا کہے مدت کچھ نہیں ٹھیری تھی یا شرط خیار میں جھگڑا ہو (ایک کہے بیع مع اختیار کے ہوئی دوسرا کہے بلا اختیار ہوئی) یا تھوڑی سی قیمت کے لینے میں اختلاف ہو (ایک کہے تو نے چوتھائی لیلی ہے دوسرا کہے میں نے کچھ بھی نہیں لی) یا مبیع تلف ہونے کے بعد مقدار قیمت میں نزاع ہو (ایک کہے قیمت دس روپے تھی دوسرا کہے پانچ روپے تھی) یا مبیع میں سے کچھ حصہ تلف ہونے کے بعد جھگڑا ہو یا (آقا اور مکاتب کے درمیان) بدل کتابت کی مقدار میں جھگڑا ہو یا بدھنی توڑ لینے کے بعد راس المال کی مقدار وغیرہ میں جھگڑا ہو تو ان سب صورتوں میں بائع مشتری کو قسم نہیں دی جائیگی اور سب صورتوں میں منکر کے کہنے کا مع قسم کے اعتبار کیا جائیگا (یعنی جب مدعی گواہ نہ لاسکا) اور اگر بیع ٹوٹنے کے بعد بائع مشتری کے درمیان قیمت کی مقدار میں نزاع ہو تو دونوں کو قسم دلائینگے اور پہلی ہی بیع پھر لوٹ آئیگی (یعنی ان کا بیع توڑنا بیکار اور بیع بدستور رہیگی) اگر میاں بیوی کا مہر کی مقدار میں جھگڑا ہو تو ان میں سے جو گواہ پیش ہوں اسی کو ڈگری دیجائیگی اور اگر دونوں گواہ پیش کردیں تو عورت کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں گواہ نہ لاسکیں تو دونوں پر قسم آئیگی (یعنی دونوں کو قسم کھانی ہوگی) اور نکاح نہیں ٹوٹیگا بلکہ مہر مثل کو حکم ٹھیرا لیا جائیگا اگر مہر مثل اتنا ہی جتنا شوہر کہتا ہے یا اس سے کم ہی تو دونوں صورتوں میں شوہر کے کہنے کے موافق حکم ہوگا اور اگر مہر مثل اتنا ہے جتنا عورت کہتی ہے یا اس سے زیادہ ہے تو دونوں صورتوں میں عورت کے کہنے کے موافق حکم ہوگا اور اگر مہر مثل دونوں کے کہنے کے بیچ بیچ میں ہی تو مہر مثل ہی کا حکم کیا جائیگا اگر ٹھیکہ دینے اور لینے والے کا ٹھیکہ کرکے روپیہ وغیرہ) میں کام پورا کرنے سے پہلے نزاع ہو جائے تو دونوں کو قسم دینگے اور بعد کام پورا کرنے کے نزاع ہونے کی صورت میں قسم نہیں دینگے اس وقت ٹھیکہ دینے والے کا کہنا مع قسم کے معتبر ہوگا اور تھوڑا سا کام کرنے کے بعد نزاع ہونا مثل سارے کام کے بعد نزاع ہونے کے ہے (یعنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ جتنا کام ہوچکا ہے اسمیں دونوں کو قسم دینی)

ہی ہاں پیدا ہوا ہمارا ہی ہے (یعنی ہر ایک مدعی یہی ثابت کرے) اور دونوں اسکے پیدا ہونے کی تاریخ بھی بیان کریں تو جسکی تاریخ اسکی عمر کے مطابق پڑیگی وہ بچہ اسی کو دلا دیا جائیگا اور اگر عمر معلوم نہ ہو سکے تو یہ بچہ دونوں کا رہیگا (کیونکہ گواہ مع تاریخ دونوں کے پاس ہیں ایک دوسرے سے بڑھا ہوا نہیں ہے) اگر ایک چیز ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور دو شخص غیر قابض اسپر مدعی ہیں انمیں سے ایک کے گواہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ چیز اصل میں ہمارے مدعی کی ہے اور اس قابض نے اسکی زبردستی دبا رکھی ہے اور دوسرے مدعی کے گواہ کہتے ہیں کہ یہ اصل میں ہمارے مدعی کی ہے اسنے اسکے پاس بطور امانت کے رکھی ہے تو دونوں کے گواہ برابر ہیں (یعنی وہ چیز انمیں سے کسی کو بھی نہیں ملیگی) اگر ایک جانور کے دو مدعی ہیں ایک اسپر سوار ہے دوسرا لگام پکڑے ہوئے ہے یا ایک کپڑے کے دو مدعی ہیں ایک پہنے ہوئے ہے دوسرا آستین پکڑے ہوئے ہے تو انمیں جو جانور پر سوار اور جو کپڑا پہنے ہوئے ہے اسکا حق ان دونوں سے زیادہ ہے (لہذا جانور سوار کو ملیگا اور کپڑا پہننے والے کا ہوگا) اگر ایک اونٹ کے دو مدعی ہوں کہ انمیں سے ایک کا اسپر بوجھ لدا ہوا ہے اور دوسرا ویسے ہی پکڑے ہوئے ہے تو یہ اونٹ بوجھ کے مالک کو ملیگا اور اگر ایک دیوار پر دو آدمیوں کا جھگڑا ہو کہ انمیں سے ایک کی چھت کی کڑیاں اسپر رکھی ہوئی ہیں (اور دوسرے کی نہیں ہیں) تو وہ دیوار ان کڑیوں والے کی ہوگی یا ایسی دیوار پر جھگڑا ہو کہ ایک کے گھر سے ملی ہوئی ہے (اور دوسرے کے سے کسی قدر علیحدہ ہے) تو وہ دیوار اسی کی ہے جسکے گھر سے ملی ہوئی ہے دوسرے کی نہیں ہے۔ ایک کپڑا ایک کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں اسکا ایک پلہ ہے تو دونوں کو آدھا آدھا بانٹ دیا جائے ایک لڑکا (ایک آدمی کے پاس) ہے جو اپنا حال (سمجھکر) کہہ سکتا ہے اب وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں آزاد ہوں (کسی کا غلام نہیں ہوں اور وہ آدمی کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے) تو لڑکے کا کہنا معتبر ہوگا اور اگر (سمجھدار لڑکا) یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں یا اپنا حال نہ کہہ سکے تو ان دونوں صورتوں میں اسی کا غلام رہیگا جسکے پاس ہے اگر ایک مکان کی دس کوٹھڑیاں ایک کے پاس ہیں اور ایک کوٹھڑی ایک کے پاس ہے تو اس مکان کا صحن (یعنی آنگن) دونوں کا آدھا آدھا ہوگا ایک زمین کے اگر دو مدعی ہیں اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ زمین میری ہے اور انمیں سے ایک نے اسمیں اینٹیں پاتھ رکھی ہیں یا مکان بنایا تھا یا اسمیں کنواں کھدوا رکھا تھا تو یہ زمین اسی کی ہے جسکے قبضہ میں ہے (یعنی جسنے اسمیں یہ تصرف کر رکھے ہیں) جیسا کہ اگر کوئی انمیں سے اس مضمون کے گواہ پیش کردے کہ یہ زمین میرے قبضہ میں ہے (تو اسی کو ملتی ہے یہی حکم اسکا بھی ہے) +

باب دعوی النسب

دعوی النسب کا بیان

بہتر ہے (یعنی اگر ایک شخص کسی چیز پر رہن کا دعویٰ کرے اور یہ میرے پاس رہن ہی اور دوسرا کہے یہ مجھے فلاں شخص نے بخشدی ہی تو رہن کا مدعی مقدم رہیگا) اگر دو شخص غیر قابض کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کرکے گواہوں سے مع تاریخ ثابت کردیں یا دونوں ایک ہی سے خریدنے کو گواہوں سے ثابت کردیں تو (دونوں صورتوں میں) جس مدعی کی تاریخ اول ہوگی اُسی کو ڈگری دیجائیگی اور اگر ایک مدعی نے ایک شخص سے خریدنا گواہوں سے ثابت کیا اور دوسرے نے دوسرے شخص سے اور دونوں نے تاریخ بھی ایک ہی بیان کی تو دونوں مدعی برابر رہیں گے (یعنی وہ چیز دونوں کو آدھی آدھی دیدیجائیگی) اگر غیر قابض نے اپنی ملکیت مع تاریخ گواہوں سے ثابت کی اور قابض کی تاریخ اس سے پہلے سے اسکی ملکیت ثابت کرتی ہی یا قابض اور غیر قابض دونوں نے اس دعویٰ پر گواہ پیش کیے کہ یہ بچہ ہمارے گھر پیدا ہوا میرے ہی جانور کا ہی یا ملکیت کے سبب پر دونوں نے گواہ گذران دیئے اور وہ سبب ہی ایسا ہی کہ دو دفعہ نہیں ہوسکتا (مثلاً گواہوں سے یہ بیان کرایا کہ یہ سوتی کپڑا اُسی نے بنا اُسی کی ملک ہے یا یہ دودھ اسی نے دوہا اسی کا ہی) یا غیر قابض نے گواہوں سے فقط اتنا ثابت کرایا کہ یہ چیز میری ہے اور قابض کے گواہوں نے یہ بیان کیا کہ ہمارے مدعی نے اس مدعی ثانی سے خریدلی ہی تو ان سب صورتوں میں قابض کی ڈگری ہوگی اگر ایک چیز پر دو مدعی ہوں ایک کہے میری ہی وہ کہے میری ہی) اور دونوں کے گواہ ایک دوسرے سے خریدنا بیان کریں (یعنی ان ہی دونوں میں سے اسکے گواہ کہیں اس سے خریدی ہی اُسکے گواہ کہیں اس سے خریدی ہی) تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہونگے اور وہ گھر وغیرہ) قابض ہی کے پاس چھوڑ دیا جائیگا اور ایک کے گواہوں کے گنتی زیادہ ہونے سے اسکے دعوے وغیرہ کو ترجیح نہیں دیجائیگی اگر ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں ہی اسپر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ اسمیں آدھا میرا ہے اور تیسرے نے دعویٰ کیا کہ سارا ہی میرا ہی اور دونوں نے گواہ بھی پیش کردیے تو ایسی صورت میں آدھے کے مدعی کو چوتھائی مکان ملیگا اور سارے کے مدعی کو باقی کے تین حصے **ف** یہ حکم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہی جس کی دلیل یہ ہی امام موصوفؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص سارے کا مدعی ہی آدھے میں تو اسکے کوئی مخالف ہی نہیں پیدا ہی لہذا آدھا مکان تو بلا نزاع اسکا ہوگا اور باقی کے آدھے میں دونوں کا نزاع چونکہ ایک درجہ کا ہی لہذا وہ آدھا دونوں میں نصفا نصف کردیا جائیگا اس حساب سے ایک کو ایک چوتھائی پہنچیگا اور دوسرے کو تین چوتھائی اور صاحبین کا مذہب یہ ہی کہ اس مکان کے تین حصے کیے جاینگے جنمیں سے ایک حصہ نصف کے مدعی کا اور دو حصے اسکے کہ جو سارے کا مدعی ہی۔ حاشیہ **ت** اور اگر وہ مکان انہی مدعیوں ہی کے قبضہ میں ہی (کہ جنمیں سے ایک آدھے کا مدعی ہی اور دوسرا سارے کا) تو مکان سارے کے مدعی کو ملجائیگا) اگر دو شخص ایک جانور کے بچہ پر اس بات کے گواہ پیش کریں کہ یہ بچہ ہمارے

ت غیر کا حق اپنے ذمہ ثابت ہونیکی خبر کرنے کو (شرع میں) اقرار کہتے ہیں (اور جسکے حق کا اقرار کرے اُسے مقرلہ
کہتے ہیں اور جو اقرار کرے اُسے مقر کہتے ہیں) اگر کوئی آزاد عاقل بالغ کسی کے حق کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہے
اگرچہ وہ گول مول ہی ہو مثلاً (یوں کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کی) کوئی چیز ہے یا کچھ حق ہے پھر اس گول مول
کو اس سے زبردستی بیان کرایا جاویگا اور بیان میں وہ ایسی چیز کہے جسکی کچھ قیمت ہی ہو پھر اگر مقرلہ اس سے زیادہ
کا دعوی کرے تو اسوقت اس مقر کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا اگر کسی نے یوں اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلانے کا مال ہے
(یہ نہیں کہا کہ کتنا ہے) اب اگر وہ ایک درہم سے کم بتلانے لگے تو اسکا اعتبار نہیں کیا جائیگا اور اگر بڑے مال کا
اقرار کیا ہے تو نصاب (زکوۃ کی مقدار) کا اقرار ثابت ہوگا اور اگر یوں اقرار کیا ہے کہ میرے ذمہ بہت بڑے مال ہیں تو اس سے تین نصابوں (کی مقدار)
کا اقرار ثابت ہوگا اور اگر اقرار میں بہت سے روپے کہے ہیں تو دس روپے کا اقرار ہے اور اگر روپے کہے ہیں (کہ میرے ذمہ فلانے کے روپے ہیں) تو یہ تین روپے
کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ میرے ذمہ اتنا روپیہ ہے تو یہ ایک روپیہ کا اقرار ہے (کیونکہ اس نے اتنے کی خود ہی روپیہ سے تشریح کردی ہے) اور اگر یوں
اقرار کیا کہ میرے ذمے اتنے اتنے ہیں تو یہ گیارہ روپے کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ اتنے اور اتنے ہیں تو یہ
اکیس روپے کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ اتنے اور اتنے اور اتنے (یعنی تیسری دفعہ میں پھر اور لایا) تو اس سے ایک سو
اکیس کا اقرار ثابت ہوگا اور اگر چوتھی دفعہ پھر اور ذکر کیا تو اس سے ایک ہزار اور بڑھ جائینگے اور اگر یوں کہا کہ
فلانے کا مجھ پر یا میری طرف اسقدر ہے تو یہ قرض کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے
گھر میں یا میرے صندوق میں یا میری ہتیلی میں فلانے کے (روپے) ہیں تو یہ امانت کا اقرار ہے اگر ایک نے دوسرے سے
کہا کہ میرا تجھ پر ایک ہزار روپیہ ہے وہ بولا کہ انکو تول لے یا کہا پرکھ لے یا کہا مجھے انکی کچھ مہلت دیدے یا کہا میں
تو وہ ادا کر چکا ہوں یا کہا میں دوسرے کا حوالہ دے چکا ہوں تو (سب صورتوں میں) یہ کہنا قرض کا اقرار ہے اور اگر
ایسا کوئی لفظ نہیں کہا جس سے اُن روپیوں کی طرف اشارہ ہو (وہ سمجھ میں آتے ہوں) تو اس صورت میں ان سب
کلمات سے اقرار ثابت نہوگا اگر کسی نے میعادی قرض کا اقرار کیا اور جسکے لیے اقرار کیا تھا اسنے دعوی کیا کہ میعادی
نہیں ابھی دینے کا ہے تو اسے ابھی دینا پڑیگا اور اسی مقرلہ کو میعاد (نہ ہونے) پر قسم دیجائیگی اور اگر کسی نے یوں کہا
کہ میرے ذمہ فلاں شخص کا ایک سو اور ایک روپیہ ہے تو اس سو سے بھی روپیہ ہی مراد ہونگے اور اگر یوں کہا کہ ایک
سو اور ایک کپڑا ہے تو سو کو اس سے بیان کرائینگے (کہ سو کہنے سے تیری کیا مراد ہے) اور اسی طرح اگر یوں کہا ہو کہ
ایک سو اور دو کپڑے ہیں (اس صورت میں بھی سو کو ہی پوچھیں گے) بخلاف اسکے کہ یوں کہا ہو کہ میرے ذمہ
ایک سو اور تین کپڑے ہیں (کہ اس اقرار میں سب کپڑے ہی مراد ہونگے) اگر کسی نے یوں اقرار کیا کہ فلانے کا میرے

ت ایک شخص نے لونڈی بیچی تھی اور مشتری کے ہاں جاکر بکنے کے وقت سے لیکر چھ مہینے سے بھی کم میں اُسکے بچہ ہوگیا اور بیچنے والے نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہونیکے باعث میرا ہی تو اسی کا ہوگا اور یہ لونڈی اسکی ام ولد ہوگی اور بیع لوٹ جائیگی اور مشتری کے دام واپس دیدیے جائینگے اگرچہ مشتری کا دعوی بائع کے ساتھ ہی ہو یا بعد میں ہوا ہو اور یہی حکم اس صورت میں ہو کہ بائع اس بچہ یا لونڈی کے مرنیکے بعد دعوی کرے بخلاف بچہ کے مرنے کے بعد دعوی ہونے کے اور دونوں کا آزاد ہونا اس حکم میں) مثل دونوں کے مرنے کے ہے **ف** یعنی اگر کسی نے لونڈی بیچی اور اُسکے چھ مہینے کم میں بچہ پیدا ہوگیا پھر لونڈی کو مشتری نے آزاد کردیا تو نسب ثابت ہونے میں اسکا حکم بھی وہی ہے جو اس لونڈی کے مرنے کیوقت حکم ہے یعنی بائع کا نسب ثابت ہوجائیگا اور اگر بچہ کو آزاد کیا اور پھر بائع نے دعوی کیا تو اب یہ بچہ اسکا نہیں ٹھیریگا **ت** اور اگر وہ چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی ہی تو اسوقت بائع کا یہ دعوی خارج کردیا جائیگا ہاں اگر مشتری ہی اسکی تصدیق کرے (تو اس صورت میں پھر وہ بائع کا بیٹا قرار دیا جائیگا) اگر دو جوڑواں بچے پیدا ہوئے اب اگر انمیں سے ایک کو کوئی یوں کہے کہ یہ میرا ہی تو دونوں اسکے ٹھیرینگے پس اگر مالک نے انمیں سے ایک بیچدیا اور مشتری نے خرید کر اُسے آزاد بھی کردیا اسکے بعد بائع نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا تو دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوجائیگا اور (مشتری کا آزاد کرنا بیکار ہوگا ایک آدمی کے پاس ایک لڑکا ہی پہلے اسنے یہ کہا کہ یہ لڑکا فلاں شخص کا بیٹا ہی پھر کہا کہ میرا ہی بیٹا ہے تو اب یہ اسکا بیٹا نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ شخص جسکا بیٹا ہونیکا اسنے اقرار کیا تھا اسکے بیٹا ہونے سے انکار بھی کرتے اگر ایک لڑکا ایک مسلمان اور ایک عیسائی کے پاس ہی عیسائی کہتا ہی یہ میرا بیٹا ہی اور مسلمان کہتا ہی میرا غلام ہے تو یہ لڑکا عیسائی کا بیٹا آزاد ہی اگر دو میاں بیوی کے پاس ایک لڑکا ہے میاں کہتے ہیں یہ میرا لڑکا اور بیوی سے ہی اور بیوی کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا دوسرے خصم سے ہی تو وہ ان دونوں کا ہوگا کسی نے ایک لونڈی خریدی تھی اسکے بچہ ہوا اور مشتری نے دعوی کیا کہ یہ میرا لڑکا ہی) پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو اب یہ مشتری اس بچے کی قیمت بھرے اور بچہ آزاد ہی اور اگر یہ بچہ مرجائے تو اسوقت بچہ کی قیمت مشتری کو نہیں دینی پڑیگی اگرچہ یہ بچہ کچھ مال بھی چھوڑ مرے (جو ورثہ ہوکر اس مشتری کو پہنچ جائے) اور اگر اس بچہ کو کسی نے قتل کردیا اور اب وہ لونڈی کسی اور کی نکلی) تو یہ (مشتری یعنی) باپ اسکی قیمت کا تاوان بھرے اور بعد میں لونڈی کے دام اور بچہ کی یہ قیمت (جو کہ جلد بھرا ہی) بائع سے بھرے باقی صحبت کی اجرت اب نہیں بھریگی (یعنی بائع نے اگر غیر کی لونڈی کا نام کرکے اس مشتری سے صحبت کی اجرت بھی لیلی ہو تو وہ اب واپس نہ ہوگی) ✢

کتاب الاقرار

اقرار کا بیان

(مثلاً کوئی یوں کہے میرے ذمہ اسکے ہزار روپے ہیں مگر دس من گیہوں کم تو یہ استثنار درست ہے) اور انکے سوا اور
چیزوں کو استثنار کرنا درست نہیں ہے ف مثلاً کسی نے یوں اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ایکہزار روپے
ہیں مگر دس تھان کم تو یہ استثنار درست نہیں ہے ت اگر کسی نے اپنے اقرار کے ساتھ انشار اللہ بھی ملا دیا
تو اسکا اقرار باطل ہوگا اگر کوئی مکان کا اقرار کرکے عمارت کو مستثنے اکرنے لگے تو (یہ استثنار درست نہیں) دونوں
چیزیں مقرلہ کی ہونگی (یعنی مکان اور عمارت دونوں دینے پڑینگے) اور اگر یوں اقرار کیا کہ اس مکان کی دیواریں
میری ہیں اور صحن تیرا ہے تو اسکے کہنے کے موافق کیا جائیگا اور اگر کسی نے یوں کہا کہ ایک غلام کی قیمت کے ایکہزار
روپے فلاں شخص کے میرے ذمہ ہیں مگر وہ غلام ابھی میں نے اس سے لیا نہیں ہے پس اگر اسنے غلام معین کر دیا
تھا اور اس شخص نے (جسکے لیئے اسنے اقرار کیا ہے) غلام اسکے حوالہ کر دیا تو ہزار روپے اسے دینے پڑینگے اور اگر
غلام نہیں دیا تو نہ دینے پڑینگے اور اگر اسنے غلام کی کچھ تعیین نہیں کی تو ہزار روپے اسے ابھی دینے لازم ہو
جائینگے جیسا کہ اگر کوئی یوں کہدے کہ شراب کی یا سور کی قیمت کے ایک ہزار روپے فلاں شخص کے میرے ذمہ
ہیں (تو مقر کے ذمہ ہزار ہو جاتے ہیں اور مقرلہ کے ذمہ شراب یا سور نہیں ہوتا) اور اگر یوں کہا کہ میرے ذمہ
ایک ہزار ہیں اسباب کی قیمت کے یا کہا اُسنے مجھے قرض دے ہیں اور وہ کھوٹے ہیں یا غیر مروج ہیں (اور مقرلہ
کہتا ہے میرے کھرے ہیں) تو مقر کو کھرے ہی دینے پڑینگے بخلاف غصب اور ودیعت کے ف یعنی اگر کوئی
یوں کہے کہ میں نے ایکہزار کھوٹے روپے اس سے چھین لیے تھے یا اُسنے کھوٹے امانت کے طور پر میرے پاس رکھے
تھے تو ان دو صورتوں میں اسکا کہنا معتبر ہوگا ت اگر کسی نے یوں کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ہزار
روپے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہا مگر اتنے (مثلاً سو یا کم و بیش) اسنے کم کر دئے تو اُسکے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا
اور اگر ساتھ نہیں کہا تو اس کہنے کا اعتبار نہیں ہونے کا اگر کسی نے ایک کپڑا چھین لینے کا اقرار کیا تھا اور پھر
عیب دار لاکے دیا (کہ تیرا یہی ہے) اور کپڑے والا کہتا ہے میرا اور تھا تو اس لانے والے کا کہنا معتبر ہوگا اگر
کسی نے (کسی سے) یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ایک ہزار روپے امانتاً لیے تھے اور وہ (میرے پاس سے) جاتے رہے ہیں
اور دوسرا کہتا ہے تو نے وہ روپے مجھ سے زبردستی چھینے تھے تو یہ روپے اقرار کرنے والے کو دینے ہونگے اگر
کسی نے (دوسرے سے) یوں کہا کہ تو نے مجھے ایک ہزار روپے امانتاً دئے تھے وہ بولا تو نے مجھ سے زبردستی چھینے
تھے تو اب اس مقر کو دینے نہیں پڑینگے (کیونکہ مقر نے خود لینے کا اقرار نہیں کیا) اگر (مثلاً) زید نے عمرو سے
کہا کہ میری یہ چیز تیرے پاس امانت تھی اب میں نے لیلی ہے عمرو بولا (تو جھوٹا ہے) یہ تو میری ہی ہے تو یہ عمرو اس کو

ایک ٹوکرہ چھوہاروں کا ہی تو ٹوکرہ اور چھوہارے دونوں دینے پڑینگے اور اگر یوں اقرار کیا کہ اصطبل میں فلانے کا گھوڑا
بجھے دینا ہی تو اُسے فقط گھوڑا ہی دینا پڑیگا اور انگوٹھی کے اقرار میں چھلہ اور نگینہ دونوں دینے ہونگے اور تلوار
کے اقرار میں پھل میان۔ اور پرتلہ تینوں چیزیں دینی ہونگی اور چھپر کھٹ کا اقرار کرنے میں اسکی لکڑیاں اور
پردہ دونوں دینے ہونگے اور اگر کہا کہ میرے ذمہ فلانے کے ایک گٹھڑی کپڑے ہیں یا ایک کپڑے میں بندھے
کپڑے ہیں تو دونوں صورتوں میں کپڑا اور گٹھڑی دونوں دینے پڑینگے اور اگر یوں اقرار کیا کہ دس کپڑوں
میں ایک کپڑا میرے ذمہ ہی تو ایک ہی کپڑے کا اقرار ہوگا اور اگر کہا پانچ میں پانچ روپے میرے ذمہ ہیں اور
اس کہنے سے اُسنے ضرب مراد لی تو پانچ ہی روپے دینے ہونگے اور اگر اُسنے یہ نیت کی تھی کہ پانچ کے ساتھ پانچ
اور میرے ذمہ ہیں تو دس دینے ہونگے اگر یوں اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک سے دس روپے تک
ہیں یا کہا کہ ایک روپے سے دس روپے تک کے درمیان میرے ذمہ ہیں تو دونوں صورتوں میں نو روپے دینے
پڑینگے اور کسی نے یوں کہا کہ میرے گھر میں سے اس دیوار سے لیکر اس دیوار تک (زمین) فلاں شخص کی ہی تو فقط ان
دونوں دیواروں کے بیچ کی زمین اسکی ہوگی (دیواریں اسکی نہ ہونگی) اور حمل کا اقرار کرنا درست ہی ف مثلاً
کسی نے اگر یوں کہا کہ میری اس لونڈی کا حمل فلاں شخص کی ملک ہے یا اس جانور کے حمل کا فلانا آدمی مالک ہے تو یہ
اقرار درست ہے بچہ دینا پڑیگا ت اور حمل کے لیے اقرار کرنا درست ہے اگر مقر (حمل کی ملکیت ثابت کرنے) کوئی لائق
سبب بیان کردے ورنہ پھر اقرار درست نہ ہوگا (بلکہ لغو ہو جائیگا) اگر کسی نے یوں کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمے
(ایک ہزار روپے) ہیں اس شرط پر کہ تین دن کا مجھے اختیار ہے تو یہ روپے اُسے دینے پڑینگے اور یہ شرط کا نام
لینا بیکار ہوگا÷

باب الاستثناء وما فی معناہ

اقرار کرکے اس اقرار میں سے کسی چیز کے خارج کرنے اور اسکے متعلقات کا بیان

ت جس چیز کا اقرار کرلیا ہو اس میں سے تھوڑی سی چیز کا استثناء کرنا (یعنی اقرار میں سے اسکو الگ کرلینا) درست
ہی اگر اقرار کے ساتھ ہی استثناء کیا ہو (مثلاً کہا میرے ذمہ فلاں شخص کے چار روپے ہیں مگر ایک روپیہ
یا یوں کہا کہ میرے ذمہ چار روپے ہیں ایک کم تو دونوں صورتوں میں ایک کو اقرار میں سے نکالنا درست ہی
بشرطیکہ ایک ساتھ ہی کہدیا ہو) اس صورت میں استثناء سے جسقدر روپے بچیں گے وہ اُسکے ذمہ لازم
ہونگے اور جتنے کا اقرار کیا ہو اس سب کا استثناء کرنا درست نہیں (مثلاً کوئی یوں کہے میرے ذمہ دس روپے
ہیں مگر دس تو یہ استثناء غلط اور لغو ہے اور جو چیزیں مپی یا گنی ہیں اُن کو روپوں میں سے استثناء کرنا درست ہے

اور وارثوں کے شریک ہوگا۔ اگر مرد کسیکو اپنا بیٹا یا باپ یا مالک جورو یا آقا ہونیکا اقرار کرے یا عورت کسی کی بابت
اپنی ماں یا باپ یا خصم یا آقا ہونیکا اقرار کرے تو دونوں کے صحیح ہیں اور اگر عورت کسی لڑکے کی نسبت
بیٹا بتلانے تو یہ اقرار اس وقت صحیح ہے کہ ایک دائی اس بات کی گواہی دیدے کہ [illegible]
اس کا خصم اسکی تصدیق کرلے اور ان سب صورتوں میں مقرلہ کا تصدیق کرنا بھی [illegible] مقر کے
مرنے کے بعد بھی اسکا تصدیق صحیح اور قابل اعتبار ہوگا۔ مگر شوہر کا اس عورت کے مرنے کے بعد
تصدیق کرنا (کہ ہاں میں اس کا شوہر ہوں) معتبر نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنا بھائی [illegible]
میں سے کسی رشتہ کا اقرار کیا تو وہ اسکا بھائی یا چچا نہیں بننے کا ہاں [illegible]
اور کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو یہ مقولہ (یعنی جس کا اسنے بھائی یا چچا بیٹا یا ہے) [illegible]
نہیں لینے ہوگا۔ اگر کسیکا باپ مرگیا تھا۔ اسنے ایک لڑکے کی بابت اپنا بھائی ہونے [illegible]
بھائی ہے) تو وہ ورثہ میں اسکا شریک ہوکر اس سے آدھا بٹوا لے گا۔ [illegible]
نہیں ہونے کا۔ اگر ایک شخص نے دو بیٹے چھوڑے تھے اور ایک شخص کے [illegible]
اسکے تھے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک نے یوں کہا کہ ان سو روپوں میں سے پچاس [illegible]
ابا جی لے چکے ہیں تو اس کہنے والے کو (ان سو میں سے) کچھ نہیں ملے گا اور [illegible] دوسرے کو [illegible]

کتاب الصلح

صلح کا بیان

ت صلح (شرع میں) اس معاملہ کا نام ہے جس سے آپس کا نزاع رفع ہوجاتے [illegible] خواہ اقرار
کے ذریعہ ہو کہ مدعا علیہ مدعی کے دعوے کا اقرار کرلے یا سکوت کے ذریعے یا انکار کے ذریعہ [illegible]
ذریعے سے (یعنی مدعا علیہ منکر ہو یا نہ منکر ہو نہ مقر ہو) اگر اقرار [illegible]
یہ صلح بیع کے حکم میں ہوگی۔ اس میں حق شفعہ۔ خیار عیب۔ خیار رویت اور خیار شرط کے سب [illegible]
ف مثلاً ایک شخص نے ایک مکان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے ایک [illegible]
کہ یہ لیلے اور اب تو بخیر راضی ہوجا۔ اب اس مکان میں حق شفعہ کا دعوی ہوسکتا ہے اگر [illegible]
نکل آئے تو واپس ہوسکتا ہے اور اگر اس نے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا تو تین دن [illegible] واپس [illegible]
ہے۔ یا اگر اسنے دو ایک دن کا اختیار واپس کرنے کا لے لیا تھا تو یہ بھی ہوسکتا ہے ت [illegible]
صلح ہو اگر وہ معلوم نہ ہو تو صلح صحیح نہیں ہوگی۔ اور اگر جس چیز کے دعوے سے صلح ہوئی ہو وہ معلوم
نہ ہو تو صلح صحیح ہوجائیگی (جس چیز کے دعوے سے صلح ہوئی ہو اگر وہ تھوڑی سی یا ساری کسی کو رکی

ے سکتا ہی اگر اسکے پاس ہو ورنہ اسکی قیمت لیلے) اگر زید کہے کہ یہ میرا یہ اونٹ یا یہ کپڑا فلاں شخص کو کرایہ پر دیا تھا
وہ سوار ہوا اور (اپنا کام کرکے) اب مجھے واپس دیگیا ہی یا کہا یہ کپڑا اُسنے پہنا تھا اور اب واپس دیا ہی (اور وہ کہتا
ہی کہ تو جھوٹا ہی یہ اونٹ یا یہ کپڑا تو میرا ہی) تو اس صورت میں زید کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر کسی نے یوں
کہا کہ (میرے پاس) یہ ہزار روپے فلاں شخص کی امانت ہیں نہیں بلکہ فلاں شخص کی (یعنی کسی اور کا نام لے دیا) تو
اس اقرار کرنیوالے کو ایک ہزار روپے پہلے کو دینے پڑینگے (یعنی جسکا پہلے نام لیا ہی) اور اتنے ہی دوسرے کو +

باب اقرار المریض

(بیمار کے اقرار کرنے کا بیان)

ت اگر کوئی بیمار اپنے مرض الموت میں کسی کے قرض کے اقرار کرے تو صحت کی حالت کا قرض اور وہ کہ جو اسکی بیماری
میں اسکی دوا وغیرہ معمولی سبب سے ہوا ہو اُسپر مقدم ہوگا (یعنی اگر وہ مرگیا تو اُسکے ترکہ میں تو اول اسکی صحت کیحالت
کا قرض اور دوا وغیرہ کا ادا کیا جائیگا اور اسکے بعد میں یہ ادا کیا جائیگا جسکا بیماری میں اقرار کیا ہی) اور وارثوں
کو دینا اس سے ہی مؤخر کیا جائیگا (یعنی وارثوں کو ترکہ کل قرض ادا کرکے دیا جائیگا) اگر بیمار نے اپنے ذمہ کسی
وارث کے روپیہ ہونے کا اقرار کیا تو یہ اقرار باطل ہے (اس اقرار کا اعتبار نہیں کیا جائیگا) ہاں اگر باقی سب
وارث اسکی تصدیق کریں (تو اسوقت اقرار معتبر ہوگا) اور اگر بیمار کسی غیر آدمی کے لیئے اقرار کرے تو یہ اقرار درست
ہے گو اس اقرار میں اسکا سب مال آجائے۔ اگر کسی غیر آدمی کے لیئے اقرار کیا تھا (کہ اسکا اتنا قرض میرے ذمہ ہی)
پھر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے تو اس مقر سے اسکا نسب ثابت ہو جائیگا (یعنی یہ اسکا بیٹا قرار دیا جائیگا) اور وہ قرض
کا اقرار باطل ہوگا۔ اگر بیمار نے کسی اجنبی عورت کے لیئے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کرلیا تو اسکا اقرار صحیح ہی بخلاف
ہبہ اور وصیت کے ف یعنی اگر اجنبی عورت کو کسی بیمار نے کوئی چیز بخشدی یا وصیت کردی پھر اس سے نکاح کرلیا
تو یہ بخشش اور وصیت باطل ہوگا اور نکاح میں فرق نہ آئیگا ت اگر کوئی اُس عورت کے لیئے جسکو بیماری میں
تین طلاق دیچکا ہی قرض کا اقرار کرے تو اس عورت کو وہ ملیگا جو میراث اور اقرار میں سے کم آتا ہے ف یعنی
اگر میراث میں اُسکو کم پہنچتا ہے اور اقرار بہت روپیہ کا ہے تو میراث دینگے اور اگر اقرار چند روپے کا ہی اور میراث
میں اُسکو بہت پہنچتا ہی تو اقرار پورا کردیا جائیگا ت اگر کسی نے ایسے لڑکے لیئے جسکے باپ کا کچھ پتہ نہیں اپنے
بیٹے ہونیکا اقرار کیا اور وہ اتنا لڑکا اس مقر جیسے آدمی کے ہو بھی سکتا ہے اور اس لڑکے نے بھی اسکی تصدیق کر
لی (کہ ہاں میں اسی کا بیٹا ہوں) تو لڑکے کو اُسی کا بیٹا قرار دیا جائیگا اگرچہ مقر بیمار ہو اور یہ لڑکا میراث میں اسکے

اگر کسی نے اپنی طرف سے صلح کرنے کیلئے کسیکو وکیل کیا اُسنے صلح کر لی تو جس پر صلح کی ہے (یعنی بدل صلح) وکیل کے ذمے ہوگا جبتک کہ وکیل خود ضامن نہو جائے بلکہ موکل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اگر کسی نے ایک شخص کی طرف سے اُسکی اجازت بغیر (اُسکے مدعی سے) صلح کر لی تو یہ درست ہے اگر یہ صلح کرنے والا اُس مال کا ضامن ہو گیا ہو یا اپنا مال دینا کیا ہو یا یوں کہکر کہ ایکہزار پر صلح کرتا ہوں فوراً دیدیا ہو اور اگر ان تینوں صورتوں میں سے کوئی نہیں ہے تو یہ صلح موقوف رہیگی اگر مدعا علیہ نے اجازت دیدی تو ہو جائیگی ورنہ باطل و لغو ہوگی۔

باب الصلح فی الدین

(قرض کی بابت صلح کرنے کا بیان)

ت مدعی جس چیز کے لینے کا عقد مداینت سے مستحق ہوا ہو اُس سے صلح کرنا اپنا تھوڑا سا حق لینا اور تھوڑا سا چھوڑ دینا ہے یہ معاوضہ نہیں ہے (یعنی اس صلح میں حق شفعہ وغیرہ کا دعوی نہیں ہو سکیگا جو معاوضہ کی صورت میں ہوتا ہے) پس اگر کسی کے ذمہ ایکہزار روپیہ تھا اُسنے پانسو دینے پر صلح کر لی۔ یا ایکہزار ابھی دینا تھا اُس میں کچھ دنوں کی مہلت لیکر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے۔ اور اگر کسی کے ذمہ ایکہزار درہم اب دینے تھے اُسنے ایکہزار دینار کچھ وعدے کے ساتھ دینے پر صلح کر لی یا ہزار درہم ہی کچھ وعدے سے دینے یا سیاہ درہموں سے آدھے درہم اُسی وقت دینے پر یا سفید درہموں کے دینے پر صلح کر لی تو ان سب صورتوں میں صلح درست نہو گی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار روپے تھے ان میں قرضخواہ نے مقروض سے کہا اگر تو پانسو کل دیدے تو باقی روپیہ سے تو بری الذمہ ہے (یعنی وہ پانسو میں نہیں لینے کا) اور اُسنے ایسا ہی کیا تو وہ پانسو سے بری ہوگا اور اگر کل پانسو اُس نے آدا نہ کیئے تو بری نہیں ہونے کا۔ ایک شخص نے اپنے قرضخواہ سے کہا کہ میں تیرے روپیہ کا اقرار نہیں کرنے کا یہانتک کہ تو مجھے کچھ مہلت نہ دیدے یا کچھ چھوڑ نہ دے اُسنے اُسے مہلت دیدی یا کچھ چھوڑ دیا تو ایسا کرنا درست ہے

فصل دو ساجھیوں کا ایک پر قرض تھا ان میں سے ایک نے اپنے حصہ کی بابت ایک کپڑے پر صلح کر لی تو اب اُسکے ساجھی کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے آدھے قرض کی بابت مقروض کے سر ہو جائے چاہے اپنے ساجھی سے آدھا کپڑا لیلے۔ ہاں اگر صلح کرنے والا ساجھی (مقروض کی طرف سے) چوتھائی قرض کا ضامن ہو گیا ہو (تو اب یہ آدھا کپڑا وغیرہ نہیں لے سکتا اور اگر دو ساجھیوں کا ایک آدمی پر قرض تھا ان میں سے ایک نے اپنا حصہ لے لیا ہو تو وہ دوسرا ساجھی اس میں شریک ہو جائیگا اور جو روپیہ باقی ہے وہ دونوں ملکر وصول کریں۔ اور اگر ایک ساجھی نے اپنے حصہ میں کوئی چیز خریدی تو یہ خریدنے والا (مقروض کیطرف سے) چوتھائی قرضہ کا ضامن ہوگا۔ اگر دو ساجھیوں نے بدھتی

نکلی تو حصۂ رسد یا سارا بدل صلح مدعا علیہ مدعی سے پھیر لے (یعنی پہلی صورت میں حصۂ رسد اور دوسری صورت میں سارا مدعی سے وصول کر لے) اور اگر بدل صلح (یعنی جس پر صلح ہوئی ہے) سارا یا تھوڑا سا کسی اور کا نکل آئے تو جس چیز کے دعوے سے صلح ہوئی تھی وہ (پہلی صورت میں) ساری اور دوسری صورت میں حصۂ رسد مدعا علیہ سے لیلے۔ اگر مال کے جھگڑے میں مدعی کو کسی چیز کا فائدہ پہنچانے پر صلح ہو جائے (مثلاً مدعی نے مال کا دعوی کیا تھا مدعا علیہ نے اُسے رہنے کے لئے دیکر صلح کر لی تو یہ صلح کرایہ پر دینے کے حکم میں ہے لہذا اس مکان میں مدعا علیہ کے رہنے کی مدت معیّن ہونی چاہیئے۔ اور دونوں میں سے ایک اگر مر جائے تو یہ صلح باطل ہو جائیگی (جیسا کہ کرایہ کا حکم ہے) اگر مدعا علیہ کے ساکت ہونے یا انکار کرنے پر صلح ہوئی تو جس پر صلح ہوئی ہے یہ منکر (یعنی مدعا علیہ) کے حق میں قسم کا فدیہ ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ ہے پس اگر کسی مکان پر جھگڑا تھا اُس میں انکار یا سکوت سے صلح ہوئی تو اس مکان پر شفعہ کا دعوی نہیں ہو سکے گا اور اگر ان ہی انکار یا سکوت سے کسی مکان پر صلح ہوئی تھی تو اُس میں (ہمسایہ کا) شفعہ ضرور ثابت ہوگا اور اگر (صلح ہونیکے بعد) متنازع فیہ کا کوئی مستحق نکل آئے تو اب مدعی اس مستحق سے جھگڑے اور بدل (صلح جو مدعا علیہ سے لیا تھا) واپس کر دے اور اس میں سے تھوڑے سے کا کوئی مستحق نکل آئے تو اس صورت میں حصۂ رسد بدل پھیر دے۔ اور اگر جس پر صلح ہوئی تھی (جو بدل صلح یا صلح کا بدلہ کہلاتا ہے) اُسکا کوئی حقدار کھڑا ہو گیا ساری کا یا تھوڑے سی کا تو دونوں صورتوں میں دونوں طرح کا دعوی مدعی مدعا علیہ پر کرے اور بدل صلح کا مدعی کے سپرد کر دینے سے پہلے تلف ہونا (صلح کی) دونوں صورتوں میں (یعنی خواہ اقرار سے صلح ہونے کی صورت ہو یا سکوت و انکار سے صلح ہونے کی ہو دونوں حالت میں) وہی حکم رکھتا ہے کہ جو اُسکا حقدار کھڑا ہونے کی صورت میں ہے۔ **فصل** مال منفعت اور کسی نقصان کے دعووں سے صلح کرنی درست ہے۔ حدود کے مقدمات میں صلح کرنی درست نہیں ہے (کیونکہ وہ اللہ کا حق ہے اس میں بندہ دخل نہیں دے سکتا) اگر کسی عورت پر نکاح کا دعوی تھا پھر میاں نے کچھ روپیہ لیکر اُس سے صلح کر لی تو یہ صلح درست اور بمنزلہ خلع کے ہوگی۔ اور اگر کسی پر اپنے غلام ہونے کا دعوی کیا تھا پھر اُس سے کچھ لیکر صلح کر لی تو یہ صلح جائز اور روپیہ لیکر آزاد کر دینے کے حکم میں ہے۔ اگر ماذون غلام نے قصداً کسی کو مار ڈالا تو اُس غلام کا اپنی طرف سے کچھ روپیہ دیکر صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر ماذون غلام کے غلام نے کسی کو قصداً مار ڈالا تھا اسکی طرف سے اس ماذون نے صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے اگر چھینی ہوئی چیز تلف ہونیکے بعد اس کا مالک اُس چیز کی قیمت سے زیادہ پر کسی قدر اسباب پر صلح کرے تو درست ہے۔ اگر کسی دولتمند (شریک) نے شراکت کے غلام کو آزاد کر دیا تھا دوسرے شریک نے اُس غلام کی نصف قیمت سے زیادہ پر آزاد کرنے والے سے صلح کر لی تو یہ صلح درست نہیں ہے

کرلیا تو اس صورت میں اس نے آدھے نفع کو گھوڑے کے کرایہ اور اپنی محنت دونوں کے عوض کردیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ گھوڑے کا کرایہ لگایا اور مضاربت کا نفع کتنا۔ اس صورت میں مضاربت فاسد ہو جائیگی ت اور اگر ایسی شرط نہ ہو تو اس سے مضاربت فاسد نہ ہوگی بلکہ وہ شرط ہی باطل ہو جائیگی مثلاً یہ شرط کرلیا کہ اگر نقصان رہے تو وہ مضارب کے ذمہ ہوگا (اصل مالک کے ذمہ کچھ نہ ہوگا) اور (مضاربت طے ہونیکے بعد) مالک روپیہ مضارب کو دیدے اسکے دینے کے بعد مضارب کو اختیار ہے کہ چاہے اس روپیہ سے خرید و فروخت نقدوں کرے یا اُدھاروں کرے (ضرورت پڑے تو) وکیل کرے سفر کرے اور مال کو ابضاعت پر دیدے یا امانت رکھدے لیکن (راس مال سے) کسی غلام یا لونڈی کا نکاح نہ کرے اور نہ یہ روپیہ کسیکو مضاربت پر دیوے۔ ہاں اگر اصلی مالک نے اجازت دیدی یا یوں کہدیا ہو کہ (جس طرح تیرے دل میں آئے) تو اپنی رائے سے کر (تو اُسوقت مضارب کو اختیار ہے کہ وہ روپیہ کسی اور کو مضاربت پر دیدے) اگر رب المال (یعنی اصلی مالک) نے (اپنے مضارب کو تجارت کے لیئے) کوئی شہر یا کوئی اسباب یا کوئی وقت معین کردیا ہو یا کوئی شخص معین کردیا ہو کہ تجارتی معاملہ اسی سے کریو تو مضارب ان سے تجاوز نکرے جیساکہ ایک شریک دوسرے شریک کے کہنے سے ایسے اُمور میں تجاوز نہیں کرسکتا۔ اور مضارب ایسے غلام کو نہ خریدے جو اُسکے خریدنے سے رب المال پر آزاد ہو جائے (یعنی رب المال کا ذی رحم محرم نہ ہو) اور نہ ایسے شخص کو جو نفع ظاہر ہونے کی صورت میں خود مضارب پر آزاد ہو جائے اگر اُسنے ایسا کیا تو اُس روپیہ کا دیندار ہوگا ہاں اگر نفع ظاہر نہ ہوا اُس وقت (مضارب کو اپنا ذی رحم محرم) خرید لینا درست ہے پھر اگر تجارت میں نفع ظاہر ہوا تو مضارب کا حصّہ آزاد ہو جائیگا اور رب المال کے حصہ کا یہ ضامن نہوگا ہاں وہ آزاد شدہ غلام رب المال کے حصّہ کی قیمت (کما کر دینے) میں کوشش کرے۔ اگر مضارب کے پاس ایکہزار روپیہ آدھوں آدھ کے نفع پر تھا اُسنے اُس روپیہ سے ایک لونڈی خرید لی اُسکی قیمت بھی ایکہزار روپیہ ہے۔ پھر اُس لونڈی کے بچہ ہوا (اتفاق سے) وہ بھی ایکہزار روپیہ قیمت کا تھا اب مضارب نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے اور یہ مضارب ویسے مالدار آدمی ہے اُسکے دعوی کرنے کے بعد اس لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار تک پہنچ گئی تو اب رب المال کو اختیار ہے چاہے ایکہزار دوسو پچاس روپیہ اس لڑکے سے کموالے اور چاہے اسے آزاد کردے اگر رب المال نے ایکہزار روپیہ (لڑکے سے) لیلیا ہے تو اب لونڈی کی نصف قیمت اس مدعی (یعنی مضارب سے) لیلے ؛

باب المضارب یضارب

(اُس مضارب کا بیان جو اوروں سے مضاربت کرتا ہو)

کی تھی پھر ایک نے اپنے حصہ کی بابت اپنا دیا ہی ہوا روپیہ ملنے پر صلح کرلی تو یہ صلح درست نہیں ہے اور اگر وارثوں نے اسباب میں یا زمین کی بابت ایک وارث کو کچھ دیکر ورثہ سے علٰحدہ کردیا (ترکہ کا سونا تھا اُس سونے کے بدلے چاندی دیکر یا چاندی کے بدلے سونا دیکر علٰحدہ کردیا یعنی اس طرح صلح کرلی) تو یہ سب درست ہے خواہ وہ مال جس پر صلح کی ہے تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اور اگر ترکہ میں روپے اشرفیاں اور زمین وغیرہ سب تھی وارثوں نے ایک وارث کو فقط روپے یا کچھ دیکر صلح کرلی تو یہ صلح درست نہیں ہونے کی۔ جبتک کہ بدل صلح اُسکے حصہ سے زیادہ نہ ہو جو اُسکو ترکہ میں سے روپیہ یا اشرفیاں ملنی ہیں اور اگر ترکہ میں لوگوں پر قرض بھی تھا اور وارثوں نے ایک وارث کو کچھ دیکر اس لیے علٰحدہ کردیا تاکہ قرضہ سارا اُن ہی کو ملے تو یہ صلح درست نہیں ہونے کی۔ ہاں اگر یہ اُس وارث سے یہ شرطیں کرلیں کہ تو بدلِ صلح لیکر قرضداروں کو اپنا حصہ معاف کردینا تو صلح درست ہو جائیگی۔ اور اگر مردے کے ذمے اسقدر قرض ہو جو اُسکے سارے ترکے کو گھیرے ہوئے ہے تو اس صورت میں صلح کرنا اور ترکہ کو تقسیم کرنا دونوں فضول اور بیکار ہیں۔

کتاب المضاربۃ

(عقد مضاربت کا بیان)

ت مضاربت اُس شرکت (اور ساجھے) کو کہتے ہیں کہ ایک کا روپیہ ہو دوسرے کی محنت ہو (روپیہ کے مالک کو رب المال کہتے ہیں اور محنت کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں) اور مضارب (مضاربت پر روپیہ لینے کے بعد اُس روپے میں) امین ہوتا ہے اور (اُس میں) تصرف کرنے سے وکیل اور نفع ہونے کے بعد نفع کا شریک ہوتا ہے اور یہ عقد مضاربت ٹوٹنے کے بعد بمنزلہ مزدور اور ملازم کے ہوتا ہے (یعنی ایسی صورت میں اُسکو اُسکی محنت کی مزدوری ملے گی) اور خلاف کرنے سے یا غاصب قرار دیا جائیگا۔ اور مضارب نے یہ شرط کرلی ہو کہ نفع سارا اُسی ہی لونگا تو یہ (مضارب نہیں رہنے کا بلکہ) مقروض شمار ہوگا اور اگر رب المال نے یہ شرط کرلی کہ نفع سارا میں لونگا تو مضارب مستبضع ہوگا۔ اور یہ مضاربت اُس مال سے درست ہوتی ہے کہ جس سے شراکت درست ہوتی ہے (مثلاً روپیہ ہوں یا اشرفیاں ہوں) اور نفع دونوں کے درمیان (آدھوں آدھ یا تہائی چوتھائی کا) مشترک ہوتا ہے۔ پس اگر ایک نے یہ شرط کرلی کہ میں (تمہاری نسبت) نفع میں سے دس روپیہ زیادہ لونگا تو یہ مضاربت نہ رہی لہٰذا اس مضارب کو اُسکی محنت دیکھکر مزدوری دیجائیگی مگر یہ مزدوری اُس سے زیادہ نہ دیجائیگی کہ جو ان دونوں کے درمیان میں ٹھیر چکا ہو۔ اور جو شرط نفع کی جہالت کا سبب ہو وہ اس عقد مضاربت کو فاسد کردے گی۔ ف مثلاً رب المال نے یہ شرط کرلی کہ میں مضارب کے گھوڑے پر سوار ہو کر کلکتہ تک جاؤنگا تب آدھا نفع دونگا مضارب نے تسلیم

جاتا رہا تو جو نفع دونوں نے بانٹ لیا ہے پھر اُسے جمع کریں تاکہ پہلے رب المال اپنی جمع پوری کرلے اسکے بعد جو بچے اُسے دونوں بانٹ لیں اور اگر کمی رہے تو اسکا مضارب ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر منافع تقسیم کرنے کے بعد مضاربت توڑ دی اسکے بعد از سر نو کپھر کی اور اب وہ روپیہ جاتا رہا تو اس صورت میں یہ اُس نفع کو نہیں لوٹائیں گے **فصل** اصل مالک کو بضاعت پر (مضاربت کا) روپیہ دیدینے سے مضاربت نہیں ٹوٹتی اگر اگر مضارب (کہیں تجارت کرنے کے لیئے سفر کرے تو اُسکا کھانا۔ پینا۔ کپڑا۔ اور سواری کا خرچ بھی اسی مضاربت کے روپیہ میں سے اُٹھے گا۔ اور اگر مضارب وہیں شہر ہی میں (تجارت کا) کام کرنے لگا تو اپنا سب خرچ وہ اپنے ہی پاس سے اُٹھائے مثلاً دوا دارو کا خرچ (خواہ شہر میں ہو خواہ سفر میں اپنے ہی پاس سے کرے) اگر تجارۃ میں نفع ہو تو پہلے مالک وہ خرچ وضع کرلے جو مضارب نے اصل جمع سے صرف کرلیا ہو۔ اگر مضارب کچھ مال مرابحت کے طور پر بیچنے لگے تو جو کچھ اس مال پر خرچہ بیٹھا ہو اُسکی قیمت میں شامل کرلے (اور سب کو جوڑ کے یوں کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے) اور اپنا ذاتی خرچ اُسکے حساب میں نہ لگائے۔ اگر مضارب نے (مضاربت کا خریدا ہوا کپڑا) اپنے روپیہ سے دھلوایا یا ڈھلوایا اور رب المال نے اُس سے یوں کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے سے جس طرح چاہے تجارت وغیرہ کرے تو یہ مضارب (رب المال کے ساتھ) سلوک کرنے والا شمار ہوگا (اور جو کچھ اسنے اپنے پاس سے دھلائی ڈھلائی میں خرچ کر دیا ہے) اِس کا اسے کچھ نہیں ملیگا۔ اور اس کپڑے کو سرخ رنگوا لیا تو رنگین ہونے سے جسقدر اسکی قیمت زیادہ ہوگی اُس میں یہ شریک ہے اور رنگانے سے کم قیمت ہونے کی صورت میں یہ ضامن نہوگا۔ اگر ایک مضارب کے پاس ایکہزار روپیہ آدھوں آدہ کے نفع پر تھا اس روپیہ کا اُسنے کپڑا خرید کر دو ہزار میں بیچدیا اور ان دو ہزار کا ایک غلام خرید لیا اور (ابھی قیمت نہیں دی تھی کہ) دونوں ہزار روپیہ تلف ہوگیا تو ایسی صورت میں ایکہزار روپیہ تو مالک اور مضارب دونوں ملکر بائع کو دینگے اور ایکہزار روپیہ فقط مالک دیگا اور (اسی طرح غلام میں حصے ہونگے کہ) چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور باقی تین حصے مضاربت پر ہونگے اور دو ہزار پانسو روپیہ اصلی جمع ہوگی (کیونکہ مالک کے اِس غلام پر اتنے ہی صرف ہوئے ہیں پندرہ سو اب ۱۵ دیئے اور ایکہزار پہلے دیچکا تھا) اب اگر مضارب اِس غلام کو نفع سے بیچنا چاہے تو دو ہزار اصلی قیمت ٹھیرا کر اس پر نفع لگائے اور اگر مضارب نے اپنے رب المال سے ایکہزار میں ایک غلام خرید لیا جو اُسنے پانسو میں خریدا تھا۔ اب اگر یہ نفع سے کہکر بیچے تو پانسو پر نفع لگائے (یعنی یوں کہے کہ مجھے یہ غلام پانسو میں پڑا ہے اور اتنا میں نفع لیتا ہوں) اگر مضارب کے پاس آدھوں آدھ کے نفع سے ایکہزار روپیہ تھا اس روپیہ سے اس نے ایک غلام خریدا جو دو ہزار کی قیمت کا تھا اِس غلام نے غلطی سے کسیکو مار ڈالا تو اس خون کے خونبہا کی تین چوتھائیاں مالک کے ذمہ ہونگی اور ایک چوتھائی مضارب کے ذمہ اور یہ غلام تین روز مالک کی خدمت

ت اگر مضارب نے (رب المال کی) اجازت بغیر مضاربت پر کسیکو روپیہ دیدیا تو جبتک وہ دوسرا مضارب اس روپیہ سے کچھ کام نکریگا پہلا مضارب اس روپیہ کا ضامن نہ ہوگا۔ پس اگر پہلے مضارب نے (رب المال کی) اجازت سے مضاربت پر روپیہ دیدیا حالانکہ اسے یوں کہکر روپیہ دیا گیا تھا کہ میاں جو کچھ اللہ دے ہم تم آدھو آدھ بانٹ لیں گے تو اس صورت میں (دوسرے مضارب کی تجارت کے نفع میں سے) نصف تو رب المال کا ہوگا اور چھٹا حصہ پہلے مضارب کا اور تہائی دوسرے مضارب کا۔ اور اگر رب المال نے یوں کہا تھا کہ جو کچھ اللہ تجھے دے وہ ہم تو دونوں آدھو آدھ بانٹ لیں گے تو اس صورت میں ایک تہائی نفع دوسرے مضارب کا ہے باقی جو بچے اسکو رب المال اور پہلا مضارب آدھوں آدھ بانٹ لیں اور اگر رب المال نے پہلے مضارب سے یوں کہا تھا کہ میاں جو نفع ہو وہ ہمارا تیرا آدھوں آدھ ہے اور پہلے مضارب نے آدھے ہی نفع پر روپیہ دیا تھا تو اب دوسرے مضارب کو اس میں سے آدھا ملیگا اور باقی آدھا آدھا یہ دونوں لینگے اور اگر پہلے مضارب سے رب المال نے یوں کہا تھا کہ جو اللہ نفع کرے اس میں سے آدھا میرا ہے یا یوں کہا تھا کہ جو کچھ نفع ہو وہ ہمارا تمہارا نصفا نصف ہے اب اس مضارب نے آدھے نفع پر وہ روپیہ کسی اور کو دیدیا تو ایسی صورت میں آدھا نفع تو رب المال کا ہے اور آدھا دوسرے مضارب کا اور پہلے مضارب کا کچھ نہیں ہے اور اگر اس صورت میں پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کو دو تہائی نفع دینا ٹھیرالیا تھا تو اب بھی پہلا دوسرے کو نفع کا چھٹا حصہ اور اپنے گھر سے دیگا۔ اگر کسی مضارب نے ایک تہائی منافع رب المال کو دینا کیا۔ اور ایک تہائی اسکے غلام کو بشرطیکہ غلام اسکے ساتھ کام کرے اور ایک تہائی اپنے لئے رکھنا کیا تو یہ درست ہے۔ رب المال اور مضارب میں سے اگر ایک مر گیا یا مرتد ہوکے دار الحرب میں چلا گیا تو عقد مضاربت اس سے فوراً ٹوٹ جائیگی۔ اور مضارب رب المال کے معزول کرنے سے معزول ہو جاتا۔ اگر اسے معزول کرنا معلوم ہو جائے اور اگر معلوم تو ہو گیا مگر روپیہ اسباب کی صورت میں پڑا ہوا ہے تو یہ مضارب باوجود معزول ہونے کے اِس اسباب کو بیچ دے اور اسباب کی قیمت میں کچھ تصرف نکرے اور اگر (مضاربت توڑ کے) دونوں علیحدہ ہو جائیں اور مضاربت کا روپیہ لوگوں پر قرض ہوا ور نفع بھی ہو تو قرضداروں پر مضارب سے بزور تقاضا کرایا جائے اور اگر نفع نہ ہو تو مضارب کے ذمے تقاضا کرنا لازم نہیں ہے ہاں وہ تقاضا کرنے کے لئے اپنی طرف سے رب المال کو وکیل کر دے۔ اور دلال سے بھی زبردستی تقاضا کرایا جائے اور مضاربت کے روپیہ میں سے اگر کچھ تلف ہو جائے تو اس نقصان کو نفع میں سے پورا کرنا چاہیے پس اگر نقصان نفع سے بھی بڑھ گیا تو وہ مضارب کو دینا نہ آئیگا (کیونکہ یہ امین ہوتا ہے اس سے تاوان نہیں لے سکتے) اور اگر منافع تقسیم کر لیا گیا اور عقد مضاربت ابھی باقی ہے اب مضاربت کا سارا روپیہ یا تھوڑا

کرنے کے بعد اقرار کرلیکے (کہ ان تینوں صورتوں میں تعدی کرنے کے بعد اگر تعدی جاتی بھی رہے تب بھی اُنکو تاوان دینا ہوگا) اگر مالک امانت نے منع نہ کیا ہو یا اُسکے تلف ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو امین کو اپنے ساتھ سفر میں امانت کا لیجانا جائز ہے۔ اگر دو شخصوں نے ملکر کوئی امانت رکھی تھی تو اب یہ امین ان میں سے ایک کو اس کا حصہ نہ دے جب تک کہ دوسرا نہ آجاوے۔ اگر ایک آدمی نے دو شخصوں کے پاس ایسی چیز امانت رکھی جو تقسیم ہوسکتی ہے تو اُسے وہ دونوں تقسیم کرلیں اور اپنے اپنے حصّہ کی دونوں حفاظت کریں اگر ایک نے (اپنا حصہ) دوسرا دیدیا تو دینے والا ضامن ہوگا بخلاف اُس چیز کے جو تقسیم نہ ہوسکتی ہو جیسے ایک یا ایک غلام وغیرہ ہو کہ ایسی امانت میں اگر ایک اپنے حصے کی بھی دوسرے سے حفاظت کرالے تو اُس پر ضمان نہیں آتا۔ اگر امانت کے مالک نے امین سے یوں کہدیا کہ یہ امانت تم اپنے گھر والوں کے حوالے نکرنا یا خاص اسی کوٹھری میں حفاظت سے رکھنا اور امین نے ایسے شخص کے حوالے کردی جسکے حوالے کئے بدون چارہ ہی نہیں تھا مثلاً اپنی جورو یا نوکر کے پاس رکھدی یا اسی مکان کی دوسری کوٹھری میں حفاظت کی تو ان دونوں صورتوں میں تلف ہونے پر یہ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر بلا ضرورت کسی کے حوالے کردے یا دوسرے مکان میں حفاظت کی (اور تلف ہوگئی) تو یہ ضامن ہوگا اور غاصب کے امین پر (تلف کی صورت میں) ضمان آتا ہے اور امین کے امین پر ضمان نہیں آتا۔ ایک شخص کے پاس ایکہزار روپیہ ہے اُس پر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہزار روپیہ میرا ہے اور وہ (دونوں میں سے کسی کا بھی نہیں بتاتا اور) دونوں کے نہونے پر قسم بھی نہیں کھاتا تو یہ ہزار روپیہ ان ہی دونوں مدعیوں کو ملیگا اور ایک ہزار روپیہ اور اُسے ان دونوں مدعیوں کو دینا پڑے گا۔

کتاب العاریت

(مانگی چیز دینے کا بیان)

ت۔ اپنی چیز کے فائدے کا بلا عوض کسی کو مالک کردینا (شرع میں) عاریت کہلاتا ہے اور ان الفاظ کے کہنے سے عاریت ہوجاتی ہے کہ یہ چیز میں نے تجکو عاریت دی یا میں نے اپنی زمین (کی پیداوار) تجھے کھانے کو دی۔ میں نے اپنا کپڑا تجھے (پہننے کو) دیا۔ میں نے اپنی سواری تیرے سوار ہونے کو دی۔ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کو دیا۔ میرا مکان تیرے رہنے کے لئے ہے۔ میرا گھر تیرے رہنے کے لیئے عمر بھر کو ہے۔ عاریت پر دینے والا (جس کو عربی میں معیر کہتے ہیں) جب چاہے اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر بغیر تعدی کے مانگی چیز تلف ہوجائے تو مانگنے والے پر ضمان نہیں آتا۔ اور مانگی چیز کو امانت کی طرح کرایہ دینا اور رہن رکھنا جائز نہیں ہے اگر مانگ کر لینے والے

کرے اور ایک روز مضارب کی۔ ایک مضارب کے پاس (مضاربت کا) ایکہزار روپیہ تھا اس روپیہ سے اس نے ایک غلام خریدا ابھی قیمت دی نہیں تھی کہ یہ غلام مرگیا۔ مالک نے ایکہزار روپیہ اور دیا وہ بھی جاتا رہا پھر اور دیا وہ بھی تو پھر اور دیا تو جسقدر یہ روپیہ مالک نے دیا ہے سب اصلی جمع ٹھیریگا۔ اگر مضارب کے پاس دو ہزار روپیہ تھا اسنے رب المال سے کہا کہ تم نے تو مجھے ایک ہی ہزار دیا تھا اور ایکہزار کا مجھے اب نفع ہوا ہے اور رب المال کہتا ہے میں نے تجھے دو ہزار دیئے تھے تو مضارب کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر مضارب کے پاس ایکہزار روپیہ ہے اُسنے رب المال سے کہا کہ یہ روپیہ آدھوں آدھ کی مضاربت پر ہے اور ایکہزار مجھے اب نفع ہوا ہے اور رب المال کہتا ہے کہ یہ بضاعت پر ہے (یعنی نفع میں تیرا حصہ نہیں ہے میں نے خشک تجارت کرنے کو دیا تھا) تو اس صورت میں رب المال کا قول معتبر ہوگا ؛

کتاب الودیعۃ

(امانت رکھنے کا بیان)

ت اپنے مال کو حفاظت کے لیے دوسرے کے قبضہ میں کردینے کو (شرع میں) ودیعت رکھنا کہتے ہیں اور ودیعت وہ چیز ہے جو اس امین (یعنی شخص امانت دار) کے پاس حفاظت کے لیئے رکھی جائے یہ ودیعت امانت ہوتی ہے اسی وجہ سے اسکے تلف ہونے پر اُس شخص سے اُس کا تاوان لینا جائز نہیں ہے۔ اور امین کو اختیار ہے کہ چاہے اسکی حفاظت خود کرے یا اپنے گھر والوں سے کرالے (یعنی حفاظت کے لئے اُنکے پاس رکھدے) پس اگر اُنکے سوا اسنے اور کسی غیر آدمی کے پاس رکھدی (اور وہ تلف ہوگئی) تو اسے دینی آئیگی۔ ہاں اگر (اپنے مکان میں) اسکے جل جانے کا اندیشہ ہو یا (کشتی میں بیٹھا تھا اور) اُسکے ڈوبنے کا اندیشہ ہوا اور اُسے اپنے ہمسایہ کے پاس یا دوسری کشتی میں رکھدے (اور وہ تلف ہوجائے) تو اسے دینی نہیں آئیگی۔ پس اگر مالک نے اپنی امانت مانگی اور یہ امین باوجودیکہ دے سکتا تھا مگر پھر نہیں دی یا اپنے مال میں ایسی طرح ملالی کہ اب اسکی پہچان نہ رہی تو ان دونوں صورتوں میں اسے دینی پڑیگی۔ ہاں اگر بغیر اسکے ملائے مل گئی ہو تو اب اُس امانت میں دونوں شریک ہوجائیں گے۔ اور اگر امین نے امانت میں سے تھوڑا سی خرچ کرلی اور پھر ویسی ہی لیکر باقی امانت میں ملادی تو ساری کا ضامن ہوگا۔ اگر امانت میں امین نے ایسی تعدی کی تھی جس سے اُس پر ضمان آتا تھا پھر وہ تعدی جاتی رہی تو ضمان بھی جاتا رہیگا۔ **ف** تعدی کے معنی زیادتی کے ہیں اگر مالک امانت نے اجازت نہیں دی تھی اور امین نے وہ امانت کسی کو دیدی تو یہ بھی زیادتی ہے اس صورت میں تلف ہونے پر تاوان دینا پڑیگا ہاں اگر اسنے جوں کی توں واپس لیلی تو وہ تاوان بھی جاتا رہیگا **ت** بخلاف مانگ کر لینے والے اور کرایہ پر لینے والے کے یا (امانت کا) انکار

میں نے تجھے کھانے کے لیئے دیدیا۔ یا یہ چیز میں نے تیری ہی کر دی۔ یا یہ چیز میں نے تجکو عمر بھر کو دیدی یا
ہبہ کی نیت سے یوں کہدیا کہ یہ سواری میں نے تجھے سوار ہونے کو دیدی یا یہ کپڑا میں نے تجھے پہننے کو
دیدیا۔ یا یہ میرا گھر تیرے لیے ہبہ ہے رہنے کو۔ یا میرا گھر تیرے رہنے کو ہبہ ہے تو ان دونوں صورتوں
میں ہبہ نہیں ہونے کا اور اس ایجاب کے بعد موہوب لہٗ کی طرف سے) قبول اور قبضہ بھی ہو اگر اسی
مجلس میں (یعنی وہیں بیٹھے) ہبہ لینے والا اپنا قبضہ کرلے تو واہب کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے
اور اگر اس مجلس کے بعد وہ قبضہ کرے تو واہب کی پھر اجازت ہونی چاہیئے اور ہبہ ایسی چیز کرنی
چاہیے جو تقسیم ہو کر واہب کے قبضہ میں ہو یا ایسی مشترک ہو جو تقسیم ہی نہیں ہو سکتی (جیسے کنواں غیرہ)
اور جو چیز تقسیم ہو سکتی ہو اس میں سے (بلا تقسیم کوئی حصہ) ہبہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور اگر ایسی چیز کسی نے
ہبہ کر دی تھی اور پھر تقسیم کر کے موہوب لہٗ کو دیدی تو یہ ہبہ درست ہو جائیگا۔ اگر کسی نے گیہوں کے اندر کا
آٹا ہبہ کیا تو یہ درست نہیں ہے اگرچہ دینے والا پیس کر آٹا ہی دے۔ اسی طرح تلوں میں کا تیل یا دودھ
میں کا گھی کوئی ہبہ کردے (تو یہ بھی ہبہ نہیں ہونے کا) جو چیز ہبہ کیجائے اگر وہ پہلے ہی سے موہوب لہٗ
کے قبضہ میں ہو تو (اسے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں) اور جدید قبضہ کئے بغیر مالک ہو جائیگا۔ اگرچہ باپ
اپنی اولاد کے لئے کچھ ہبہ کرے تو فقط اسکے کہنے ہی سے ہبہ پورا ہو جائیگا (قبضہ وغیرہ کی ضرورت نہیں) اور
اگر ایک غیر آدمی نے کسی بچہ کے لئے کچھ ہبہ کیا تو اسکے وارث یا اسکی ماں کے قبضہ کر لینے سے یا اگر کسی
اجنبی آدمی کی پرورش میں ہے تو اسکے قبضہ کر لینے سے ہبہ پورا ہو جائیگا اگر وہ سمجھ دار ہے تو اسکا قبضہ کر لینے سے اگر دو شخص ایک مکان ایک
ایک آدمی کو ہبہ کر دیں تو یہ درست ہے اور اگر ایک آدمی ایک مکان دو کو ہبہ کر دے تو یہ ہبہ درست نہیں ہونیکا (کیونکہ مکان
مشترک ہونیکی وجہ سے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کر سکتا جو ہبہ میں شرط ہے) دس
روپوں کو دو فقیروں پر صدقہ کرنا یا ہبہ کر دینا درست ہے اور دولتمندوں کے لیے صدقہ یا ہبہ کرنا درست نہیں
ہے **ف** ان دونوں صورتوں میں فرق ہونیکی یہ وجہ ہے کہ صدقہ دینے سے اللہ کی خوشی مقصود ہوتی ہے
اور اللہ ایک ہے وہاں کسی طرح کا شیوع نہیں ہے اور ہبہ سے دولتمند کو خوش کرنا ہوتا ہے اور وہ دو ہیں اور
دولتمند پر صدقہ کرنا درحقیقت ہبہ ہے مجازاً جیسا کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ ہے اور مجازاً ہبہ ہے کیونکہ ان
دونوں کے درمیان معنوی اتصال اور تعلق ہے اور وہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک مفت دینا ہے۔ بحر الرائق

باب الرجوع فی الہبۃ

(ہبہ پھیر لینے کا بیان)

ت ہبہ کر کے پھیر لینا درست ہے اور پھیر لینے سے روکنے والے سات امر ہیں جو **دمع خزقہ** سے

نے کرایہ پر دیدی تھی وہاں وہ تلف ہوگئی تو یہ ضامن ہوگا (اسے دینی پڑیگی) مانگ کر لینے والا دوسری کو مانگی چیز دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز ایسی ہو کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے اس میں کچھ فرق نہ آتا ہو۔ اگر مانگی چیز دینے والا (دیتے وقت) یوں کہدے کہ اس چیز کو فلاں دن یا فلاں ہی مہینے کام میں لانا یا فلاں ہی کام میں لانا۔ یا یہ دونوں باتیں کہدے تو مانگ کر لینے والا اس کے اس کہنے کے خلاف نہ کرے۔ ہاں اگر اُسنے اس طرح کچھ تعیین نہ کی ہو تو اُس سے مستعیر جس قسم کا چاہے اور جس وقت چاہے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور روپیہ اشرفی یا وہ چیزیں جو ناپ کے بکتی ہیں۔ (جیسے گیہوں وغیرہ) یا وہ چیزیں جو تل کے بکتی ہیں (جیسے گھی شہد وغیرہ) یا وہ چیزیں جو گنتی سے بکتی ہیں (جیسے انڈے وغیرہ) ان سب کو مانگی دینا قرض ہے۔ اگر کسی نے مکان بنانے یا باغ لگانے کے لئے زمین مانگے دی تو یہ درست ہے اور پھیر لینا اُسکے اختیار میں ہے (جب چاہے لیلے) اور مکان اور درختوں کو اُکھڑوا دے اور اگر اُسنے عاریت کا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو (یعنی یوں نہ کہا ہو کہ میں فلاں وقت لیلونگا) تو اُسکو کچھ دینا نہ آئیگا۔ ہاں اگر عاریت کا وقت مقرر کر دیا تھا اور اُس وقت سے پہلے وہ (زمین وغیرہ جو کچھ تھی) پھیر لی تو اُسے اُس اکھڑوانے والے کے نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر کسی نے کھیتی بونے کے لئے زمین مانگی دیدی تو جب تک کھیتی درو نہ ہو جائے وہ لی نہیں جا سکتی برابر ہے کہ یہ وقت معین کر دیا ہو یا نہ کر دیا ہو۔ اور مانگی چیز کے واپس کرنے میں جو کچھ خرچ ہو وہ مانگی لینے والے کے ذمّے ہے اور امانت میں مالک کے ذمے اور کرایہ میں کرایہ پر دینے والے کے ذمّہ اور غصب میں غصب کرنیوالے کے ذمّے اور رہن میں رہن رکھنے والے کے ذمّہ۔ اگر کسی نے کوئی سواری کا جانور مانگا لیا تھا اور پھر اُسکے مالک کے اصطبل میں پہنچا دیا۔ یا غلام لیا تھا اور اُسے اُسکے مالک کے گھر پہنچا دیا تو یہ بری الذمہ ہے بخلاف غصب کی ہوئی چیز اور امانت کے (کہ ان دونوں کو اُنکے مالک کے سپرد کر دینا ضروری ہے۔ بغیر سپرد کئے غاصب اور امین بری الذمّہ نہیں ہو سکتے) اگر مستعیر نے اپنے غلام یا اپنے نوکر کے ہاتھ مانگا جانور بھیجدیا یا مالک کے غلام یا نوکر کے ہاتھ بھیجدیا (اور وہ راستے میں تلف ہوگیا) تو مستعیر بری الذمہ ہے اور اگر کسی غیر کے ہاتھ بھیجا تھا اور وہ تلف ہوگیا تو اسے اسکا بدلہ دینا ہوگا اور مستعیر (اطمینان کے لئے) عاریت نامہ میں لکھدے کہ تو نے اپنی زمین مجھے کھانے (کمانے) کے لئے عاریۃً دی ہے۔

کتاب الہبۃ

(ہبہ کا بیان)

ت ایک چیز کا بلا عوض کسیکو مالک کر دینا ہبہ کہلاتا ہے اور یہ اُس وقت صحیح ہو جاتا ہے کہ جب دینے والے کی طرف سے ایجاب ہو مثلاً وہ یوں کہے کہ میں نے (فلاں چیز) ہبہ کر دی یا دے ڈالی یا یہ کھانا

ت یعنی ایک چیز کسیکو مفت دیدینے کا نام ہبہ ہے اور دینے والا واہب کہلاتا ہے اور جسے دے وہ موہوب لہ اور جو چیز دیجائے وہ موہوب ۱۲ مترجم

اگر وہ مشترک غیر منقسم ہی تو ہبہ باطل ہوگیا (جیسا کہ ایسی چیزوں کا ہبہ باطل ہوا کرتا ہے) اور انتہا میں بھی ہبہ بیع کا حکم رکھتا ہی اسوجہ سے ہبہ کے بعد اگر اُس چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو واپس ہوسکتا ہی اور اسمیں دیکھنے کا اختیار ہوتا اور حق شفعہ بھی پہنچ سکتا ہے (اگر ہبہ زمین یا مکان وغیرہ کا ہو) **فصل** اگر کسی نے حاملہ لونڈی ہبہ کی اور حمل اُسکا استثنا کرکے اپنا ہی رکھا یا اس شرط پر ہبہ کی کہ یہ پھر مجھے ہی دیدینا یا اسے آزاد کردینا یا اسکو ام ولد کرلینا یا کوئی مکان اس شرط پر ہبہ کیا کہ اسمیں سے تھوڑا سا حصہ پھر مجھے واپس کردینا یا اس میں سے کسیقدر حصہ کا مجھے بدلہ دے دینا تو یہ ہبہ صحیح ہوجائیگا اور یہ استثنا اور شرطیں سب باطل (اور بیکار) ہونگی۔ اگر کوئی اپنے قرضدار سے کہے کہ جب کل ہو تو یہ (قرض کا روپیہ جو تیرے ذمہ ہی) تیرا ہی ہی یا تو اس سے بری الذمہ ہے یا یوں کہا کہ اگر تو آدھا قرض ادا کردے تو باقی آدھا تیرا ہی ہی یا کہا کہ باقی کے آدھے سے تو بری الذمہ ہی تو یہ کہنا بالکل بیکار (اور فضول) ہے (کیونکہ اس نے قرض کے ہبہ کو ایک شرط پر معلق کیا ہی اور یہ جائز نہیں ہی) عمری کرنا جائز ہے جس کے لیے عمری کیا گیا ہو اُسکی زندگی تک اُسکے پاس رہے گا اور اُسکے (مرنے کے) بعد اسکے وارثوں کو ملیگا۔ اور عمری اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے یوں کہے کہ میرا گھر تیری عمر بھر کے لیے تیرا ہی ہے (اس دینے والے کو مُعمِر کہتے ہیں اور دوسرے کو معمر لہ یہ بھی درحقیقت ہبہ ہی ہی) پس جس وقت یہ (مُعمر لہ یعنی موہوب لہ) مرجائیگا تو یہ گھر اسی معمر (یعنی واہب) پر واپس ہوجائیگا۔ لیکن رقبیٰ جائز نہیں ہے یعنی واہب کسی سے یوں کہے کہ اگر میں (تجھ سے پہلے) مرجاؤں تو یہ (میرا) گھر تیرا ہے (تو اُسے رقبیٰ کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہی) باقی صدقہ اور ہبہ کا حکم ایک ہی ہی۔ اِس لئے صدقہ بھی بغیر قبضہ کے درست نہیں ہوتا اور نہ مشترک چیز میں (جو تقسیم ہوسکتی ہی مگر ہوئی نہیں) یہ جائز ہے اور (ہاں اتنا فرق ہے کہ) صدقہ پھر نہیں سکتا۔

کتاب الاجارہ

(کرایہ دینے کا بیان)

ت ایک (مکان وغیرہ کے) معین فائدے معین داموں سے بیچنے کو (شرع میں) اجارہ کہتے ہیں اور جو چیز قیمت بن سکتی (یعنی بجائے قیمت دیجا سکتی) ہی کرایہ بھی ہوسکتی ہے۔ اور فائدہ معین ہونے کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ فائدے کی مدت بیان کردیجائے مثلاً (مکان دیا ہی تو) رہنے کی مدت اور (زمین دی ہی تو) کاشت کرنے کی مدت پس اِس معینہ مدت پر کرایہ دینا درست ہی خواہ کتنی ہی ٹھہر جائے۔ ہاں اوقاف (کے مکانات یا زمینوں) میں تین سال سے زیادہ (اجارہ) نہ بڑھایا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس فائدے کا نام لے دیا جائے مثلاً کسیکو کپڑا رنگنے یا کپڑا سینے پر نوکر رکھنا تیسرے یہ کہ اس فائدے

مفہوم ہوتے ہیں پس د سے وہ زیادتی مراد ہے جو موہوب لہ نے موہوب چیز میں ایسی طرح کر دی ہو کہ
اب اُس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی مثلاً کسی نے زمین ہبہ کر دی تھی موہوب لہ نے اُس میں باغ لگا لیا
یا مکان بنوا لیا یا کوئی جانور تھا اُسے موٹا تازہ کر لیا اور م سے مراد واہب اور موہوب لہ دونوں میں سے
ایک کا مر جانا ہے (کہ ایک کے مرنے کے بعد بھی ہبہ واپس نہیں ہو سکتا) اور ع سے مراد عوض ہے
مثلاً اگر موہوب لہ نے واہب سے یوں کہا کہ تو اپنے ہبہ کا بدلہ یا اُسکا بدلہ یا اُسکے مقابلہ میں یہ لیلے اور
واہب نے لے لیا تو اب ہبہ کو پھیر لینے کا اختیار جاتا رہا اور اگر موہوب لہ کے علاوہ کوئی غیر آدمی ہبہ
کا بدلہ دیدے تو بھی جائز ہے اور اگر نصف ہبہ کا کوئی حقدار نکل کر موہوب لہ سے لیلے تو یہ موہوب لہ
نصف عوض واہب سے واپس لے لے اور اگر بدلے کی چیز میں سے نصف کا کوئی حقدار نکلکر لیلے تو
واہب نصف ہبہ ابھی واپس نہیں لے سکتا جبتک موہوب لہ ہبہ کا دوسرا نصف بھی واپس نہ کر دے
اور اگر موہوب لہ نے نصف ہبہ کا بدلہ دیدیا تھا تو اب واہب اُسے واپس لے سکتا ہے جس کا اس نے
ابھی کچھ بدلہ نہیں دیا اور خ سے مُراد یہ ہے کہ ہبہ کی چیز موہوب لہ کے قبضہ سے نکل جائے اگر موہوب لہ
نے ہبہ کی آدھی چیز بیچدی ہو تو باقی آدھی کو واہب واپس لے سکتا ہے جیسا کہ اگر اُسنے بالکل نہ بیچی ہو
(تب واپس کر سکتا ہے) اور ز سے مراد زوجیت ہے (یعنی واہب اور موہوب لہ اگر ہبہ کیوقت میاں
بیوی ہوں تو وہ ہبہ بھی نہیں پھر سکتا) پس اگر ایک مرد نے ایک عورت کو کچھ ہبہ کیا تھا پھر اُس سے
نکاح کر لیا تو یہ واپس ہو سکتا ہے اور اُسکے عکس میں واپس نہیں ہو سکتا۔ اور ق سے مراد قرابت ہے
پس اگر کسی نے اپنے ذی رحم محرم کو کچھ ہبہ کر دیا تھا تو اب اُس کو واپس لینا جائز نہیں ہے اور ہ سے
مراد ہلاک ہے اگر موہوب لہ ہبہ کی چیز کے ہلاک ہونیکا دعوی کرے تو اُس کا کہنا معتبر ہوگا اور ہبہ کا واپس
ہونا جب ہی صحیح (اور درست) ہوتا ہے کہ جب واہب اور موہوب لہ دونوں راضی ہو جائیں یا واپسی کا
حاکم حکم کرے۔ **ف** یعنی ہبہ کی واپسی میں ان دو امروں میں سے ایک امر کا ہونا ضروری ہے اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ عقد ہبہ تو صحیح اور پورا ہو چکا ہے اور صحیح ہونیکے بعد عقد کا ٹوٹنا اس شخص پر موقوف ہوتا ہے کہ
جسکے توڑنے کا اختیار ہو اور وہ حاکم ہوتا ہے یا جن دونوں نے وہ عقد کیا ہو لہذا جب تک حاکم کا حکم نہ ہو
یا واہب اور موہوب لہ دونوں راضی نہ ہو جائیں اس ہبہ کی چیز کا موہوب لہ ہی مالک رہے گا۔ **ت** اگر
ہبہ کی چیز تلف ہو گئی اور بعد میں اُس کا کوئی مستحق کھڑا ہوا جس نے موہوب لہ سے اُس کا عوض لے لیا
تو اب یہ موہوب لہ اپنا دیا ہوا تاوان واہب سے نہیں لے سکتا۔ اور جس ہبہ میں بدلہ لینے کی شرط ہو وہ
ابتدا میں تو ہبہ ہی کے حکم میں ہے لہذا (ہبہ کی طرح وہاں) دونوں عوضوں میں قبضہ ہو جانا شرط ہے۔ اور

ف مکانوں اور دکانوں کو بغیر اس بات کے بیان کئے کہ ان میں کیا کام کیا جائیگا کرایہ پر دینا درست ہے
اور کرایہ دار کو اختیار ہے کہ ان میں جو کام چاہے کرے مگر (اتنا ضرور ہے کہ یہ اپنی طرف سے) کسی لوہار یا دھوبی
یا آٹا پیسنے والوں کو نہ بسائے (کیونکہ انکے رہنے سے عمارت کو نقصان پہنچتا ہے) اور کھیتی بونے کے
لئے زمین اجارہ پر دینی درست ہے بشرطیکہ یہ بیان کر دیا جائے کہ اس میں فلاں چیز بوئی جائیگی یا کاشتکار
یہ شرط کرلے کہ میں جو چاہونگا بولونگا۔ اور زمین کو مکان بنانے اور باغ لگانے کے لئے بھی اجارہ پر
دینا درست ہے۔ اور جب اجارہ کی مدت گزر جائے تو جس نے اجارہ پر لی تھی وہ اپنی عمارت اور درخت
اکھاڑ کر زمین خالی کر کے مالک کو سونپ دے۔ ہاں اگر وہ اُنکی اتنی قیمت بھرنے پر آمادہ ہو جو اُنکے
اکھڑنے کے بعد ملے اور اپنی ملک کرنا چاہے (تو اُس وقت اُکھیڑنا ضروری نہیں) یا وہ اس مکان اور
باغ کے بدستور رہنے پر راضی ہو تو اس صورت میں عمارت اور درخت اُسکے رہیں گے اور زمین اصل مالک
کی رہے گی۔ جیساکہ یہی حکم (ایک آدھ) درخت لگانے اور ترہی ترکاری بونے کا ہے۔ اور اگر زمین کھیتی کے
لئے دیگئی تھی اور ابھی کھیتی کٹنے پر نہیں آئی تھی کہ اجارہ کی مدت گزر گئی تو اُسکے آنے تک اُسی لگان
کے حساب سے وہ کھیتی رہنے دیجائے اور چوپایہ سوار ہونے اور بوجھ لادنے اور کپڑا پہننے کے لیئے
کرایہ پر لینا درست ہے۔ پس اگر یہ نہ ٹھیرا ہو کہ کون سوار ہوگا یا کون پہنے گا تو کرایہ پر لینے والا جسے چاہے
سوار کرائے اور جسے چاہے پہناوے اور اگر سوار یا پہننے والا معین ہو چکا تھا اور پھر اسکے خلاف کیا۔
اور جانور یا کپڑا تلف ہو گیا) تو دینا آئیگا۔ اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں ایک کی جگہ دوسری کے استعمال
کرنے سے کچھ فرق نہیں آتا اُن میں ایسی تعیین بالکل بیکار ہے جیساکہ کوئی مکاندار کسی کے رہنے کی شرط
کرلے تو اُس کرایہ دار کو اختیار ہے کہ اپنے عوض میں اور کسیکو بسادے۔ اور اگر بوجھ لادنے کے لئے کرایہ پر لینے
میں بوجھ کی قسم اور مقدار معین ہو چکی ہے مثلاً کسی نے گیہوں کی ایک گون لادنے کے لیئے گدھا وغیرہ کرایہ
لیا ہے تو اس کرنے والے کو اختیار ہے کہ ایسا ہی بوجھ یا اس سے کم اور کچھ لادے باقی ایسی چیز نہیں
لاد سکتا جس سے جانور کو تکلیف زیادہ ہو جیسے نمک کہ اسکی ایک بوری میں بوجھ بھی زیادہ اور چھبنے کیوجہ سے
تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کرایہ کی سواری دوسرے آدمی کو پیچھے بٹھانے سے مر جاوے تو کرایہ کرنیوالے
کو نصف قیمت دینی پڑیگی اور اگر مقررہ بوجھ سے زیادہ لادلیا تھا اور اس وجہ سے وہ جانور مر گیا تو جسقدر
بوجھ زیادہ لادلیا تھا اور اس وجہ سے وہ جانور مر گیا تو جسقدر بوجھ زیادہ کیا تھا اُسی کے موافق قیمت ادا
کرنی ہوگی۔ اور اگر مارنے یا لگام کھینچنے یا زین اُتارنے کے سبب سے یا ایسی زین کسنے کے سبب سے
جو ایسے جانور پر نہ کستے ہوں یا جو راستہ ٹھیر چکا تھا اُسکو چھوڑ کے اور راستہ کو لیجانے کے سبب سے

ف؎ یعنی جب کہ ان چیزوں ... کہ ان میں ایک ... سواری ... اگر جس ... کسی سوار ... بیٹھنے ... کر کے لگ جائے تو ایسی صورت میں اگر کسی خاص آدمی کے لیے کرایہ پر لیا ہو تو اور کوئی سوار نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم

کو اشارے سے بتلا دیا جائے مثلاً دہلی سے میرٹھ تک یا بیت سے بڈھانہ تک کچھ غلہ لیجانے کے لیے کسیکو نوکر رکھنا اور مزدور مزدوری کا فقط نوکر ہو جانے سے مالک نہیں ہوجاتا بلکہ (ان چار وجہوں سے ہوسکتا ہے مثلاً) یا تو مزدوری بلا شرط پہلے دیدیجائے اور یا پیشگی مزدوری لینا شرط ٹھہر جائے یا وہ کام پورا کردے یا نوکر اسکے رکھنے والے کے وہ کام وغیرہ قابو میں آجائے۔ اگر کسی نے کوئی مکان وغیرہ کرایہ پر دیا تھا اور کرایہ دار سے وہ مکان کسی نے چھین لیا تو اُسکے ذمے سے کرایہ ساقط ہو جائیگا اور یہی حکم اجارہ کی ہر چیز کا ہے) زمین یا مکان کا مالک اگر چاہے تو روز کا کرایہ روز لے سکتا ہے اور اونٹ (گھوڑے وغیرہ) والا اپنے اونٹ وغیرہ کا کرایہ ہر منزل پر پہنچ کر لے سکتا ہے اور دھوبی اور درزی اپنا اپنا کام کرلنے کے بعد لے سکتے ہیں اور نانبائی تنور سے روٹی نکالنے کے بعد ہی مزدوری لے سکتا ہے (یعنی ان کاموں سے پہلے اِن لوگوں کو مزدوری میں زبردستی کرنے کا استحقاق نہیں ہے) پس اگر نانبائی نے روٹی نکالی مگر وہ جل گئی ہے تو اُسکو مزدوری برابر ملیگی اور روٹی جلنے کا تاوان اُسکے ذمہ نہ ہوگا۔ اور باورچی جب سالن وغیرہ رکابی میں اُتار دے یا اینٹیں بنانے والا جب بنا کر کھڑی کردے تب وہ مزدوری مانگنے کا حقدار ہوتا ہے۔ اور جن پیشہ وروں کے کام کا اِس اصل چیز میں اثر ہو جائے۔ جیسے رنگریز اور دھوبی یہ اپنی مزدوری وصول کرنے کی غرض سے اس کپڑے وغیرہ کو روک سکتے ہیں (جو اُنکے پاس رنگنے یا دُھلنے کو آیا ہو کہ مزدوری لیکر دینگے) پس اگر کسی نے (اس خیال سے) روک لیا تھا۔ اُسکے پاس وہ ضائع ہو گیا تو نہ اُس سے اُسکا بدلہ لیا جائیگا اور نہ مزدوری ملیگی۔ اور جن پیشہ وروں کے کام کا اس چیز میں کچھ اثر نہ ہوتا ہو جیسے پلہ دار اور ملاح (وغیرہ) تو اُنکو مزدوری کیوجہ سے اس چیز کو روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ ٹھیر الیا ہو کہ میرا یہ کام تو خود کرنا تو اسے دوسرے سے کرانے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُسنے کچھ تعیین نہیں کی تھی تو یہ اُجرت پر دوسرے سے کرا کر دے سکتا ہے۔ اگر کسی نے اپنے گھر کے آدمیوں کو لانے کیواسطے کوئی مزدور کیا تھا اور اُسکے کچھ آدمی (اُسکے لانے سے پہلے) مرگئے اور جو باقی رہے اُنکو یہ لے آیا تو اُسکو مزدوری حصہ رسد ملے گی۔ اگر کسی نے خط پہنچا کر جواب منگانے یا کسی کے پاس کھانا پہنچانے کے لیئے کوئی مزدور کیا تھا مگر وہ شخص مرگیا اور یہ مزدور خط یا کھانا پھیر لایا تو اُسے مزدوری نہیں ملیگی ❊

باب مایجوز من الاجارۃ ومایکون خلافا فیہا

اُن چیزوں کا بیان کہ جن کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور جن میں خلاف ہے

آدمے کا کپڑا بُن دے اور آدھا بنائی میں رکھ لے یا ایک مزدور کیا کہ میرا یہ غلّہ فلاں جگہ پہنچا دے اس میں سے
ایک پیالہ بھر تجھے دونگا یا نانبائی سے یوں ٹھیرایا کہ آج اتنے آٹے کی ایک روپیہ میں روٹیاں پکا دے تو یہ
تینوں صورتیں ناجائز ہیں۔ اگر کسی نے اجارہ پر زمین اس شرط سے لی کہ اس میں ہل چلا کر کھیتی کریگا یا پلٹے
بودیگا تو یہ اجارہ درست ہے اور اگر یہ شرط ٹھیری کہ بونے والا اس میں دو دفعہ ہل چلائیگا یا پانی جانے کی
نالیاں کھودیگا یا اس میں کھاد ڈالیگا یا (یہ شرط ٹھیری کہ) یہ کاشتکار اپنی زمین کاشت کرنے کے لیئے
بدلہ میں دے تو یہ اجارہ کی چاروں صورتیں ناجائز ہیں۔ جیسا کہ کوئی اپنے گھر میں رہنے کا کرایہ کرایہ دار
کے مکان میں رہنا ٹھیرا لے (تو یہ بھی ناجائز ہے) اگر دو آدمیوں کے ساجھے کا غلّہ تھا ان میں سے
ایک نے دوسرے کو اسی غلہ کے لیجانے کے لئے مزدور کیا تو اُسے مزدوری نہیں ملیگی جیسا کہ راہن
اپنی رہن کی ہوئی چیز مرتہن سے اجارہ پر لیلے تو اُسے اجارہ کے دام نہیں سک دینے آتے۔ اگر کسی نے
زمین اجارے پر لی اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اس میں بوئیگا (یا کیا کریگا) یا کیا چیز بوئیگا۔ پھر اُسے بوئی اور
اجارے کی مدّت گزر گئی تو جو دام ٹھیرے ہوں دینے ہونگے۔ اگر کسی نے مکہ تک ایک گدھا کرایہ کیا اور یہ
نہیں بتلایا کہ کیا چیز لادیگا اور پھر ایسی چیز لادی جو لوگ لادا کرتے ہیں مگر وہ (گدھا راستہ ہی میں) مر گیا
تو اُسے گدھے کے دام نہیں دینے پڑینگے۔ اور اگر اس گدھے نے مکہ تک (یعنی جس جگہ جانا ٹھیرا تھا) پہنچا
دیا تو جو کرایہ ٹھیرا تھا دینا ہوگا اور اگر زمین بونے یا بوجھ لادنے سے پہلے دونوں میں جھگڑا ہو (کر عدالت
تک نوبت پہنچ) جائے تو یہ اجارہ ٹوٹ جائے گا تاکہ یہ فساد رفع ہو ؀

باب ضمان الاجیر

(مزدور کی ذمّہ داری کا بیان)

ف مزدور دو طرح کا ہوتا ہے ایک مزدور مشترک دوسرا مزدور خاص **ت** مزدور مشترک وہ ہے جو کسی خاص شخص کا
کام نہ کرے (بلکہ اس سے جو کوئی چاہے کام کرالے) یہ جبتک کام (پورا) نہ کرے مزدوری لینے کا مستحق
نہیں ہوتا جیسے رنگریز و دھوبی انکے پاس کپڑا وغیرہ امانت ہوتا ہے (انکی زیادتی بغیر) تلف ہونے سے
اِن پر تاوان نہیں آتا۔ اور جو چیز ایسے مزدور کے کام کرنے سے تلف ہوجائے جیسے دھوبی کے کپڑا پچھاڑنے سے
وہ کپڑا پھٹ جائے یا پلّہ دار کا پیر پھسلنے یا جس رسی سے اسباب باندھا تھا اُسکے ٹوٹنے سے کچھ
نقصان ہوجائے یا ملاح کے کھینچنے سے کشتی ڈوب جائے تو ان چاروں صورتوں میں جسقدر نقصان
ہوگا اُس کا اِن سے تاوان لیا جائیگا۔ ہاں کشتی ڈوبنے کی صورت میں جو آدمی ضائع ہوگئے ہوں ملاح
اُنکا ذمّہ دار نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے ایک مٹکا لیجانے کے لیئے مزدور کیا تھا اور وہ مٹکا رستہ میں ٹوٹ گیا

جانور مرجائے بشرطیکہ ان دونوں راستوں میں تفاوت ہو یا خشکی کے راستے سے لیجانے کے لئے کرایہ کیا تھا اور دریا میں کو لیگیا اس سے وہ جانور مر گیا تو ان سب صورتوں میں اس جانور کی پوری قیمت دینی پڑیگی۔ اور اگر وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا تو جو کرایہ ٹھہر چکا ہے وہ اسے ضرور ملنا چاہیے اور اگر گیہوں بونے کے لیے زمین لی تھی اور اس میں رطبہ بو دیا تو اس زمین کے نقصان کا معاوضہ دینا پڑیگا لگان نہیں دیا جائیگا (کیونکہ تاوان اور لگان جمع نہیں ہو سکتے) اگر کسی نے کرتہ سینے کو کہا تھا اور درزی نے قبا سی دی تو درزی کو کپڑے کی قیمت دینی پڑیگی اور کپڑے والے کو اتنا اختیار ہے کہ یہ چاہے تو قبا لے لے اور اسکی معمولی سلائی دیدے ؛

باب الاجارة الفاسدة

(ناجائز اجارہ کا بیان)

ت (جو) شرائط (تقاضائے عقد کے موافق نہ ہو وہ) عقد اجارہ کو ناجائز کر دیتی ہے لیکن اگر مزدور نے وہ کام کر دیا تو اس کام کی اسے مزدوری ملیگی اور جو پہلے ٹھیری تھی اس سے زیادہ نہیں کیجائیگی پس اگر کسی نے روپیہ مہینے پر مکان کرایہ لیا تو ایک مہینہ کے لئے اسکو رہنا درست ہو گیا ہاں اگر سب مہینے بیان کر دیئے ہوں (مثلاً مکاندار نے یوں کہدیا ہو کہ میں اپنا مکان دس مہینے کے لئے معین روپیہ ماہوار پر دیتا ہوں تو ایسی صورت میں دس مہینے کے لئے رہنا درست ہو جائیگا) اور جس مہینے کی ایک ساعت بھی کوئی کسی مکان میں رہا تو اس مہینہ اسے کرایہ پر رہنا درست ہو گیا۔ اگر کسی نے ایک سال بھر کے لیئے مکان کرایہ پر لیا تو یہ درست ہے اگرچہ ہر مہینے کا کرایہ مقرر نہ کیا ہو اور کرایہ طے ہوتے ہی وہ مکان وغیرہ کرایہ میں آ جائیگا پس اگر چاند رات کو کرایہ طے ہوا ہے تو چاندوں کا حساب رہیگا ورنہ دنوں کی گنتی سے حساب کیا جائیگا حمام (میں نہلانے) کی اور بھری سینگی لگانے کی مزدوری لینا جائز ہے اور نر کو مادہ پر چھوڑوا لئے۔ اذان کہنے حج کرنے اور امامت کرنے اور قرآن اور فقہ پڑھانے کی ضروری ناجائز ہے لیکن آجکل فتوی اس پر ہے کہ قرآن شریف کے پڑھانے کی (تنخواہ اور) مزدوری لینی جائز ہے (کیونکہ اب مفت پڑھانے کی توفیق کم ہی) گانے اور نوحہ کرنے اور سارنگی ستار وغیرہ بجانے کی مزدوری درست نہیں ہے۔ اور مشترک مکان وغیرہ کے آدھے تہائی حصہ کو کرایہ پر دینا درست نہیں ہے ہاں اپنے شریک کو دینا درست ہے۔ انا کو معین تنخواہ یا کھانے کپڑے پر نوکر رکھنا درست ہے اور اسکے خاوند کو اس سے ہمبستری کرنے سے منع نکیا جائے ہاں اگر اسے حمل رہجائے یا بیمار ہو جائے تو یہ اجارہ فسخ ہو جائیگا اور اس بچے کے کھانے پینے کی دیکھ بھال اسی انا کے ذمہ ہے اور اگر اس نے (اپنے دودھ کے عوض) بچہ کو بکری کا دودھ پلایا تو اسے تنخواہ نہیں ملیگی۔ اگر کسی نے سوت بننے کو دیا کہ اس میں سے

اگر کسی نے مجور غلام کو نوکر رکھا اور اُسکے کام کی مزدوری اُسے دیدی تو یہ دی ہوئی مزدوری مستاجر واپس لے اگر کسی نے ایک غلام زبردستی چھین کر اُس سے محنت مزدوری کرائی اور اُسکی کمائی میں سے کچھ کھا پی لیا تو اس چھیننے والے سے تاوان نہیں لیا جائیگا ہاں اگر اس غلام کے آقا کو (غلام سے) کچھ ملجائے تو وہ لیلے اور غلام کو اپنی مزدوری لینی جائز ہے (یعنی اگر اس غلام کا آقا پھر اس مستاجر پر دعویٰ کرنے لگے کہ اسکی تنخواہ مجھے ملنی چاہیئے تھی تو اسکا دعویٰ خارج کیا جائیگا) اگر کسی نے ایک غلام دو مہینے کے لیئے اس طرح نوکر رکھا کہ ایک مہینے کے چار روپے اور دوسرے کے پانچ روپے دونگا تو یہ درست ہے اور پہلے مہینے کے چار (اور دوسرے کے پانچ) ہی روپے دینے ہونگے۔ اگر کسی نے ایک غلام نوکر رکھا اور پھر (تنخواہ کے وقت) اس میں اور غلام کے آقا میں اس غلام کے بھاگنے یا بیمار ہونے کی بابت جھگڑا ہوا (نوکر رکھنے والا کہتا ہے کہ اسنے میرا کام کاج کچھ نہیں کیا بلکہ یہ تو جب ہی سے بیمار رہا یا بھاگا رہا ہے اور آقا کہتا ہے کہ یہ غلط ہے اسنے برابر تیرا کام کیا ہے) تو اس صورت میں اِس جھگڑے کے وقت دیکھا جائیگا اگر غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو اُس کا حکم کیا جائیگا ورنہ آقا کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور کرتہ یا قبا کے سینے اور سُرخ یا زرد رنگنے اور مزدوری یا بے مزدوری کام کی بابت کپڑے والے کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ ف یعنی ایک شخص نے درزی کو کپڑا سینے کے لیئے دیا تھا اب کپڑے والا کہتا ہے میں نے قبا سینے کو کہا تھا اور درزی کہتا ہے تم نے کرتہ سینے کو کہا تھا۔ یا کپڑے والا کہتا ہے میں نے سُرخ رنگنے کو کہا تھا اور رنگریز کہتا ہے تم نے زرد کو کہا تھا۔ یا کپڑے والا کہتا ہے کہ تو نے بے مزدوری سینے کو کہا تھا۔ اور درزی کہتا ہے میں نے مزدوری پر کہا تھا تو ان تینوں صورتوں میں اس کپڑے والے کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا۔

باب فسخ الاجارۃ
(اجارہ توڑنے کا بیان)

ت (مکان وغیرہ میں) عیب ہونے کی وجہ سے (کہ جس سے رہنے میں تکلیف ہو) اور مکان خراب ہوجانے اور زمین اور پنچکی کا پانی بند ہونے کے سبب سے اِنکا اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی نے اپنے لیئے کوئی چیز اجارہ پر لی اور پھر یہ یا وہ چیز والا مرجائے تب بھی وہ اجارہ ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر کسی نے دوسرے کے لیے عقد اجارہ کیا تھا تو وہ اس کرنے والے کے مرنے سے نہیں ٹوٹتا جیسا کہ وکیل یا وصی یا وقف کا متولی اگر عقد اجارہ کریں (تو وہ اُنکے مرنے سے نہیں ٹوٹنے کا) اور اسی طرح خیار شرط اور خیار رویت سے بھی اجارہ نہیں ہوتا اور عذر سے بھی اجارہ ٹوٹ جاتا ہے اور عذر وہ معتبر ہوتا ہے کہ اجارہ لینے والا اُس سے اپنا مطلب پورا نہ کرسکے اگر کرے تو اُسکو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑے کہ جو اجارے سے اُسپر لازم نہیں ہوئی۔

عبد مجور غلام مزدوری کو کہتے ہیں تجارت وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی اس کا نام مجور ہے ... ف یعنی ... کہتا ہے ... کہ ... ت ... اجارہ ... دونوں صورتوں میں اجارہ منعقد نہیں ہوتا

تو جہاں سے اسنے مٹکا اُٹھایا تھا وہاں جتنے کو وہ مٹکا بکتا ہو وہ قیمت مزدور کو دینی پڑیگی اور اسے مزدوری نہیں ملیگی یا مٹکے والا اگر چاہے تو جہاں مٹکا ٹوٹا ہے وہاں جتنے کو بکتا ہو وہ قیمت مزدور سے لیلے اور حساب کرکے وہاں تک کی مزدوری اُسکو دیدے۔ حجام (یعنی سینگی لگانے والا) یا سالوتری یا فصاد اگر اپنے معمول کے مطابق عمل کریں (اور مریض اتفاقاً مرجائے) تو یہ ذمہ دار نہ ہونگے۔ اور ذمہ دار کی دوسری قسم) مزدور خاص (ہے اور یہ) مزدوری کے وقت اپنے آپ کو سونپ دینے سے مزدوری کا مستحق ہوجاتا ہے اگرچہ اس سے کچھ کام نہ لیا جائے مثلاً کوئی خدمتگاری یا بکریاں چرانے کے لئے نوکر رکھا گیا (تو اب خواہ اُس سے کوئی کام لیا جائے یا نہ لیا جائے یہ تنخواہ کا مستحق ہے) اور جو چیز اسکے ہاتھ سے یا اسکے کام کرنیسے تلف ہوجائے اس سے تاوان نہیں لیا جائیگا۔

باب الاجرۃ علیٰ احد الشرطین

دو شرطوں میں سے ایک پر مزدوری دینے کا بیان

ت باعتبار کسی قسم یا وقت کے کپڑے کی سلائی میں یا دوکان یا مکان میں رہنے کی تردید کے موافق مزدوری یا کرایہ میں تردید کرنی درست ہے **ف** یعنی اگر کسی نے درزی کو سینے کے لیئے کپڑا دیا اور یوں کہا کہ اگر تو جیدر آبادی شروانی سی دیگا تو سلائی کے دو روپیہ دونگا اور اگر سادی اچکن سی دیگا تو ایک روپیہ دونگا۔ یہ تردید باعتبار قسم کے ہوئی۔ یا یوں کہا کہ اگر آج سی دیگا تو دو روپیہ سلائی دونگا اور اگر کل سیئے گا تو ایک روپیہ دونگا تو یہ تردید باعتبار وقت کے ہوئی تو یہ دونوں تردیدیں درست ہیں۔ اسی طرح دوکان یا مکان کرایہ پر دیتے ہوئے یوں کہا کہ اگر لوہار وغیرہ کا کام کروگے تو کرایہ آٹھ روپیہ ماہوار لونگا اور اگر بزاز وغیرہ کی دوکان کروگے تو چار روپیہ لیلونگا تو یہ بھی درست ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہوگا کہ اگر درزی یا کرایہ دار نے اسکے پہلے کہنے کو اختیار کیا تو جو کچھ یہ کہہ چکا ہے وہ دینا ہوگا اور اگر دوسری صورت کو اختیار کیا تو جو سلائی یا کرایہ کا دستور ہوگا وہ دیا لیا جائیگا **ت** اور چوپایہ میں باعتبار مسافت یا بوجھ کے دوسرا کرایہ مقرر کرنا درست ہے **ف** مثلاً کسی نے ایک گھوڑا کرایہ کیا اور یوں کہا کہ اگر میں اس پر میرٹھ تک گیا تو چار روپے کرایہ دونگا اور اگر آگے مظفر نگر تک گیا تو آٹھ روپیہ دونگا یا یوں کہا کہ اگر میں دو من بوجھ لے گیا تو ایک روپیہ دونگا اور اگر من بھر لیگیا تو آٹھ آنے تو یہ بھی درست ہے۔

باب الاجارۃ العبد

(غلام کو نوکر رکھنے کا بیان)

ت اگر کسی غلام کو خدمتگاری میں نوکر رکھا ہو تو بلا پہلے سے ٹھہرائے اُسے سفر میں لیجانا درست نہیں ہے

اور قرض معاف کرنا کسی وقت پر معلق کر کے درست نہیں ہے (جیسا کہ کوئی یوں کہے کہ میں یہ چیز کل کو بیچونگا یا بیع کی کل اجازت دونگا اور علیٰ ہذا القیاس تو اُس وقت یہ کہنے سے یہ معاملے سطے نہ ہونگے)

کتاب المکاتب

(مکاتب کا بیان)

ت اپنے لونڈی غلام پر سے فی الحال اپنا اختیار اُٹھا لینا اور انجام کار اُسے بالکل ہی آزاد کر دینا شرع میں مکاتب کرنا کہلاتا ہے۔ اگر کسی نے اپنے نابالغ سمجھدار مملوک کو کسی قدر مال پر مکاتب کر دیا (یعنی یوں کہا کہ اگر تو اتنا مال مجھے دیدے تو آزاد) خواہ وہ مال ابھی دینا ٹھیرا ہو یا کچھ مدت معین کے بعد یا قسط وار اور اُسنے قبول کر لیا تو عقد کتابت درست ہوگئی اور اسی طرح اگر آقا یوں کہدے کہ میں نے تیرے ذمہ ہزار روپے ٹھیرا دیئے ہیں تو انکو قسط وار ادا کرے پہلی قسط میں اتنے روپے ہوں اور آخر کی میں اتنے ہوں اور جسوقت یہ ہزار روپیہ تو ادا کر چکے تو تو آزاد ہے اور نہیں تو (جیسا کا تیسا) غلام ہے (اسنے اسکو منظور کر لیا) تو یہ غلام آقا کے قبضہ سے اُسی وقت نکل جائیگا مگر ملکیت سے نہیں نکلے گا۔ اگر آقا اپنی مکاتبہ (لونڈی) سے صحبت کرے یا اُسکا یا اُسکی اولاد کا ہاتھ پیر وغیرہ توڑ ڈالے یا اُس کا مال تلف کرے تو اُسکا تاوان بھریگا۔ اگر کسی مسلمان نے اپنے غلام کو شراب یا سور پر یا اسی غلام کی قیمت پر یا سو روپے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ یہ آقا ایک غلام یا ایک لونڈی غیر معین اپنے پاس سے اسکو دیدیگا تو ان سب صورتوں میں کتابت فاسد ہوگی۔ ہاں اگر اس غلام نے شراب آقا کو دیدی تو یہ آزاد ہو جائیگا اور اپنی قیمت بھی کما کر آقا کو دینی پڑے گی اور اس پر بھی اگر اس غلام کی قیمت شراب کے داموں سے کم ہے تو کم نہیں لیجائیگی اور اگر زیادہ ہوئی تو زیادہ لیجائیگی۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو ایک حیوان پر مکاتب کر دیا اور اسکی جنس بیان کر دی کہ گھوڑا ہو یا گدھا ہو) اور وصف نہیں بیان کیا (کہ گھوڑا عربی ہو یا دیسی ہو) یا ایک کافر نے اپنے کافر غلام کو شراب پر مکاتب کر دیا تو یہ دونوں کتابتیں درست ہیں اور ان دونوں میں سے ایک بھی اگر مسلمان ہو جائے تو اُس وقت آقا کو شراب کی قیمت لینی ہوگی اور اگر اسنے شراب لیلی تو جب بھی یہ غلام آزاد ہو جائیگا ❖

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعله ولا یفعله

(باب اس بیان میں کہ مکاتب کو کیا کرنا جائز ہے اور کیا کرنا ناجائز ہے)

ت مکاتب کو خرید و فروخت کرنی اور سفر کرنا جائز ہے اگرچہ آقا نے یہ ٹھیرا لیا ہو کہ اس شہر سے باہر نجانا۔ اور اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کرنا اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا بھی جائز ہے اور اس دوسرے مکاتب کا ترکہ اس

مثلاً ایک شخص نے (درد کیوجہ سے) اپنی ڈاڑھ اکھڑوانے کے لئے ایک مزدور کیا تھا اور اتنے ہی میں درد جاتا رہا یا ولیمہ کا پکانے کے لئے کوئی نوکر رکھا تھا اتنے میں اس عورت نے اس سے خلع کر لیا یا ایک دکان تجارت کرنے کے لئے کرایہ لی تھی پھر وہ مفلس ہو گیا۔ یا کسی نے اپنا مکان وغیرہ کرایہ پر دیا تھا پھر اسپر آنکھوں دیکھتے یا گواہوں کے بیان کرنیسے یا اسکے خود کے اقرار کرنے سے قرض ثابت ہو گیا اور اسی ایک مکان وغیرہ کے سبب سے اور اسکے پاس مال بالکل نہیں ہے یا کسی نے کہیں جانے کے لئے گھوڑا وغیرہ کرایہ کیا تھا پھر ایسی کوئی صورت پیش آئی کہ جس سے اس کا جانا نہیں ہو سکتا تو ان سب صورتوں میں اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں کرایہ کرنے والا (اپنے کسی عذر کیوجہ سے) اجارہ کو نہیں توڑ سکتا (یعنی اگر کسی نے اپنا گھوڑا کرایہ کر لیا تھا پھر اسے کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ وہ جا نہیں سکتا تو اس کا یہ عذر قابل سماعت نہیں کیونکہ وہ اپنے گھوڑے کے ساتھ اور کسی کو بھیج سکتا ہے +

مسائل متفرقہ

(مختلف مسئلے)

ت اگر کسی کسان نے اجارے پر لی ہوئی یا مانگی ہوئی زمین کی کھیتیاں جلائی تھیں جس سے دوسرے کی زمین میں سے بھی کوئی چیز جل گئی تو اس کا وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ اگر کسی درزی یا رنگریز نے اپنی دکان میں ایسے آدمی کو بٹھا لیا جو آدھو آدھ پر کام کرے (یعنی اپنی مزدوری میں سے آدھی مزدوری اس درزی یا رنگریز کو دیا کرے) تو یہ درست ہے۔ اگر کسی نے ایک اونٹ مکہ تک (یا اور کسی شہر تک) یہ کہکر کرایہ کیا کہ اسپر ایک کجاوہ رکھونگا اور دو آدمی سوار ہونگے تو یہ درست ہے اور اسکو ایسا کجاوہ رکھنا چاہیئے جو اونٹ والوں میں مروج ہو اور اونٹ والے کو دکھا دینا اور زیادہ (بہتر اور مستحب ہے تاکہ آیندہ جھگڑہ فساد نہ ہو) اگر کسی نے زاد راہ لادنے کے لئے کوئی اونٹ وغیرہ کرایہ کیا اور اسکی مقدار معین کر دی (کہ مثلاً ایک من یا دو من ہوگا) اور پھر اس میں سے کچھ کھا لیا تو اسکے عوض اتنا ہی اور رکھ سکتا ہے۔ اور عقد اجارہ کرنا۔ اجارہ کو توڑنا کھیتی کرنا کھیتی میں پانی دینے کا معاملہ کرنا۔ مضاربت کرنا۔ وکالت کرنا۔ کفالت کرنا۔ کسیکو وصی بنانا وصیت کرنا۔ قاضی بنانا۔ فہری دینا۔ طلاق دینا۔ آزاد کرنا۔ اور وقف کرنا اسی طرح کہ یہ کسی وقت پر معلق ہو درست ہے **ف** مثلاً پہلی صورت کے متعلق کوئی شخص شعبان میں یوں کہے کہ میں نے اپنا مکان شروع رمضان شریف سے کرایہ پر دیا تو یہ صورت اجارہ کی درست ہے اور اسی طرح ان کل امور کو آیندہ زمانہ پر معلق کرنا درست ہے **ت** بیع کی اجازت (یعنی جسوقت کسی بیچ کے ہو لئے نے بیع کر دیے اسکی اجازت اور خیار شرط وغیرہ کے بعد) بیع کا فسخ کرنا اور تقسیم۔ شرکت۔ ہبہ کرنا۔ نکاح کرنا۔ طلاق سے رجوع کرنا۔ مال پر صلح کرنا اور

تو آزاد ہو جائیگا اور اگر اپنے عاجز ہونیکا اقرار کرلیگا تو مدبر ہی رہیگا۔ اور اگر اس کا آقا مفلس ہو کر مر جائے تو اُسوقت
اسکو ان دو باتوں میں اختیار ہے کہ چاہے اپنی قیمت کی دو تہائی کما کر دے اور چاہے بدلِ کتابت کی دو تہائی
کما دے۔ اگر کوئی اپنے مکاتب کو آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور بدل کتابت اُسکے ذمہ سے اُتر جائیگا
اگر کسی نے اپنے مکاتب کو ایکہزار روپے اُدھار پر مکاتب کیا تھا پھر پانسو نقد دینے پر اس سے صلح کرلی۔
تو یہ بھی درست ہے۔ ایک بیمار نے اپنے غلام کو دو ہزار روپے پر مکاتب کیا تھا اور برس روز کے اندر روپیہ
ادا کرنے کا وعدہ ٹھیرا تھا اور وہ قیمت میں ایکہزار روپیہ کا تھا۔ اب یہ آقا مر گیا اور وارثوں نے یہ برس
روز کا وعدہ نمانا تو اب یہ غلام اپنے بدلِ کتابت کی دو تہائی ابھی ادا کر دے اور باقی ایک تہائی روپیہ عدہ
کی مدت ختم ہونے تک دیدے اور اگر یہ نہو سکے تو غلامی میں رہے۔ اور اگر کسی بیمار نے اپنے غلام کو ایکہزار روپے
پر مکاتب کیا اور روپیہ ادا ہونیکا وعدہ وہی برس روز کے اندر دینا ٹھیرا اور یہ غلام قیمت میں دو ہزار روپیہ کا
ہے اور ورثہ اس وعدہ کو منظور نہیں کرتے تو یہ غلام یا تو اپنی دو تہائی قیمت ابھی ادا کر دے یا غلامی اختیار
کرے ایک شخص نے جو غلام نہیں تھا ایک غلام کو اُسکے آقا سے ایک ہزار روپے پر مکاتب کرا کے
وہ روپیہ اپنے پاس سے ادا کر دیا تو یہ غلام آزاد ہو گیا اور اگر اس غلام نے (اپنے مکاتب ہونے کی خبر سُنی
اور اُسکے روپیہ ادا کرنے سے) کتابت منظور کرلی تو یہ مکاتب ہو جائیگا (آزاد نہیں ہونیکا) اور وہ روپیہ اسی
کو ادا کرنا پڑے گا) ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا۔ جن میں سے ایک یہاں ہے اور ایک
نہیں ہے اور جو یہاں ہے اُسنے کتابت منظور کرلی تو یہ کتابت درست ہو جائیگی اور ان میں سے جونسا
کل بدل کتابت جب ادا کر دیگا تو اُسی وقت دونوں آزاد ہو جائینگے اور ادا کرنے والا دوسرے غلام
سے کچھ نہیں لے سکتا اور نہ غیر حاضر سے بدلِ کتابت کا مطالبہ ہو سکتا ہے اور اس کا اس کتابت کو منظور
کرنا بھی لغو ہے (یعنی اگر وہ منظور کرے تب بھی کتابت کا روپیہ اُسکے ذمہ نہ ہوگا) اگر کوئی لونڈی اپنی طرف سے
اور اپنے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف سے عقدِ کتابت کرلے تو درست ہے اور کتابت طے ہونے کے
بعد ان تینوں میں سے جو کوئی کتابت کا کُل روپیہ ادا کر دیگا وہ اوروں سے نہیں لے سکیگا اور تینوں آزاد ہو جائینگے

باب کتابۃ العبد المشترک

(مشترک غلام کو مکاتب کرنے کے بیان میں)

ت ایک غلام دو شخصوں کا ہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو اس بات کی اجازت دیدی کہ تو میرا حصہ
ایکہزار میں مکاتب کر کے بدلِ کتابت وصول کرنے چنانچہ اُسنے مکاتب کر دیا اور کچھ بدلِ کتابت وصول
بھی کرلیا اسکے بعد وہ غلام باقی کا روپیہ ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو جو روپیہ وصول ہوا تھا وہ اُسی وصول

پہلے مکاتب کو پہنچے گا۔ اگر اسنے اپنی کتابت کا بدلہ پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ادا کیا ہو اور اگر اسکے آزاد ہونیسے پہلے ہی ادا کر دیا تو یہ آقا (کا حق ہو کر اس) کو پہنچے گا اور آقا کی بلا اجازت اسے اپنا نکاح کرنا یا ہبہ کرنا یا قدرے قلیل چیز کے سوا صدقہ کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کا ضامن ہونا کسی کو قرض دینا یا اپنے غلام کو آزاد کر دینا اگرچہ مال ہی کے عوض میں ہو اور اپنے آپ کو بیچنا اور اپنے غلام کا نکاح کر دینا درست نہیں ہے اور باپ اور وصی چھوٹے لڑکے کے لونڈی غلام کے حق میں مثل مکاتب کے ہیں اور مضارب اور شریک کو ان امور مذکورہ میں سے کسی امر کا کچھ اختیار نہیں ہوتا (خواہ شرکت کسی قسم کی ہو مفاوضہ یا عنان جو باب الشرکۃ میں مذکور ہو چکی ہیں) اگر کوئی مکاتب اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو خرید لے تو وہ اسکی کتابت میں آجائینگے (اور جب یہ آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہو جاینگے) اور اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی وغیرہ (رشتہ دار) کو خرید لیا تو وہ اسکی کتابت میں داخل نہونگے (یہانتک کہ اسکے آزاد ہونیسے وہ آزاد بھی نہونگے) اگر کسی مکاتب نے اپنی بی بی جو دوسرے کی لونڈی تھی مع بچے کے خرید لی تو اس لونڈی کو بیچنا ناجائز ہے اگر کسی مکاتب کی لونڈی سے اس مکاتب ہی سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ بھی اسکی طرح مکاتب ہوگا اور اس بچہ کی کمائی اس مکاتب کی ہوگی۔ اگر کسی مکاتب نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے نکاح کر دیا تھا پھر دونوں کو مکاتب کر دیا اور اب اُنسے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہو کر مکاتب ہو جائیگا اور اس بچہ کی کمائی اس ماں ہی کی ہوگی اگر کسی مکاتب نے یا ماذون غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے ایسی عورت سے نکاح کر لیا جو اپنے زعم میں اپنے آپ کو آزاد جانتی تھی پھر (اُسکے اولاد ہوئی اور اب) اُسکا کوئی مستحق نکل آیا تو اس عورت کا لڑکا (بھی اس مدعی کا) غلام ہوگا۔ اگر کسی مکاتب نے ایک لونڈی خرید کر اُس سے صحبت کر لی پھر معلوم ہوا کہ وہ کسی اور کی تھی (غلطی سے بک گئی ہے) یا ایک لونڈی کا کوئی مکاتب خلاف شرع خرید کر مالک بن بیٹھا تھا مگر وہ لونڈی پھر بائع کو واپس ہو گئی تو ان دونوں صورتوں میں بھی (یعنی کتابت ہی کی حالت میں) صحبت کرنے کی خرچی دینی پڑے گی۔ اور اگر مکاتب نے لونڈی سے نکاح کر کے صحبت کی تھی (پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکل آئی) تو اس سے بھی صحبت کی خرچی لیجائیگی مگر آزاد ہونے کے بعد۔

فصل اگر کسی مکاتبہ لونڈی کے اپنے آقا سے اولاد ہو جائے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے اپنی کتابت پر رہے (یعنی بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائے) اور چاہے اُسکی ادائگی سے عاجزی ظاہر کر کے اُم ولد بنکر رہے۔ اگر کوئی اپنی ولد یا اپنے مدبر کو مکاتب کر دے تو درست ہے اور وہ اُم ولد اُسکے مرنے پر مفت آزاد ہو جائیگی اور یہ مدبر اپنی دو تہائی قیمت کما کر آقا کو دے یا اگر وہ فقیری کی حالت میں مر جائے (اور اُسکے پاس کچھ نہ ہو) تو اپنا کل بدل کتابت ادا کر دے۔ اور اگر کوئی اپنے مکاتب کو مدبر کر دے تو یہ بھی درست ہے۔ پھر اگر یہ بدل کتابت ادا کر دیگا

چھوڑ کے مر جائے تو (اس صورت میں) اسکی کتابت فسخ نہ ہوگی بلکہ اسکے مال میں سے کتابت کا روپیہ ادا کر کے یہ حکم کیا جائیگا کہ یہ مکاتب اپنے مرنے سے کچھ پہلے آزاد ہو گیا تھا۔ اور اگر مکاتب (مر گیا اور اس) نے ایک بیٹا چھوڑا جو اُسکے مکاتب ہونے کی حالت میں پیدا ہوا تھا اور مال اتنا نہیں چھوڑا جس سے بدلِ کتابت ادا کر دیا جائے تو یہ لڑکا اپنے باپ کی طرح اسکی قسطیں ادا کرنے میں کوشش کرے جب یہ ادا کر دیگا تو اسپر یہ حکم لگایا جائیگا کہ یہ بھی آزاد ہے اور اس کا باپ بھی مرنے سے کچھ پہلے آزاد ہو گیا تھا۔ اور اگر مکاتب نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو اُسنے (اپنے مکاتب ہونیکی حالت میں) خرید لیا تھا تو اب یہ لڑکا یا تو بدل کتابت ابھی ادا کر دے اور یا غلام ہو کر آقا کے پاس رہے۔ اگر کسی مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا تھا پھر وہ مکاتب مر گیا اور اتنا مال چھوڑا جس سے بدلِ کتابت ادا ہو سکتا ہے تو یہ لڑکا اُسکا وارث نہوگا۔ **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہ لڑکا باپ کی کتابت کا روپیہ ادا کر دیگا تو اسکے آزاد ہونیکا حکم ہو جائیگا اور اُسوقت چونکہ یہ باپ کے تابع ہو کر آزاد ہوگا لہٰذا یہ باپ کا وارث ہوگا۔ **ت** اور یہی حکم اُسوقت ہے کہ جب مکاتب اور اُس کا بیٹا دونوں ایک ہی عقد سے مکاتب ہوئے ہوں (اور بیٹا بدلِ کتابت ادا کر دے تو یہ باپ کا وارث ہوتا ہے) اور اگر مکاتب نے ایک بیٹا آزاد عورت سے چھوڑا اور لوگوں کے ذمہ اتنا قرض بھی جو اُسکے بدلِ کتابت کو کافی ہو جائے پھر اس لڑکے نے کوئی ایسا جرم کیا کہ اُس کا جرمانہ حاکم نے اُسکی ماں کے کنبہ پر ڈالا تو اِس جرمانہ کے پڑنے سے اِس مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہ ہوگا ہاں اگر کسی مکاتبہ لونڈی کا بچہ ہوا اور اس بچہ کے ترکے میں اُسکی ماں اور باپ کے آزاد کرنے والے جھگڑیں (یعنی دونوں فریق اُس کا ترکہ طلب کریں) اور حاکم ماں کے آزاد کرنے والوں کو ترکہ دلادے تو اس سے بیشک اس مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم ثابت ہو جائیگا۔ اگر مکاتب نے (بدلِ کتابت ادا کرنے کی غرض سے) لوگوں سے صدقے وغیرہ کا روپیہ لیکر آقا کو دیدیا تھا اور اب وہ عاجز ہو گیا تو یہ روپیہ آقا کو کھانا درست ہوگا اگرچہ ایسا روپیہ لینا آقا کو خود درست نہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ملک بدلنے سے روپیہ بدلنے کا حکم ہو جاتا ہے گویا یہ مکاتب تو اس روپیہ کا بطور صدقہ وخیرات کے مالک ہوا تھا۔ اور آقا کو آزاد کرنے کے عوض میں ملا ہے اگرچہ آزادی کا ظہور بعد ہی میں ہوا ہے اگر غلام نے کوئی جرم کر دیا تھا اور آقا کو اسکی اطلاع نہ تھی اُسنے اس غلام کو مکاتب کر دیا کچھ دنوں بعد یہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اب یہ آقا اس غلام کو دیدے (یعنی جس کا اِسنے جرم کیا ہے اُسکے حوالے کر دے) اور یا اُسکے جرم کا تاوان دیدے اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ ایک مکاتب نے کچھ جرم کر دیا تھا اور ابھی جرمانہ ہونے کا حکم نہ ہوا تھا کہ یہ مکاتب عاجز ہو گیا (تو اب اس کا آقا خواہ اسی کو دیدے اور خواہ جرمانہ بھر دے) اور اگر اس پر کتابت ہی کی حالت میں جرمانہ کا حکم ہو چکا تھا اور اب یہ

کرنے والے کا ہے دو آدمیوں کے ساجھے کی ایک لونڈی تھی دونوں نے اُسے مکاتب کر دیا اسکے بعد
ایک نے ان میں اُس سے صحبت کرلی جس سے اُسکے اولاد ہوئی اور اس پر صحبت کرنے والے ہی نے دعویٰ
کیا کہ یہ میرا بچہ ہے اسکے بعد دوسرے نے بھی صحبت کرلی اُس سے بھی اولاد ہوئی اور اُس نے بھی
دعویٰ کیا کہ یہ میری اولاد ہے اب وہ لونڈی بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگئی تو یہ لونڈی اُس کی
ام ولد ہے جس نے پہلے صحبت کی تھی یہ اپنے ساجھی کو لونڈی کی نصف قیمت اور صحبت کرنے کی نصف
خرچی دیدے اور وہ اس کو صحبت کرنے کی پوری خرچی اور بچہ کی پوری قیمت دے اور یہ دوسرا بچہ اسی کا
ہوگا اور ان میں سے جو کوئی صحبت کی خرچی اُس لونڈی کو دیدے تو یہ بھی درست ہے (ادا ہو جائیگی کیونکہ یہ حق
اُسی کا ہے) اور اگر دوسرے ساجھی نے اس مکاتبہ کو مدبرہ کر دیا اور اس سے صحبت نہیں کی اور اب وہ
لونڈی کتابت کا روپیہ ادا کرنے سے عاجز ہوگئی تو اُس کا مدبرہ کرنا باطل ہو جائیگا اور یہ لونڈی پہلے کی
ام ولد ہوگی یہ اپنے ساجھی کو لونڈی کی نصف قیمت اور اُس سے صحبت کرنے کی نصف خرچی اسکو دے
اور وہ بچہ اسی کا ہے اگر دو ساجھی ایک لونڈی کو مکاتب کر دیں پھر ان میں سے ایک جو مالدار ہے اُسے
آزاد کردے اسکے بعد وہ لونڈی (بدلِ کتابت) ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو یہ آزاد کرنے والا اپنے
ساجھی کو لونڈی کی نصف قیمت دے اور یہ دی ہوئی قیمت اس لونڈی سے وصول کرلے۔ ایک غلام
آدمیوں کا تھا ایک نے اسکو مدبر کر دیا اسکے بعد دوسرے نے جو مالدار تھا اسکو آزاد کر دیا تو مدبر کرنے والے
کو اختیار ہے کہ اس غلام کی قیمت اس آزاد کرنے والے سے وصول کرلے اور اگر دو شریکوں میں سے
ایک نے پہلے آزاد کر دیا اسکے بعد دوسرے نے اسکو مدبر کیا تو اب یہ آزاد کرنے والے سے کچھ لے نہیں
سکتا ہاں اتنا اختیار ہے کہ چاہے آزاد کردے اور چاہے اُس غلام سے نصف قیمت کموالے)٭

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولیٰ

(مکاتب کے مرنے اور اُسکے بدل کتابت سے عاجز ہونے اور آقا کے مرنیکا بیان)

ت ایک مکاتب ہو کہ اُسنے اپنے بدلِ کتابت ادا کرنے کی قسطیں مقرر کرلی تھیں اور) وہ ایک قسط کے
ادا کرنے سے عاجز ہوگیا اور کہیں سے عنقریب اُسکو کچھ مال ملنے والا ہے تو تین روز تک حاکم اُس پر عاجز ہونیکا
حکم نہ لگائے اور اگر اُس کو تین روز کے اندر کچھ مال ملنے کی اُمید نہ ہو تو اسپر عاجز ہونے کا حکم لگا دے۔ اور
کتابت کو فسخ کردے یا اگر وہ مکاتب راضی ہو تو یہ آقا ہی فسخ کردے اور اب اس پر پھر وہی غلام ہونے کے
احکام جاری ہو جائیں گے اور (اس وقت) جو کچھ اُسکے پاس ہوگا وہ آقا کا ہو جائیگا۔ اگر مکاتب کچھ مال

یا عورتوں نے کسی کو مکاتب کیا ہو یا اُسکے مکاتب نے کسی کو مکاتب کیا ہو اور اُنکا مکاتب مرگیا ہو تو اُسکے وسیلہ سے ولا آزاد کرنے والی عورت کو پہنچ جائیگی) **فصل** اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو ہی میرا وارث ہوگا اور اگر مجھ سے کوئی خون وغیرہ ہو جائے تو اُسکی خونبہا بھی تجھے ہی دینی ہوگی (تو اس معاملہ کو عقدِ سوالات کہتے ہیں) یا جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو اُسکے سوا اور کسی سے ایسا معاملہ (یعنی عقد سوالات کرلے تو یہ درست ہے اگر نومسلم کے اور کوئی وارث نہو گا تو یہی اس کا وارث ہوگا اور اسی کو اسکی طرف سے خونبہا دینی پڑیگی اور اس سوالات کرنے والے کو سب ذوی الارحام کے بعد ترکہ ملتا ہے (یعنی اگر اسکا کوئی ذوی الارحام ہو تو اس صورت میں اُسی کو ترکہ ملتا ہے اور یہ مولی الموالات ترکہ سے محروم رہتا ہے) اور یہ نومسلم اگر اپنے عقد سوالات کو منتقل کرنا چاہے تو جس سے یہ پہلے عقد کرچکا ہے اُسکے روبرو منتقل کرسکتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ اس نے اسکی طرف سے کوئی خونبہا وغیرہ نہ بھری ہو اور آزاد کردہ غلام کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ کسی سے عقدِ موالات کرے (کیونکہ اسکا اور کوئی مولی نہیں ہوسکتا بلکہ جس نے اُسے آزاد کیا ہے وہی اسکا مولی ہے) اگر ایک عورت نے کسی مرد سے عقدِ موالات کرلیا تھا پھر اُسکے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ بھی اپنی ماں کی موالات میں شامل رہے گا +

کتاب الاکراہ

(زبردستی کرنے کا بیان)

ف اکراہ کے لغوی معنی یہ ہیں کہ کسی سے ایسا فعل کرایا جائے جسکو وہ بُرا سمجھے اور کرنا نچاہے اور شرعی معنی یہ ہیں جو آگے مصنف بیان کرتے ہیں **ت** اکراہ اس کو کہتے ہیں کہ آدمی دوسرے کے سبب سے کوئی فعل کرے اس فعل سے وہ کرنے والا راضی نہیں ہوا کرتا اور اکراہ میں یہ شرط ہے کہ (زبردستی کرنے والا اس فعل کو کرسکتا ہو کہ جس سے وہ ڈر رہا ہے (اس بارے میں کسی خاص آدمی کا ہونا ضروری نہیں ہے بادشاہ ہو یا چور ہو) اور دوسری شرط یہ ہے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہے اُسے یہ اندیشہ (اور اُمید) ہو (کہ اگر میں نے اسکے کہنے کے موافق نہ کیا تو) جس بات سے یہ مجھے ڈرا رہا ہے ضرور کردیگا پس اگر کوئی کسی چیز کے بیچنے پر یا خریدنے پر یا کسی چیز کا اقرار کرنے پر یا ٹھیکہ دینے پر قتل کے ڈراوے سے زبردستی کیا گیا (یعنی زبردستی نے یوں کہا کہ اگر تو نہ بیچے گا یا نہ خریدیگا یا سو روپے کا اقرار نہ کرے گا یا ٹھیکہ نہ دیگا تو میں تجھے جان سے مار ڈالونگا) یا اسی طرح سخت مارنے یا ایک مدت تک قید میں رکھنے کا ڈراوہ دیا گیا (اور اس ڈر سے اُسنے یہ خرید و فروخت وغیرہ کرلی

بدلِ کتابت سے عاجز ہو گیا تو یہ جرمانہ اُسکے ذمہ بمنزلہ قرض کے ہوگا یعنی اُسکے ادا کرنے میں اس غلام کو فروخت کر دیا جائیگا اگر (عقد کتابت طے کر نیکے بعد) آقا مر جائے تو عقد کتابت فسخ نہ ہوگی بلکہ مکاتب کتابت کا روپیہ اپنے آقا کے وارثوں کو قسط وار ادا کریگا اور اگر وہ اپنی خوشی آزاد کر دیں تو یہ مفت آزاد ہو جائیگا۔ اور سارے نکریں بلکہ بعض آزاد کریں تو اس سے آزادی ثابت نہ ہو گی ۔

کتاب الولاء

(ولا کا بیان)

اگر کسی کا غلام مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اُس کا ترکہ آقا کو پہنچتا ہے اِس ترکہ کو ولا کہتے ہیں لونڈی غلام کا ترکہ آزاد کرنے والے کو پہنچتا ہے خواہ آزادی مدبر کرنیکے ذریعے سے ہو خواہ مکاتب کرنے سے ہو یا ام ولد کر دینے سے ہو۔ اور یا کسی قریب رشتہ دار کے خریدلینے سے آزاد ہو گیا ہو اور ولا نہ ملنے کی شرط ٹھیرانا لغو ہے۔ اگر کسی نے ایسی لونڈی آزاد کی جو اپنے شوہر غلام سے حاملہ تھی تو اِس بچہ کی ولا (یعنی اس وقت حمل میں ہی) اپنی ماں کے آقاؤں سے منتقل نہیں ہو سکتی (یہاں تک کہ اگر اس بچہ کا باپ بھی آزاد کر دیا جائے تو بچہ کی ولا (اُسکے باپ کے آقا کی طرف نہیں جا سکتی۔ مگر اس میں یہ بات ضروری ہو کہ اس لونڈی کے آزاد ہونیکے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے پس اگر اسکے آزاد ہونے کے بعد چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اب بھی اُسکی ولا ماں ہی کے آقا کو پہنچے گی (بشرطیکہ اس بچہ کا باپ آزاد نہ ہوا ہو) اور اگر آزاد ہو گیا ہو تو یہ اپنے لڑکے کی ولا کو اپنے آقاؤں کی طرف کھینچ لیگا (یعنی پھر اس بچہ کی ولا رکے اس غلام کے آقا وارث ہو جائیں گے۔ اگر ایک عجمی نے کسی آزاد شدہ لونڈی سے نکاح کر لیا تھا پھر اُسکے بچہ ہوا تو اس بچہ کی ولا اُسکی ماں کے آزاد کرنے والوں ہی کو پہنچے گی اگر چہ اس عجمی کے کوئی مولی الموالات بھی ہو (جس کا بیان اگلی فصل میں آتا ہی) آزاد کرنے والا وارث ہونے میں ذوی الارحام پر مقدم ہے اور نسبی عصبہ سے مؤخر ہے (یعنی آزاد کرنے والے کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے اور نسبی عصبہ کے ہوتے آزاد کرنے والا وارث نہیں ہو سکتا) نسبی عصبہ اُسکو کہتے ہیں جو ذوی الفروض کے حصہ لینے کے بعد باقی مال کا وارث ہوتا ہو پس اگر ایک غلام آزاد کرنے کے بعد یہ آزاد کرنے والا آقا مر گیا اور اُسکے بعد یہ آزاد شدہ غلام بھی مر گیا تو اُسکی میراث آقا کے عصبوں میں سے اِس عصبہ کو ملیگی جو سب میں زیادہ قریب ہو (اسکے ہوتے اور وارثوں کو نہیں ملیگی) اور عورتوں کو حق ولا نہیں پہنچتا۔ ہاں اُس غلام یا لونڈی کا کہ جس کو عورتوں ہی نے آزاد کیا ہو یا اُسکے آزاد کردہ نے آزاد کیا ہو (اور وہ کرنے والا بیچارہ مر گیا ہو

ہو سکے یہ عہد کرلے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا وارث تو ہی ہے ۱۲

ملہ مثلاً ایک شخص نے اپنے بیٹے یا اور کسی قریبی کو خرید لیا تھا اور قرابت کے باعث آزاد ہو گیا مالک ہونے سے ہی وہ آزاد ہو گیا تو اس کا ترکہ ... جسکو ولا پہنچے ... یعنی ... [illegible]

اسکی بیوی پر بائنہ طلاق نہیں پڑنے کی کیونکہ جب تک کسی کا عقیدہ نہ بدلے اُس پر کفر کا حکم نہیں ہوتا۔ اور یہاں اس شخص کا عقیدہ نہیں بدلا بلکہ دل سے یہ ایمان پر قائم ہے اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ اگر ایسی صورت میں عورت یہ دعوی کرے کہ میرا شوہر مرتد ہوگیا ہے اس لئے میں اُسکے نکاح سے باہر ہوگئی ہوں اور شوہر اس کا انکار کرے تو شوہر ہی کے کہنے کا اعتبار ہوتا ہے لیکن یہ حکم خلاف قیاس یعنی استحساناً ہے۔ بحر الرائق مختصراً ۔

کتاب الحجر

(تصرف سے روکنے کا بیان)

ف حجر کے لغوی معنی روکنے اور علیحدہ کرنے کے ہیں عقل کو حجر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ آدمیوں کو بدافعالیوں کے مرتکب ہونے سے روکتی ہے اور یہ شرعی معنی ہیں جو آگے مصنف بیان فرماتے ہیں حاشیہ

ت بچپن ہونے یا غلام ہونے یا دیوانہ ہونے کیوجہ سے زبانی تصرف (یعنی بیع شراء) کرنے سے روک دینا (شرع میں) حجر کہلاتا ہے (ہاتھ پاؤں کے) کام کرنے سے روک دینا حجر نہیں کہلاتا اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ تینوں زبانی تصرف کرنے سے مجبور رہتے ہیں تو پس اسی وجہ سے بچہ کا (زبانی) تصرف اُس کے ولی (وارث) کی اجازت بغیر درست نہیں ہوسکتا اور نہ غلام کا اُسکے آقا کی اجازت بغیر اور جس پر جنون غالب ہو اُس کا تصرف کسی حالت میں بھی درست نہیں ہوسکتا (برابر ہے کہ اس کا ولی اجازت دے یا نہ دے) اگر ان تینوں میں سے کوئی (کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ کرلے اور اُسے اتنی سمجھ بھی ہو تب بھی اُسکے وارث کو اختیار رہیگا کہ چاہے اس معاملہ کو رہنے دے اور چاہے فسخ کردے اور اگر یہ (کسی کی) کوئی چیز تلف کردیں تو اُسکے وہی دار ہونگے (ان سے تاوان لیا جائیگا) اور بچے اور دیوانے کے اقرار کا کچھ اعتبار نہیں ہوسکتا۔ ہاں غلام کا اقرار خود اسی غلام کے حق میں چل سکتا ہے اسکے آقا کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا مثلاً اگر ایک غلام نے اپنے ذمہ کسی کا روپیہ ہونے کا اقرار کرلیا تو اُسکے آزاد ہونے کے بعد اس روپیہ کا ادا کرنا اُسکے ذمہ ہوگا۔ اگر کوئی غلام اپنے ذمہ ہونے یا قصاص لازم ہونے کا اقرار کرلے تو وہ اس پر ابھی جاری کردی جائیگی باقی بیوقوفی تصرف کرنے سے مانع نہیں ہوتی (یعنی اگر کوئی بیوقوف ہو تو اسکی وجہ سے اُس پر حجر کا حکم نہیں ہوسکتا) اگر کوئی لڑکا بالغ ہوگیا مگر وہ بیوقوف ہی تو جبتک وہ پچیس برس کا نہو جائے اُس کا روپیہ پیسہ اُسکو نہ دیا جائے اور پچیس برس سے پہلے اگر وہ کوئی بیع شراء کریگا تو وہ درست قرار دیا جائیگا۔ اور جب وہ پچیس برس کا ہو جائے تو اُس کا مال اُسکے حوالے کردیا جائے گو خراب کرے اور بدمعاش ہونے یا کاروبار سے غفلت یا قرضدار ہوجانے کی وجہ سے

تو یہ زبردستی جاتے رہنے کے بعد اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اِس بیع وغیرہ کو بدستور رکھے اور چاہے
توڑ ڈالے اور ایسی بیع وغیرہ سے مشتری کی ملک بھی ثابت ہو جائیگی مگر اُس وقت جبکہ وہ مبیع پر
قبضہ کرلے کیونکہ ایسی بیع فاسد ہوتی ہے (اور بیع فاسد کا حکم یہی ہے کہ اسکے بعد مشتری کے مبیع
پر قبضہ کر لینے سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے) اور (ایسی صورت میں) اگر بائع خوشی سے قیمت لیلے
تو یہ اُسکی طرف سے بیع کی اجازت ہے جیسا کہ اگر یہ مبیع خوشی سے مشتری کے حوالے کردے تو وہ
اُسکی طرف سے اجازت شمار ہوتی ہے۔ اگر مشتری کے پاس سے مبیع جاتی رہی اور اس پر خریدتے
وقت کچھ زبردستی نہیں کی گئی تھی بلکہ بائع پر زبردستی کی گئی تھی (کہ اُس سے زبردستی بکوادی گئی تھی)
تو اس مشتری کو اس مبیع کی قیمت بائع کے حوالے کرنی پڑیگی۔ اور جس پر زبردستی ہوئی ہو اُسکو زبردستی
کرنیوالے سے (اپنے دیئے ہوئے کا) تاوان لینے کا اختیار ہے۔ اگر کسی پر سور کا گوشت کھانے یا
مُردار کھانے یا خون کھانے یا شراب پینے پر ان ڈراؤں سے زبردستی کی گئی ہو کہ اگر تو یہ چیز نہیں کھائے
پیئے گا تو تجھے قید کردیں گے یا ماریں گے یا مشکیں باندھ دیں گے تو اُسے اِن چیزوں کا کھانا پینا
حلال نہ ہوگا۔ ہاں اگر قتل کردینے یا کسی عضو کے کاٹ دینے سے ڈرایا تو ان چیزوں کا کھانا پینا
حلال ہو جائیگا بلکہ اگر نہ کرنے اور قتل ہو جانے وغیرہ کی صورت میں وہ گنہگار ہوگا۔ اگر کسی پر کفر کا
کلمہ زبان سے نکالنے یا کسی مسلمان کا مال تلف کرنے پر یوں زبردستی کی گئی کہ اگر تو ایسا نہیں کریگا تو
تجھے جان سے ماردیں گے یا تیرا ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے اِن دو باتوں کے سوا اور کسی طرح کا ڈراوا
نہیں دیا گیا تو اُسے ان دونوں کاموں کے کرلینے کی اجازت ہے اور اگر یہ اپنے قتل وغیرہ ہونے پر صبر کرلے
(اور کفر کا کلمہ زبان سے نہ نکالے یا مسلمان کا مال تلف نہ کرے تو اسکا پورا پورا اجر ملیگا اور اگر اس سے
صبر نہ ہوا اور اس نے زبردست کے ڈرانے سے کسی مسلمان کا مال تلف کردیا تو اس) مال کے مالک کو
اختیار ہے کہ زبردستی کرنے والے سے تلف شدہ مال کی قیمت وغیرہ وصول کرلے۔ اگر کوئی کسی سے
زبردستی کسی شخص کو قتل کرائے (یعنی یوں کہے کہ اگر تو اسے قتل نہ کریگا تو میں تجھے قتل کردونگا) تو اُسے
قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر اُسنے (کسی کے زبردستی کرنے سے) قتل کردیا تو یہ گنہگار ہوگا لیکن
قصاص زبردستی کرنے والے ہی سے لیا جائیگا۔ اور اگر کسی پر اُسکے لونڈی غلام آزاد کرانے یا اُسکی بیوی
کو طلاق دلوانے میں زبردستی کی گئی اور اُسنے ایسا کردیا تو آزادی اور طلاق دونوں واقع ہو جائیں گی
اور اب یہ اپنے لونڈی غلام کی قیمت یا اگر بیوی سے ابھی ہم بستر نہیں ہوا تھا تو نصف مہر اس زبردستی
کرنے والے سے وصول کرلے۔ اگر کسی پر مرتد ہونے پر زبردستی کی گئی (اور وہ مجبوراً مرتد ہوگیا) تو اس سے

اور چاہے خرید و فروخت کے لیئے ایجنٹ رکھے چاہے اپنی چیز گروی رکھدے چاہے کسی اپنے پاس
گروی رکھے چاہے مضاربت پر تجارت کرلئے اور آپ نوکری یا مزدوری کرے یا کسی کے قرض کا یا غصب کا
یا امانت کا اقرار کرے ہاں آقا سے اجازت لیئے بغیر اپنا نکاح نہیں کرسکتا اور نہ اپنے (خریدے ہوئے)
غلام کا نکاح کرسکتا ہے۔ نہ مکاتب کرسکتا ہے نہ آزاد کرسکتا ہے نہ کسی کو قرض دے سکتا ہے نہ کوئی چیز ہبہ
کرسکتا ہے اور ایسے غلام کو اتنا اختیار ہے کہ تھوڑا سا کھانا (مثلاً ایک آدہ روٹی) کسی کو بھیجدے یا جو
اسے کھلاتا پلاتا ہو اسکی دعوت کردے یا (کسی اپنی چیز کی) عیب کے سبب سے قیمت کم کردے۔
اگر ایسے ماذون غلام کے ذمے قرض ہوجائے تو وہ اسکی ذات سے تعلق رکھے گا یہاں تک کہ اگر
اس کا آقا اسکی طرف سے ادا نہ کرے تو قرض میں اس غلام کو بیچ دیا جائے اور اسکی قیمت حصہ رسد
(سب قرضخواہوں میں) تقسیم کردیجائے اور (اگر قیمت میں قرض کا پورا نہ پڑے تو جو باقی رہجائے
اس کا اس سے آزاد ہونے کے بعد مطالبہ کیا جائے اور آقا کے روکنے پر یہ تجارت وغیرہ کرنے سے
اس وقت رک جائیگا کہ جب اکثر بازار والوں (اور دکانداروں) کو اس پر روک ہونے کا علم ہوجائے علی
ہذا القیاس اسکے آقا کے مرجانے دیوانہ ہوجانے۔ مرتد ہوکر دار الحرب میں چلے جانے اور خود اس غلام
کے بھاگ جانے سے بھی تصرف سے روک ہوتی ثابت ہوجاتی ہے۔ اور اگر آقا نے اپنی اجازت
دی ہوئی لونڈی کو ام ولد بنالیا تو پھر اسکی بھی اجازت جاتی رہے گی اور لونڈی غلام کو مدبر کرنے
سے اس اجازت میں فرق نہیں آتا اور ان اخیر کی دونوں صورتوں میں قرضخواہوں کے لیئے آقا
انکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگر ماذون غلام کے پاس کچھ روپیہ وغیرہ تھا اور اسنے اجازت سے رکنے
کے بعد یوں کہا کہ یہ روپیہ فلاں شخص کا ہے تو یہ اقرار معتبر ہوگا۔ اور اگر ماذون غلام کے ذمہ اتنا قرض
ہے کہ جو اسکے پاس کا سارا روپیہ دینے اور اسکے بیچ دینے سے بھی پورا نہیں ہوسکتا تو ایسی صورت
میں اسکے پاس کے روپیہ وغیرہ کا اس کا آقا مالک نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ اگر اس
ماذون غلام کی کمائی میں سے ایک غلام آقا آزاد کردے تو اس کا آزاد کرنا درست نہ ہوگا۔ ہاں اگر اتنا
قرض نہیں ہے جو اسکے سارے روپے اور اسکی قیمت سے بھی بے باق نہ ہو (بلکہ کم ہے) تو اس صورت
میں آقا کے آزاد کرنے سے وہ غلام آزاد ہوجائیگا۔ اور ماذون غلام کو اپنے آقا کے ہاتھ کوئی چیز بیچنی
درست نہیں ہے۔ ہاں اگر پوری قیمت سے بیچے اور اگر آقا پوری قیمت سے یا کم قیمت سے کوئی چیز
اسکے ہاتھ بیچدے تو یہ درست ہے۔ اگر آقا نے اپنے ماذون غلام سے قیمت لینے سے پہلے
مبیع اسکو دیدی تو اب اس سے قیمت نہیں لے سکتا (کیونکہ جب مبیع اسکو دیدی تو قیمت اسکے ذمہ

کسی پر محجور ہونے (یعنی قابلِ تصرف نہ رہنے) کا حکم کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اُسکے قرضخواہ اُسکو قید کرانا چاہیں تو حاکم اسکو قید کردے تاکہ وہ اپنا قرض اُتارنے میں اپنا مال (وغیرہ) فروخت کردے اور اگر اسکے پاس مال بھی روپیہ بھی ہے اور اسکے ذمہ قرض کا روپیہ بھی ہے تو اب حاکم بلا اُسکے کہے ادا کردے اور اگر اسکے ذمہ روپے ہیں اور اُسکے پاس اشرفیاں ہیں یا اسکا عکس ہے (یعنی اُسکے پاس روپیہ ہیں اور ذمہ اشرفیاں ہیں) تو دونوں صورتوں میں (روپیہ اشرفیوں کو بیچکر قرض ادا کر دیا جائے اور (قرض ادا کرنے کی غرض سے اُسکی بے اجازت) اُس کا اسباب یا زمین بیع نہ کیجائے وہاں اسکو قید وغیرہ کرکے اس پر مجبور کریں کہ وہ خود بیع کردے) اور مفلسی کے سبب سے بھی کوئی مجبور (یعنی تصرف سے ممنوع) نہیں ہوسکتا پس اگر کسی نے کوئی خاص چیز مول لی تھی اور ابھی قیمت ادا کرنے نہیں پایا تھا کہ وہ دیوالیہ قرار دیدیا گیا تو جس نے یہ چیز بیچی تھی وہ (قیمت وصول کرنے میں) اور قرضخواہوں کے برابر ہے۔

فصل - فی حد البلوغ

(بالغ ہونے کی حد کی تفصیل) ت اگر لڑکے کو احتلام ہونے لگے یا اُس سے عورت کو حمل رہ جائے یا (صحبت کرنے سے) انزال ہو جائے تو (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک) اس پر بالغ ہونے کا حکم ہو جاتا ہے اور اگر ان (تینوں صورتوں) میں سے کوئی ظاہر نہیں ہوئی تو پھر پورے اٹھارہ برس کا ہونے پر بالغ قرار دیا جائیگا۔ اور لڑکی کو اگر حیض آنے یا احتلام ہونے لگے یا حمل رہ جائے تو وہ بالغ ہے اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو تو پھر پورے سترہ برس کی ہونے پر بالغ قرار دیجائیگی مگر آجکل فتوی (صاحبین کے) اس (قول) پر ہے کہ لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کے ہونے پر بالغ ہو جاتے ہیں۔ اور لڑکے کے حق میں بالغ ہونے کی عمر کم سے کم بارہ برس ہیں اور لڑکی کے حق میں نو برس پس اگر دونوں قریب البلوغ ہوں (بظاہر بالغ نہ معلوم ہوں) اور یہ کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو اُنکے کہنے کا اعتبار کر لیا جائیگا۔ اور اُن پر بالغوں ہی جیسے احکام جاری) ہونگے ٭

کتاب الماذون

(اذن دیئے ہوئے کا بیان)

ت اس (گذشتہ) حجر (یعنی روک یا تصرف سے ممنوعیت) کے اُٹھا لینے اور (اپنے منع کرنے کے) حق کو ساقط کر دینے کو (شریعت میں) اذن (اور اجازت) کہلاتا ہے۔ اور یہ کسی معین وقت تک یا خاص کام میں منحصر نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیع کرتے ہوئے یا کوئی چیز خریدتے ہوئے دیکھا چپ ہو رہا تو اس سے اجازت ثابت ہو جائیگی۔ اگر کسی نے (اپنے غلام کو تجارت) کی عام اجازت دیدی کسی چیز کی تعیین کرکے نہیں دی تو اب اُسے عام اجازت ہوگی کہ جو چاہے خریدے جو چاہے بیچے

بالغ لڑکا اب جس چیز کی چاہے تجارت وغیرہ کر سکتا ہے اور یہی تفصیل آقا اور غلام کی ہے ۱۲ مترجم۔

میں داخل نہیں ہے (کیونکہ پہلی) دونوں صورتوں میں مالک کا تصرف اُٹھ جاتا ہے اور اس فرش کی صورت
میں اُس کا تصرف نہیں اُٹھتا لہٰذا وہاں غصب ہے اور یہاں نہیں ہے اور چھیننے والے نے جہاں
کوئی چیز چھینی ہو وہیں اُس کا واپس کردینا اُس پر واجب ہے اگر وہ موجود ہو اور اگر وہ تلف
ہوگئی ہے اور مثلی تھی تو اُس کا مثل دینا واجب ہے اور اگر مثل نہ مل سکے تو جھگڑے کے دن
(وہاں) جتنے کو وہ چیز بکتی ہو اُسکی قیمت دیدے اور اگر ایسی چیز ہے کہ اُس کا مثل ہی نہیں ہے
(جیسے حیوانات اور گنتی سے بکنے کی چیزیں تو انمیں وہ قیمت دینی پڑیگی جو اُسکے غصب کرنے
کے دن تھی اگر غاصب چھینی ہوئی چیز یعنی مغصوب کے تلف ہونے کا دعوی کرے تو حاکم اُسے
(کچھ دن) قید میں رکھے کہ حاکم کو یہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ چیز باقی ہوتی (تلف نہ ہوئی ہوتی) تو یہ ضرور ظاہر
کر دیتا اسکے بعد غاصب پر اس چیز کا بدلہ دینے کا حکم لگا دے اور غصب اُن ہی چیزوں میں ہو سکتا
ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں (جیسے کپڑا غلہ وغیرہ) پس اگر کسی نے کوئی زمین
غصب کرلی تھی اور وہ خراب ہوگئی (یعنی بنجر یا دریا برد) ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہ آئے گا
(کیونکہ غصب ہی متحقق نہیں ہوا) ہاں اگر زمین میں (غاصب کے) رہنے سے یا کاشت کرنے سے کچھ
نقصان آگیا تو اس نقصان کا وہ ضامن ہوگا (یعنی اِس نقصان کا معاوضہ غاصب کو دینا
ہوگا) جیسا کہ منقولی چیزوں کا حکم ہے۔ اگر غاصب نے (مغصوب زمین کا) غلہ وصول کرلیا ہو تو اُسے
خیرات کردے جیسا کہ غاصب اگر مغصوب میں کچھ خرید و فروخت کرکے کچھ نفع کمالے یا امین امانت
سے کچھ نفع کمالے تو اُنکو بھی وہ نفع خیرات ہی کر دینے کا حکم ہے اگر غاصب مغصوب چیز میں کچھ تصرف
کر دے مثلاً بکری چھین کر ذبح کرکے شوربے دار پکالے یا گیہوں چھین کر پیس لے یا بو دے یا لوہا وغیرہ
چھین کر اُسکی تلوار۔ یا برتن وغیرہ بنالے سوائے چاندی سونے کے (کہ ان میں ایسا تصرف
کرنے سے انکا مالک نہیں ہو سکتا) یا سال کی لکڑی غصب کرکے اس پر عمارت بنالے (تو ان
سب صورتوں میں غاصب ان چیزوں کا مالک ہو جائیگا مگر قیمت ادا کرنے سے پہلے اس کو
اِن سے نفع اُٹھانا ہرگز درست نہیں ہے اگر کسی نے بکری (غصب کرکے) ذبح کر ڈالی یا کپڑا غصب کرکے بہت
سا پھاڑ دیا تو اب مالک کو اختیار ہے چاہے قیمت لیلے اور یہ مغصوب (یعنی ذبح ہوا بکرا یا پھٹا ہوا کپڑا) غاصب
ہی کو دیدے یا یہ چیزیں لیکر نقصان عوض لیلے اور اگر کپڑا ذرا ہی سا پھاڑا ہے تو اُس میں مالک نقصان ہی
لے سکتا ہے (کپڑا واپس کرکے قیمت نہیں لے سکتا) اگر کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنا لیا یا
درخت لگا دیئے تو اِنکو اُکھاڑ کر زمین مالک کے حوالے کر دیجائے اور اگر اُکھاڑنے سے زمین کچھ خراب

قرض ہوگئی اور غلام پر آقا کا قرض نہیں ہوا کرتا) ہاں آقا کو یہ اختیار ہے کہ قیمت وصول کرنے کی وجہ سے مبیع کو روک لے (اور یوں کہدے کہ قیمت لینے کے بعد مبیع دونگا) اگر آقا اپنے ماذون (قرضدار) غلام کو آزاد کردے تو یہ درست ہے ہاں اُسکے قرضخواہوں کو اسکی قیمت اسی آقا کو دینی پڑیگی اور جو کچھ قرض بچے گا اُس کا اِس سے آزاد ہونے کے بعد مطالبہ کیا جائے گا پس اگر ایسے غلام کو اُسکے آقا نے بیچ دیا تھا اور پھر (مقدمہ ہونے کے وقت) مشتری نے اسکو غائب کردیا تو قرضخواہ اس (آقا) بیچنے والے سے اسکی قیمت وصول کرلیں اگر اسکے بعد وہ غلام کسی عیب (وغیرہ) کی وجہ سے واپس ہوکر آقا کے پاس آجائے تو یہ اپنی دی ہوئی قیمت اُن قرضخواہوں سے پھیرلے اور (غلام انکے حوالے کردے کیونکہ) قرضخواہوں کا حق اس غلام ہی پر ہے یا وہ قرضخواہ اُس مشتری سے قیمت وصول کرلیں یا چاہیں تو اس بیع کو بدستور رکھیں اور قیمت (جو آقا نے لیلی تھی اب اس سے) لے لیں اگر آقا نے ماذون غلام کو بیچدیا حالانکہ اُسکو خبر تھی کہ یہ قرضدار ہے تو قرضخواہوں کو اس بیع کے واپس کردینے کا اختیار ہے اور یہ بیچنے والا کہیں چلا گیا تو قرضخواہوں کی جواب دہی کرنی مشتری کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شہر میں آیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں (مثلاً) زید کا غلام ہوں پھر وہاں خرید و فروخت شروع کردی تو تجارت کے کل احکام اس پر لازم ہوجائینگے اور اگر اسکے ذمہ قرض ہوگیا اور قرضخواہوں نے اِسکو بکوانا چاہا تو جبتک اس کا آقا نہ آجائے یہ بیع نہیں ہوسکے گی اگر بعد میں آقا آگیا اور اسکو اجازت دینے کا اسنے اقرار کیا تو اب یہ بیع کردیا جائیگا۔ اور اگر اسنے اقرار نہ کیا تو نہیں بکیگا۔ اگر کسی ولی نے ایسی نابالغ یا کم فہم کو اجازت دیدی جو خرید و فروخت کی سمجھ رکھتے تھے تو وہ خرید و فروخت میں مثل ماذون غلام کے ہے ؛

کتاب الغصب

(چھین لینے کا بیان)

ف ایک چیز کے ظلماً اور زبردستی لینے کو لغت میں غصب کہتے ہیں خواہ مال ہو یا اور کچھ ہو اور شرعی معنے یہ ہیں جو آگے مصنف رح بیان فرماتے ہیں (حاشیہ اصل) ت باطل اور ناحق تصرف کے ذریعے دوسرے کے حق تصرف کو زائل کردینا (شریعت میں) غصب کہلاتا ہے پس (دوسرے کا غلام زبردستی پکڑ کے خدمت لینا اور کسی کا گھوڑا وغیرہ چھین کر اس پر بوجھ لادنا غصب میں داخل ہے اور (اگر کوئی اپنے فرش پہ بیٹھا ہوا ور دوسرا آدمی اس فرش پر جا بیٹھے تو یہ) بیٹھنا غصب

نہیں ہونیکا **ف** یعنی اگر کسی نے لونڈی کی طرح آزاد عورت کو پکڑ کے زنا کر لیا اور بعد میں بچہ پیدا ہونے کے سبب سے وہ عورت مرگئی تو زانی غاصب کو اس بارے میں کچھ دینا نہیں پڑیگا کیونکہ غصب اموال میں ہوتا اور وہیں تاوان آتا ہے اور آزاد عورت مال نہیں ہے کہ اُسکو پکڑ لینے سے بھی کچھ تاوان وغیرہ دینا آئے ہاں زنا کی سزا ملنی دوسری بات ہے **ت** اور نہ وہ مغصوب چیز کے منافع کا ضامن ہوتا ہے اور نہ مسلمان کی شراب اور سور کو تلف کرنے سے ضامن ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ دونوں چیزیں کسی ذمی کی ہوں اور پھر کوئی غصب کر کے تلف کر دے تو اُسے تاوان دینا پڑیگا۔ اگر کسی نے کسی مسلمان کی شراب غصب کر کے اُسکو سرکہ کر لیا (یعنی نمک وغیرہ کچھ ڈال دیا تھا جس سے اُس میں سرکہ چاشنی آگئی) یا مردار کی کھال مسلمان سے چھین کر اُسے دباغت دی تو یہ دونوں چیزیں مالک کو لینی جائز ہیں اگر وہ لے تو جسقدر دباغت وغیرہ سے اُسکی قیمت بڑھی ہے وہ واپس کر دے اور اگر ان دونوں کو غاصب نے تلف کر دیا ہے تو فقط سرکہ کا ضامن ہوگا (یعنی اسکی قیمت اُسے دینی پڑیگی) اور کھال کا ضامن نہ ہوگا۔ اگر کسی نے دوسرے کا ستار یا سارنگی وغیرہ توڑ دیا یا چھواروں کی شراب یا شراب منصف[ؔ] گرا دی تو اُسے تاوان دینا پڑیگا اور ان چیزوں کی بیع ہو جاتی ہے اگر کسی نے دوسرے کی ام ولد (لونڈی) کو یا مدبرہ (لونڈی) کو غصب کر لیا تھا اور وہ اُسکے پاس مرگئی تو اُسکو مدبرہ کی قیمت دینی پڑیگی اُم ولد کی نہیں دینی ہوگی ❊

کتاب الشفعہ[۳۰]

(شفعہ کا بیان)

ت زمین کا کوئی نمبر (یا کوئی مکان) جس قیمت کو بکا ہو وہ قیمت مشتری کو بغیر اُسکی رضا مندی کے دیکر اُسکے مالک ہو جانے کو (شرع میں) شفعہ کہتے ہیں سب سے پہلے حق شفعہ اُسکو پہنچتا ہے جو نفس مبیع (یعنی اُس بکی ہوئی چیز ہی) میں شریک ہو اور اُسکے بعد اُس شخص کو جو مبیع کے حقوق میں شریک ہو مثلاً کسی کنوئیں وغیرہ سے پانی آنے میں یا (دونوں زمینوں یا مکانوں کے) ایک رستہ ہونے میں بشرطیکہ یہ دونوں حق خاص ہوں (اور اگر سارے زمینداروں کے مشترک ہیں) تو اس میں حق شفعہ کسی کا نہیں ہوتا) اور ان دونوں کے بعد حق شفعہ ہمسایہ کا ہے (یعنی وہ ہمسایہ جو اس مکان کے پیچھے رہتا ہے اور اُس کا دروازہ دوسری گلی میں کو ہے) اگر کسی کے مکان کی کڑیاں دوسرے کی دیوار پر رکھی ہیں یا ایک شہ تیر کا شریک جو دوسرے کی دیوار پر لگا ہوا ہے۔ تو یہ دونوں اس مکان کے ہمسائے ہیں (یعنی پہلی قسم کے دونوں شریک اگر نہوں گے تو انکو حق شفعہ پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا) اور حق شفعہ کی تقسیم شفیعوں کے گننے پر ہوتی ہے **ف** یعنی جتنے شفیع ہوتے ہیں حق شفعہ کے اُتنے ہی حصہ کر دیئے جاتے ہیں انکے حصوں کا اعتبار نہیں ہوتا۔

ہوتی ہو تو مالک کو چاہیے کہ اُکھڑنے کے بعد جو کچھ دام اس مکان یا درختوں کے لگ سکتے ہوں وہ دام غاصب کے
حوالے کرے اور وہ درخت یا مکان اُسکا ہو جائیگا۔ اگر کسی نے کپڑا غصب کر کے اسکو رنگ لیا یا ستو
غصب کر کے اُس میں گھی ملا لیا تو اس غاصب کو (اُس جیسے) سپید کپڑے کی یا اُتنے ہی ستو کی قیمت دینی
پڑیگی یا اگر چاہے تو ان دونوں کو مالک ہی لیلے اور رنگ اور گھی سے جسقدر دام بڑھے ہوں وہ غاصب
کو دیدے۔ **فصل** اگر غاصب نے مغصوب چیز کو چھپا لیا اور اُسکی قیمت (مالک کو) دیدی تو وہ چیز اُسی
کی ہو جائیگی اور قیمت کی بابت غاصب کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا۔ ہاں اگر قیمت کی زیادتی کو مالک
گواہوں سے ثابت کرادے (تو اس صورت میں غاصب کا قول رد اور مالک کے گواہوں پر فیصلہ ہوگا)
پس اگر (غاصب کی قیمت ادا کر دینے کے بعد) مغصوب چیز ظاہر ہوئی اور اسکی قیمت واقعی اس سے زیادہ
ہے جو اُسنے مالک کو دی ہے لیکن وہ قیمت اسنے مالک کے مانگنے کے موافق یا اُسکے گواہوں کے موافق
یا اپنے قسم کھانے سے انکار کرنے پر دی تھی تو اب یہ چیز غاصب ہی کی ہوگی اور مالک کو (اس بات کا) کچھ اختیار نہیں
ہونے کا (کہ قیمت واپس کر کے اب اپنی چیز لیلے) اور اگر مالک نے قیمت غاصب کے قسم کھانے پر لی تھی (اور
اُسے اپنے کہنے کے موافق نہیں ملی تھی) اور اب وہ چیز زیادہ قیمت کی نکلی، تو اس صورت میں مالک کو اختیار
ہے چاہے اُسی قیمت پر بس کرے اور چاہے یہ قیمت واپس کر کے اپنی مغصوب چیز لے لے۔ اور اگر غاصب نے
مغصوب چیز بیع کر دی تھی اُسکے بعد مالک نے اس سے قیمت لیلی تو قیمت دیئے جانے کے بعد بیع درست
ہو جائیگی۔ اور اگر کسی نے غلام غصب کر کے اسکو آزاد کر دیا اسکے بعد غلام کے مالک نے غاصب سے قیمت
لیلی تو اب بھی غاصب کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہونیگا اور اگر مغصوب چیز کسی ذریعہ سے غاصب کے پاس بڑھ جائے
تو یہ بڑھوتری اُسکے پاس امانت ہوگی۔ **فصل** مثلاً کسی نے ایک شخص کی دس بکریاں غصب کر لی
تھیں اور پھر وہ بیاہکر بیس ہو گئیں تو یہ دوسری دس اُسکے پاس بطور امانت کے رہینگی۔ اور امانت
کا حکم یہ ہے کہ خود بخود تلف ہو جائے تو امین پر اُس کا تاوان نہیں آتا۔ اسی طرح ان دس میں سے
اگر کوئی مر گئی تو غاصب دینے دار نہیں ہونے **کا** **ت** پس اگر غاصب کی زیادتی سے کوئی چیز تلف ہو گئی
یا مالک کے مانگنے کے بعد (باوجودیکہ یہ دیسکتا تھا) مگر نہیں دی تو اسے قیمت دینی پڑیگی۔ اگر مغصوبہ لونڈی
کے بچہ ہونے سے کچھ اُس میں نقص آجائے تو اس کا پورا کرنا غاصب کے ذمہ ہے لیکن اگر بچہ موجود ہے
تو وہ نقص اس بچہ ہی سے پورا کر دیا جائیگا۔ اگر کسی نے لونڈی غصب کر کے اُس سے زنا کر لیا تھا (کہ
حمل رہگیا) پھر وہ اپنے آقا کی طرف واپس دیگئی اور وہاں بچہ ہونے کے سبب سے وہ مر گئی تو غاصب کو
اُسکی (اُتنی) قیمت دینی پڑیگی (کہ جتنی اسکے حاملہ ہونے کے دن ہوگی) اور غاصب آزاد عورت کا ضامن

(و) اسکے سامنے بیع توڑ دے اور مبیع کا کوئی حقدار کھڑا ہو جانے پر اسکی قیمت کی) جوابدہی بائع کے ذمہ ہے
مشتری سے باز پرس نہ ہوگی) اگر کوئی شخص دوسرے کی طرف سے خریدنے کے لیئے وکیل کیا گیا تھا
(اور اسنے شفعہ کی چیز خرید لی) تو جبتک اسنے وہ زمین وغیرہ اپنے موکل کے حوالے نہ کی ہو شفیع اس
وکیل ہی پر دعوی کرے اور شفیع کو دیکھنے اور (مبیع میں) عیب (نکلنے کے بعد واپس کردینے) کا اختیار ہوگا
اگرچہ مشتری نے اس عیب وغیرہ سے بری کرنے کی شرط کرلی ہو۔ **ف** یعنی اگرچہ مشتری نے خریدتے
وقت بائع سے یہ کہہ لیا ہو کہ اگر اس مبیع میں کوئی عیب نکل آیا تو تو اس سے بری ہے نہیں واپس کرونگا
نہ قیمت میں کمی کرونگا تو شفیع کے حق میں اسکا یہ کہنا لغو ہوگا اور اسکو واپس وغیرہ کردینے کا اختیار ہوگا۔
ت اگر قیمت (کی کمی زیادتی) میں شفیع اور مشتری کا جھگڑا ہو جائے تو مشتری کے کہنے کا اعتبار کیا جائے
اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیئے تو قابل سماعت شفیع کے گواہ ہونگے (یعنی شفیع کے گواہ ہوتے مشتری
کے گواہ نہ سنے جائینگے) اگر مشتری ایک قیمت (سے خریدنے) کا دعوی کرے (کہ میں نے یہ زمین جس پر اب
شفعہ کا دعوی ہو گیا ہے پانسو کو خریدی ہے) اور بائع نے اس قیمت سے کم کا دعوی کیا (یعنی یوں کہا کہ میں نے
تو تین سو میں بیچی ہے دوسو مشتری اپنی طرف سے زیادہ کہتا ہے) اور ابھی اس بائع نے قیمت لی بھی نہیں
تھی تو شفیع کو چاہیے کہ وہ (زمین یا) مکان اسی قیمت کو لیلے جو بائع بتلا رہا ہے اور اگر بائع قیمت لیچکا تھا
تو اب شفیع اس قیمت کو لے جو مشتری کہتا ہے (کہ میں نے یہ دی ہے) اور (مبیع کی قیمت میں بائع کا کچھ
کمی کردینا شفیع کے حق میں (بھی برابر) ظاہر (اور جاری) ہوگا نہ کہ ساری قیمت معاف کردینا یا بڑھا
دینا۔ **ف** یعنی اگر کسی وجہ سے بائع نے مشتری کو ساری قیمت معاف کردی یا باوجود پانسو ٹھیر جانے کے
چھ سو لیلئے تو یہ دونوں صورتیں شفیع کے حق میں جاری نہ ہونگی بلکہ اسکو دونوں صورتوں میں پوری ہی
قیمت دینی پڑیگی **ت** اگر کسی نے کوئی مکان کچھ اسباب دیکر یا زمین دیکر خرید لیا تھا (اور اب اسکا شفیع
کھڑا ہو گیا) تو اب شفیع اس اسباب (وغیرہ) کی قیمت دیکر یا اگر وہ مثلی ہے تو اسکی مثل دیکر وہ مکان لیلے
اگر مشتری نے ایک مکان یا زمین ادھار خریدی تھی اور بعد میں شفیع کھڑا ہو گیا) تو شفیع نقد دام دے
یا اتنے صبر کرے کہ وہ دن گزر جائیں (جنکی مشتری نے مہلت مانگی ہے) اور بعد میں لیلے اور اگر کسی ذمی
نے کوئی مکان وغیرہ شراب یا سور سے بیچا تھا پھر اسکا شفیع کھڑا ہو گیا اب اگر شفیع (بھی) ذمی ہو
(ایسی ہی (اور اتنی ہی) شراب دیکر یا اس سور کی قیمت دیکر وہ مکان لیلے اور اگر مسلمان ہے تو دونوں
چیزوں کی قیمت دیکر لیلے اور اگر مشتری نے ایک زمین خریدی کہ اس میں مکان بنا لیا تھا یا باغ لگا لیا تھا
(اور اب شفیع کھڑا ہو گیا) یا اس زمین کی جو قیمت مشتری نے دی ہو وہ اور جو قیمت اس مکان یا درختوں

مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک تھے اُن میں سے ایک نے کسی چوتھے کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کردیا تو باقی کے دو شریکوں میں ایک کے وہاں آٹھ سہام تھے اور دوسرے کے چار سہام تو حق شفعہ ان دونوں کو برابر پہنچے گا ایک کو آٹھ سہام ہونے سے نہیں ملیگا اور دوسرے کے چار سہام ہونے سے کچھ نہیں ہوگا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انکے دو ہونے کے سبب سے شفعہ کی چیز کے دو ہی حصہ کردیئے جائیں گے۔ (مترجم عفی عنہ) ت اور حق شفعہ (زمین وغیرہ کی) بیع ہونے سے ثابت ہوجاتا ہے اور اسکے لینے پر گواہ کرلینے سے پختہ اور مقرر ہوجاتا ہے اور شفعہ کی زمین وغیرہ شفیع کی ملک میں یا مشتری (اول) کی رضامندی کے دیدینے سے آتی ہے اور یا حاکم کے حکم کردینے سے (یعنی خود بخود قبضہ کرلینے کا اعتبار نہیں ہے)

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

(حق شفعہ کا مطالبہ کرنے اور اس میں جھگڑا کرنے کا بیان)

ت جب شفیع کو حق شفعہ کی چیز کے بکنے کی خبر ہو تو وہ وہیں بیٹھے ہوئے اُسکے مطالبے پر لوگوں کو گواہ کرلے (یعنی یوں کہدے کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس حق شفعہ کا خواہاں ہوں اس مشتری سے لونگا) پھر اگر ابھی بائع کے قبضے میں ہے تو اس پر بھی گواہ کرلے (کہ اسنے بیع کی ہے) یا مشتری پر (کہ اسنے خریدی ہے اور اپنا قبضہ کرلیا ہے) یا زمین پر کہ یہ زمین بیع ہوئی ہے۔ اسکے بعد اگر دعوی دائر کرنے میں کچھ دن لگ جائیں تو اس تاخیر میں حق شفعہ جاتا نہیں رہیگا۔ اگر کوئی شفیع حق شفعہ کی قاضی کے ہاں درخواست دے تو اول مدعا علیہ (یعنی مشتری) سے دریافت کرے (کہ یہ زمین یا مکان جس پر فلاں شخص نے شفعہ کا دعوی کیا ہے تیری ملک ہے یا نہیں) اگر وہ اقرار کرلے کہ ہاں جس پر شفعہ کا دعوی ہوا ہے میری ملک ہے (میں نے خریدی ہے) یا مشتری پر قسم لازم ہوئی اور اُسنے قسم کھانیسے انکار کردیا یا شفیع نے اُسکے خرید لینے کو گواہوں سے ثابت کردیا تو (ان سب صورتوں میں شفیع کا دعوی مسموع اور) اب قاضی (مشتری سے) خریدنے کو پوچھے کہ تو نے خریدی ہے یا نہیں اگر خریدنے کا اقرار کرلے یا اسکے انکار کرنے پر شفیع خریدنے کو گواہوں سے ثابت نہ کرنیکے باعث اسکو قسم دیجائیگی اور (وہ) یہ قسم کھانے سے انکار کردے یا اُسکے خریدنے کو شفیع گواہوں سے ثابت کردے تو ان تینوں صورتوں میں قاضی یہ حکم کرے کہ یہ مکان اس شفیع کو پہنچتا ہے لہذا تو فورًا اسکو دیدے اور شفیع پر دعوی دائر کرنے کے وقت قیمت کا حاضر کردینا لازم نہیں ہے (قاضی یعنی حاکم کے حکم کرنے) کے بعد (حاضر کرنا ضرور ہے)۔ اگر شفعہ کی چیز ابھی بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو شفیع اس بائع ہی کی نالش وغیرہ کرے مگر حاکم اُسکے گواہ نہ سنے جبتک مشتری آجائے جب وہ آجائے

...پس ہوگیا ہو یا بائع مشتری نے بیع کی اُکھاڑ پچھاڑ کر لی ہو تو اب حق شفعہ ضرور ثابت ہوگا ۔

باب ما یبطل بہ الشفعۃ

(کن کن اُمور سے شفعہ جاتا رہتا ہے)

ت طلب مواثبت یا طلب تقریر کے نہ کرنے سے حق شفعہ جاتا رہتا ہے **ف** یہ دونوں شفعہ طلب کرنیکے
...طریقے ہیں طلب مواثبت اسکو کہتے ہیں کہ جب شفیع یہ سنے کہ فلاں زمین جس پر میرا حق شفعہ ہے بیع
...ہوگئی تو یہ فوراً وہیں اسکی درخواست دینے کے لئے کھڑا ہو جائے اگر یہ خاموش ہو رہا تو شفعہ جاتا رہیگا
...دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب خبر سُنے تو اگر وہ زمین ابھی بائع کے قبضہ میں ہے تو بائع کے پاس جا کر اور اگر مشتری
...کے پاس چلی گئی ہے تو اُسکے پاس جا کر یا اُس زمین ہی وغیرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے
...علی الاعلان یوں کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں اور اپنا حق شفعہ چاہتا ہوں۔ اگر ایسا نہ کیا تو حق شفعہ جاتا رہیگا
ت اگر شفیع اپنے حق شفعہ کے بدلے مشتری سے کچھ روپیہ پیسہ لیلے تو حق شفعہ جاتا رہے اور وہ بدلہ
...کے دام شفیع کو پھیر دینے چاہئیں اور شفیع کے مرجانے سے بھی شفعہ جاتا رہتا ہے ہاں مشتری کے مرنے سے
...نہیں جاتا اور جس مکان وغیرہ کے ذریعے سے شفیع نے شفعہ کا دعوی کیا ہوا اگر حاکم کے شفعہ کا حکم دینے سے
...پہلے اس مکان کو بیچدے تو اس سے بھی حق شفعہ جاتا رہیگا اگر شفعہ کا مکان وغیرہ خود شفیع بائع کا وکیل ہوکر فروخت کردے یا شفعہ کے لئے کوئی اور فروخت کرے
...شفیع اُسکے درک استحقاق کا ضامن ہو جائے تو ان تینوں صورتوں میں شفعہ نہیں رہنے کا۔ **ف** تینوں
صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ ایک مکان میں سے ایک شخص کو حق شفعہ پہنچتا تھا مگر اُس نے
...کا وکیل ہوکر اس مکان کو خود ہی بیچدیا تو اب یہ اس میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا دوسری صورت
...یہ کہ بائع مضارب تھا اور شفیع رب المال تو اب اگر یہ مضارب مضاربت کے مکان وغیرہ میں سے
...کوئی چیز فروخت کریگا تو اس رب المال کا اس میں حق شفعہ نہیں رہنے کا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ
...ایک شخص نے ایک مکان بیچا تھا اور شفیع اُسکے درک کا ضامن ہوگیا یعنی وہیں سب کے سامنے یوں کہدیا
...اگر یہ مکان کسی اور کا نکلے گا تو قیمت دینے کا میں ضامن ہونگا تو اس صورت میں بھی یہ ضامن حق
...شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا (عینی) ت اگر کسی نے دوسرے کا وکیل ہوکر کوئی زمین وغیرہ خریدی
...اور یہ خود اس کا شفیع تھا یا اُسکے لئے اور کسی نے خریدی تھی تو (دونوں صورتوں میں) اسکو حق
...شفعہ نہ پہنچے گا اگر کسی نے شفیع سے کہا کہ فلاں زمین (جو تیرے شفعہ کی ہے) ایک ہزار میں بیع ہوگئی ہے
...اس نے زیادہ قیمت سمجھنے کی وجہ سے) حق شفعہ مشتری کو دیدیا (یعنی یوں کہدیا کہ میں تجھ سے حق

کئی لوگ چاہیں وہ دیکر شفیع لے لے یا مشتری سے (کہکر) یہ دونوں چیزیں اُکھڑوا ڈالے اور اپنی خالی چٹیل زمین لیلے) اور اگر شفیع نے حق شفعہ کے دعوے سے کوئی زمین لیکر اُس میں مکان بنالیا یا باغ لگادیا تھا بعد میں اِس زمین کا کوئی حقدار کھڑا ہوگیا تو اب یہ شفیع اِس بائع سے فقط اپنی دی ہوئی قیمت لیلے (مکان یا باغ کی قیمت میں سے اسکو کچھ نہیں مل سکتا) اور اگر (کسی نے ایک مکان یا باغ خریدا تھا اور اُسکے قبضہ میں آکر وہ) مکان آپ ہی آپ گر گیا یا باغ خود بخود ہی سوکھ گیا (اور اب اُسکا کوئی شفیع کھڑا ہوا) تو (یہ) شفیع کل قیمت دیکر لے سکتا ہے ہاں اگر ایسی صورت میں خود مشتری نے مکان توڑوا دیا ہو تو اب شفیع کو صرف میدان (یعنی اس زمین) ہی کی قیمت دینی ہوگی اور ملبہ مشتری کا رہے گا۔ اگر کسی نے ایک زمین مع درختوں اور پھلوں کے خرید لی تھی (پھر اُس کا کوئی شفیع کھڑا ہوا) یا پھل خریدنے کے بعد لگا تھا تو ان دونوں صورتوں میں شفیع اس زمین کو مع پھل کے لیلے اور اگر پھل مشتری نے توڑ لیا ہی تو اب شفیع قیمت میں سے اُسکے دام کم کردے ؁

باب مایجب فیہ الشفعۃ ومالایجب

(اُن چیزوں کا بیان کہ جن میں شفعہ ہوتا ہی اور جن میں شفعہ نہیں ہوتا)

ت شفعہ اُسی زمین میں ثابت ہوسکتا ہی کہ جو مال کے عوض کسی کی ملک میں آئے باقی اسباب میں یا کشتی میں یا ایسے مکان اور درختوں میں جو بلا زمین کے بیچ دیئے گئے ہوں حق شفعہ نہیں ہوا کرتا اور نہ ایسے مکان میں جو عورت کے مہر میں دیدیا ہو یا کوئی زمین بجائے اُجرت (اور مزدوری) کے دیدی ہو یا کسی عورت نے (اپنے شوہر سے) خلع کرنے کے بدلہ میں دیدی ہو یا کسی نے جان بوجھ کر خون کردیا تھا اُسکے مقدمہ میں ایک دینے پر صلح ہوئی تو ایسے مکان میں بھی شفع کا دعوی نہیں ہوسکتا یا آزادی کے عوض میں زمین دیگئی ہو یا کوئی زمین بلا کسی قسم کا بدلہ ٹھیرائے مفت دے دیگئی ہو یا کوئی مکان بیچ تو ہوگیا ہو مگر ابھی بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہو (تو جبتک اِس کو اختیار رہے اس میں شفع کا دعوی نہیں ہوسکتا) یا کوئی زمین بیع فاسد سے بکی ہو تو جب تک اُس میں مشتری کے مکان وغیرہ بنانے کی وجہ سے اس بیع کے توڑ دینے کا حق نہیں جاتا رہیگا تب تک اس میں حق شفعہ ثابت نہیں ہونے کا یا اگر کوئی زمین حصہ داروں میں تقسیم ہوگئی ہو (تو اس میں بھی شفعہ نہیں ہوسکتا) یا شفیع نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تھا اور بعد میں وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط یا خیار عیب کیوجہ سے حاکم کا حکم ہونے پر بائع پر واپس ہوگیا (تو) اس صورت میں بھی حق شفعہ ثابت نہیں ہونے کا ہاں اگر وہ مکان بلا حکم حاکم بائع

کسی ہیں یہی وجہ ہی اور شفعہ میں یہ شرط ہی ۱۲ منہ محمد عفی عنہ

اب شفیع اس مشتری کا حصہ بائع سے تقسیم کرا کر لے سکتا ہے اور ماذون قرضدار غلام کو اپنے آقا سے شفعہ کا دعوی کر کے مکان وغیرہ لے لینا جائز ہے جیسا کہ اس کا عکس جائز ہے۔ **ف** پہلی صورت یہ کہ ایک مکان غلام کے آقا نے بیچ پایا تھا اور اس غلام کو اس میں حق شفعہ پہنچتا تھا تو یہ شفعہ کا دعوی کر کے اس مکان کو لے سکتا ہے اور عکس کی صورت یہ ہے کہ قرضدار غلام نے ایک مکان بیچ پایا تھا اس کے آقا کو اس میں حق شفعہ پہنچتا تھا تو اب آقا کو شفعہ کے ذریعے سے وہ مکان لے لینا جائز ہے (جامع) **ت** اگر کسی نابالغ کا باپ یا کسی مرنے والے کا وصی یا کسی کا وکیل حق شفعہ سے دست بردار ہو تو یہ درست ہے (یعنی ان تینوں کی طرف سے دست برداری معتبر ہے بعد میں ان میں سے کوئی حق شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا)

کتاب القسمة

(مشترک شئے کے بانٹنے کا بیان)

ف لغت میں قسمت اقتسام کا حاصل مصدر ہے اور اسکے معنے رفع شیوع اور قطع شرکت کے ہیں اور شرعی معنی یہ ہیں جو مصنف بیان کرتے ہیں۔ **ت** ایک معین چیز میں ملے ہوئے حصّہ کو اکٹھا کر دینا (شرع میں) قسمت کہلاتا ہے اور قسمت میں دو باتیں ہوتی ہیں (ایک حصہ کا دوسرے حصہ سے جدا کر دینا دوسرے ایک حصہ کا دوسرے حصہ سے بدل جانا (کیونکہ اُس مشترک چیز کے ہر جز میں دونوں شریکوں کا حصہ ہے لہذا ایک کا حصہ الگ اور معین کرنے میں مبادلہ ضرور ہو گا۔ اور مثلی چیزوں (کی تقسیم) میں جدا کرنے کو غلبہ ہے اسی وجہ سے ایک شریک کو دوسرے شریک کی عدم موجودگی میں مثلی چیزوں میں سے اپنا حصہ لے لینا درست ہے (کیونکہ اپنے حصے کے جدا کرنے دوسرے کے موجود ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مثلی میں اپنے ہی حصّہ کو جدا کرنا ہوتا ہے) اور مثلی کے سوا (یعنی غیر مثلی) میں مبادلہ کو غلبہ ہے۔ اسی وجہ سے غیر مثلی چیزوں میں ایک شریک دوسرے شریک کے موجود نہ ہونے کے وقت اپنا حصہ نہیں لے سکتا۔ اگر مشترکہ مال ایک جنس کا ہو (مثلاً بہت سی بکریاں ہوں یا اونی تھان ہوں) ور اُن میں بہت سے شریک ہوں اور شریکوں میں سے ایک (دوسرے موجود شریک سے) تقسیم کرانی چاہے (اور وہ نہ کرے تو اس) کو تقسیم کرانے کے لئے جبر کیا جائیگا (اور دوسرے شریکوں کے آنے کا انتظار نہ کیا جائیگا) ہاں اگر مال ایک جنس کا نہ ہو (بلکہ دو جنس کا ہو مثلاً اُونٹ اور بکریاں ہوں) تو اس صورت میں تقسیم کرانے کے لئے موجود شریک پر جبر نہ کیا جائیگا (بلکہ باقی شریکوں کے آنے کا انتظار کیا جائیگا) اور (حاکم کے لئے) مستحب ہے کہ ایک امین تقسیم مقرر کرے اور اسکو تنخواہ بیت المال میں سے دیجائے تاکہ وہ بلا اُجرت

شفعہ نہیں چاہتا) اور پھر اُسے معلوم ہوا کہ وہ زمین ایکہزار سے کم کو بکی ہی یا ایکہزار روپیہ کے گیہوں یا
ایکہزار کے جَو سے بکی ہی یا ایکہزار سے زیادہ گیہوں سے بکی ہے تو ان سب صورتوں میں اسکو حق شفعہ
پہنچے گا اور اگر (شفیع کے حق شفعہ چھوڑ دینے کے بعد) یہ معلوم ہو کہ وہ زمین اتنی اشرفیوں کو بکی ہی
جنکی قیمت ایکہزار روپیہ ہو تو اب اُسکو شفعہ نہیں پہنچے گا - اگر شفیع سے کسی نے کہا کہ (تیرے شفعہ کا)
فلاں مکان فلاں شخص نے لیا ہے یہ سنکر اُسنے حق شفعہ مشتری پر چھوڑ دیا بعد میں اُسے
معلوم ہوا کہ خریدنے والا اور کوئی ہی (جسکو میں نے سُنا تھا اُسنے نہیں خریدا ہے) تو یہ شفعہ کا دعوی
کرسکتا ہے - اگر شفیع کی طرف سے ایک ہاتھ بھر زمین چھوڑ کے باقی زمین فروخت کردی تو اب شفیع
شفعہ نہیں پہنچ سکتا (کیونکہ حق شفعہ جو ہمسائگی کے استحقاق کی وجہ سے ہوتا ہی وہ ابھی نہیں ہوا
اس لیئے کہ گز بھر زمین ابھی اسکی طرف باقی ہی) اگر کسی مکان میں سے کوئی سہام روپیہ دیکر کسی نے
خرید لیا تھا اور بعد میں باقی مکان بھی خرید لیا تو اب ہمسایہ کا حق شفعہ صرف پہلے ہی سہام میں ہوگا
باقی سہاموں میں نہیں ہونے کا **ف** کیونکہ جب اس مشتری نے پہلے ایک سہام خرید لیا تو پس
مکان میں حصہ دار ہوگیا اور حصہ دار کا حق ہمسایہ کے حق سے مقدم ہے اور یہ بھی حق شفعہ دور کرنے
کا ایک حیلہ ہی کہ پہلے ایک سہام کو زیادہ داموں سے خریدلے کہ اُن داموں میں شفیع لینا گوارا نکرے
اور بعد میں شراکت کا دعویدار ہوکر بقیہ سہام بھی خریدلے ایسی صورت میں شفیع کا دعوی نہیں چل
سکنے کا اور ایسا کرنا جائز ہے **ت** اگر کسی نے ایک مکان روپیہ سے خریدا تھا (یعنی قیمت میں روپیہ
ٹھہرا تھا) مگر روپیہ کے بدلے بائع کو کوئی کپڑا دیدیا تو اب شفیع کو شفعہ میں اُتنا ہی روپیہ دینا ہوگا -
کپڑا دینا ضروری نہو گا - شفعہ اور زکوٰۃ کو ساقط کرنیکے لیئے کوئی حیلہ کرنا برا نہیں ہے **ف** یہ مذہب امام
ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہی کیونکہ شفعہ رفع ضرر کے لئے ثابت
ہوا ہی اور رفع ضرر واجب ہی اور کسیکو ضرر پہنچانا حرام ہی لہذا یہ ضرور مکروہ ہوگا اور امام ابو یوسف
کی دلیل یہ ہے کہ آدمی اپنے ضرر رفع کرنے کا محتاج ہے اور اپنے سے ضرر رفع کرنے کی غرض سے
حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے اگرچہ دوسرے کو اس سے ضرر ہو لیکن علماء دین اور صلحاء امت کا مختار مذہب
یہ ہی کہ اگر کوئی شفیع کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیئے حیلہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہی اور اگر خوشی خوشی
کرتا ہے تو بیشک مکروہ ہی اور زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی صورت نکالنی دینداری کے خلاف ہی **ت**
اور چند خریدار ہونے کی صورت میں شفیع بعض خریداروں کا حصہ لے سکتا ہی اور چند بائع ہونیکی صورت
میں بعض کا حصہ نہیں لے سکتا - اگر کسی نے ایک مکان میں سے نصف بلا تقسیم کئے ہوئے خرید لیا

[illegible]میں سے فقط ایک ہی وارث ہو (اور وہ تقسیم کرانا چاہتا ہو) تو ان سب صورتوں میں وہ مکان
تقسیم نہ کیا جائیگا ہاں اگر کوئی زمین وغیرہ ایسی ہو کہ اسکے تقسیم ہونے کے بعد ہر حصہ دار اپنے اپنے حصّہ
سے فائدہ اٹھاسکتا ہو تو ایسی زمین فقط ایک حصہ دار کی درخواست پر تقسیم کر دیجائے۔ اور اگر تقسیم سے
سب کا نقصان ہوتا ہو تو جب تک سب رضامند نہ ہوں ہرگز تقسیم نہ کیجائے۔ اور اگر کسی ایسی چیز کے
تقسیم کرانے کی درخواست ہو کہ تقسیم ہونے کے بعد بعض حصہ دار تو اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور
بعض کا کم حصہ ہونے کے سبب سے نقصان ہوتا ہے تو جس کا حصہ زیادہ ہو فقط اسکی درخواست پر
تقسیم کر دیجائیگی۔ اگر ایک جنس کا اسباب مشترک ہو (اور شرکا تقسیم کرانا چاہیں) تو وہ تقسیم کر دیا جائے
اور دو جنس کا اسباب جواہرات۔ لونڈی غلام۔ حمام۔ کنواں اور خراس (چکی) بلا سب کے رضامند ہوئے
تقسیم نہ کئے جائیں۔ چند مکان مشترک ہیں یا ایک مکان اور زراعتی زمین مشترک ہو یا ایک مکان اور ایک
دکان مشترک ہیں (اور حصہ دار تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو یہ سب چیزیں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیجائیں (کیونکہ
ہر چیز میں سب ہی شریک ہیں) اور تقسیم کرنے والے کو چاہیے کہ جس چیز کو تقسیم کرنی چاہے (خواہ مکان
ہو یا زمین ہو) پہلے اس کا نقشہ کھینچ لے اور جسقدر حصے ہوں سب کو برابر لگائے اور گز سے پیمائش
کرے اور اگر مکان مع زمین کے تقسیم کرنا چاہے تو عمارت کی قیمت ٹھیرالے اور ہر حصہ پر آمد و رفت کا رستہ
اور پانی کی باری علیحدہ علیحدہ ضرور تجویز کرے اور سب حصوں کے نام رکھ لے کہ یہ پہلا ہے یہ دوسرا ہے
یہ تیسرا ہے (وغیرہ وغیرہ) اور سب شریکوں کے نام لکھکر قرعہ ڈالے (قرعہ میں جس کا نام پہلے نکلے اسکو
پہلا حصہ دے اور جس کا دوسرے نمبر پر نکلے اسکو دوسرا حصہ (اور علیٰ ہذا القیاس) اور زمین کی تقسیم
میں بلا رضامندی سب حصہ داروں کے روپے داخل نہیں ہونیکے **ف** اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً
چند آدمیوں کے قبضہ میں ایک زمین تھی اور ان میں دو فریق تھے۔ ایک فریق کے پاس دوسرے سے
کچھ زیادہ تھی اور اب سب نے اسکی تقسیم کرانے کی درخواست دی اور جس فریق کے پاس زیادہ زمین تھی اُن
میں سے ایک آدمی نے یہ چاہا کہ میں اس زیادہ زمین کے عوض کچھ روپیہ دیدوں اور دوسرا اس پر رضامند
نہیں ہوا تو اس صورت میں یہ روپے تقسیم میں نہیں آنے کے کیونکہ ان روپوں میں کسی کی شراکت نہیں
ہے اسکے علاوہ اس سے حصوں کی برابری میں بھی فرق آتا ہے (من التکملہ) **ت** اگر کوئی زمین یا
مکان تقسیم کیا گیا اور ایک حصہ دار کے پانی آنے کی نالی یا رستہ دوسرے کی ملک میں کو رہا اور تقسیم
کے وقت یہ بات قرار نہیں پائی (کہ اس حصہ دار کا رستہ بھی یہیں کو رہے گا یا اسکی زمین میں بھی اسی
نالی سے پانی آئیگا) تو اگر ہوسکے تو اُس کا رستہ اُدھر سے پھیر کر اسی حصہ دار کی ملک میں کو کر دیا جائے

سے تقسیم کیا کرے اور اگر بیت المال میں سے اسکو تنخواہ دینے کی گنجایش نہ ہو تو پھر امین تقسیم اس طرح مقرر
کیا جائے کہ اسکو تنخواہ شریکوں سے اُنکی گنتی کے موافق ملا کرے (شریکوں کے حصوں پر اُسکی اُن
نہ لیجائے) ف یعنی مشترکہ شے میں جتنے حصہ دار ہوں امین کی تنخواہ کے اُتنے ہی حصے کرکے اُن سے
وصول کر لیجائے اُنکے حصوں کا لحاظ نہ کیا جائے مثلاً ایک زمین یا مکان میں دو حصہ دار ہیں جن میں سے
ایک کا ایک چوتھائی حصہ ہے اور دوسرے کے تین حصے ہیں اور امین تقسیم نے اُنکے حصے الگ کر دیئے تو
اِس امین کی تنخواہ ان دونوں حصہ داروں سے نصفا نصف لیجائیگی ایک کی چوتھائی اور دوسرے کے
تین حصوں کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا۔ (عینی) ف امین تقسیم کا عادل ہونا۔ امانت دار ہونا۔ اور تقسیم کے
قواعد سے خوب واقف ہونا نہایت ضروری ہے اور (ہر مقدمہ میں) ایک ہی امین نہ خاص کرنا چاہیئے
(کہ لوگ اسی کو نوکر رکھ کر تقسیم کرائیں اور سے نہ کرائیں کیونکہ ایسی صورت میں وہ زیادہ تنخواہ مانگنے
لگے گا اور لوگوں کو تکلیف ہوگی) اور ایک زمین وغیرہ کی تقسیم میں کئی امین تقسیم نہ شریک ہونے پائیں
اگر کسی زمین کی بابت چند وارث یہ اقرار کریں کہ ہمارا فلان وارث مرگیا ہے اس سے یہ زمین ہمیں میراث
میں پہنچی ہے اور اب ہم سب اسکی تقسیم کے خواہاں ہیں تو اُنکے اقرار کر لینے سے زمین تقسیم نہ کیجائے جب
تک کہ وہ اسکے مرنے پر اور ورثہ کی تعداد پر گواہ نہ پیش کر دیں۔ اگر چند شریک کسی منقولی چیز کو تقسیم کرانا
چاہیں یا کوئی زمین اپنی زرخرید کہہ کے اُسکو تقسیم کرانا چاہے یا کسی زمین وغیرہ کی بابت یہ دعوی کریں
کہ یہ ہماری ملک ہے اور اسکو تقسیم کرانا چاہیں تو ان تینوں صورتوں میں ایسی زمینیں تقسیم کرائے۔ اگر دو
آدمیوں نے اس پر گواہ گزرانے کہ یہ زمین ہمارے قبضہ میں ہے (اور ہم اسکو تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو
(اُنکے اِس کہنے سے) وہ تقسیم نہ کیجائے جب تک کہ دونوں اس پر گواہ نہ پیش کر دیں کہ یہ زمین ہماری ہی
دونوں کی ہے (اور کوئی حصہ دار اس میں نہیں ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ شاید اور کسی کی نہ ہو) اگر دو آدمیوں
نے (اپنے ایک مورث کے مرنے پر) اور وارثوں کی گنتی پر گواہ پیش کیئے (یعنی گواہوں سے یہ گواہی
دلائی کہ اس مکان کا اصل مالک مرگیا ہے اور یہ تینوں اُسکے وارث ہیں اور کوئی وارث نہیں ہے) اور
وہ مکان ان ہی دونوں کے قبضہ میں ہے اور ایک تیسرا وارث موجود نہیں ہے یا ہے مگر لڑکا ہے
تو ان دونوں کی درخواست پر قاضی اس مکان کو تقسیم کرائے اور جو موجود نہیں ہے اُسکی طرف سے
ایک وکیل یا لڑکے کی طرف سے ایک وصی مقرر کر دے کہ وہ اپنے موکل یا موصی کے حصہ کو اپنے
قبضہ میں کر لے۔ اور اگر چند آدمیوں نے ایک زمین خریدی اور ان میں سے ایک کہیں چلا گیا یا (پہلی
صورت میں) مکان اُس وارث کے قبضہ میں ہے جو یہاں موجود نہیں ہے یا لڑکے کے قبضہ میں ہے

کتاب المزارعۃ

(زراعت کا بیان)

ف مزارعت زرع سے باب مفاعلہ ہے جسکے لغوی معنی زمین میں بیج وغیرہ ڈالنے کے ہیں اور شرعی معنی یہ ہیں جو آگے مصنف بیان فرماتے ہیں۔ ت (شرع میں) مزارعت اس عقد کو یعنی اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار میں سے کچھ حصہ ٹھیرا کر اسکو کاشت کرایا جاوے۔ اور یہ مزارعت (یعنی بٹائی) آٹھ شرطوں کے ہونے پر درست ہوتی ہے اول یہ کہ زمین زراعت کے قابل ہو دوسرے زمیندار اور کاشتکار دونوں عاقل بالغ ہوں تیسرے زراعت کی مدت صاف بیان کر دیجاوے (ایک فصل کے لیئے) یا سال بھر کے لیئے یا مثلاً دو سال کے لیئے چوتھے یہ کہ بیج کس کا ہوگا (آیا زمیندار کا یا کاشتکار کا) پانچویں یہ کہ کونسی جنس بوئی جائیگی (گیہوں جو وغیرہ یا اور کوئی جنس) چھٹے کاشتکار کا حصہ کتنا ہوگا (نصفا نصفی یا تہائی چوتھائی) ساتویں یہ کہ زمین بالکل الگ کر کے کاشتکار کے سپرد کر دیجائے آٹھویں یہ کہ جو کچھ پیداوار ہو (تھوڑا یا بہت) اس میں زمین والا اور بونے والا دونوں شریک ہوں۔ نویں یہ کہ زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل اور مزدور و محنت دوسرے کی یا ایک کی فقط زمین اور باقی سب بیج اور کام دوسرے کے ذمے ہو یا سارا کام ایک کے ذمہ ہو اور باقی (بیج بیل اور زمین) دوسرے کی ہو (جب زمین کو بٹائی پر دینے کے وقت یہ سب شرطیں پوری ہو جائیں تو وہ بٹائی درست ہوگی ورنہ نہیں ہونے کی) پس اگر زمین اور بیل ایک کے ہیں اور بیج اور باقی کاروبار دوسرے کا یا ان میں سے بیج ایک کا ہے اور باقی سب چیزیں (یعنی سارا کام بیل اور زمین) دوسرے کی۔ یا بیل ایک کے ہیں اور باقی (زمین اور سب کام) دوسرے کا یا دونوں میں سے ایک کے لیئے غلہ معین کر دیا گیا۔ یا یوں ٹھیر گیا کہ جسقدر غلہ پانی کی نالیوں اور گولوں (کی ڈول پر) پیدا ہو ایک کا ہے (اور باقی دوسرے کا) یا یہ ٹھیرا کہ بیج والا پہلے اپنا بیج لے لیگا اور جو بچے گا اس میں دونوں ساجھی رہیں گے) یا یہ ٹھیرا کہ سرکاری باقی (یعنی حاکمی) الگ کرنے کے بعد جو کچھ رہے گا اس میں دونوں ساجھی رہیں گے تو ان سب صورتوں میں بٹائی فاسد ہو جائیگی (یعنی یہ بٹائی کا معاملہ جو ان میں ٹھیرا تھا ٹوٹ جائیگا اور اب (انکا جھگڑا) اس طرح طے کیا جائیگا کہ زمین کی کل پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے کے کام کو دیکھکر معمول کے موافق اسکو مزدوری دیدی جائیگی اور (اگر زمین بیج والے ہی کی بھی تو اسکی کاشت) کا بھی روپیہ دیا جائیگا لیکن یہ مزدوری اور زمین اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا کہ جو ان دونوں نے آپس میں ٹھیرالیا تھا۔ اور اگر بٹائی (اپنی سب شرطیں پوری ہونے

اور اگر نہ پھر سکے تو یہ تقسیم ہی توڑ دیجائے (اور نئے سرے سے تقسیم کیجائے کہ اس میں بیچ نہ رہے) اگر ایک مکان نیچے اوپر کا اور ایک صرف نیچے کا اور ایک صرف اوپر کا دو آدمیوں کے پاس ہیں اور وہ ان تینوں مکانوں کو تقسیم کرانا چاہیں تو انکی علیحدہ علیحدہ قیمت کرکے قیمت کے اعتبار سے تینوں تقسیم کردیئے جائیں اگر (تقسیم ہونے کے بعد) حصہ داروں میں جھگڑا ہو تو دو بانٹنے والوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ اور اگر کوئی حصہ دار یہ اقرار کرچکا تھا کہ میں اپنا پورا حصہ لے چکا ہوں اور اسکے بعد دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کسیقدر دوسرے کے قبضہ میں ہے تو بغیر گواہوں کے اسکے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ دو حصہ داروں میں سے اگر ایک دوسرے سے یوں کہے کہ میں اپنا حصہ لے تو پورا ہی چکا تھا مگر بعد میں میرے حصہ میں سے تھوڑا سا تونے لے لیا ہے (اور وہ اس سے انکاری ہو صاف کہتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں لیا) تو مدعا علیہ قسم کھا کر جو کچھ بیان کرے اس کا اعتبار کرلیا جائے اور اگر مدعی نے اپنا پورا حصہ ملنے کا اقرار ہی نہیں کیا اور (مکان یا زمین کی ایک حد کی طرف اشارہ کرکے) دعوی کرتا ہے کہ یہ میرا حصہ ہے اسنے مجھے نہیں دیا اور اس کا شریک اس دعوے میں اسکو جھوٹا بتلاتا ہے تو اب (عدالت میں) یہ دونوں قسم کھائیں اور انکے (قسم کھانے کے بعد) وہ تقسیم توڑ دیجائے۔ اگر تقسیم میں بہت ساعتین[1] ظاہر ہو تو وہ تقسیم بھی توڑ دیجائے اگر (کوئی مکان یا زمین تقسیم ہونیکے بعد) ایک حصہ دار کے حصہ میں سے کسیقدر (قطعہ کا کوئی حقدار کھڑا ہوگیا اور اس سے مقدمہ وغیرہ کرکے اپنا حق لے لیا تو جسکے حصہ میں سے اُسنے لیا ہے وہ اُتنا ہی (اپنے شریک کے حصہ میں سے لیلے اور تقسیم توڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ترکہ (وارثوں میں تقسیم ہونے کے بعد اس) میں کچھ قرضا معلوم ہوا تو تقسیم توڑ دیجائے (یعنی اگر ورثہ قرضہ ادا نہ کریں اور اگر وہ ادا کردیں تو پھر تقسیم توڑنیکی ضرورت نہیں) اگر دو شریکوں نے ایک مکان میں رہنے کی یا دو مکانوں میں رہنے کی یا ایک غلام سے کام لینے کی یا دو غلاموں سے کام لینے کی یا ایک مکان کی آمدنی کی یا دو مکانوں کی آمدنی کی آپس میں باری ٹھیرالی (کہ ایک مہینہ کا کرایہ یا خدمت تو لیا کرو اور ایک مہینہ کا کرایہ میں لیا کروں اور دونوں اس پر رضامند ہوگئے) تو یہ درست ہے اور ایک غلام یا دو غلاموں کی تنخواہ میں یا ایک خچر یا دو خچروں کے کرایہ میں یا ایک خچر یا دو خچروں پر سوار ہونے میں یا کسی درخت کے پھل کھانے میں یا بکری کے دودھ میں باری مقرر کریں (کہ ایک مہینہ دودھ پیا کر ایک مہینہ میں پیا کروں گا۔ یا ایک سال پھل میں کھایا کرونگا۔ اور ایک سال تو کھایا کر) تو یہ درست نہیں ہے ✦

[1] ن کہ جو قیمت اندازنے والوں کے اندازے سے باہر ہو ۱۲ (حاشیہ اصل)

کتاب الذبائح

(ذبح کئے ہوئے جانور کا بیان)

ف مزارعت اور ذبائح میں مناسبت ہونے کی تمام شراح یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں فی الحال تلف کرنا آیندہ کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ مزارعت کرتے وقت دانہ خاک میں اسی لئے ملاتے ہیں کہ آیندہ اناج پیدا ہو اسی طرح حیوان کی روح کھو کر اسکو بھی اسکے بعد فائدے ہی حاصل کرنے کے لیئے تلف کرتے ہیں (تکملہ مختصراً) **ت** ذبائح ذبیحہ کی جمع ہے اور ذبیحہ اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کیا جائے اور ذبح گلے کی رگیں کاٹنے کو کہتے ہیں مسلمان اور کتابی نابالغ لڑکے۔عورت۔گونگے اور بے ختنہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور آتش پرست بت پرست۔مرتد اور احرام باندھے ہوئے اور ذبح کے وقت قصداً بسم اللہ نہ پڑھنے والے کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے۔اگر کسی نے بھول کر بسم اللہ نہ کہی تو اس کا ذبح کیا ہوا حلال ہے اور (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کسی کا نام لینا یا یوں کہنا کہ خداوندا یہ فلانے کی طرف سے قبول کر مکروہ ہے۔ہاں اگر بسم اللہ کہنے سے پہلے یا جانور کو گرانے سے پہلے کہہ لے تو مکروہ نہیں ہے (بلا کراہت) جائز ہے اور ذبح حلق اور سینہ کی اوپر کی ہڈی کے درمیان ہونا چاہیے اور نرخرا اور دانہ پانی جانے کی رگ اور وہ شہ رگیں (جو ان کے ادھر ادھر ہوتی ہیں) کاٹنی چاہیئیں اگر ان چاروں کی جگہ ذبح کرتے ہوئے تین کٹ گئیں تو بھی کافی ہے۔اگر ناخن سے یا تیز سینگ سے یا تیز ہڈی سے یا ایسے دانت سے جو (بدن میں لگا ہوا نہ ہو) علیحدہ ہو یا تیز کھپچی سے یا تیز پتھر (کی کتل) سے یا اور ایسی چیزوں سے جو خون بہا دیتی ہوں ذبح کر لیا ہو (وہ بھی حلال ہے) ہاں دانت اور ناخن ایسے نہ ہوں جو بدن میں لگے ہوئے ہوں (بلکہ بدن سے الگ اکھڑے ہوئے ہوں اور (جانور کو ذبح کرنے کے لیئے گرانے سے پہلے) چھری کو تیز کر لینا مستحب ہے اور نخع تک چھری پہنچانا یا سر علیحدہ کر دینا یا گدی کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے **ف** نخع اس سپید دھاگہ کو کہتے ہیں جو گردن کی ہڈی کے بیچ میں ہوتا ہے جس کو گودا بھی کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ذبح میں اس طرح نہ کرے کہ گردن کی ہڈی کے گودے تک چھری پہنچ جائے ۱۲ط **ت** اور جو وحشی جانور (مثلاً ہرن وغیرہ) آدمی کے پاس ہل گیا ہو اسے ذبح کرنا چاہیئے ہاں جو چوپایہ وحشی ہو کر بھاگ جائے (خواہ اونٹ ہو یا بکری یا گائے وغیرہ ہو) یا کنوئیں میں گر جائے (اور وہ ذبح نہ ہو سکے) تو اسکو زخمی کر کے مار دینا کافی ہے (پھر ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اور اونٹوں کو نحر کرنا اور گائے بکری (بھینس وغیرہ) کو ذبح کرنا مسنون ہے اور اسکا الٹا کرنا مکروہ ہے (یعنی اونٹوں کو ذبح کرنا اور گائے بکری کو نحر کرنا مکروہ ہے) ہاں ایسا کرنے سے وہ جانور حلال ہو جائیگا اور ماں کے ذبح ہونے سے اسکے پیٹ کے اندر کا بچہ (اگر نکل آئے تو وہ) ذبح نہیں ہوتا (اگر بچہ زندہ نکلا ہے اور اسکو

کے باعث) درست ہو جائے تو پھر زمین کی کل پیداوار اُسی حساب سے بٹے گی جو زمیندار اور کاشتکار نے آپس میں ٹھیرالی ہو۔ اور اگر اتفاقاً زمین میں کچھ پیدا نہ ہو تو کاشتکار کو کچھ نہیں ملیگا اگر ٹھیر ہوئے کے بموجب پھر کوئی کام کرنے سے انکار کرے تو اُس سے وہ کام زبردستی لیا جائے گا ہاں اگر بیج والا بیج دینے سے انکار کرے تو اس پر زبردستی نہ کیجائیگی) اگر ان دونوں میں سے ایک مرجائے تو اُس وقت بٹائی ٹوٹ جائیگی۔ پس اگر کھیتی کی مدت گزر جائے (یعنی جتنے دنوں کو لی تھی وہ پورے ہو جائیں) اور کھیتی ابھی کٹاؤ پر نہ آئی ہو تو جب تک کھیتی کٹاؤ پر آئے اِس کاشتکار کو اتنے دنوں کا اور روپیہ اسی حساب سے دینا پڑیگا کہ جو ایسی زمین پر اتنے دنوں کا ہونا ہوگا۔ اور کھیتی کا خرچ مثلاً کاٹنے والوں کی مزدوری اور ڈھونے۔ دائیں چلانے۔ ناج اُڑانے میں جو کچھ خرچ دونوں کے حصوں کے موافق دونوں کے ذمے رہے گا۔ اور اگر دونوں یہ ٹھیرالیں کہ یہ سب خرچ کاشتکار کے ذمے رہے تو اس شرط سے وہ بٹائی ٹوٹ جائیگی ✦

کتاب المساقاۃ

باغ کو پال پر دینے کا بیان

ت (شرع میں) مساقات اُس عقد کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنا باغ ایسے شخص کو کہ جو اسکی خدمت کرے اس شرط پر دے کہ جو کچھ اس میں پھل آئے وہ ہم دونوں بانٹ لیا کریںگے اور یہ مساقات (سب احکام میں) مثل مزارعت کے ہے۔ کھجور وغیرہ کے درختوں اور انگوروں اور کل ترکاریوں اور بیگنوں میں یہ مساقات کرنی جائز ہے **ف** کل ترکاریوں کی جگہ عربی نسخہ میں رطاب کا لفظ ہے جو رطبہ کی جمع ہے اور رطبہ مصر میں ایک نرم سی گھاس ہوتی ہے وہاں اسکو برسیم کہتے ہیں اور خوید کی طرح گھوڑوں وغیرہ کو کھلاتے ہیں لیکن یہاں رطاب سے مراد کل ترکاریاں ہیں (کذا فی حاشیۃ الاصل) **ت** اگر کسی نے پھل لگا ہوا باغ پال پر دیا اور پھل ابھی ایسا ہے کہ وہ (نلائی وغیرہ کرنے یا پانی دینے سے بڑھتا ہے تو یہ معاملہ درست ہے اور اگر پھل کا بڑھنا پورا ہو چکا ہے تو پھر بٹائی کی طرح یہ درختوں کی پال بھی درست نہیں ہونے کی (یعنی کھیتی تیار ہونیکے بعد جیسے بٹائی درست نہیں ہوتی) اور جب یہ درختوں کی پال کا معاملہ ٹوٹ جائیگا تو اُس وقت (سارا پھل باغ والے کو ملیگا اور اس) کام کرنے والے کو اسکی محنت کے مطابق مزدوری دیجائیگی اور ان دونوں عقد کرنیوالوں میں سے اگر ایک مرجائے تو جب بھی یہ معاملہ ٹوٹ جاتا ہے اور علی ہذا القیاس مزارعت کی طرح کوئی عذر ہونے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور عذر سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کام کرنے والا چور ہو یا بیمار ہو کہ اب کام نہیں کر سکتا ✦

کے کہ وہ خود مری ہوئی حلال نہیں) اگر کسی نے (بیمار) بکری ذبح کی اور (ذبح کرتے وقت) اُسنے کچھ حرکت یا خون دیدیا تو وہ حلال ہے اور اگر نہ اُس نے حرکت کی اور نہ خون دیا تو وہ حلال نہیں ہے ہاں اگر اور کسی ذریعہ سے اُس میں دم ہونا معلوم ہو جائے تو وہ ذبح کرنے سے حلال ہو جائیگی اگرچہ نہ وہ کچھ حرکت کرے اور نہ خون دے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو وہ حلال نہیں ہے +

کتابُ الاضحیہ

(قربانی کرنے کا بیان)

ت ایسے مسلمان پر جو آزاد مقیم اور مالدار ہو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے اپنی اولاد کی طرف سے کرنا واجب نہیں ہے (ایک آدمی کی طرف سے خواہ) ایک بکری ہو (یا بکرا مینڈھا یا دُنبہ یا اُنکی مادہ ہو) یا بدنہ کا ساتواں حصہ ہو **ف** بدنہ کا اطلاق اُونٹ گائے اور بھینس تینوں پر ہوتا ہے خواہ نر ہوں یا مادہ ہوں اور قربانی کا واجب ہونا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ قربانی سنت ہے اور یہی قول امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا ہے - امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قربانی واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک ہے انکے سنت کہنے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ وارادا حدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہٖ واظفارہٖ یعنی جب تم بقر عید کا چاند دیکھو اور کوئی تم میں سے قربانی کرنی چاہے تو اُسے چاہئے کہ قربانی سے پہلے اپنا خط اور ناخن نہ بنوائے) یہ حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے اس میں حضور انور نے قربانی کرنے کو ارادے پر موقوف رکھا ہے اور ارادے پر موقوف رکھنا واجب ہونے کے منافی ہے اور امام صاحب کی دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا یعنے جس میں وسعت ہو اور پھر بھی قربانی نکرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے یہ حدیث امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور ایسی وعید وجوب کے سوئے کے اُمور میں نہیں ہوا کرتی (عینی) **ت** قربانی کرنے کا وقت بقر عید کی صبح سے لیکر بارھویں تاریخ کی شام تک ہے ہاں اگر شہر کا رہنے والا (کہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہو) عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے - غیر شہری (یعنی گانوں والوں) کو اختیار ہے (کہ چاہے سویرے ہی کرلے اور چاہے پڑھ کر کرے) اگر کسی جانور کے سینگ نہ ہوں (خواہ بکری وغیرہ ہو یا گائے وغیرہ ہو) یا خصی (یا بدھیا) ہو یا دیوانہ ہو تو اُسکی قربانی کرنا جائز ہے - ہاں جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا بہت دُبلا ہو (کہ چمڑا اور ہڈی ہی ہوں) یا لنگڑا ہو (کہ جو مذبح تک نہیں جاسکتا) یا جس کا آدھے سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو یا آدھے سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو -

کھانے کا ارادہ ہو تو ذبح کرلینا چاہیئے اور مرا ہوا نکلا ہے تو وہ مردار اور حرام ہے) +

فصل فیما یحل اکلہ و ما لا یحل اکلہ

(اُن جانوروں کی تفصیل جنکا کھانا درست ہے اور جنکا کھانا درست نہیں ہے)

ت چوپائے جانوروں میں سے جو کچلیوں (یعنی کلے) والے درندے ہوں یا جو پرندے پنجہ سے شکار کرنے والے ہوں وہ سب حرام ہیں اور جو کوا کھیت کھایا کرتا ہے وہ حلال ہے مگر ابلق کوا حلال نہیں ہے جو مردار کھاتا ہے **ف** عربی کنز میں ابلق کوے کی جگہ ابقع ہے اور ابقع ابلق کو کہتے ہیں جس میں سیاہی اور سپیدی دونوں ہوں بعض علماء نے اس ابلق سے یہی دیسی کوا مراد لیا ہے جو اکثر آبادی میں رہتا ہے اور جس کی گردن کا رنگ بہ نسبت پروں کے سپیدی مائل ہوتا ہے اور اس پر ابقع کا اطلاق کرکے حرام کہدیا ہے مگر حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی مرحوم اور حضرات دیوبند و علماء سہارنپور کا فتوی اس پر ہے کہ ابقع یہ کوا نہیں ہے کیونکہ یہ دیسی کوا تو روٹی وغیرہ اور مردار دونوں چیزیں کھاتا ہے لہذا اس کا حکم مرغی جیسا ہے کہ وہ بھی دونوں چیزیں کھاتی ہے اور غراب ابقع وہ ہے جسکی غذا فقط مردار ہی ہو جیسے کہ کرگس وغیرہ کی غذا فقط مردار ہی ہے باقی واللہ اعلم (مترجم) **ت** بجو۔ گوہ۔ بھڑ (زرد ہو یا لال ہو) اور کچھوا اور زمین میں رہنے والے جانور (مثلاً سانپ بچھوا اور چوہے وغیرہ) اور بستی کے گدھے اور خچر گھوڑے حلال نہیں ہیں اور خرگوش حلال ہے **ف** بعض ائمہ نے خرگوش کو اس لئے حرام کہا ہے کہ خرگوشنی کو عورتوں کی طرح حیض آتا ہے پس چونکہ اس میں آدمی کی مشابہت ہے لہذا حرام ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک خرگوش حلال ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ خرگوش کا بھنا ہوا گوشت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے صحابہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور سب نے اُسکو کھایا تھا یہ روایت امام احمد اور امام نسائی نے نقل کی ہے دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ درندوں میں سے نہیں ہے اور نہ مردار کھاتا ہے لہذا یہ ہرن جیسا ہے باقی آدمی کی مشابہت سے حرام کہنا عقلی بات ہے اور شریعت میں عقل کو اتنا دخل نہیں ہے کہ عقل کے زور سے کسی چیز کو حرام کہا جائے ۱۲ (تکملہ بحر الرائق) **ت** اور جن جانوروں کا گوشت کھانا درست نہیں ہے انکو ذبح کرنے سے اُن کا گوشت اور کھال پاک ہو جاتے ہیں (اگرچہ گوشت کا کھانا پھر بھی حرام ہی رہتا ہے) سوائے آدمی اور سور کے کہ اگر یہ دونوں ذبح بھی کیے جائیں تب بھی انکا گوشت یا چمڑا پاک نہیں ہوتا اور پانی کے جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کوئی جانور حلال نہیں ہے اور مچھلی بھی ایسی نہ ہو کہ جو مرکے پانی پر تیرنے لگی ہو۔ اور مچھلی کو بلا ذبح کئے کھانا حلال ہے جیسے ٹڈی (مگر اتنا فرق ہے کہ ٹڈی اگر خود بھی مرگئی ہو تب بھی حلال ہے۔ بخلاف مچھلی

کھانا پینا تیل لگانا اور خوشبو لگانا سب مکروہ (تحریمی) ہے ہاں رانگ۔ کانچ اور عقیق اور باور وغیرہ کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ نہیں ہے اور جس برتن پر چاندی کا کام ہو (خواہ وہ برتن لکڑی کا ہو یا تانبے وغیرہ کا ہو) اس میں پینا (یا کھانا) یا جس زین پر چاندی کا کام ہو اُس پر سوار ہونا۔ یا جس کرسی پر چاندی کا کام ہو اس پر بیٹھنا جائز ہے مگر جس جگہ چاندی لگی ہوئی ہو اُس سے بچے اور حلت و حرمت کے بارے میں کافر کے قول کا اعتبار کر لیا جائیگا (مثلاً کسی مسلمان کا غلام کافر ہو اور وہ گوشت لا کر یوں کہے کہ یہ گوشت بکری کا ہے حرام جانور کا نہیں ہے تو اُس کا گوشت کھانا درست ہے) ہدیہ اور اجازت کے بارے میں غلام اور لڑکے کے کہنے کا اعتبار کر لیا جائے گا **ف** ہدیہ عربی میں تحفہ کو کہتے ہیں اسکی صورت یہ ہے کہ اگر کسی سے کسی غلام نے یا لڑکے نے یوں کہا کہ میرے آقا نے یا فلاں شخص نے تمھیں تحفہ بھیجا ہے یا کسی سے کہیں کہ ہمیں ہمارے آقا یا ولی نے تجارت کی اجازت دیدی ہے تو اس کا اعتبار کر لیا جائیگا **ت** (دنیوی) معاملات میں (بدمعاش یعنی) فاسق کے کہنے کا اعتبار کر لیا جائیگا اور دین کی باتوں میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا (مثلاً اگر وہ کسی کھانے کو یوں کہے کہ یہ حلال ہے یا کسی پانی کی بابت کہے کہ یہ ناپاک ہے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا ہاں اگر یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا وکیل ہوں یا اس کا مضارب وغیرہ ہوں تو ایسی باتوں میں اسکا اعتبار کر لیا جائیگا کیونکہ یہ دنیوی معاملات ہیں ان میں فاسق کے کہنے پر یقین کر سکتے ہیں) اگر کسی کی ولیمہ کی دعوت کی گئی اور (جہاں کھانا کھلایا جا رہا ہے) وہاں کھیل تماشا اور گانا بجانا ہو رہا ہے تو وہاں بیٹھ جائے اور کھانا کھا کر چلا آئے **ف** یہ اجازت ایسے آدمی کے لیئے ہے جو لوگوں کا پیشوا اور ایسا نہو کہ لوگ اسکو کوئی فعل کرتے دیکھ کر اس سے سند پکڑتے ہوں اور نہ اسکے روکنے اور منع کرنے سے رُکتے اور نہ منع ہو سکتے ہوں غرضکہ معمولی اور گھٹیا لوگوں میں سے اگر ہو تو یہ ایسے موقع کی دعوت کھالے اور اگر ایسا ہے کہ اسکے منع کرنے سے لوگ ضرور رُک جاتے ہیں تو اسکو ایسی جگہ ہرگز دعوت کھانا ہرگز جائز نہیں ہے بلا کھائے واپس آجانا اور اُنکو منع کر دینا چاہیئے (حاشیہ عربی) ۱۲

فصل فی اللبس

لباس کی تفصیل

ت مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے۔ عورتوں کو پہننا حرام نہیں ہے۔ ہاں چار اُنگل چوڑی سنجاف مردوں کے لیئے بھی مباح (اور درست ہے۔ علی ہذا القیاس ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا (یعنی تکیہ پر غلاف چڑھانا) یا بچھونا بنانا مردوں کو بھی جائز ہے اور جس کپڑے میں تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت یا اُون کا ہو مردوں کو پہننا بھی جائز ہے اور جس کپڑے میں اس کا عکس ہو (یعنی تانا سوت کا ہو اور بانا ریشم یا اون کا) تو وہ (مردوں کو) فقط

یا دانت ٹوٹے ہوئے ہوں یا آنکھ پھوٹی ہوئی ہو (کہ اس سے نظر کم آتا ہے) یا آدھی سے زیادہ چکتی کٹی ہوئی ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے اور قربانی اُونٹ گائے (بھیڑ دُنبہ) بکری کی ہوئی چاہیے (نر مادہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے باقی مرغی مرغے کو بقر عید کے دن ذبح کر کے قربانی سمجھنا مکروہ ہے یہ قربانی نہیں ہو سکتی اور قربانی کے جانور عمر میں ایسے ہونے چاہئیں کہ اگر اونٹ ہے تو وہ پانچ برس سے کم نہ ہو اور اگر گائے بھینس کی کرتی ہے تو دو برس سے کم نہ ہو اور اگر بکری ہے تو برس روز سے کم نہ ہو ہاں مینڈھا چھ مہینے سے زیادہ کا (قربانی میں) درست ہے (بشرطیکہ وہ ایسا ہو نہار یا تیار ہو کہ بڑی بھیڑوں میں ملتا ہو) اگر قربانی کے اونٹ یا گائے میں سات آدمی شریک تھے اور (قربانی کرنے سے پہلے) ان میں سے ایک مر گیا اور اسکے وارثوں نے یہ کہا کہ تم اپنی طرف سے اور اسکی طرف سے اسکی قربانی کر لو تو اسکی قربانی درست ہے۔ اگر ایک گائے وغیرہ میں سات آدمی شریک ہیں (چھ مسلمان) اور ساتواں نصرانی یا مرتد ہے یا ایک شریک کی نیت قربانی کی نہیں ہے بلکہ) گوشت لینے کے ارادے سے شریک ہو گیا ہے تو یہ قربانی ان میں سے کسی کی طرف سے بھی درست نہیں ہونے کی۔ قربانی کے گوشت میں سے کرنے والا خود بھی کھائے اور (غریبوں) امیروں کو بھی کھلائے اور بعد میں کھانے کے لئے بھی رکھ چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ تہائی سے کم خیرات نہ کرے (بلکہ تہائی سے زیادہ خیرات کر دے اور باقی کا اسکو اختیار ہے) اور اسکی کھال کو بھی خیرات کر دے یا اپنے کام میں لے آئے مثلاً تھیلہ یا چھلنی وغیرہ بنوا لے اور مستحب یہ ہے کہ اگر (قربانی کرنے والا) ذبح کرنا جانتا ہو تو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے باقی کسی نصرانی (یعنی عیسائی) یا یہودی سے ذبح کرانا مکروہ ہے۔ اگر قربانی کے دو بکرے دو آدمیوں کے تھے اور دونوں نے غلطی سے دوسرے کا بکرا ذبح کر دیا تو دونوں کی طرف سے قربانی ہو جائیگی اور ایک دوسرے سے کچھ تاوان نہ لے سکے گا +

کتاب الکراہیۃ

(ممنوع چیزوں کا بیان)

ف مکروہ (تحریمی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک) حرام کے قریب ہی قریب ہوتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے یہ تصریح کر دی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے +

فصل فی الاکل والشرب

(کھانے پینے (وغیرہ) کی تفصیل)

مت گدھی کا دودھ (پینا یا کھانا) مکروہ (تحریمی) ہے اور مردوں عورتوں سب کو چاندی سونے کے برتن میں

اپنے غلام سے بھی اسکو پردہ کرنا ضروری ہے اور جتنا اس کا بدن غیر آدمی کو دیکھنا جائز ہے اُتنا ہی اس غلام کو بھی
دیکھنا جائز ہے ت آقا کو اپنی لونڈی سے بلا اجازت اور مرد کو اپنی بیوی سے اجازت لیکر عزل کرنا درست ہے
(عزل اسے کہتے ہیں کہ جب صحبت کرتے ہوئے حاجت ہونے کو ہے تو آلۂ تناسل نکال کر باہر حاجت
کرے۔ عیالداری کی پریشانیوں سے بچنے کے لئے عرب لوگ ایسا کیا کرتے تھے)

فصل فی الاستبراء وغیرہ

(عورت کے رحم کو (بچّے کے شبہ سے) صاف کرنے وغیرہ کی تفصیل)

ت جب آدمی (کسی ذریعے سے) کسی لونڈی کا مالک ہو تو جب تک اُسے ایک حیض نہ آلے اُس سے
صحبت کرنا یا مساس کرنا یا شہوت سے اُسکی شرمگاہ کو دیکھنا اس مرد پر حرام ہے۔ اگر کسی کی دو لونڈیاں آپس
میں دو بہنیں ہوں اور اُسنے شہوت کی حالت میں ان دونوں کا پیار لے لیا تو ان میں سے کسی کے ساتھ
اسکو صحبت کرنا یا صحبت کے اسباب پیدا کرنا (مثلاً مساس کرنا یا گلے لگانا وغیرہ) سب حرام ہیں یہانتک
کہ ان میں سے ایک کسی کو دیکر یا کسی سے نکاح کرکے یا آزاد کرکے اپنے اُوپر اُس سے صحبت کرنا حرام
نہ کرلے (اگر کوئی اپنی باندی کسی کو دیدے یا کسی سے نکاح کردے یا اُسے آزاد کردے تو اب اس باندی
سے اُسکو صحبت کرنا حرام ہو جاتا ہے یہی مطلب اس مسئلہ کا ہے) ایک مرد کو دوسرے مرد کا بوسہ لینا
یا گلے ملنا ایسی حالت میں مکروہ ہے کہ وہ فقط ایک تہمد ہی باندھے ہوئے ہو اگر تہمد پر کرتہ بھی پہنے ہوئے
ہے تو اس وقت (بلا کراہت) جائز ہے جیسا کہ مصافحہ کرنا جائز ہے۔

فصل فی البیع والاحتکار والاجارۃ وغیرہا

(بیع اور غلہ بھرنے اور اجارہ دینے وغیرہ کی تفصیل)

ت آدمی کا پاخانہ بیچنا مکروہ ہے اور گوبر (یا لید یا مینگنیوں) کا بیچنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر (کسی کو معلوم ہو
کہ یہ لونڈی زید کی ہے اور دوسرا شخص مثلاً عمر یوں کہے کہ مجھے اس لونڈی کے مالک مثلاً زید نے
اسکے بیچنے کا اختیار دیدیا ہے یعنی) وکیل کردیا ہے تو بکر کو اُس زید کی لونڈی کا خریدنا جائز ہے (یعنی اسکو
ضرورت نہیں کہ اسکی وکالت کے ثبوت کے لیئے گواہ تلاش کرتا پھرے) اگر کسی مسلمان کے ذمّے
دوسرے مسلمان کا کچھ قرض تھا اور اس قرضدار نے اپنی شراب بیچکر اُس روپیہ سے اپنا قرضا بیباق
کرنا چاہا تو اُس قرضخواہ کو یہ شراب کی قیمت کا روپیہ لینا مکروہ ہے۔ ہاں مسلمان کو کافر سے ایسا روپیہ

جنگ میں پہنا درست ہے۔ مردوں کو سونے چاندی کا زیور پہنا درست نہیں ہے ہاں اگر ایک انگوٹھی یا پیٹی یا تلوار کا ساز چاندی کا بنوا لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر تاہم سوائے بادشاہ اور قاضی کے اوروں کے لیئے انگوٹھی کا نہ پہنا ہی اولیٰ و افضل ہے باقی پتھر کی یا لوہے کی یا پیتل کی یا سونے کی انگوٹھی پہننی یقیناً حرام ہے۔ پتھر کے نگینہ میں اگر سوراخ ہو تو اس میں سونے کی کیل لگوا لینی درست ہے اور دانتوں کو چاندی کے تار سے کسوا لینا درست ہے (یعنی اگر دانت ہلتے ہوں) سونے کے تار سے کسوانا درست نہیں ہے اور لڑکوں کو سونا اور ریشمین کپڑا پہنانا مکروہ ہے ہاں وضو کا پانی یا ناک پونچھنے کیلئے ریشمین رومال رکھنا یا بات یاد رکھنے کے لیئے انگلی پر ریشمین دھاگا باندھنا مکروہ نہیں ہے ٭

فصل فی النظر واللمس

(دیکھنے اور چھونے کی تفصیل)

ت آزاد عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور بدن غیر مرد کو دیکھنا ناجائز ہے بلکہ حاکم اور گواہوں کے سوا جس کو دیکھنے سے شہوت ہوتی ہو اسکو چہرہ دیکھنا بھی درست نہیں اور طبیب کو مرض کی جگہ دیکھنا درست ہے اور ایک مرد کو دوسرے کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کے سوا اور سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے **ف** مرد کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا بدن شرع میں ستر کہلاتا ہے اسکو قطعی حرام ہے ۱۲ **ت** ایک عورت کا دوسری عورت کو یا مرد کو دیکھنا بھی ایسا ہی ہے جیسا ایک مرد کا دوسرے مرد کو دیکھنا (یعنی ایک عورت کو دوسری عورت کے یا مرد کے بدن میں سے ناف سے لیکر گھٹنوں تک کے سوا اور بدن کو دیکھنا جائز ہے) مرد کو اپنی بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ کو دیکھنا منع نہیں ہے (۱) اور اسی طرح عورت کو اپنے خاوند کا اور لونڈی کو اپنے آقا کا ستر دیکھنا جائز ہے اور مرد کو اپنی محرم عورت کے منہ اور سر اور پنڈلیوں اور بازوں کا دیکھنا جائز ہے (محرم اسکو کہتے ہیں جس سے نکاح کرنا کبھی نہ ہو مثلاً ماں خالہ پھوپی وغیرہ) ہاں انکی پیٹھ یا پیٹ یا رانوں کا دیکھنا جائز ہے اور جن اعضا کا دیکھنا جائز ہے انکو ہاتھ لگانا بھی جائز ہے اور غیر کی لونڈی اپنی محرم برابر ہوتی ہے (کہ محرم کی طرح اسکے بھی منہ اور سر وغیرہ کو دیکھنا جائز ہے) اور اگر اسکے خریدنے کا ارادہ ہو تو ان (کے ان اعضا کو کہ جن کو دیکھنا درست ہے) ہاتھ لگانا بھی جائز ہے۔ اگرچہ شہوت ہو رہی ہو۔ جب لونڈی بالغ ہو جائے تو اسکو فقط ایک تہمد بندھوا کر (یا پائجامہ پہنا کر) بیچنے کے لیئے لوگوں کے سامنے کرنا جائز نہیں ہے (بلکہ اوپر بھی کوئی کپڑا ضرور ہونا چاہیئے اگرچہ ایک کرتا ہی ہو) خصی آدمی اور جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو یا مخنث ہو تو یہ تینوں مردوں میں شمار ہیں اور عورت کا غلام (اسکے حق میں) مثل غیر آدمی کے ہوتا ہے **ف** یعنی جیسا کہ ایک آزاد عورت کو غیر آدمی سے پردہ کرنا ضروری ہے ایسا ہی

حـہ لگانا انکو حرام ہے دیکھنا انکو بھی حرام ہے ۱۲ مترجم

درست ہے۔ لونڈی اور ام الولد کو بغیر محرم مرد ساتھ لئے سفر کرنا درست ہے۔ ماں کو اپنی نابالغ اولاد کے لئے
اور چچا تایہ کو اپنے بھائی کی نابالغ اولاد کے لیئے انکی ضروری چیزوں کو خریدنا اور جو کارآمد نہ ہوں اُن کو
بیچڈالنا جائز ہے علیٰ ہذا القیاس اگر کسی کو کوئی بچہ پڑا ہوا (لاوارثہ) پاگیا ہو تو جبتک یہ بچہ اُسکی پرورش میں
ہے اس کو بھی اُسکی چیز کی خرید و فروخت جائز ہے (اور پرورش سے نکلنے کے بعد اس کا یہ اختیار جاتا
رہیگا) بچہ سے مزدوری کرانی فقط ماں کو جائز ہے (اور ان میں سے کسی کو جائز نہیں ہے ؛

کتاب احیاء الموات

ف احیا کے معنی زندہ کرنے کے ہیں اور موات سحاب کے وزن پر مردے کو کہتے ہیں مگر یہاں موات
سے مراد وہ زمین ہے جو پانی نہ آنے کیوجہ سے بنجر پڑی ہو کسی کی ملک نہ ہو آبادی سے اتنی دور ہو کہ اگر
کوئی آبادی سے چیخے تو وہاں تک آواز نہ پہنچ سکے اور احیا سے مراد اُس میں کاشت کرنا یعنی اُس کو
چلتی کر لینا ہے ت جس زمین میں (نہر یا کنوئیں وغیرہ سے) پانی نہ آسکنے کے باعث یا زیادہ پانی آجانے
کے باعث کھیتی ہونی دشوار ہوگئی ہو اور اب بالکل نہوتی ہو اور کسی کی ملک ہو اور آبادی سے الگ ہو
اس کو (شرع میں) موات کہتے ہیں۔ اگر ایسی زمین کو کوئی شخص بادشاہ کی اجازت سے چلتا کرلے (یعنی اُس
میں ہل وغیرہ چلا کر زراعت کے قابل کرلے) تو وہ زمین اُسی کی ہو جائیگی اور اگر ایسی زمین کے چوطرف کوئی
ڈول وغیرہ باندھ دے تو وہ زمین اُسکی نہیں ہونے کی آبادی کے قریب کی زمینوں کو (اس قصد سے
چلتی کرنا جائز نہیں ہے (بلکہ وہ اُس آبادی کے چوپاؤں کے چرنے یا اناج کے پیر وغیرہ ڈالنے کے لئے ویسی
پڑی رہنے دیجائے اور اگر باوجود ممانعت کے بھی کوئی چلتی کرلیگا تو وہ اُس کا مالک نہیں ہونیکا) اگر ایسی
بنجر زمین میں کسی نے کنواں کھود لیا تو اُس کنوئیں کے چاروں طرف مجموعہ چالیس ہاتھ زمین اُسکی ہوگی
اور اگر کسی نے چشمہ یا تالاب بنوالیا ہو تو اُسکے چاروں طرف سے پانسو ہاتھ تک زمین اُسکی ہوگی اب اگر
اسکے حق میں کوئی اور کنواں کھودنا چاہے گا تو اُسکو اس سے منع کردیا جائیگا۔ اور نہر یا رجبے وغیرہ کا
حق (اُسکے دونوں طرف) اُتنی ہی زمین ہے کہ جتنی سے اُسکی مرمت اور درستی ہو سکے۔ اگر فرات وغیرہ
دریا اپنی جگہ چھوڑ کے اور جگہ اس طرح بہنے لگا کہ اب اسکے پھر وہاں بہنے کی اُمید نہیں ہے وہ زمین موات
میں شمار ہوگی اور اگر دریا کے وہاں پھر آنے کا احتمال ہے تو وہ موات میں شمار نہ ہوگی۔ اگر کوئی دوسرے
کی زمین میں نہر کھودے تو اُسے آس پاس کی زمین کچھ نہیں ملیگی (یہ امام صاحب کے نزدیک ہے۔ اور
صاحبین کے نزدیک چلنے کا راستہ اور مٹی کاٹنے کی مقدار زمین اسکو ملیگی) ؛

لینا مکروہ نہیں ہے۔ آدمی کی غذا (مثلاً گیہوں چنا وغیرہ) اور جانوروں کی غذا (مثلاً بھس گھاس وغیرہ) کو گرانی کیوقت بیچنے کی نیت سے ایسے شہر میں بھر لینا مکروہ ہے کہ اُسکے بھرنے سے وہاں کے باشندوں کو تکلیف ہوتی ہو ہاں فقط اپنی زمین کا غلہ یا جو دوسرے شہر سے کوئی تجارت کے لیئے لایا ہو اس کو اس نیت سے روک لینا مکروہ نہیں ہے حاکم (اپنی طرف سے) بھاؤ مقرر نہ کرے۔ لیکن اگر غلہ بیچنے والے دگران بیچتے ہیں) قیمت کی حد سے زیادہ بڑھ جائیں (تو اُس وقت حاکم ضرور بھاؤ ٹھیرادے) اور شراب بنانے والے کے ہاتھ شیرہ بیچنا جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس گاؤں میں کوئی مکان اس لیئے کرایہ پر دینا جائز ہے کہ کرایہ دار اپنی پوجا پاٹ کرنے کے لیئے وہاں آگ جلالے یا (یہودی کرایہ دار اپنا) مندر بنالے یا (نصرانی کرایہ دار[ف۱] اپنا) گرجا بنالے یا اس میں شراب بکا کرے ف اِس مسئلہ میں گاؤں کی قید اس لیئے ہے کہ اسلامی شہروں میں چونکہ شعائر اسلام کا چرچا زیادہ ہوتا ہے اس لئے وہاں غیر مذہب والے اپنے مذہبوں کو چنداں رواج نہیں دے سکتے بلکہ اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ شہر میں یہ اُمور چونکہ بادشاہ کی طرف سے ممنوع ہوا کرتے ہیں لہذا گاؤں میں انکے لئے مکان کرایہ پر دیدینا جائز ہے اور یہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے باقی صاحبین کے نزدیک وہاں بھی کرایہ پر دینا جائز نہیں کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ (گناہ پر مدد کرنی) ہے جو جائز نہیں ہے۔ شمس الائمہ سرخسی اور امام فخر الاسلام کا مختار مذہب یہی ہے (فتح القدیر و غایہ شرح ہدایہ) ت مسلمان کو ہندو کی شراب مزدوری پر اُٹھانی جائز ہے۔ شہر مکہ کے مکان اور وہاں کی زمین کو بیع کرنا اور قرآن شریف کی دس آیتوں پر ع یا م یا ر کا نشان لگانا یا اُس پر نقطے اور زبر زیر لگانا یا اُس کو سونے چاندی کے پانی سے مزین کرنا اور ہندو وغیرہ کا مسجد میں جانے دینا اور مسلمان کو ہندو کی بیمار پُرسی کو جانا اور چوپایوں کو خصی (یا بدھیا) کرنا اور (خچر پیدا ہونے کی غرض سے) گھوڑی پر گدھا ڈالنا۔ اور تاجر غلام[ف۲] کا تحفہ قبول کرنا یا اُسکی دعوت مان لینا یا اُس کا گھوڑا (غیرہ (کوئی سواری کا جانور) مانگ لینا یہ سب باتیں جائز ہیں ہاں اگر ایسا غلام کسی کو تحفۃً کپڑا پہننے کے لئے دینے لگے یا روپے اشرفیاں سوغات میں دینے لگے تو اُنکا لینا مکروہ ہے۔ اور خصی آدمی سے خدمت لینی (یعنی کام کاج کی غرض سے اُس کو زنانے میں آنے دینا) یا اس طرح دُعا کرنا کہ خداوندا اپنے عرش پر عزت سے بیٹھنے کی جگہ کے طفیل میں میرا فلانا کام پورا کردے یا یوں دعا کرنا کہ الٰہی بحق فلاں میرا یہ کام کردے یہ سب مکروہ ہے شطرنج یا چوسر وغیرہ سب کھیل مکروہ ہیں۔ غلام کے گلے میں طوق[ف۳] وغیرہ ڈالنا مکروہ ہے شطرنج یا چوسر وغیرہ سب کھیل مکروہ ہیں۔ غلام کے گلے میں طوق وغیرہ ڈالنا مکروہ ہے اسے قید کرنا مکروہ نہیں ہے۔ کسی تکلیف کیوجہ سے حقنہ کرنا جائز ہے۔ قاضی کو (بیت المال سے) تنخواہ لینی بقدر کفایت

ف۱ یعنی کرایہ دار مجوسی یا مجوسی ہو کہ کیونکہ پجاری اور آتش پرست کہلاتے ہیں ۱۲ مترجم

ف۲ یعنی زرخرید غلام سے مراد یہ ہے کہ آقا نے اسکو تجارت وغیرہ کی اجازت دیدی ہو اسی کو ماذون

ہے مگر چونکہ سلطنت برطانیہ میں غلامی کا رواج ہی نہیں ہے اب اسکی تفصیل لکھنی بیکار ہے ۱۲ مترجم

اور ایک حصہ دار کو یہ اختیار ہے کہ اور حصہ داروں کی رضامندی بغیر اپنے حصہ کا پانی اپنی دوسری زمین میں لیجائے جس میں پانی اِس نہر سے جاتا تھا اگر ان سب صورتوں میں سب حصہ دار رضامند ہوں تو اسوقت ایک حصہ دار یہ مذکورہ صورتیں کرسکتا ہے ورنہ نہیں کرسکتا پانی کے باری ورثہ میں دوسرے کو پہنچ سکتی ہے یا اگر ایک حصہ دار کسی خاص آدمی کو یہ وصیت کرے کہ اس نہر وغیرہ میں جو میرا حق ہے تو اُسکو اپنے خرچ میں لایا کرنا تو یہ وصیت بھی درست ہے اور یہ باری بیچ اور ہبہ نہیں ہوسکتی اگر کسی نے اپنی زمین کو پانی دیا تھا اس سے (اتفاقاً) پاس والی زمین خراب ہوگئی یا ڈوب گئی تو اس پانی دینے والے پر کچھ تاوان نہ آئیگا۔ ف یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُسنے اپنی زمین کو اتنا پانی دیا ہو کہ جو عادتاً وہ برداشت یعنی پیوست کرسکتی ہو اور اگر اُسنے زیادہ پانی دیدیا جس سے دوسرے کی زمین خراب ہوگئی تو اس صورت میں اسے تاوان دینا پڑیگا۔ (حاشیہ عربی)

کتاب الاشربة

(شرابوں کا بیان)

ت جو چیز (پینے سے) نشہ کرے اُسکو (فقہا کی اصطلاح میں) شراب کہتے ہیں اور حرام چار قسم کی شرابیں ہیں پہلی قسم خمر ہے اور وہ انگوروں کے نچڑے ہوئے شربت کو کہتے ہیں جو پکایا نہ گیا ہو۔ اور رکھے ہی رکھے اُس میں (سرکہ کی طرح) جوش آکر غلیظ ہوگیا ہو اور اُوپر جھاگ آگئے ہوں اس کا پینا قطعی حرام ہے۔ تھوڑی ہو یا بہت (یہاں تک کہ اس کا ایک قطرہ بھی پیشاب کے قطرہ کی طرح ناپاک اور حرام ہے۔ دوسری قسم طلاء ہے کہ وہ انگور کے اُس شربت کو کہتے ہیں جو اس قدر پکایا گیا ہو کہ دو تہائی کے قریب جل گیا ہو اور ایک تہائی سے کچھ زیادہ رہا ہو۔ تیسری قسم کی شراب سکر ہے کہ چھوہاروں کو پانی میں بھگو کر شربت نچوڑ لیا جائے (اس کچے شربت کو سکر کہتے ہیں) چوتھی قسم کی شراب نقیع الزبیب ہے کہ کشمش یا منقیٰ کو پانی میں بھگو کر شربت نچوڑ لیا جائے اِس کچے شربت کا نام نقیع الزبیب ہے۔ اور یہ تینوں شرابیں اُس وقت حرام ہوتی ہیں کہ گاڑھی ہوکر جاویں انکی حرمت (پہلی" یعنی) خمر کی حرمت سے کم درجہ کی ہیں کہ ان تینوں کے پینے کو اگر کوئی حلال سمجھے تو اس پر کفر کا فتویٰ بخلاف خمر کے (کہ اگر اُسکے پینے کو کوئی حلال اور درست کہے تو اُسکو کافر کہیں گے۔ اور چار قسم کی شرابیں حلال ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چھوہاروں یا منقیٰ کو پانی میں بھگو کر خفیف سا جوش دے لیا جائے پس یہ شربت اگرچہ (سرکہ کی طرح) اُٹھ آئے لیکن اِس میں سے اتنا پی لینا کہ جس سے نشہ نہ ہو جائز ہے

فصل فی الشرب

(پانی پینے میں باری ہونے کی تفصیل)

ت شرب (شین کے زیر سے) پانی کی باری کو کہتے ہیں۔ بڑے بڑے دریا مثلاً دجلہ فرات (اور گنگا جمنا) کسی کی ملک نہیں لہذا جو کوئی چاہے ایسے دریاؤں کے پانی سے اپنی زمین میں پانی دے لے۔ وضو وغیرہ کرے پی لے اور چاہے تو ان پر پن چکی کھڑی کر لے اور ان سے نہریں کھود کر اپنی زمین کی طرف لیجائے۔ بشرطیکہ اسکے نہر نکالنے سے عام لوگوں سے کچھ نقصان نہ ہوتا ہو اور جو نہریں یا کنوئیں یا تالاب کسی کی ملک ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو پانی پینا اور جانوروں کو پلا لینا جائز ہے۔ ہاں اس سے زمین کی آبپاشی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی نہر کسی کی ملکیت ہو اور زیادہ بیل ڈنگر آجانے کی وجہ سے اسکے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں پانی پلانے سے لوگوں کو منع کر دینا جائز ہے اور جو پانی کسی کوزے (یا مٹکے یا چھوٹے بڑے حوض) میں کسی کا محفوظ رکھا ہو تو اس کو اسکے مالک کی بلا اجازت استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو نہر کسی کی ملک نہ ہو اسکی کھدائی (اور مرمت) بیت المال کے روپے سے کرا دینی چاہیے اگر بیت المال میں اتنا روپیہ نہ ہو تو لوگوں کو بیگار میں بلا کر زبردستی کرا دیجائے۔ اور جو نہر کسی کی ملک ہو اس کی کھدائی (اور مرمت) اسکے مالک کے ذمہ ہے اگر وہ کھودنے سے انکار کرے تو حاکم اس سے زبردستی کھدوالے۔ اگر ایک نہر میں کئی شریک ہیں تو اسکی مرمت وغیرہ جہاں سے وہ شروع ہوئی ہے انہی کے ذمہ ہے اور جس جس کی زمین تک مرمت ہوتی جائے وہ اسکے خرچ سے بری ہوتا جائیگا۔ اور شفیعوں کے ذمہ مرمت وغیرہ نہیں ہے۔ **ف** یہاں شفیعوں سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ان نہروں کا پانی پیتے اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہوں اپنی زمینوں کو ان نہروں سے پانی نہ دیتے ہوں سو انکے ذمہ یہ خرچ نہیں ہے **ت** اگر کوئی باوجود اپنے پاس زمین نہ ہونیکے یہ دعوی کرے کہ اس پانی میں میرا حق ہے (خواہ کنوئیں کی بابت ہو یا نہر کی بابت ہو) تو اس کا دعوی درست (قابل مسموع) ہوگا۔ اگر ایک نہر بہت سے آدمیوں کی شراکت میں ہو اور وہ اپنی اپنی باری میں آپس میں جھگڑتے ہیں تو جتنی جتنی جسکی زمین ہے اسی کے موافق انکی باریاں معین کر دیجائیں (صحیح قول یہی ہے اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ جو جتنا محصول دیتا ہو اسکے موافق انکی باریاں مقرر ہونی چاہیئں) ان شریکوں میں سے کسی کو اتنا اختیار نہیں ہے کہ اس نہر میں سے ایک چھوٹی سی نکال کر اپنی زمین میں چلاوے یا اس نہر پر پن چکی کھڑی کر دے یا اس پر رہٹ لگاوے یا پل باندھ دے یا نہر کا دہانہ چوڑا کر دے۔ یا باریاں دنوں کے حساب سے معین کرنے لگے۔ حالانکہ وہ قلابوں کے حساب سے پہلے تقسیم ہو چکی ہے۔

اور انکے سوا اور جتنے شکاری جانور سکھائے ہوئے ہوں سب سے شکار کرنا جائز ہے۔ اور شکار کرنے میں تین باتیں
ہونی ضروری ہیں اول تعلیم یافتہ ہونا اور کتے میں تعلیم یافتہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب وہ کم سے
کم تین مرتبہ شکار پکڑ کے خود نہ کھائے (بلکہ اپنے مالک کے لئے چھوڑ دے) تو وہ تعلیم یافتہ ہے
اور باز وغیرہ کے تعلیم یافتہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ (شکار پر چھوڑنے کے بعد) جب اُسے اُسکا مالک
بلائے تو واپس چلا آئے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی شکار پر کوئی جانور چھوڑا جائے تو بسم اللہ
پڑھکر چھوڑا جائے اور تیسری بات یہ ہے کہ اس شکار کے کسی نہ کسی جگہ زخم ہو جائے۔ پس اگر باز
(وغیرہ) نے کوئی شکار پکڑ کر اُس میں سے کچھ کھا لیا تو اس شکار کا کھانا درست ہے اور اگر کتے یا چیتے
نے اپنے پکڑے ہوئے میں سے کھا لیا تو اُن سے بچے ہوئے کو کھانا درست نہیں ہے۔ اگر ان
مذکورہ شکاری جانوروں میں سے کوئی جانور چھوڑنے کے بعد شکاری کو شکار زندہ مل جائے تو اُسے
ذبح کرلے۔ اگر اُسنے ذبح نہ کیا یا کتے نے اِسکو جان سے مار دیا اور کہیں سے زخمی نہیں کیا یا (شکار کو
پکڑے میں) تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ ایک غیر تعلیم یافتہ کتا شامل ہو گیا یا کسی آتش پرست (وغیرہ کافر)
کا کتا شامل ہو گیا یا ایسا کتا شامل ہو گیا کہ جس کو چھوڑتے وقت بسم اللہ قصداً نہیں پڑھی گئی تھی تو ان پانچوں
صورتوں میں اِس شکار کا کھانا حرام ہوگا۔ اگر ایک مسلمان نے (اپنا تعلیم یافتہ) کتا (شکار پر) چھوڑا تھا
پھر ایک ہندو نے اسکو ہلکار دیا اور اس ہلکار پر اُسنے تیز ہو کر شکار مار لیا تو وہ شکار حلال ہے۔ اور اگر کسی
ہندو نے کتا چھوڑا تھا اُسکے بعد مسلمان نے اس کو ہلکار دیا اور اُسکے ہلکار پر اُسنے تیز ہو کر شکار مارا
تو مسلمان کو وہ شکار کھانا حرام ہے۔ اور اگر کسی نے نہیں چھوڑا تھا (بلکہ کتا خود ہی شکار کے پیچھے
دوڑ پڑا تھا) پھر کسی مسلمان نے اُسکو ہلکار دیا اور کتے نے اُسکے ہلکارنے پر شکار مار لیا تو وہ شکار
حلال ہے۔ اگر کسی مسلمان نے بسم اللہ پڑھکر شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہو کر مر گیا (زندہ ہاتھ نہ آیا)
تو اُس کا کھانا درست ہے۔ اگر وہ زندہ ہاتھ آجائے تو اس کو ذبح کرے اگر نہ کیا (اور وہ مر گیا) تو اُس کا
کھانا حرام ہے اگر کسی مسلمان نے بسم اللہ پڑھکر شکار کے تیر مارا اور تیر اُسکے لگ گیا مگر وہ تیر کھا کر غائب
ہو گیا اور شکاری اُسکو ڈھونڈتا پھرے گیا پھر وہ مرا ہوا ملا تو اُس کا کھانا حلال ہے۔ اور اگر اُسنے تلاش نہ کیا
چپ ہو کر بیٹھ رہا بعد میں وہ مرا ہوا ملا تو اُس کا کھانا درست نہیں۔ اگر کسی نے (بسم اللہ پڑھکر) شکار کے
تیر مارا اور وہ (تیر کھا کے) پانی میں یا چھت پر یا کسی پہاڑ پر گر پڑا پھر وہاں سے (مرا ہوا) زمین پر آپڑا
تو اُس کا کھانا حرام ہے اور اگر اول ہی زمین پر گر کے مر جائے تو اُسکا کھانا درست ہے ف پہلے مسئلے کی
بابت حدیث شریف میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی صحابی سے فرمایا تھا۔ اِذَا

لیکن محض فرحت اور مست بننے کے لئے پینا ناجائز ہے (اگر بیماری میں دوا کے لئے پئے تو چنداں حرج نہیں ہے) دوسری خلیطان ہے (اور خلیطان اسے کہتے ہیں کہ چھوہاروں اور منقی دونوں کے شربت کو ملا کر خفیف سا جوش دے لیا جائے پھر وہ رکھ دینے سے اُٹھ کھڑا ہو اس کا پینا بھی جائز ہے بشرطیکہ اتنا نہ پئے جس سے نشہ ہو جائے) تیسری قسم یہ ہے کہ شہد یا انجیر یا گیہوں یا جو یا جوار کو بھگو کر اُنکا (عرق کے طور پر) پانی نکال لیا جائے اِسکو پکایا جائے یا نہ پکایا جائے (جب یہ اُٹھ جائے تو یہ بھی مثل شراب کے ہو جاتا ہے یہ بھی جائز ہے) چوتھی قسم مثلث عنبی ہے (یعنی انگوروں کے عرق کو اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہ جائے۔ پھر اُسے چھوڑ دیں کہ وہ سرکے کی طرح اُٹھ جائے) اگر یہ شرابیں بھی لہو ولعب کے لئے پی جائیں تو اُس وقت بالاتفاق حرام ہیں)۔ دُبا حنتم۔ مزفت اور نقیر میں شربت بنانا درست ہے **ف** دُبا کدو کی تونبی کو کہتے ہیں۔ اور حنتم روغنی ٹھلیا کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سُرخ روغن ہو اور بعض کہتے ہیں سبز ہو اور مزفت اُس برتن کو کہتے ہیں کہ جس پر رال کا روغن ہو ازفت کے معنے رال کے ہیں) اور نقیر بمعنے منقور یعنی لکڑی کا کھدا ہوا برتن مصنف نے ان چاروں برتنوں میں شربت بنانے کے درست ہونے کو یہاں اس لئے ذکر کیا کہ پیغمبر آخر الزمان کی تشریف آوری سے پہلے عرب کے لوگ ان میں شرابیں بنایا کرتے تھے اسلئے حضور انور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اِن برتنوں کے استعمال ہی کو حرام فرما دیا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ ان میں بنانے سے شربت میں بہت جلدی نشہ آجاتا تھا اور جو لوگ شراب کے عادی تھے اُن کا مطلب پورا ہو جاتا تھا۔ لیکن جب اِس استعمال کی حرمت سے وہ رک گئے اور اُنکی عادتیں بدل گئیں تو یہ حرمت منسوخ ہو گئی لہٰذا اب ان چاروں قسم کے برتنوں کا استعمال جائز ہے ۱۲ حاشیہ اصل وغیرہ **ت** شراب کا سرکہ (کھانا) درست ہے۔ برابر ہے کہ شراب (میں نمک مچھلی وغیرہ ڈالکر وہ) سرکہ بنائی گئی ہو یا (چھاؤں سے دھوپ میں یا دھوپ سے چھاؤں میں رکھدینے سے) وہ خود بخود ہی سرکہ ہو گئی ہو۔ شراب کی تلچھٹ پینا اور اُس میں کنگھی گجھو کرنا مکروہ ہے (اور تلچھٹ پینے والے کو جب تک کہ نشہ نہ ہو اس پر شراب پینے کی حد جاری نہ ہوگی ۰

کتاب الصید

(شکار کرنے کا بیان)

ت صید کے (لغوی) معنی شکار کرنے کے ہیں اور شکار کرنا سکھائے ہوئے کتے چیتے اور باز سے

ف رہن کے لغوی معنی مطلق روکنے کے ہیں اور شرعی معنی آگے مصنف خود بیان کرینگے اُردو
میں رہن گرو کرنے کو کہتے ہیں اور اس کا مشروع اور جائز ہونا قرآن حدیث اور اجماع تینوں سے ثابت
ہے۔ قرآن میں تو اس آیت سے ثبوت ہوتا ہے کہ فرہان مقبوضۃ اور حدیث سے ثبوت اس طرح
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے اپنی ذرہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے
پاس گروی رکھی تھی جس کا نام ابوشحم تھا اور حضرت کے سامنے صحابہ بھی رہن کے معاملات کرتے
تھے آپنے انکو منع نہیں فرمایا اور اسی پر سب کا اجماع ہے۔ ملا مسکین وفتح مختصرات اپنے کسی
حق مثلاً قرض وغیرہ کے عوض میں قرضدار کی ایسی چیز روک لینے کو (شرع میں) رہن کہتے ہیں کہ
جس کے ذریعے سے وہ اپنا قرض وصول کرسکے اور راہن و مرتہن میں زبان سے معاملہ طے ہونے
کے بعد وہ چیز مرتہن کے قبضہ میں آجانے سے رہن لازم ہوجاتا ہے بشرطیکہ وہ چیز ایک جگہ جمع
ہوئی ہے اور راہن کے تصرف اور قبضہ سے بالکل الگ ہو (اسی وجہ سے جو پھل درخت پر لگا ہوا ہو
وہ رہن نہیں ہوسکتا۔ یعنی پہلی شرط یعنی ایک جگہ جمع ہونا وہاں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح جو چیز
راہن کی اور چیز میں ملی ہوئی ہو وہ بھی رہن نہیں ہوسکتی کیونکہ مرہون اسکی ملک سے الگ نہیں ہے)
ہاں اگر راہن نے مرہون چیز اپنے قبضے سے نکال کر مرتہن کے پاس اس طرح رکھدی کہ جسکو لیکر
وہ اپنے قبضہ میں کرسکے۔ یا بائع نے اسی طرح اپنی بکی ہوئی چیز مشتری کے سامنے رکھدی تو یہ اُن
دونوں کے قبضہ کرلینے میں داخل ہے اور جب تک کہ مرتہن نے مرہون چیز کو اپنے قبضہ میں نہ کیا
ہو راہن کو رہن سے پھر جانا جائز ہے۔ اور اگر مرہون چیز مرتہن کے پاس سے جاتی رہے تو اس
چیز کی قیمت اور اسکے قرض میں سے جو نسا کم ہوگا مرتہن کو دینا پڑیگا ف مثلاً قرض بیس روپیہ
تھا اور مرہون چیز پچیس کی تھی تو اس صورت میں مرتہن کو اپنا قرض چھوڑنا پڑیگا اور اگر اسی صورت
میں وہ چیز پندرہ کی تھی تو قرض میں سے پندرہ مجرا دیکر فقط پانچ روپیہ کا یہ لیندار رہے گا چنانچہ آگے
ترجمہ میں بھی اسکی تفصیل آتی ہے۔ ت پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر وہ چیز جو جاتی رہی ہے اتنی
ہی قیمت کی کہ جتنا اس کا روپیہ راہن کے ذمہ تھا تو اب گویا اسنے اپنا قرض وصول کرلیا (راہن کے
ذمہ اس کا کچھ نہیں رہا) اور اگر وہ چیز اسکے قرض سے زیادہ قیمت کی تھی تو وہ زیادتی اس مرتہن
کے پاس بطور امانت کے رہیگی اور باقی میں اس کا قرض مجرا ہوجائیگا گویا اسنے وصول کرلیا۔ اور اگر
قرض کے روپیہ سے وہ کم قیمت کی تھی تو قرض میں سے بقدر قیمت کے تو گویا اسنے وصول کرلیا اور
قیمت کے سوا وہ جو اس کا قرض رہا تو اسکے وصول کرنے کا اسکو استحقاق ہوگا اور مرتہن کو (باوجود

رمیت سہمک فاذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ فان وجدتہ قتل فکل الا ان تجدہ قد وقع فی ماء فانک لا تدری الماء قتلہ ام سہمک یعنی جب تم تیر سے شکار کرو تو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا کرو اسکے بعد اگر وہ تمھیں مرا ہوا بھی ملے تو تمھیں اسکا کھانا جائز ہے۔ ہاں اگر وہ پانی میں گرا ہوا تمھیں ملے (تو اُس کا کھانا تمھیں جائز نہیں) اسلیئے کہ تمھیں کیا خبر ہے کہ وہ پانی سے مرگیا ہے یا تمھارے تیر کے زخم سے مرا ہے یہ حدیث امام بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پانی کے سوا اس میں اور وجوہ سے بھی مرجانے کا احتمال ہے لہٰذا وہ شکار حرام ہے اور یہی وجہ چھت پر یا پہاڑ پر گرنے والے شکار میں ہے۔ من التکملۃ اگر تیر کو لکڑی کی طرح شکار کے مارا یا گولی (چھرّے یا غلّے) سے مارا (اور وہ مرگیا) تو اُس کا کھانا حرام ہے۔ اگر کسی نے شکار کے تیر مارا اور تیر سے اُس کا کوئی عضو کٹ گیا (یعنی الگ ہوگیا) تو وہ شکار حلال ہے اور عضو حلال نہیں اور اگر تلوار وغیرہ سے شکار مارا تھا اور وہ تہائی کٹ گیا۔ ایک حصہ سر کیطرف رہا اور دو حصے دم کیطرف تو وہ سارا شکار کھانا درست ہے۔ آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا مارا ہوا شکار حرام ہے (علیٰ ہذا القیاس محرم کا مارا ہوا بھی) اور ان عیسائیوں اور یہودیوں کا مارا شکار درست ہے بشرطیکہ گلا گھونٹنے وغیرہ سے نہ مارا ہو (وجہ اُنکے شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ انکا ذبح کیا ہوا حلال ہوتا ہے اور جس کا ذبیحہ درست ہوتا ہے اُسکے ہاتھ کا شکار بھی درست ہوتا ہے) اگر ایک آدمی نے شکار کے تیر مارا اور اُسکے کاری زخم نہ آیا (یعنی وہ ایسا زخمی نہ ہوا کہ اس تکلیف سے وہ کمزور ہو جاتا بلکہ ویسے ہی اُڑے چلا گیا) پھر اسی کے دوسرے نے تیر مار دیا جس سے وہ مرگیا تو یہ شکار اس دوسرے آدمی کا ہے (جس نے بعد میں مارا ہے) اور اگر اسنے بسم اللہ پڑھکر تیر مارا ہوگا تو یہ شکار حلال ہوگا۔ اور اگر پہلے ہی کے تیر سے کمزور ہوگیا تھا اور اسکے بعد دوسرے نے اس کو جان سے ہی مار دیا) تو یہ شکار پہلے کا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے (کیونکہ جب وہ پہلے ہی تیر سے کمزور ہوگیا تو اسکو ذبح کرنا چاہیئے تھا اور چونکہ ذبح نہیں کیا لہٰذا حرام ہوگیا) مگر اس صورت میں بعد میں مارنے والے کو اس شکار کی قیمت پہلے مارنے والے کو دینی پڑے گی۔ ہاں یہ اُتنے دام قیمت میں سے مجرا کرلے کہ جتنے داموں کا پہلے کے زخم سے اس میں نقصان آیا ہو۔ اور شکار کرنا سب جانوروں کا درست ہی برابر ہے کہ وہ جانور ہوں جن کا کھانا حلال ہے یا وہ جانور ہوں کہ جو حرام ہیں (کیونکہ جن کا گوشت حرام ہے اُنکی ہڈی اور چمڑے کو کام میں لانا جائز ہے۔

کتاب الرہن

(گِرو کرنے کا بیان)

لہ اور اگر اس کا عکس ہو مثلاً سر کی طرف زیادہ ہو اور دم کی طرف کم رہے تو اس وقت دم کی طرف کا حصہ کھانا حرام ہوگیا ۱۲

عہ مثلاً یہ صورت [illegible]

اطمینان اور پختہ کرنیکے لئے زید اُس ضامن کی کوئی چیز رہن رکھنے لگے تو یہ درست نہیں ہے۔ اور مبیع کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمر کے ہاتھ ایک گائے بیچی تھی اور اُس پر قبضہ نہیں دیا تھا اب اگر یہ عمر و اس گائے کے عوض میں زید بائع کی کوئی چیز رہن رکھنے لگے تو یہ درست نہیں ہے۔ (ملخصاً از حاشیہ کنز عربی) **ت** ہاں قرض کے عوض میں رہن کرنا درست ہے اگرچہ اُسکے ادا کرنے کا کوئی وعدہ مقرر ہو چکا ہو علی ہذا القیاس بدھنی کے روپوں کے عوض میں رہن رکھ لینا یا سونا چاندی بیچکر انکی قیمت کے عوض میں رہن رکھ لینا یا جس چیز میں بدھنی ٹھیری ہو اُسکے عوض میں رہن کرنا درست ہے پس اگر ان صورتوں میں یہ رہن شدہ چیز ہلاک ہو جائے تو مرتہن گویا اپنا حق وصول کر چکا۔ اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو تو یہ اس قرض کے عوض میں اپنے نابالغ لڑکے کے غلام کو رہن رکھ سکتا ہے (یعنی اُسکا یہ رہن جائز ہے) اور چاندی سونے کو یا کیلی چیزوں کو (جیسے گیہوں چنے وغیرہ ہیں یا وزنی چیزوں کو (جیسے تانبا پیتل وغیرہ ہیں) رہن رکھنا درست ہے۔ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اس جیسی چیز کے عوض میں رہن رکھی تھی اور رہن چیز جاتی رہی تو وہ قرض میں مجرا ہو جائیگی **ف** مثلاً ایک شخص نے پانچ روپیہ کی قیمت کی ایک دیگچی خریدی تھی اور اُسکی قیمت کے عوض میں اپنی تین روپے کی دیگچی رہن رکھدی تھی اور یہ رہن شدہ دیگچی تلف ہو گئی تو اب اسکو فقط دو روپے دینے پڑینگے۔ اور تین روپیہ اسکی دیگچی کی قیمت میں مجرا ہو جائینگے (مترجم عفی عنہ) **ت** اور ایسی چیزوں میں گھٹیا بڑھیا ہونے میں کچھ فرق نہیں کیا جائیگا۔ اگر کسی نے اپنا غلام (یا اور کچھ) اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کی (قیمت ابھی نہ دے بلکہ اسکی) قیمت کے عوض میں ایک معین چیز رہن رکھدے (اور مشتری نے یہ شرط منظور کر کے وہ چیز خرید کی) اور پھر رہن رکھنے سے انکار کر دیا تو اب مشتری پر کچھ زبردستی نہیں ہو سکتی ہاں اس بیچنے والے کو اتنا اختیار ہے کہ اگر مشتری نے ابھی قیمت نہ دی ہو یا اُس چیز کی قیمت (جس کا رہن کرنا ٹھیرا تھا) رہن نہ رکھدی ہو تو اس بیع کو توڑدے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خرید کر بزاز سے یہ کہا کہ جب تک میں تمھیں اسکی قیمت نہ دوں اسکو تم ہی رکھو تو یہ کپڑا رہن ہو جائیگا (اگرچہ اس نے زبان سے رہن کا لفظ نہیں کہا) اگر کسی نے دو غلام ایک ہزار کے عوض میں رہن رکھے تھے اور پھر ایک غلام کے حصہ کے روپے ادا کر دیئے تو ابھی یہ ان میں سے ایک غلام کو لے نہیں سکتا (بلکہ ہزار پورے کر کے دونوں غلام ایک دفعہ ہی چھڑا لے۔ چنانچہ مبیع میں بھی یہی حکم ہوتا ہے۔ **ف** یعنی یہ کہ ایک شخص نے دو غلام اگر ایک ہزار میں خریدے ہوں اور پھر وہ ایک غلام کی قیمت ادا کر دے تو ابھی ایک غلام کو لے نہیں سکتا جب تک کہ ہزار پورے نہ کر دے اور پورے کر کے دونوں لے لے (مترجم عفی عنہ)

رہن رکھ لینے کے) اتنا اختیار رہتا ہے کہ راہن پر یہ اپنے روپیہ کا تقاضا کرتا رہے (یا اُسکے نہ دینے کے سبب سے اُسکو قید کرادے۔ اگر مرتہن عدالت میں اپنے روپیہ کا دعوی کرے تو حاکم اول مرتہن کو حکم کرے کہ تو مرہون چیز حاضر کر اور (جب وہ حاضر کردے تو) راہن کو حکم دے کہ تو پہلے اس کا قرضہ ادا کر (بعد میں یہ اپنی چیز لینا) اگر مرہون چیز مرتہن کے قبضہ میں ہو تو وہ راہن کو بیچنے نہ دے جب تک کہ اُس سے اپنا قرض نہ وصول کرے اور جب راہن اسکا قرض ادا کردے تو یہ اُسکی چیز فوراً اُسکو دیدے۔ ہاں (راہن کی بلا اجازت) مرتہن کو مرہون چیز سے کچھ فائدہ اُٹھانا جائز نہیں) مثلاً مرہون اگر غلام ہے تو اُس سے اپنی خدمت کرانا جائز نہیں اور اگر مکان ہے تو اُس میں رہنا یا کپڑا ہے تو اُسکو پہننا یا کرایہ پر یا مانگا دینا جائز نہیں ہے۔ مرتہن کو اختیار ہے کہ مرہون کی حفاظت خواہ خود کرے یا اپنی بیوی یا اولاد سے یا اپنے خدمتگار سے کرائے کہ جس کا کھانا کپڑا وغیرہ سب اسی کے ذمہ ہو اگر انکے سوا اور کسی سے حفاظت کرائی یا کسی کے پاس امانۃً رکھدی یا خود تلف کردی تو یہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا (جسکی تفصیل پہلے گزرچکی ہے) اگر مرتہن مرہون کو حفاظت کی غرض سے کسی کرایہ کے مکان میں رکھے تو اس مکان کا کرایہ اور وہاں کے چپراسی کی تنخواہ مرتہن کے ذمہ ہوگی (کیونکہ اسکی حفاظت اسی کے ذمہ تھی۔ جب اسنے اپنے ذمہ کا کام اُجرت پر کرایا تو یہ (اُجرت اسی کے ذمہ ہے) اور اگر مرہون کوئی جانور تھا تو اسکے چرانے والے کی تنخواہ اور اسکے گھاس دانہ کا خرچ راہن کے ذمہ ہوگا اور اگر مرہون محصولی زمین تھی تو اسکا محصول بھی راہن کے ذمہ ہوگا۔

باب ما یجوز ارتہانہ والارتہان بہ وما لا یجوز

(اُن چیزوں کے بیان میں جن کا رہن رکھنا اور جنکے عوض میں رہن کرنا جائز یا ناجائز ہے)

ت ایک ساجھے کی چیز کو بلا تقسیم کئے رہن کرنا درست نہیں ہے اور اسی طرح درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو بلا درختوں کے اور زمین پر کھڑی کھیتی کو بلا زمین کے اور باغ کو بلا زمین کے رہن کرنا درست نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس آزاد آدمی کو یا مدبر (غلام) کو یا مکاتب (غلام) کو یا ام ولد (لونڈی) کو رہن کرنا درست نہیں ہے اور نہ امانت کے عوض میں اور نہ درک اور مبیع کے عوض میں رہن کرنا درست ہے۔

ف امانت کے عوض میں رہن کرنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کے پاس دس روپیہ امانت رکھے تو اب اگر ان روپوں کے عوض میں زید عمرو کی کوئی چیز رہن رکھنے لگے تو یہ درست نہیں ہے اور درک کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے مثلاً ایک گائے خریدی اور عمرو یا اور کوئی اس بات کا ضامن ہوگیا کہ اگر اس گائے کا کوئی دعویدار کھڑا ہوا تو قیمت کا میں ضامن ہوں اگر اس ضامنی کے

رہن کے وقت ٹھیر گئی تھی تو اب یہ وکیل راہن کے موقوف کرنے یا راہن کے مرجانے یا مُرتہن کے مرجانے سے موقوف نہ ہوگا (بلکہ یہ بدستور وکیل رہکر اس قصّہ کو ختم ہی کریگا) اگر اس صورت میں راہن مرگیا ہو تو اُسکے وارثوں کی عدم موجودگی میں اس وکیل کو اُس مرہون چیز کے فروخت کردینے کا اختیار ہوگا۔ ہاں اگر یہ وکیل مرجائے تو یہ پھر وکالت بھی نہیں رہیگی۔ راہن اور مرتہن میں سے ایک کو بھی بغیر دوسرے کی رضامندی کے اُس مرہون چیز کے فروختکرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اگر قرضا ادا کرنے کے وعدے کی مدّت ختم ہوجائے اور راہن) موجود نہ ہو تو اُسکے وکیل پر اُس مرہون چیز کے فروخت کردینے کے لئے جبر کردیا جائیگا (کیونکہ وکیل کا موجود ہونا قائمقام مؤکل ہی کے موجود ہونے کے ہے) جیساکہ جوابدہی کے وکیل کا حکم ہے کہ اگر اسکا مؤکل (جواب وہی نہ کرے اور) غیر حاضر ہو تو مقدمہ کی جوابدہی اُسکے وکیل سے جبرًا کرائی جاتی ہے۔ اور اگر مرہون چیز ایک عادل معتبر آدمی کے پاس رکھی تھی اور قرضہ کے وعدے کی مدت پوری ہونے پر اس عادل نے فروخت کرکے مرتہن کا قرضہ بھگتا دیا اور اب وہ مرہون چیز کسی اور کی نکلی اور اُس حقدار نے اس (بیچنے والے) عادل سے اپنی چیز کی قیمت وصول کرلی تو اب اس عادل کو اختیار ہے کہ چاہے راہن سے اُس چیز کی بازاری قیمت لے لے اور چاہے مرتہن سے اُتنے روپے وصول کرلے کہ جتنے اُس نے حقدار کو دیئے ہوں۔ اگر رہن (غلام یا گھوڑا تھا اور وہ) مرتہن کے ہاں مرگیا اور اب اُس کا کوئی مالک کھڑا ہوگیا (یعنی ایک شخص نے دعوی کردیا کہ یہ تو میرا ہے اور گواہوں سے ثبوت بھی دیدیا) تو اس صورت میں یہ رہن مرتہن کے روپے کے عوض مرا ہے (گویا مرتہن کا روپیہ مرگیا ہے اب راہن کو کچھ دینا نہیں پڑنے کا کیونکہ اسنے روپیہ کے عوض قیمت دیدی ہے) اور اگر اُس (مدعی) مالک نے مرتہن سے قیمت لیلی ہے تو یہ مرتہن راہن سے اُسکی قیمت بھی وصول کرے (جو اس نے دی ہے) اور اپنا دیا ہوا روپیہ بھی لے لے۔

باب التصرف فی الرہن والجنایۃ علیہ وجنایۃ علی غیرہ

مرہون چیز میں تصرف کرنے اور اُسمیں نقصان ڈالنے اور اُسکے دوسروں کا نقصان کردینے وغیرہ کا بیان

ت اگر راہن اپنی رہن کردہ چیز کو (جو مرتہن کے پاس ہے) بیچدے تو اُس کا بیچنا مرتہن کی اجازت یا اُس کا قرضا ادا کردینے پر موقوف رہیگا (اگر اُسکے بعد مرتہن نے اجازت دیدی یا اسنے اسکا روپیہ

ت اگر کسی نے کوئی معین چیز (مثلاً کوئی زیور یا جانور وغیرہ) دو آدمیوں کے پاس رہن رکھی (کہ ان دونوں کا روپیہ اسکے ذمہ تھا) تو یہ رہن درست ہے اب اگر یہ تلف ہو جائے تو ان دونوں کو اپنے اپنے روپے کی مقدار اسکی قیمت میں دینی آئیگی (پھر اس قیمت کو خواہ یہ اپنے قرضہ میں مجرا ہی کر لے) اور اگر اس راہن نے ان میں سے ایک کا روپیہ ادا کر دیا تو اب یہ چیز دوسرے[1] کے پاس رہن رہیگی۔ اگر دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے ایک شخص پر علیحدہ علیحدہ دعویٰ کیا کہ تو نے اپنا غلام ہمارے پاس رہن رکھا تھا اور غلام ہمارے قبضہ میں بھی آ گیا تھا اور دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ بھی پیش کر دیئے تو دونوں کے گواہ قابل سماعت نہ ہونگے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں دونوں فریق کے گواہوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سارا غلام ہر ایک مدعی کے پاس رہن کیا گیا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک وقت میں ایک غلام پورا پورا دونوں کے پاس رہن ہو جائے۔ کیونکہ رہن ہو جانے کے بعد تو مرہون چیز مرتہن یعنی روپیہ دینے والے کے قبضہ میں چلی جاتی ہے لہذا اس صورت میں یہ غلام کسی کو نہیں ملیگا ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور اگر ہر ایک کو نصف غلام دلایا جائے تو ایک مشترک چیز کا رہن کرنا لازم آئیگا یہ بھی ناجائز ہے اس لئے اس صورت میں گواہی باطل ہے ۱۲

ت اور اگر یہ راہن ان دونوں مرتہنوں کے قبضہ میں غلام چھوڑ کے مر جائے اور مرتہن بموجب بیان سابق کے گواہ گزرانیں (یعنی ہر ایک کے گواہوں سے یہ ثابت ہو کہ میت نے خاص اسی کے پاس رہن رکھا تھا) تو اس صورت میں وہ غلام دونوں کے پاس دونوں کے روپے کے عوض میں نصف نصف رہن رہے گا۔

باب الرہن یوضع علی ید عدل

مرہون چیز کو کسی اور معتبر آدمی کے پاس رہن رکھنے کا بیان

ت اگر راہن مرتہن دونوں (خوشی سے) مرہون چیز کو کسی دوسرے معتبر آدمی کے پاس رہن رکھدیں تو یہ درست ہے اور اب اس معتبر آدمی سے لینے کا ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا اور اگر یہ چیز اسکے پاس سے جاتی رہی تو اسکی قیمت مرتہن کے ذمہ ہوگی (کیونکہ اسی کے روپیہ کے باعث یہ اسکے پاس رکھی گئی اب یا تو مرتہن اسکی قیمت دے ورنہ راہن کے ذمہ سے اس کا قرضہ اتر جائے گا اگر قرضہ ادا کرنے کی مدت گزرنے پر مرتہن کو یا اس معتبر آدمی کو (جسکا ذکر ابھی ہوا ہے) یا کسی اور آدمی کو مرہون چیز کے فروخت کرنے کے لیئے وکیل کر دے تو یہ درست ہے۔ اور اگر یہ وکالت رہن ہی

[1] یعنی جس کا روپیہ ابھی دیا نہیں غرض یہ ہے کہ جبتک راہن کل روپیہ نہ دیدیگا ابھی چیز لینے کا مجاز نہیں ہے ۱۲ مترجم

مانگ کر لینے والے (یعنی راہن) پھر یہ واجب ہے کہ مرتہن کا جتنا روپیہ اسکے ذمہ سے اترا ہے اتنا کپڑے والے کو ضرور دیدے اور اگر کپڑے والا اس مرتہن کا قرضہ دیکر اپنا کپڑا چھڑانا چاہے تو یہ دینے میں تامل نہ کرے اور اگر راہن یا مرتہن رہن شدہ چیز کو عیب دار کردیں تو انھیں اس کا نقصان بھرنا پڑیگا۔ ف اس موقعہ پر عربی کنز میں جنایت کا لفظ ہے جسکے معنے نقصان اور خرابی کے ہیں اگرچہ نقصان بالکل تلف کردینے کو بھی شامل ہے پس اگر راہن نے رہن میں اس کا کچھ نقصان کرکے اسے عیب دار کردیا تو اس عیب سے جسقدر اسکی قیمت میں کمی ہوجائیگی وہ اسے بھرنی ہوگی۔ اور اگر بالکل تلف کردی تو ساری قیمت رہن کرنی پڑیگی یا اسی وقت قرضا دینا ہوگا۔ علی ہذا القیاس اگر مرتہن نے عیبدار کردی یا تلف کردی تو اسکے قرضہ میں سے اتنا ہی روپیہ کم ہوجائیگا۔ (حاشیہ اصل) ت اور اگر یہ رہن چیز راہن کا یا مرتہن کا کچھ جانی یا مالی نقصان کردے تو اس کا کسی پر کچھ تاوان نہ آئیگا۔ اگر کسی نے ہزار روپیہ کی قیمت کا ایک غلام (یا گھوڑا) ہزار ہی روپے میں رہن کیا اور اس روپیہ کے ادا کرنے کی ایک مدت معین ہوگئی پھر (غلام یا گھوڑے ارزاں ہونیکے باعث) اس غلام (یا گھوڑے) کی قیمت سو روپے رہ گئی اور ایسے دنوں میں آکر کسی نے غلام کو (یا گھوڑے کو) مار ڈالا۔ اور اس مارنے والے سے سو ہی روپیہ تاوان میں لئے گئے اور اب مرتہن کے قرضہ کی میعاد پوری ہوگئی۔ تو مرتہن اپنے حق میں یہ سو روپے لے باقی راہن کیطرف سے اب اسکو کچھ نہیں ملسکتا (کیونکہ راہن نے تو اس سے ہزار روپے لیکر اپنا ہزار ہی روپے کا مال اسکے حوالے کردیا تھا اسکی قسمت سے اگر وہ مال سو روپیہ کا رہ گیا تو اس میں راہن کی کوئی خطا نہیں ہے) ہاں اگر مرتہن نے یہ ہزار روپے کا غلام راہن کے کہنے سے سو روپے میں فروخت کردیا اور یہ سو روپے اپنے روپوں میں رکھ لئے تو اس صورت میں یہ مرتہن باقی کے نو سو روپے راہن سے وصول کرلے۔ ف اسکی وجہ یہ ہے کہ جب مرتہن نے وہ غلام وغیرہ راہن کے کہنے سے فروخت کیا ہے تو گویا حکماً راہن نے واپس لیکر خود ہی فروخت کیا ہے اور فقط سو روپے مرتہن کو دیئے ہیں۔ پس جب یہ صورت بن گئی تو رہن ٹوٹ گیا اور روپیہ راہن کے ذمہ رہا۔ فتح القدیر) ت اگر ایک مرہون غلام کو دوسرے سو روپے کی قیمت کے غلام نے قتل کردیا اور یہ قاتل مقتول کے عوض مرتہن کو ملگیا تو اب راہن اپنے ذمے کا سارا قرضا دیکر اس قاتل غلام کو چھڑا سکتا ہے (یعنی ایکہزار پورے دیکر اس قاتل کو لے سکتا اور فک رہن کرسکتا ہے) اور اگر راہن مرجائے تو اس کا وصی (مرتہن سے اجازت لیکر) اس رہن کو فروخت کرکے مرتہن کا قرضہ بیباق کردے۔ اور اگر راہن کا کوئی وصی نہ ہو تو حاکم کی طرف سے اس کا ایک وصی مقرر ہو اور اسکو رہن

دیدیا تو بیع ہو جائیگی ورنہ نہیں ہوگی) اور (اگر رہن غلام تھا اور راہن نے اُسے آزاد کردیا تو اس کا آزاد
کرنا جاری ہو جائیگا (یعنی غلام اُسی وقت آزاد ہو جائیگا) اب اگر قرضہ ادا کرنے کی کوئی مدت نہیں ٹھیری
تھی (بلکہ ابھی دینا تھا) تو راہن سے قرضہ کا مطالبہ ابھی کیا جائیگا (کہ فوراً ادا کرو) اور اگر ادا کرنے
کی کچھ مدت مقرر ہوئی تھی (جیسکے پورے ہونے میں ابھی کچھ دن باقی ہیں) تو راہن سے اس غلام
مذکور کی قیمت لیکر غلام کے عوض میں مرتہن کے پاس) رہن رکھدی جائیگی (جب یہ مرتہن کا
روپیہ دیدیگا تو اس سے اپنی قیمت رہن رکھی ہوئی لیلے گا) اور اگر اس صورت میں یہ راہن تنگ
دست ہو (کہ غلام کی قیمت رہن رکھنے کی وسعت نہ رکھتا ہو) تو اب اس (آزاد شدہ) غلام کو
چاہیے کہ اپنی قیمت میں اور مرتہن کے قرضہ میں جو کمتر[1] روپیہ کم ہو اُتنا ہی کما کر مرتہن کو دیدے
اور جو کچھ مرتہن کو دے اپنے آقا (یعنی اس راہن سے) لے لیوے۔ اگر راہن رہن چیز کو تلف
کردے (مثلاً کوئی جانور ہو تو اُسے مار دے) تو اسکا حکم مثل آزاد کردینے کے حکم کے ہے (جسکی
تفصیل ابھی مذکور ہوئی ہے) اور اگر رہن چیز کسی اجنبی آدمی نے تلف کردی ہے تو مرتہن اُس
اجنبی سے اُسکی قیمت لیلے اب یہ قیمت اُسکے پاس رہن رہیگی۔ اگر رہن چیز مرتہن راہن کو مانگی
دیدے تو مرتہن اُس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہ راہن کے پاس سے جاتی رہے
تو راہن ہی کی جائیگی (اور مرتہن اُس سے اپنا روپیہ وصول کریگا) ہاں اگر راہن نے پھر مرتہن
کو دیدی تو پھر وہ اس کا ذمہ دار ہو جائیگا۔ اور اگر راہن مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی
اجازت سے یہ رہن چیز کسی غیر آدمی کو مانگی دیدی تو مرتہن اسکا ذمہ دار نہ رہیگا (کیونکہ اُسکے
ذمہ داری تو اُسکے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے تھی اور اس صورت میں اسکا قبضہ ہی نہیں
ہے) اور راہن مرتہن میں سے ہر ایک کو اتنا اختیار ہے کہ یہ رہن اُس مانگنے والے سے لیکر
پھر بدستور رہن رکھدے۔ اگر کوئی رہن کرنے کے لیے کسی سے کوئی کپڑا مانگا لیلے تو درست ہے
(یعنی یہ کپڑا رہن ہو جائیگا) ہاں اگر کپڑے کا مالک کچھ روپے کی مقدار یا (جسکے عوض میں رہن کیا
جاوے اُسکی) جنس یا شرط معین کردے (مثلاً یوں کہدے کہ اس کپڑے کو دس ہی روپے پر
یا روپوں ہی میں یا دہلی ہی میں رہن رکھنا) اور یہ راہن اسکے کہنے کے خلاف کرے تو اب اس
کپڑے والے کو اختیار ہے کہ چاہے اُس کپڑے کی قیمت راہن سے لیلے اور چاہے مرتہن سے
لیلے اور اگر اس راہن نے اسکی شرطوں کے موافق ہی کیا تھا اور پھر وہ کپڑا مرتہن کے پاس
سے جاتا رہا تو اب مرتہن اپنا روپیہ وصول کر چکا (راہن کے ذمہ اس کا کچھ نہیں رہا) ہاں اِن

اور ملا کر دونوں مرتہن کے حوالے کر دے اب یہ جائز نہیں ہے کہ اس ایک ہی گائے کے بدلے میں سو۱
کی جگہ سوا سو ۱۲۵ لیلے ۱۲ مترجم **ت** اگر کسی نے ایک ہزار روپے کے عوض ایک غلام رہن کیا تھا اور
اسکی جگہ دوسرا غلام رہن میں دیدیا اور قیمت میں دونوں ایک ایک ہزار کے ہیں تو اس صورت میں
پہلا ہی غلام رہن ہوگا یہانتک کہ مرتہن اس پہلے غلام کو راہن کے حوالے نہ کر دے اسکے دینے
کے بعد دوسرا غلام رہن ہو جائیگا اور اسکے دینے سے پہلے اگر مر گیا تو مرتہن کو اسکی قیمت بھرنی
پڑیگی۔ اور جب تک کہ مرتہن دوسرے غلام کو پہلے کے عوض رہن نہ سمجھ لے تو دوسرے کے حق میں
امین ہوگا۔ **ف** یعنی پہلے کے عوض رہن قرار دے لینے سے پہلے اگر یہ غلام مر جائیگا تو اسکی قیمت
اسکے قرضہ میں مجرا نہ ہوگی کیونکہ وہ اسکے پاس بطور امانت کے تھا اور امانت کے خود تلف ہو جانے پر
امین پر تاوان دینا نہیں آیا کرتا۔ ہاں اگر مرتہن اس دوسرے کو پہلے کی جگہ سمجھ لے تو اب مر اسکے
تلف ہونے پر تاوان دینا ہوگا کیونکہ اب یہی رہن ہے اور پہلا غلام رہن سے نکل گیا ۔

کتاب الجنایات

(خون کرنے اور اعضا میں نقصان ڈالدینے کا بیان)

ف جنایت کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ خون کرنے اور نقصان کرنے کے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا
چاہیئے کہ قتل کرنے یعنی جان سے مار ڈالنے کی چار صورتیں ہیں اور ان چار صورتوں میں سے ہر ایک کا
علیحدہ علیحدہ حکم ہے۔ **ت** قتل عمد کی سزا (جو ان چاروں صورتوں میں سے پہلی صورت ہے) اور
قتل عمد اسے کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر کسی کو ہتھیار سے یا ایسی چیز سے مار ڈالے جو بدن کے اعضا جدا
کر سکے مثلاً دہار دار لکڑی ہو یا پتھر ہو یا بانس کی کھپچی ہو (ان سے مار دیوے) یا آگ میں جلا دیوے
(تو ان سب صورتوں کا حکم) یہ ہے کہ قاتل گنہگار ہوتا ہے اور قصاص معین لازم آتا ہے (یعنی یہی
قاتل اس مقتول کے بدلہ میں مارا جائیگا) ہاں اگر مقتول کے ورثہ خون چھوڑ دیں تو قصاص جاتا رہیگا
اور قتل کی اس صورت میں کفارہ (واجب) نہیں ہوتا اور (دوسری صورت) شبہ عمد (ہے) اور وہ یہ ہے
کہ ان مذکورہ چیزوں کے سوا اور کسی چیز سے آدمی کو قصداً مار دے اس میں قاتل گنہگار بھی ہوتا
ہے کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور قاتل کے کنبہ قبیلہ کو مغلظہ خونبہا بھی دینی پڑتی ہے (مغلظہ خونبہا
کی تصریح عنقریب آ ہی جاتی ہے ۱۲) اور اس میں قصاص لازم نہیں آتا اور (تیسری صورت) قتل
خطا (ہے) اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے شکار کا قصد کر کے تیر مارا تھا (یا بندوق چلائی تھی) اور وہ

کے فروخت کر دینے کا حکم کر دیا جائے **فصل** ایک شخص نے دس روپیہ کی قیمت کا انگور کا شیرہ دس
ہی روپے میں رہن کیا تھا پھر وہ شیرہ شراب ہو کر سرکہ بن گیا اور یہ سرکہ بھی دس روپیہ کی قیمت کا
ہے تو اب یہ سرکہ اُن ہی دس روپے کے عوض رہن رہے گا۔ اور اگر کسی نے دس روپیہ کی قیمت کی
بکری دس ہی روپے میں رہن کی تھی۔ پھر وہ (مرتہن کے ہاں) مر گئی اور مرتہن نے اُسکی کھال نکلوا کر
رنگوالی جو قیمتاً ایک روپیہ کی ہے تو یہ کھال ایک ہی روپیہ میں مرتہن کے ہاں رہن رہیگی (اب راہن
اُسکو ایک ہی روپیہ میں چھڑا سکتا ہے (اُسکے سوا اور اُسکے ذمہ کچھ نہیں ہے)

ف یہ بریکٹ میں مجتبائی کنز کے اس موقعہ پر کے بین السطور کا ترجمہ ہے اگر ناظرین میں سے کسی کو
شبہہ ہو تو وہ عربی کنز مجتبائی کے اس موقعہ کو دیکھ لیں میرے یہاں ان چند حرف لکھنے کی یہ وجہ ہے
کہ قدیم احسن المسائل میں اس موقع پر یہ لکھا ہے (اور باقی نو روپیہ راہن کے ذمہ قرض رہیں گے) اب
خدا جانے مترجم سابق نے یہ حکم کہاں سے لکھا یا ہے یا کہ یہاں اپنی عقل سے کام لیا ہے کیونکہ اصل
کنز میں تو ایسا کوئی لفظ نہیں کہ جس کا یہ ترجمہ سمجھا جائے اور حاشیہ میں بھی اس حکم کے خلاف ہی ہے
اور طرفہ یہ کہ اُس احسن المسائل کا مؤلف ہی عربی کنز مجتبائی کا محشی بھی ہے خیر اللہم استر عیوبنا ۱۲
مترجم

ت اور رہن میں جو کچھ بڑھے وہ سب راہن کا ہوگا مثلاً ایک لونڈی رہن تھی اسکے
بچہ پیدا ہو گیا (یا بکری وغیرہ رہن تھی وہ بیا گئی) یا درخت رہن تھے اُنپر پھل آ گیا یا گائے بھینس دودھ
دیتی رہن ہوئی یا دُنبہ وغیرہ رہن تھا اُس پر سے اُون اُتری تو یہ سب چیزیں راہن کی ملک ہیں)
اور اصل رہن کے ساتھ مرتہن کے ہاں رہن ہی رہیں گی اور اگر یہ جاتی رہیں تو مرتہن کو انکے عوض
کچھ دینا بھی نہیں پڑیگا (یعنی اُنکے تلف ہونے پر مرتہن کے روپے میں سے کچھ مجرا نہ ہوگا) اور اگر یہ
زیادہ ہوئی ہوئی چیز رہ جائے اور اصل رہن تلف ہو جائے تو راہن اُسکے موافق حصہ رسد دام
دیکر چھڑا سکتا ہے اس صورت سے کہ اس زیادہ ہوئی چیز کی وہ قیمت لگائے جو رہن چھڑانے کے
دن ہو اور اصل رہن کی وہ قیمت لگائے جو مرتہن کے قبضہ میں جانے کے دن تھی۔ اور ان دونوں
قیمتوں کو مرتہن کے پورے قرضہ پر بانٹ دے اب مرتہن کا روپیہ جو اصل رہن کے مقابلہ میں
پڑیگا وہ (اصل رہن میں مجرا ہو کر) راہن کے ذمے سے اُتر جائیگا اور جسقدر اس زیادہ ہوئی
چیز کے مقابلہ میں پڑے گا وہ فک رہن میں مرتہن کے حوالہ کرنا ہوگا اور رہن (کر لینے کے بعد راہن
میں کچھ زیادہ کر دینا جائز ہے مگر اُسکے عوض کے قرض کا زیادہ کرنا جائز نہیں۔ **ف** مثلاً کسی
نے سو روپے میں ایک گائے رہن کی تھی تو اب راہن کے لئے جائز ہے کہ اس گائے کے ساتھ دوسری

اگر باپ بیٹے کو مار ڈالے تو بیٹے کا اس سے قصاص نہیں لیا جائیگا باقی ماں نانا۔ نانی اور دادی (اس حکم میں) مثل باپ کے ہیں **ف** یعنی اگر دادا دادی اپنے پوتے کو یا نانا نانی اپنے نواسہ کو جان سے مار ڈالیں تو باپ کی طرح ان سے بھی قصاص نہیں لیا جائیگا **ت** اگر کوئی شخص اپنے غلام کو یا اپنے مدبر کو یا اپنے مکاتب کو یا اپنے بیٹے غلام کو یا اپنے شراکت کے غلام کو مار ڈالے تو انکا بھی اس سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ اگر کسی کو ایک قصاص ورثہ میں پہنچے جو اسکے باپ پر لازم ہو تو وہ قصاص جاتا رہیگا (مثلاً ایک شخص نے اپنی بیوی کو مار ڈالا تھا جس سے ایک لڑکا بھی تھا اب یہ لڑکا اسکے قصاص کا وارث ہو تو اس صورت میں یہ اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا) اور قصاص فقط تلوار ہی سے لینا چاہئے اگر کسی مکاتب کو کوئی قصداً مار دیوے اور وہ مکاتب اتنا مال چھوڑے جس سے اس کا بدلِ کتابت ادا ہو جائے اور اس کا والی وارث سوائے اسکے آقا کے اور کوئی نہ ہو۔ یا مکاتب اتنا مال نہ چھوڑے کہ جو اسکے بدلِ کتابت کو کافی ہو اور اسکے وارث موجود ہوں تو دونوں صورتوں میں اس مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جائیگا۔ اور اگر ایسے اپنے بدلِ کتابت کے مقدار مال چھوڑا تھا لیکن وارث بھی چھوڑے تھے تو اب قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں مکاتب کے قصاص کا حقدار کون ہے کیونکہ اگر مال چھوڑنے کے باعث یوں کہیں کہ یہ آزاد مرا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں تو اس صورت میں قصاص کا حقدار وارث ٹھیرتا ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ غلامی ہی کی حالت میں مرا ہے کیونکہ آقا تک ابھی بدلِ کتابت نہیں پہنچا تھا جیسا کہ زید بن رضؓ کا قول ہے تو اب قصاص کا حقدار آقا ٹھیرتا ہے تو بس قصاص کے حقداریں شبہ ہونیکے باعث قصاص ساقط ہو گیا۔ اب قاتل سے اس مقتول کی قیمت لیکر اسکے وارثوں کو دلائی جائیگی اور جو روپیہ بدلِ کتابت کے لئے اسنے چھوڑا ہے وہ آقا کو بدلِ کتابت میں ملجائیگا (عینی و مترجم عفی عنہ) **ت** اگر کوئی مرہون غلام کو جان سے مار ڈالے تو ابھی اسکے قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا یہانتک کہ راہن و مرتہن دونوں جمع (ہوکر قصاص کے طالب نہ ہوں) اگر بے عقل آدمی کو کوئی مار ڈالے تو مقتول کے باپ کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے لے اور چاہے مال لیکر صلح کر لے ہاں اگر کسی بے عقل کو اسکے ولی نے مار دیا ہو تو اس صورت میں معاف کرنا درست نہیں ہے **ف** مثلاً ایک بے عقل کا لڑکا اپنے باپ کو مار ڈالے تو اب اس بے عقل کا باپ اپنے پوتے سے چاہے قصاص لے لے اور چاہے خونبہا کا روپیہ لے لے معاف نہ کرے **ت** اور اس بے عقل کے حق میں قاضی کا حکم مثل باپ کے ہے (یعنی اگر باپ نہ ہو تو قاضی کو بھی اتنا اختیار ہے کہ چاہے اس کا قصاص لے لے اور

کسی آدمی کے جالگا۔ یا اس نے (اپنا بیری) حربی (کافر) سمجھکر مارا تھا اور وہ مسلمان آدمی تھا یا نشانہ پر مارتا تھا وہ ناگہاں کسی آدمی کے جالگا یا اور ایسی ہی صورتیں لیلو مثلاً ایک آدمی سو رہا تھا اُسنے (نیند میں) ایسی طرح کروٹ لی کہ (اُسکے پاس پڑا) ایک آدمی اُسکے نیچے دب کے مرگیا تو اُس قتل کا حکم یہ ہے کہ اس قاتل پر کفارہ آئیگا اور اسکے کنبے قبیلہ کو خونبہا دینی پڑیگی۔ اور (چوتھی صورت) قتل بسبب[1] اور وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی نے (بادشاہ کی بغیر اجازت کے) دوسرے کی ملک ایک کنواں کھود لیا تھا یا پتھر رکھ دیا تھا (اس کنوئیں میں کوئی گر کے مرگیا یا پتھر سے ٹھکرا کے مرگیا) اس کا حکم یہ ہے کہ اس قاتل کے کنبہ قبیلہ پر فقط خونبہا ہے اس میں کفارہ واجب نہیں ہونے کا اور ان سب صورتوں میں قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ سوائے اس اخیر چوتھی صورت کے (کہ اُس میں قاتل محروم نہیں ہوتا) اور شبہ عمد جان سے مار ڈالنے کے سوا اور اعضا کے نقصان میں قصداً کا حکم رکھتا ہے۔ **ف** یعنی اور کسی صورت میں شبہ عمد کا حکم نہیں ہوتا بلکہ یا وہ خطا ہوگا یا عمداً ہوگا۔ مثلاً کسی نے ایک زور سے لٹھ مار کے ایک آدمی کا ہاتھ بالکل الگ کر ڈالا تو یہ قاعدہ کے مطابق شبہ ہونا چاہیئے کیونکہ مذکورہ ہتھیار اور دہار دار چیزوں کے سوا چیز سے ہاتھ الگ کیا ہے مگر چونکہ اور اعضا میں شبہ عمد نہیں ہوتا لہذا یہ چھری یا خنجر سے کاٹنے کے قائم مقام ہو کر اس لٹھ مارنے والے سے قصاص لیا جائیگا یعنی اس کا بھی ہاتھ کٹے گا۔ مترجم عفی عنہ ❊

باب ما یوجب القصاص و مالا یوجب

(اُن صورتوں کا بیان کہ جن میں قصاص واجب ہوتا ہے اور جنمیں واجب نہیں ہوتا)

ت ایسے شخص کا قصداً خون کرنے سے کہ جس کا خون نکرنا ہمیشہ[2] کو حرام ہو قصاص (یعنی خون کا بدلہ خون) واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آزاد آدمی دوسرے آزاد کو یا غلام کو جان سے مار دے تو اُسکے بدلہ میں وہ بھی جان ہی سے مار دیا جائیگا یا کوئی مسلمان ذمی (ہندو) کو مار دے تو وہ مسلمان بھی جان سے مارا جائیگا۔ ہاں اگر کوئی مسلمان یا ذمی کسی مستامن کو مار دے (تو مستامن کے بدلہ میں مسلمان یا ذمی سے خون نہیں لیا جائیگا) اگر مرد عورت کو مار ڈالے یا ایک بڑا آدمی چھوٹے سے بچے کو (یعنی بالغ نابالغ کو) مار ڈالے یا آنکھوں والا اندھے کو یا اپاہج کو مار ڈالے یا جسکے ہاتھ پاؤں میں نقصان ہو اُسکو یا دیوانے کو مار ڈالے یا بیٹا باپ کو مار ڈالے تو ان سب صورتوں میں قصاص لیا جائیگا

[1] یعنی قاتل نے ایک ایسا کام کر دیا کہ جسکے سبب سے آدمی مر گیا ۱۲

[2] یعنی مقتول کا فر حربی مستامن اور زانی محصن یا مرتد نہ ہو

لیکن اس کا مارنا حرام نہیں ہمیشہ ۱۲

یا دن کو شہر سے باہر لاٹھی مارنے کو اُٹھائی تھی اتفاق سے اُسی نے اُس لاٹھی والے یا تلوار والے کو مار ڈالا تو اب اسکے ذمہ کچھ نہیں ہے (نہ قصاص نہ خونبہا کیونکہ اس نے اپنی جان بچانے کو مارا ہے) اور اگر شہر میں دن کو مثلاً زید نے عمرو پر لاٹھی اُٹھائی تھی اور عمرو نے دفاع پاکر زید کو مار ڈالا تو اب عمرو سے خون کا بدلہ خون لیا جائیگا۔ اگر ایک دیوانہ نے دوسرے پر (مثلاً زید پر) تلوار کھینچی تھی اور اُسنے اس دیوانہ کو قصداً مار ڈالا تو اس پر دیوانہ کی خونبہا دینی واجب (اور ضروری) ہوگی اسی طرح اگر کسی لڑکے نے دوسرے پر تلوار سونتی تھی اور اُسنے اس لڑکے کو مار ڈالا تو اسکو بھی اس لڑکے کی خونبہا دینی پڑیگی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی کے جانور نے کسی پر حملہ کیا تھا اور اُسنے اُس جانور کو جان سے مار ڈالا تو اس کو اس جانور کی قیمت مالک کو دینی پڑیگی۔ اگر ایک شخص پر دوسرا شخص مثلاً زید تلوار کا ایک ہاتھ چھوڑ کے چلا گیا اور بعد میں دوسرے مثلاً عمرو نے اس غریب کا کام تمام کر دیا تو اس صورت میں پہلا قاتل یعنی قتل کیا جائیگا۔ اگر کسی کے گھر میں چور گھس گیا تھا اور وہ مال چرا کے باہر لے آیا اور گھر والے نے چور کا پیچھا کر کے اُسکو مار ڈالا تو اس مارنے والے (یعنے مالکِ مال کے ذمہ کچھ نہیں ہے)+

باب القصاص فیما دون النفس

(خون کر ڈالنے سے نیچے کے قصوروں کا بیان)

ت اگر کسی نے ایک شخص کا ہاتھ پہنچے پر سے کاٹ ڈالا تو اس کاٹنے والے کا ہاتھ بھی پہنچے ہی پر سے کاٹا جائیگا اگرچہ اسکا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے لمبا ہو اور یہی حکم پیر کا بھی ہے (کہ اگر کسی نے دوسرے کا پیر گٹے پر سے کاٹ ڈالا تھا تو اس کاٹنے والے کا بھی گٹے ہی پر سے کاٹا جائے) اگر کسی نے دوسرے کی ناک کا نتھنا یا ایک کان کاٹ لیا تھا یا ایک آنکھ ایسی طرح پھوڑی کہ اُسکی روشنی بالکل جاتی رہی مگر وہ نکلی نہیں اپنی جگہ ہی پر رہی تو ان تینوں صورتوں میں اسکو بھی اتنی ہی ضرر دی جائیگی (اسی کا نام اعضا کا قصاص ہے یعنی اس سے ان اعضا کا قصاص لیا جائیگا) اور اگر اُسکے مارنے سے آنکھ باہر نکل آئی ہے تو اب آنکھ کا قصاص نہیں لیا جائیگا (بلکہ خونبہا دلائی جائیگی۔ جسکی مقدار آگے بیان ہوگی۔ اگر کوئی کسی کا دانت توڑ دے تو اُسکے بدلے میں دانت ہی توڑا جائیگا اگرچہ دونوں کے دانتوں میں چھوٹے بڑے ہونیکا فرق ہو اور جو زخم ایسا ہو کہ اُس میں مماثلت ہوسکتی ہو (یعنی اسی زخم کی برابر زخمی کرنے والے کے زخم کیا جاسکتا کمی زیادتی کا احتمال نہ رہتا ہو) تو اس کا

اور چاہے خونبہا پر صلح کرلے) اور اگر معقل کا وصی فقط (باپ نہ ہو) تو وہ خونبہا پر صلح ہی کرسکتا ہے (اُسے قصاص لینے یا معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے اور نابالغ بچہ اس حکم میں مثل معقل کے ہے (یعنی اگر نابالغ بچہ کو اُسکی ماں یا نانی نا مار ڈالے تو اس بچہ کا باپ چاہے تو اُس سے قصاص لے لے اور چاہے خونبہا لیلے معاف نہ کرے) اور اگر ایک مقتول کے کئی وارث ہیں جن میں بعض بالغ ہیں بعض نابالغ ہیں تو) بالغوں کو اختیار ہے کہ نابالغوں کے بالغ ہونے سے پہلے قاتل سے قصاص لے لیں (ان کے بالغ ہونے کا انتظار نہ کریں) اگر کوئی شخص کسی کو پھاوڑے (وغیرہ) سے مار ڈالے تو اگر اُسنے دھار کی طرف سے مارا ہے تو (یہ قاتل ہے) اِس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مونڈ کیطرف سے مارا ہے۔ تو قصاص نہ لیا جائیگا (کیونکہ مونڈ کی طرف سے مارنا ایسا ہے جیسا پتھر یا لاٹھی سے مارنا اس میں قصاص نہیں آیا کرتا خونبہا آئیگی) جیساکہ کوئی گلا گھونٹ کر یا پانی میں ڈبوکر مار دے (کہ اس صورت میں بھی قاتل کے کُنبہ قبیلہ کو خونبہا ہی دینی آئیگی قاتل پر قصاص نہ آئیگا) اگر کسی نے ایک آدمی کو جان کر زخمی کر دیا تھا جس سے وہ چارپائی پر سوار ہوگیا اُس سے اُٹھا نہ گیا اور آخر کو وہ اُسی تکلیف میں مر گیا تو اب اس زخمی کرنے والے سے قصاص لیا جائیگا (گو اِس زخم سے اُسی وقت نہیں مرا اور بظاہر اپنی موت مرا ہے مگر چونکہ اسکے مرنے کا سبب وہ زخم ہے لہذا اُسی کے ذمہ رہیگا) اگر ایک شخص نے اپنے آپکو زخمی کر لیا تھا اور بعد میں مثلاً زید نے بھی اس زخمی کے ایک زخم کر دیا اور زید کے بعد ایک شیر نے یا سانپ نے بھی اُسے زخمی کر دیا اور ان سب کے زخم کھانے کے بعد وہ مر گیا تو زید کو اُسکی ایک تہائی خونبہا دینی پڑیگی۔ **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص تین طرح کے زخموں سے مرا ہے مگر ان میں ایک زخم تو ایسا ہے کہ اُسکی بازپرس نہ دُنیا میں ہے نہ آخرت میں مثلاً شیر یا سانپ کا زخم کیونکہ وہ مکلف ہی نہیں ہیں جو اُن سے بازپرس ہو اور ایک زخم ایسا ہے کہ اُسکی بازپرس آخرت ہی میں ہوگی دنیا میں نہیں ہوتی وہ اسکا اپنے آپکو زخمی کر لینا ہے اور ایک زخم ایسا ہے کہ اُسکی بازپرس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہوگی وہ میاں زید کا زخم ہے بس اسی طرح اسکی خونبہا ان تینوں زخموں پر بٹ گئی اور چونکہ پہلے دو زخموں کی دُنیا میں بازپرس نہیں لہذا اُن زخموں والے یہاں بری رہے اور زید کے زخم کی یہاں بازپرس ہونیکے باعث زید کو تہائی خونبہا دینی آئی۔ (از حاشیہ اصل ملخصًا) **مت** اگر کوئی شخص مسلمانوں پر تلوار سونتے تو اُسے (بھی) مار ڈالنا ضروری ہے۔ ایسے آدمی کے مار ڈالنے سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی (یعنی نہ قصاص اور نہ خونبہا) اگر کسی شخص نے رات کو یا دن کو شہر میں یا شہر سے باہر دوسرے شخص کے مارنے کو تلوار اُٹھائی تھی یا رات کو شہر میں

مارے جائینگے اور اگر ایک آدمی کئی کو مار دے تو اُنکے قصاص میں بھی اس اکیلے ہی کو مارنا کافی ہوگا
دیہ نہیں ہو سکنے گا کہ ایک کے قصاص میں اسے مار کر باقی مقتولین کی خونبہا اِس سے دِلوائیں) پس
اگر اس صورت میں ان مقتولوں کے وارثوں میں سے فقط (ایک کے وارث یا) ایک وارث آیا
اور اُسکی درخواست پر وہ قاتل قصاص میں مار دیا گیا تو اب باقی مقتولوں کے وارثوں کا حق ساقط ہو
جائیگا جیسا کہ قاتل کے مرجانے کی صورت میں ساقط ہوجاتا ہے (اور پھر قاتل کے وارثوں سے
اس کا مواخذہ نہیں رہتا) اگر دو آدمیوں نے ملکر ایک آدمی کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تھا تو اس ایک
کے عوض میں اِن دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں ہاں ان دونوں سے اِس ہاتھ کی خونبہا لی
جائیگی **ف** یعنی چونکہ یہ ہاتھ کا تلف ہونا ان دونوں کے فعل سے ظہور میں آیا ہے تو نصف خونبہا
اِن دونوں کے ذمّہ لازم ہے اب ہر ایک سے چوتھائی چوتھائی خونبہا لیجائیگی۔ اور یہ انکو اپنے ہی
مال میں سے دینی پڑیگی۔ کیونکہ قصداً قصور کرنے سے لازم آتی ہے وہ کُنبہ قبیلے کے ذمّہ نہیں ہوا
کرتی ۱۲ تکملۃ البحرت اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دونوں داہنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو ان
دونوں کو اختیار ہے کہ ایک ہاتھ کے عوض میں اس کا داہنا کاٹ لیں اور دوسرے ہاتھ کی اُس
سے خونبہا لیں ہاور اگر ان دونوں میں سے ایک یہاں تھا اور اُسنے دعوی کرکے اپنے ہاتھ کے عوض
میں اُسکا ہاتھ کٹوا دیا تو اب دوسرے کو اُسکے ہاتھ کے عوض میں نصف خونبہا ملیگی۔ اگر کوئی غلام
جان بوجھ کے خون کرنے کا اقرار کرلے تو اُسے قصاص میں قتل کر دیا جائیگا۔ اگر ایک آدمی نے
دوسرے کے قصداً تیر مارا تھا (یا بندوق ماری تھی) اور وہ تیر ایک کے بیچ کو نکل کر دوسرے کے
جا لگا اور یہ دونوں مرگئے تو اس تیر چلانے والے (یا بندوق چلانے والے سے) پہلے آدمی کا
قصاص لیا جائیگا اور دوسرے کی خونبہا **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے کو اسنے قصداً قتل نہیں کیا
بلکہ وہ خطاً قتل ہوگیا ہے یعنی اُسکے غلطی سے تیر لگ گیا ہے اور اس طرح کے قتل کرنے میں خونبہا
ہی دینی پڑا کرتی ہے۔ بخلاف پہلے خون کے کہ وہ اسنے قصداً کیا ہے اور قصداً خون کرنا قصاص لازم
ہونے کا سبب ہی (از حاشیہ جلی) و مترجم **فصل** اگر ایک شخص نے دوسرے کا اول ہاتھ کاٹا اور
پھر اُسے جان سے ہی مار دیا تو اس سے ان دونوں فعلوں کا مواخذہ کیا جائیگا برابر ہے کہ یہ دونوں
حرکتیں اسنے نادانستہ کی ہوں یا اسکی غلطی سے ہوگئی ہوں (جسکو خطاءً ہوجانا کہتے ہیں) اور یا
ایک اُسنے نادانستہ کی ہو اور دوسری غلطی سے اور برابر ہے کہ ہاتھ کا زخم کھا کر وہ اچھا بھی ہوگیا ہو
یا نہ ہوا ہو (غرض یہ ہے کہ ان مذکورہ سب صورتوں میں دونوں حرکتوں کا مواخذہ اس سے ضروری

قصاص لیا جائیگا (یعنی اُتنا ہی زخم کر دیا جائیگا) اور (دانت کے سوا اور) ہڈی کے توڑ دینے میں ایسا ہونا مشکل ہے کہ جس طرح ایک نے دوسرے کی ہڈی توڑی ہے اِسی طرح اسکی بھی ہڈی توڑ دی جائے اور قصاص آنے کا دار مدار مماثلت اور برابری پر ہے) اگر مرد عورت کا ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا عورت مرد کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو ان میں قصاص نہیں لیا جائیگا (کیونکہ مرد و عورت کے ہاتھ پیروں میں بہت فرق ہوتا ہے اِن میں مماثلت نہیں ہوسکتی) اسی طرح اگر ایک آزاد آدمی نے غلام کا یا غلام نے آزاد آدمی کا یا ایک غلام نے دوسرے غلام کا ہاتھ پیر کاٹ ڈالا تو ان میں بھی (مماثلت نہ ہونیکے سبب) قصاص نہیں آسکتا۔ ہاں مسلمان اور کافر کے ہاتھ پیر برابر ہیں (ان میں اگر ایک دوسرے کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو اس سے قصاص لیا جائیگا۔ اگر کوئی کسی کا نصف کلائی پر سے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اِس سے بھی قصاص نہیں لیا جائیگا (کیونکہ اس صورت میں ہڈی ضرور ٹوٹے گی اور ہڈی کے توڑنے میں برابری کرنی مشکل ہے) اور پیٹ کا زخم اگر اچھا ہو جائے تو اس میں بھی قصاص نہیں ہے اور نہ زبان اور ذکر کے کاٹ ڈالنے میں قصاص ہے (کیونکہ یہ دونوں اعضا بھی سکڑتے پھیلتے ہیں ان میں بھی برابری کرنی مشکل ہے) ہاں اگر ذکر میں سے صرف سپاری (ڈپوری) کاٹی ہوگی تو اس وقت بیشک کاٹنے والے سے قصاص لیا جائیگا) اگر کسی کا ہاتھ شل ہو یا انگلیاں چھوٹی ہوں اور یہ ایک اچھے آدمی کا ہاتھ یا انگلیاں کاٹ دے تو اب اسکو اختیار ہے کہ چاہے اپنے ہاتھ کے بدلے میں اس کا سوکھا ہوا کاٹ دے اور یا اپنے ہاتھ کاٹنے کے روپے لیلے اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ ایک شخص دوسرے کا سر پھوڑدے اور پھوڑنے والے کا سر بہت بڑا ہو اور دوسرے کا چھوٹا ہو تو چاہے یہ بدلہ میں اس کا سر ہی پھوڑ دے اور چاہے اس زخم ہونے کے روپے لیلے **فصل** اگر قصاص لینے والے (یعنی مقتول کے وارث) مال لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کو یہ مال بھی دینا ہوگا (تھوڑا ہو یا بہت ہو) اور قصاص ساقط ہو جائیگا۔ اگر ایک آزاد اور ایک غلام ملکر کسی کو مار ڈالیں اور پھر یہ آزاد (قاتل) اور اُس غلام (قاتل) کا آقا کسی سے کہیں کہ تم ان دونوں کے خون کرنے کے عوض ایک ہزار پر صلح کرادو اور اسنے اتنے ہی پر کرادی تو یہ روپیہ دونوں کو نصفا نصفی دینا پڑیگا۔ **ف** یعنی پانسو روپیہ اس آزاد کو دینے ہونگے اور پانسو اس غلام کے آقا کو۔ کیونکہ قتل دونوں نے کیا ہے **ت** اگر مقتول کے چند وارث ہوں اور ان میں سے ایک اپنے حصّہ کے عوض کسی قدر مال پر صلح کرلے یا معاف کردے تو اب اور وارثوں کو بھی خونبہا کا حصّہ ہی ملے گا (اب وہ قصاص نہیں لے سکیں گے) اگر کئی آدمی ملکر ایک آدمی کو ماردیں تو اُسکے قصاص میں وہ سب

بعد نکاح کی بھی دو صورتیں ہوتیں جو ابھی مذکور ہوئی ہیں) تو اب عورت کے قبیلہ کے ذمہ سے مہر مثل معاف ہو جائیگا اور مرنے والے نے جو کچھ اپنے خونبہا کا حصہ چھوڑا ہوگا اُس میں سے ایک تہائی بطور وصیت کے عورت کے قبیلہ کو ملیگا۔ ف عورت کے قبیلہ کو خونبہا کا تہائی حصہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس عورت کا شوہر ہاتھ ہی کی تکلیف میں مرگیا تو معلوم ہوا کہ اس عورت کے ذمہ ہاتھ کی خونبہا نہیں ہے بلکہ ایک خون کرنے کی خونبہا ہے اور خونبہا مہر ہو سکتی ہے مگر چونکہ اس کا شوہر نکاح کے وقت ہاتھ کی تکلیف میں بتلا تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی مجروح یا بیمار کسی عورت سے نکاح کسی قدر روپے کے عوض میں کرتا ہے تو اُس عورت کو مہر مثل ملا کرتا ہے۔ اور اگر وہ روپیہ مہر مثل سے زیادہ ہوتا ہے تو وہ وصیت میں شمار ہوا کرتا ہے لیکن یہاں اس عورت کے حق میں وصیت بھی نہیں کہہ سکتے اِس وجہ سے کہ یہ اس مرد کی قاتل ہے جسکی وصیت ہم بنانی چاہ رہے ہیں اور قاتل کے حق میں وصیت نہیں ہوا کرتی تو اس وجہ سے مجبوراً اس مرنے والی کی یہ وصیت اس عورت کے کنبہ قبیلے کے لئے ہوگی اور جب یہ وصیت انکے لئے ٹھیر گئی تو عورت کا حق اس خونبہا میں صرف مہر مثل ہے اس وجہ سے اسکے قبیلے کے ذمّے سے مہر مثل ساقط ہو جائیگا اور خونبہا کا تہائی حصہ اسکے قبیلہ کو ملیگا۔ مگر ہاں اتنا اور یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ تہائی اس صورت میں ہوگی کہ مہر نکالنے کے بعد جو کچھ خونبہا میں سے بچے وہ میت کے ترکہ کی تہائی ہو سکے تاکہ وصیت اُس میں جاری ہو سکے (از حاشیہ اصل وغیرہ) ت اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اُسکے بدلہ میں اسکا ہاتھ بھی کاٹا گیا اور بعد میں پہلا شخص اِس ہاتھ ہی کی تکلیف کی وجہ سے مرگیا تو اب یہ دوسرا بھی اسکے قصاص میں قتل کیا جائیگا (یعنی کاٹنے والے کا ایک ہاتھ کٹ جانے کے باعث اِسکے ذمے سے خون کا قصاص معاف نہیں ہونے کا) اگر کسی مقتول کا وارث قاتل کا ہاتھ کٹوا کر خون معاف کردے تو اس وارث کو اس قاتل کے ہاتھ کی خونبہا دینی پڑیگی۔

باب الشہادة فی القتل

(خون کے مقدمے میں گواہی دینے کا بیان)

ت اگر کوئی خون ہو جائے اور مقتول کے دو بیٹے اُسکے خون لینے کے مستحق ہوں اور ان دونوں میں سے ایک غائب حاضر ہو اور دوسرا اس خون کے ہونے پر گواہ پیش کرے تو ابھی یہ حاضر اُس قاتل سے قصاص نہیں لے سکتا (جب تک کہ اُسکا بھائی نہ آجائے) اور جب وہ غیر حاضر آجائے تو اپنی طرف سے

کیا جائیگا) ہاں اگر ایسا موقع ہو کہ ایک شخص کی غلطی سے دوسرے کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور ابھی یہ ہاتھ اچھا نہیں ہوا تھا کہ غلطی ہی سے اُسنے اس کٹے ہوئے ہاتھ والے کو قتل بھی کردیا تو اس صورت میں اسکے ذمہ بیشک ایک ہی خونبہا واجب ہوگی۔ جیسا کہ ایک شخص نے دوسرے کے سو کوڑے مارنے تھے نوے کوڑے تو وہ سہار گیا اور تندرست رہا اور باقی کے دس کوڑے کھا کے مرگیا (تو اس صورت میں بھی ایک ہی خونبہا لازم ہوتی ہے) اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا تھا پھر اُس ہاتھ کٹے ہوئے نے اپنا ہاتھ کٹنا معاف کردیا (اور بدلہ لینے سے دست برداری ظاہر کردی) اور اُسکے بعد اسی ہاتھ کے صدمہ سے مرگیا تو اس ہاتھ کاٹنے والے کو اسکے ہاتھ کا روپیہ بھرنا پڑیگا۔ ہاں اگر اُسنے یوں کہہ کے معاف کیا تھا کہ یہ ہاتھ کاٹنا بھی معاف کرتا ہوں اور جو کچھ اس کے بعد میں مجھ پر گزرے وہ بھی معاف کرتا ہوں یا یوں کہدیا تھا کہ میں اسکی اس خطا ہی سے درگزر کرتا ہوں تو اب وہ ہاتھ کاٹنے والا بیشک بری رہے گا۔ پس اگر ان دونوں صورتوں میں ہاتھ غلطی سے کٹ گیا تھا اور پھر یہ معافی کی صورت پیش آئی) تو یہ خونبہا کی معافی اس معاف کرنے والے کے تہائی مال سے متصور ہوگی ف اور اگر قصداً ہاتھ کاٹا گیا تھا اور پھر یہ صورت ہوئی تو خونبہا کی معافی کل مال سے متصور ہوگی یعنی اگر معاف کرنیوالے کے پاس اتنا مال ہو کہ خطا کی صورت میں تہائی مال میں سے ایک ہاتھ کی خونبہا پوری ہوسکے تو فبہا ورنہ اس خونبہا کی کمی اُس ہاتھ کاٹنے والے کے وارثوں سے لیکر پوری کیجائیگی اور اگر قصداً کاٹا تھا تو اس وقت اُس مرنے والے کے کل مال سے خونبہا محسوب ہوگی۔ اور وجہ اس محسوب کرنے کی یہ ہے کہ مرنے والے کا جسقدر مال ہے وہ سب وارثوں کا ہوگیا ہے اگر خطاء کی صورت میں بھی کل ہی مال میں سے محسوب کریں تو ورثہ کی حق تلفی ہوتی ہے لہذا حتی الوسع انکے حق کا لحاظ کیا جائیگا۔ (از حاشیہ اصل) ف اگر ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ قصداً کاٹا تھا پھر اُس مرد نے اپنے ہاتھ کا تاوان اُس کا مہر ٹھہرا کر اُس سے نکاح کرلیا اور اُسکے بعد اس ہاتھ ہی کی تکلیف سے مرگیا تو اِس عورت کو (اس مرنے والے کے ترکہ میں سے) مہر مثل دلایا جائیگا اور عورت کو اپنے ہی مال میں سے اُسکے ہاتھ کا تاوان یعنی خونبہا دینی ہوگی اور اگر اس عورت نے غلطی سے کاٹ دیا تھا تو اب خونبہا عورت کے کنبے قبیلہ پر پڑیگی۔ اور اگر اسی مرد نے اِس سے نکاح یوں کہہ کے کیا تھا کہ اس ہاتھ کے کٹنے پر اور جو صورت اِس سے آیندہ پیش آئے سب کو مہر قرار دیکر نکاح کرتا ہوں یا اِس عورت کی اس خطا ہی کو مہر قرار دیا اور پھر اسی تکلیف سے مرگیا تو اب بھی اس عورت کو مہر مثل ملیگا اور عورت کو کچھ نہیں دینا پڑیگا (کیونکہ مہر کے قصہ کو تو وہ شوہر ہی ختم کرچکا ہے) اور اگر عورت نے خطاءً ہاتھ کاٹا تھا اور اُسکے

۱۵ یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی مہر مثل ملیگا ۱۲

مقتول کی بابت دو آدمیوں میں سے ہر ایک یہ بیان کرے کہ اس کو میں نے ہی مارا ہے اور مقتول کا وارث یہ دعوی کرے کہ تم دونوں نے ملکر مارا ہے تو اب وارث کو ان دونوں کے قتل کر دینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اقرار کی جگہ گواہی ہو تو وہ لغو ہوگی۔ ف مثلاً ایک مقتول کی بابت دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس کو کیلے عبداللہ ہی نے مارا ہے اور دو گواہ یوں گواہی دیں کہ اسکو عبدالرحمن ہی نے مارا ہے اور وارث کا دعوی یہ ہے کہ عبداللہ و عبدالرحمن دونوں نے ملکر مارا ہے تو یہ دونوں گواہیں لغو ہو جائینگی کیونکہ یہاں مشہود لہ یعنی وارث جسکی گواہی دی جا رہی ہے خود ہی گواہوں کی تکذیب کر رہا ہے تو اب یہ گواہ قابلِ اعتبار کیسے ہو سکتے ہیں ۱۲ (از ملا مسکین مختصراً)

باب فی اعتبار حالۃ القتل

ت (آدمی کے مرنے میں) کمان سے تیر نکلنے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے مثلاً کسی نے ایک مسلمان پر تیر چلایا ابھی تیر اسکے لگا نہیں کہ وہ مرتد ہو گیا اور بعد میں تیر لگ کے مر گیا تو اس صورت میں تیر مارنے والے کو خونبہا دینی پڑیگی (کیونکہ کمان سے تیر نکلنے کے وقت وہ مسلمان تھا) اور اگر ایک کافر کے تیر مارا اور تیر لگنے سے وہ مسلمان ہو گیا (بعد میں تیر لگ کے مر گیا) تو اب مارنے والے کے ذمہ کچھ نہیں (کیونکہ جو مرا ہے کمان سے تیر نکلنے کیوقت وہ کافر تھا) اور اگر کسی نے ایک غلام کے تیر مارا تھا اور تیر لگنے سے پہلے وہ آزاد ہو گیا (یعنی اتفاقاً اسی وقت اسکے آقا نے آزاد کر دیا) اور بعد میں تیر لگ کے مر گیا تو اب تیر مارنے والے کو اسکی قیمت دینی پڑیگی (کیونکہ غلام کو مار دینے کی صورت میں اسکی قیمت ہی دینی پڑا کرتی ہے اور تیر چلنے کے وقت یہ غلام ہی تھا) اگر کسی زانی پر سنگساری کا حکم ہونے کے بعد ایک شخص نے پتھر مارا تھا ابھی پتھر اسکے لگا بھی نہیں تھا کہ زنا کے گواہوں میں سے ایک گواہ پھر گیا اور بعد میں اسکے پتھر لگا اور اس پتھر کی زد سے وہ مر گیا تو اس پتھر مارنے والے کو اسکے خون کا تاوان نہیں دینا آئیگا۔ ف اسکی وجہ یہ ہے کہ جس وقت اس مارنے والے نے پتھر پھینکا تھا اس وقت اس کا سنگسار کرنا واجب تھا اگرچہ زنا کے گواہوں میں سے ایک گواہ کے پھرنے کے بعد وہ سنگساری کا مستحق نہ رہا مگر چونکہ خونبہا کے آنے میں پتھر یا تیر کے پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے لہذا یہ مارنے والا بری کیا جائیگا (۱۲ فتح) ت اگر ایک مسلمان نے (بسم اللہ کہکر) شکار کے تیر مارا اور اسکے تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا اور اب تیر لگ کے وہ شکار مر گیا

دعویٰ کرکے پھر نئے سرے سے گواہ پیش کرے تاکہ قاتل سے دونوں مل کر قصاص کرلیں اور اگر
خطا سے خون ہوگیا تھا تو اُس وقت خونبہا کا ثبوت دینے کے لئے دوسرے بھائی کا ہونا ضروری
نہیں ہے (بلکہ اگر ایک ہی بھائی خطا سے قتل کرنے کو گواہوں سے ثابت کردیگا تو وہ خونبہا لینے
کا مستحق ہوجائیگا) اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ جب ایسے دو بھائیوں کے باپ نے کسی
پر کچھ روپیہ چھوڑا ہو **ف** یعنی قرض کی صورت میں بھی غیر حاضر بھائی کا انتظار نہیں کیا جائیگا۔
بلکہ اگر یہ موجود ہی گواہوں سے قرضا ثابت کردیگا تو لینے کا مستحق ہوجائیگا۔ **ط ت** اگر ایک
قصاص لینے کے دو بھائی مستحق تھے ایک حاضر دوسرا غیر حاضر اور حاضر کے خون کا ثبوت دینے پر
قاتل نے یہ ثابت کردیا کہ اسکے غیر حاضر بھائی نے اپنا حق (خون میں سے) مجھے معاف کردیا ہے تو اب
اِس سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ ایک شخص نے دو کے ساجھے
کے غلام کو قتل کردیا اور ایک ساجھی غیر حاضر ہے تو ابھی یہ حاضر ساجھی قصاص نہیں لے سکتا جب
تک کہ دوسرا آکر دعویٰ کرکے اپنے گواہ نہ پیش کردے۔ اگر کسی مقتول کے تین وارث ہوں اور
اُن میں سے دو یہ گواہی دیں کہ تیسرے وارث نے اپنا حق (قاتل کو) معاف کردیا ہے تو یہ گواہی
لغو ہوگی ہاں اگر اسکے ثبوت کے بعد قاتل بھی ان دونوں کی تصدیق کرلے تو اب اس قاتل
کو خونبہا دینی ہوگی اور وہ خونبہا ان تینوں وارثوں پر تین حصہ ہوکر تقسیم ہوجائیگی اور اگر قاتل
نے اِن دونوں کو جھوٹا بتایا تو اب خونبہا میں سے ان دونوں وارثوں کو کچھ نہیں ملیگا۔ ہاں
تیسرے کو خونبہا میں سے ایک تہائی حصہ ملیگا۔ اگر دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے زید
کو (قصداً) مارا تھا اور جب سے وہ چارپائی پر پڑا رہا اور آخر کو مرگیا ہے تو اب اس مارنے والے
سے قصاص لیا جائیگا۔ اگر خون کے گواہوں کا خون کرنے کے وقت میں یا جگہ میں اختلاف
ہوجائے (مثلاً ایک کہے رات کو قتل کیا ہے دوسرا کہے دن کو کیا ہے یا ایک کہے گھر کے اندر کیا
ہے دوسرا کہے باہر کیا ہے) یا جس چیز سے مارا ہے اُس میں اختلاف ہوجائے (مثلاً ایک
کہے لاٹھی سے مارا ہے دوسرا کہے ایک ہتھیار سے مارا ہے) یا ایک کہے کہ لاٹھی سے مارا ہے
اور دوسرا کہے کہ مجھے خبر نہیں کہ کس چیز سے مارا ہے یا ایک کہے کہ لاٹھی سے مارا ہے اور دوسرا
کہے مجھے خبر نہیں کہ کس چیز سے مارا ہے تو ان سب صورتوں میں گواہی لغو ہوگی۔ اگر دو گواہ
بالاتفاق یہ بیان کریں کہ (مثلاً زید نے عمرو کو مار دیا ہے اور پھر دونوں ہی یہ بھی کہیں کہ ہمیں
یہ معلوم نہیں کہ کس چیز سے مارا ہے تو اس صورت میں قاتل پر خونبہا لازم ہوجائیگی۔ اگر ایک

ت قتل کے کفارے میں (ساٹھ آدمیوں کو) کھانا کھلانا دینا یا ایسے بچّہ کو آزاد کر دینا جو ابھی ابھی
ماں ہی کے پیٹ میں ہے کافی نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر کوئی غلام ابھی دودھ پیتا ہے اور اسکے ماں
باپ میں سے ایک مسلمان ہے تو اس کا آزاد کرنا کافی ہوجائیگا (ماں باپ میں سے کم از کم ایک
کا مسلمان ہونا اسلیئے ضروری ہے تاکہ اسکے تابع کر کے اسکو مسلمان قرار دیا جائے گا) اور عورت
کی خونبہا خواہ جان کے بدلے کی خواہ ہاتھ پاؤں وغیرہ کے بدلے کی ہو مرد کی خونبہا سے نصف
ہے اور مسلمان اور ذمّی کی خونبہا برابر ہے ۞ **فصل** (یعنی اُن صورتوں کی تفصیل کہ جن میں
خونبہا پوری دینی پڑتی ہے) جان سے مارنے۔ ناک کاٹنے۔ زبان کاٹنے۔ ذکر (یعنی عضو مخصوص)
کاٹنے۔ سپاری کاٹنے۔ عقل کھو دینے۔ بہرہ کر دینے۔ اندھا کر دینے۔ سونگھنے اور چکھنے کی
قوت کھو دینے اور ڈاڑھی کو ایسی طرح مونڈنے میں کہ پھر بال نہ جمیں اور دونوں آنکھیں پھوڑ
ڈالنے۔ دونوں ہاتھ کاٹ ڈالنے۔ دونوں ہونٹ یا دونوں بھوئیں مونڈنے یا دونوں پیر یا
دونوں کان یا دونوں خصیے یا عورت کی دونوں چھاتیاں کاٹنے میں پوری خونبہا دینی پڑیگی
اور ان مذکورہ چیزوں میں سے جتنی چیزیں دو دو ہیں (مثلاً آنکھیں کان ہاتھ اور پیر وغیرہ)
تو ان میں سے ایک کے کاٹنے یا پھوڑنے سے نصف دینی آئیگی اور دونوں آنکھوں کی سب
پلکیں مونڈنے میں پوری خونبہا ہے اور فقط ایک پلک کے مونڈنے میں چوتھائی خونبہا ہے
(کیونکہ پوری خونبہا چاروں پلکوں پر ہے تو ایک پلک پر چوتھائی ہوئی) اور ہاتھوں پیروں
کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے عوض میں خونبہا کا دسواں حصہ دینا آئیگا۔ اور جس
انگلی میں تین پوروے ہوں اور ان میں سے ایک پور وہ کوئی کاٹ ڈالے تو اس انگلی کی
ایک تہائی خونبہا اسکے ذمّہ لازم ہوگی اور جس میں دو پوروے ہوں (جیسے انگوٹھے میں ہوتے
ہیں) اور ان میں سے ایک پوروا کوئی کاٹ ڈالے تو اسکے ذمّے انگوٹھے کی نصف خونبہا
ہوگی اور ہر ایک دانت کے توڑنے میں پانچ اونٹ یا پانسو درم دینے پڑینگے اور جو عضو ضرب
کے سبب سے بیکار ہوجائے یعنی اب آدمی اس سے نفع نہ اٹھا سکے تو ایسی ضرب پر اس عضو
کی پوری خونبہا دینی ہوگی مثلاً ہاتھ میں چوٹ لگنے سے ہاتھ سوکھ جائے یا آنکھ کی بینائی جاتی
رہے (تو ایسی صورتوں میں پوری خونبہا دینی ہوگی) ۞

تو یہ شکار حلال ہوگا (کیونکہ کمان سے تیر نکلنے کے وقت وہ مسلمان تھا اور اعتبار اسی وقت
کا ہوتا ہے) اور اگر کافر نے تیر مارا تھا اور آگے یہی مذکورہ صورت ہوئی تو یہ شکار حلال نہیں
ہونے کا۔ اسی طرح اگر کسی محرم نے شکار کے تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ احرام سے
نکل گیا اور بعد میں وہ شکار اس تیر کی زد سے مرگیا تو اس مارنے والے کو اسکی جزا دینی
پڑیگی (کیونکہ اسنے احرام کی حالت میں تیر مارا تھا) ہاں اگر کسی نے تیر چلانے کے بعد احرام
باندھا اور اب شکار تیر کھا کے مرگیا تو اُسکو اسکی جزا دینی ہوگی (کیونکہ تیر چلاتے وقت محرم نہ تھا)

کتاب الدیات

(خونبہاؤں کی مقدار وغیرہ کا بیان)

ت شبہ عمد کی خونبہا (کی مقدار) سو اونٹ ہیں چار قسم کے بنت مخاض سے لیکر جذعہ تک
ف اگر شبہ عمد وغیرہ میں کسی کو شبہ ہو تو ابھی کتاب الجنایات میں اسکی پوری تفصیل گذر
چکی ہے وہاں دیکھ لینی چاہیئے۔ بنت مخاض اونٹنی کے اُس بوتے کو کہتے ہیں جو برس روز کا
ہو کر دوسرے میں لگ گیا ہو تو پچیس بوتے تو اس عمر کے دینے ہونگے اور پچیس وہ کہ جو
دو برس کے ہو کر تیسرے میں لگ گئے ہوں اور پچیس ایسے کہ جو تین سال کے ہو کر چوتھے
میں لگ گئے ہوں اور پچیس ایسے کہ جو چار سال کے ہو کر پانچویں میں لگ گئے ہوں۔ چار
قسموں سے یہی بچے دینے مراد ہیں اور جذعہ اس اخیر کی قسم کو کہتے ہیں ۱۲ (مترجم بڈہانوی)
ت اور سخت خونبہا فقط اونٹوں ہی میں ہیں کیونکہ کئی قسم کے برابر دینے پڑتے ہیں۔ بخلاف
روپوں وغیرہ کے خونبہا کے کہ ان میں آدمی ایک طرح کے دے سکتا ہے) اور خطا سے قتل
کرنے کی خونبہا کے بھی سو اونٹ ہیں مگر پانچ قسم کے کہ جن میں بیس بنت مخاض ہوں بیس
ابن مخاض ہوں بیس بنت لبون ہوں بیس حقے ہوں اور بیس جذعے ہوں یا ہزار دینار
ہوں یا دس ہزار درم ہوں (یعنی اگر اونٹ میسر نہ ہوں تو اتنا نقد دے) اور ان دونوں
(یعنی شبہ عمد اور شبہ خطا) کا کفارہ وہی ہے جو قرآن شریف میں مذکور ہے ف یعنی ایک
مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرنا اگر یہ نہو سکے۔ تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنے
جو پانچویں کے آخر نصف رکوع وما کان لمومن میں مذکور ہے ۱۲ مترجم بڈہانوی عفی عنہ

ہیں جو کچھ روپیہ ایک عادل آدمی کہے وہ دینا پڑیگا۔ اگر ایک شخص کا کسی نے سر زخمی کر دیا تھا جسکی وجہ سے اُسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال بالکل اُڑ گئے اور پھر نہ جمے تو اس صورت میں زخمی کرنے والے کے ذمہ پوری خونبہا آئیگی اور اس خونبہا ہی میں اس زخم کے تاوان کا بھی روپیہ ہوگا (یعنی اِس زخم کے بدلہ میں اور علیحدہ نہیں لیا جائیگا اور اگر ایسے زخمی کرنے سے کانوں کا سننا بند ہوگیا یا بینائی جاتی رہی یا زبان بند ہوگئی (کہ اب وہ بول نہیں سکتا) تو ان تینوں اعضا کا تاوان اس خونبہا میں داخل نہ ہوگا (بلکہ انکے بدلہ کا روپیہ زخم لگانے کو الگ دینا پڑیگا۔ اور اگر کسی نے کسی کے ایسا گہرا زخم آیا کہ اُس زخم کے صدمے سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں یا کسی کی ایک اُنگلی کاٹ دی تھی اور اُسکے کٹنے سے دوسری اُنگلی بھی سوکھ گئی یا اُوپر کا پورا کاٹا تھا اور اسکے نیچے کی باقی اُنگلی بھی سوکھ گئی۔ یا سارا ہاتھ ہی نکما ہوگیا یا کسی نے دوسرے کا نصف دانت توڑا تھا اُس سے باقی رہا ہوا بھی سیاہ پڑ گیا تو ان صورتوں میں اُس مجرم پر قصاص نہیں آئیگا (بلکہ ہر عضو کے بدلے میں خونبہا کے طور پر اُسکے ذمہ روپیہ دینا ہوگا) اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ دیا تھا۔ اُسکی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو اب اُکھاڑنے والے کے ذمے سے اُسکا تاوان معاف ہوجائیگا۔ اور اگر جس کا دانت اُکھڑا تھا اُسنے اپنے دانت کے بدلہ میں اُس کا دانت اُکھاڑ دیا تھا اور اب پہلے کا دانت جما تو اب اس دوسرے اُکھاڑنے والے کو پہلے والے کا دانت کا روپیہ بھرنا پڑیگا اور اگر کسی نے دوسرے کا سر زخمی کر دیا تھا پھر وہ زخم بھر گیا اور اُسکا کچھ نشان بھی نہ رہا ویسے ہی مارنے سے ایک آدمی زخمی ہوگیا تھا اور پھر اچھا ہوگیا اور اسکا نشان جاتا رہا تو ان دونوں صورتوں میں مارنے والے پر کچھ تاوان نہ آئیگا۔ اور جبتک کہ زخمی اچھا ہو جائے اُسکے زخم کا قصاص نہ لینا چاہیئے۔ **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قصاص فی الحال ہی لے لینا چاہیئے۔ کیونکہ قصاص کا سبب ظاہر ہوچکا ہے اب تاخیر نہیں ہوسکتی اور ہماری دلیل امام احمد اور دارقطنی کی یہ روایت ہے کہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی ان یقتص من جرح صاحبہ حتی یبرء صاحبہ۔ یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس سے منع فرمایا ہے کہ زخم اچھا ہونے سے پہلے اُس زخم کرنے والے سے اُس کا قصاص لیا جائے اور دوسری عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ زخموں میں اچھے ہونے یا بڑھ جانے کا احتمال ہونے کے باعث انجام کا اعتبار ہوتا ہے اگر بڑھکر زخمی مرگیا تو پھر خون کا بدلہ خون ہی لیا جاتا ہے اُس جگہ

فصل فی الشجاع[1]

)زخموں سے خونبہا کی تفصیل(

ت اگر کسی کے سر پر کسی نے ایسا مارا کہ کھوپڑی نظر آنے لگی تو مارنے والے کے ذمہ پوری خونبہا کا بیسواں حصہ لازم ہوگا اور اگر کھوپڑی پھٹ گئی ہو تو خونبہا کا دسواں حصہ دینا پڑیگا۔ اور اگر ہڈی ٹوٹ کے اپنی جگہ سے سرک بھی گئی ہے تو خونبہا کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ دونوں حصے دینے پڑینگے۔ اور اگر سر کا زخم مغز تک پہنچ گیا ہو یا پیٹ کا زخم پیٹ کے اندر تک پہنچ گیا ہو تو مارنیوالے کو تہائی خونبہا دینی پڑیگی اور اگر پیٹ کا زخم پیٹ کے اندر تک پہنچ گیا ہو تو مارنیوالے کو تہائی خونبہا دینی پڑیگی اور اگر پیٹ کا زخم کمر تک پہنچ گیا ہو تو پوری خونبہا کی دو تہائی دینی ہونگی اور جو چوٹ ایسی ہو کہ اس میں کھال اتر جائے اور خون نہ نکلے یا خون جھلک جائے اور بہے نہیں یا وہ کہ جس میں کچھ بہنے بھی لگے یا کھال کٹ جائے یا کھال کے ساتھ کچھ گوشت بھی کٹ جائے یا زخم ہڈی کی جھلی تک پہنچ جائے تو انکی سزا میں جسقدر روپیہ ایک عادل آدمی کہدے وہی دینا ہوگا سوائے ایک سب سے پہلی قسم کے زخم کے کہ جس میں ہڈی نظر آنے لگے وہ اگر قصداً کیا ہوگا تو اسکا قصاص لیا جائیگا (یعنی اسکے عوض میں زخم کرنے والے کے بھی اتنا ہی زخم کیا جائیگا) اور ایک ہاتھ کی ساری انگلیاں کاٹ دینے میں نصف خونبہا ہے اگرچہ مع ہتھیلی کے کاٹ دی ہوں اور اگر کسی نے آدھی کلائی پر سے ہاتھ کاٹ ڈالا ہے تو اسکے ذمہ ساری انگلیوں کے بدلے نصف خونبہا ہوگی اور باقی نصف کلائی کے جسقدر روپے ایک عادل دسچا معتبر آدمی کہدے وہ بھی دینے ہونگے اور اگر ہتھیلی اس طرح کاٹی ہے کہ ایک انگلی بھی الگ ہو گئی ہے تو اس میں پوری خونبہا کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ اور اگر ہتھیلی کے ساتھ دو انگلیاں الگ ہوئی ہیں تو پوری خونبہا کا پانچواں حصہ دینا پڑیگا باقی فقط ہتھیلی کے کاٹنے میں کچھ نہیں ہے اگر کوئی چھنگا[2] آدمی تھا اور اسکی وہ زائد انگلی کسی نے کاٹ دی یا بچہ کی آنکھ میں چوٹ ماردی۔ یا اسکا عضو تناسل کاٹ دیا یا زبان کاٹ دی تو پس اگر ان اعضا کے بے عیب رہنے کا حال آنکھ میں دیکھنے اور ذکر میں حرکت کرنے اور زبان میں بولنے سے کچھ معلوم نہیں ہوتا تو ان صورتوں

[1] شجاج شجہ کی جمع ہے اور شجہ خاص سر اور منہ کے زخم کو کہتے ہیں ۱۲

[2] [illegible] ۱۲

تو اسکی خونبہا کا جسقدر روپیہ ہوگا اُسکے مستحق اس بچے کے وارث ہونگے) اور یہ مارنے والا بھی اگر اس بچہ کے وارثوں میں ہو گا تو اس کو اس روپے میں سے کچھ نہیں ملیگا۔ مثلاً اگر کسی نے اپنی حاملہ بیوی کے پیٹ پر مارا اور اُس شخص کا لڑکا جو اس عورت کے پیٹ میں تھا مر کر نکل پڑا تو اس بچے کے بدلہ میں خونبہا کا بیسواں حصہ اس شخص کے قبیلہ پر لازم ہوگا اور باپ کو اس بچہ کے اس ورثہ میں سے کچھ نہیں ملیگا۔ اور اگر کسی نے حاملہ لونڈی کے پیٹ پر مارا تھا اور اُسکے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر گیا تو اگر یہ بچہ لڑکا ہے تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ اس مارنے والے کے ذمے لازم ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اسکی قیمت کا دسواں حصہ دینا لازم ہوگا اور قیمت وہ لگائی جائیگی جو انکے زندہ ہونے کی حالت کی ہوگی **ف** یعنی ہم یہ دیکھیں گے کہ اگر یہ لڑکا زندہ ہوتا تو اسکی کیا قیمت ہوتی یا یہ لڑکی زندہ ہوتی تو کس قیمت کی ہوتی۔ تو بس جو کچھ اُنکی قیمت ٹھیریگی ہر ایک کی صورت میں اسی کا نصف لیا جائیگا **ت** اگر ایک حاملہ لونڈی کے پیٹ پر کسی نے مار دیا تھا اور اُسکے مارنے کے بعد اس لونڈی کے پیٹ کے بچہ کو اُسکے آقا نے آزاد کر دیا بعد آزادی کے یہ بچہ پیدا ہوا اور جب ہی مر گیا تو اب بھی اس مارنیوالے کے ذمہ اس بچہ کی وہی قیمت آئیگی جو اسکے زندہ ہونے کی حالت کی ہوگی اور ایسے بچہ کی بابت مارنے والے کے ذمہ (ہمارے نزدیک) کفارہ لازم نہیں ہوتا (بلکہ خونبہا کا وہی بیسواں حصہ دینا کافی ہو جاتا ہے) اگر کسی عورت نے اپنا پیٹ گرانے کی غرض سے کوئی دوا کھالی یا) پی لی یا پیشاب کی جگہ کچھ رکھ لیا جس سے پیٹ گر گیا۔ تو اگر عورت نے یہ فعل اپنے شوہر کی بے اجازت کیا ہے تو اُسکے کنبہ پر وہی خونبہا کا بیسواں حصہ دینا لازم ہوگا (اور اگر اجازت سے کیا ہوگا تو کچھ نہیں دینا آئیگا۔

باب ما یحدث الرجل فی الطریق

(شارع عام میں ایک آدمی کے نئی بات پیدا کرنے کا بیان)

ت اگر کوئی شخص شارع عام کی طرف سنڈاس بنائے یا پرنالہ اُتارے یا کوئی چبوترہ یا دکان بنالے تو ان چیزوں کے توڑ دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور ایسی گلی میں کہ جو دوسری طرف کو

تاخیر ضروری ہے (تکملہ از مترجم عفی) ف اور جس قتل عمد کا قصاص لینا کسی شبہ کی وجہ سے جاتا رہا جیسے یہ صورت کہ باپ نے بیٹے کو قصداً مار دیا ہو تو ایسے مقتول کی خونبہا خاص قاتل ہی کے مال میں سے لیجائیگی اس قاتل کے کنبے قبیلہ کے ذمہ نہیں پڑیگی) اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جو خونبہا بوجہ آپس میں صلح ہوجانے یا قاتل کے خود اقرار کرلینے سے لازم ہوئی ہو یا ایسی خونبہا ہو کہ پوری خونبہا کا بیسواں حصہ بھی نہ ہو (بلکہ کم ہو۔ یعنی وہ بھی قاتل ہی کے مال میں سے لیجائیگی۔ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ قصداً خون کردے (یا قصداً کوئی زخم کردے) تو وہ خطا سے کردینے کے حکم میں ہے انکے جرموں کی خونبہا انکے قبیلے کو دینی پڑیگی اور انکے ذمہ کفارہ نہیں ہوتا اور نہ یہ مقتول کے ترکے سے محروم ہونگے (یعنی انھیں اسکی طرف سے ترکہ پہنچتا ہوگا) اور اس بارے میں بے شعور بھی ایسے ہی لڑکے کے حکم میں ہے۔

باب فی الجنین

(پیٹ کے بچّے کے مرجانے کے بیان میں)

ف جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہو اور جب پیدا ہوجائے تو اُسے ولید کہتے ہیں اور اسکے بعد وہ رضیع کہلاتا ہے (عینی) ف اگر کسی نے ایک حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا تھا جسکے صدمہ سے اسکے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر پڑا تو اس مجرم پر ایک غرہ واجب ہوگا اور غرہ پورے خونبہا کے بیسویں حصہ کو کہتے ہیں (پس اگر لڑکا گرا ہے تو مرد کی خونبہا کا بیسواں حصہ دینا پڑیگا اور اگر لڑکی ہے تو عورت کے خونبہا کا بیسواں حصہ دینا پڑیگا) اور اگر ایسے موقع کی ضرب سے زندہ بچہ گر کے مرگیا تو اس وقت پوری خونبہا دینی پڑیگی اور اگر مرا ہوا بچہ گرے اور جب ہی یہ عورت بھی مرجائے تو اس عورت کی پوری خونبہا اور بچہ کے بدلہ میں وہی خونبہا کا بیسواں حصہ دینا لازم ہوگا۔ اور اگر اس ضرب سے اول عورت مرگئی اور بعد میں اسکے پیٹ سے مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تو اب عورت کی فقط خونبہا ہی دینی لازم ہوگی اور ایسے بچّے کے گرانے میں جو خونبہا کا بیسواں حصہ مجرم سے لیا جاتا ہے یہ روپیہ اس بچے کے وارثوں کو پہنچیگا (یعنی گویا بچہ زندہ پیدا ہوکر پھر مرگیا ہے

ت اگر کسی کی دیوار شارع عام کی طرف جھکی ہوئی تھی اور کسی مسلمان یا ذمّی نے اُس دیوار والے سے کہدیا تھا کہ اس کا بندوبست کردو ورنہ آپکے حق میں اچھا نہ ہوگا اور اس آگاہی کے بعد اتنے دن گذر گئے ہیں کہ اگر وہ بنواتا تو بنوا دیتا مگر اُسنے نہ بنوائی تو اب اگر اس دیوار کے نیچے دبکر کوئی آدمی مرگیا یا کسی کا مالی نقصان ہوگیا تو دونوں صورتوں میں دیوار والے کے ذمہ تاوان دینا لازم ہوگا۔ اور اگر کسی نے پہلے ہی سے جھکی ہوئی بنوائی تھی تو اب اس میں کسی کے آگاہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس دیوار کے گرنے سے جس کا کچھ نقصان ہوگا وہ دیوار والے کو بھرنا پڑیگا اگر کوئی دیوار کسی کے مکان کی طرف جھک گئی تو اب اُسکے توڑ ڈالنے کی درخواست اس مکان والے کے ذمہ ہے اگر یہ اس دیوار والے کو مہلت دیدے یا اسکی زد سے بری الذمہ کرد ے تو یہ درست ہے بخلاف شارع کی طرف دیوار جھک جانے کے کہ اس صورت میں کسی آدمی کے مہلت دینے یا بری الذمہ کردینے سے اس دیوار والے سے مواخذہ برابر رہے گا اگر ایک دیوار پانچ آدمیوں کی ملک ہے اور ان میں سے ایک سے کسی نے دو چار آدمیوں کے سامنے یہ کہدیا کہ میاں اس دیوار کو توڑ واڈالو ورنہ تم نقصان اُٹھاؤ گے پھر وہ دیوار گرگئی اور ایک آدمی اُسکے نیچے دب کے مرگیا تو جس سے اُسکے توڑنے کو کہدیا گیا تھا اس پر اسکے خونبہا کا پانچواں حصہ لازم ہوگا۔ اگر ایک گھر میں تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اپنے ساجھیوں کی بلا اجازت اس گھر میں کنواں کھدوا لیا یا کوئی دیوار بنوالی اور اُس کنوئیں یا دیوار سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُس شخص کو دو تہائی خونبہا دینی آئیگی **ف** دو تہائی خونبہا لازم آنے کی یہ وجہ ہے کہ اپنے حصہ میں ایسی چیزوں کی بنا سے کچھ نہیں دینا پڑا کرتا مگر چونکہ اسنے اپنے ساجھیوں کا خیال نہیں کیا اور اُنکے حصہ میں تصرف کیا ہے تو گویا اسنے یہ غصب کے طور پر کیا ہے اس وجہ سے اُنکے عوض میں خونبہا کی دو تہائی اسکو دینی پڑیں گی۔

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا وغیر ذٰلک

(آدمی کا جانور کے نقصان کردینے یا جانور کا آدمی کے نقصان کر دینے وغیرہ کا بیان)

نکلجاتی ہو تو اُس میں ایسی چیزیں بنا لینی درست ہیں بشرطیکہ چلنے والوں کو اس سے کچھ تکلیف
نہ ہو اور سربند کوچہ میں (یعنی جو دوسری طرف کو نکلتا نہ ہو) بلا اجازت وہاں کے رہنے والوں کے
اس طرح کا تصرف کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے راستہ میں چبوترہ وغیرہ بنا لیا تھا اور
اور اُس سے ٹکرا کے یا اُوپر گر جانے سے کوئی آدمی مر گیا تو اس مرنے والے کی خونبہا اس چبوترے
والے کے کنبہ پر لازم ہوگی) جیسا کہ اگر کوئی رستہ میں کنواں کھود دے یا بھاری سی سل رکھدے
اور اس کنوئیں میں گر کے یا سل سے ٹھکرا کے کوئی آدمی مر جائے تو اس مرنیوالے کی خونبہا بھی
اس کنواں بنانے والے یا سل رکھنے والے کے کنبہ ہی کے ذمہ لازم ہوتی ہے اور اگر ایسے کنوئیں
وغیرہ کے باعث کسی کا جانور تلف ہو جائے تو اُس کا تاوان اس شخص کے مال میں سے لیا
جائیگا (یعنی جانور تلف ہونے کی صورت میں کنبے والے بری رہیں گے) اگر کسی شخص نے بادشاہ
کی اجازت سے رستہ میں یا اپنی زمین میں پاخانہ وغیرہ کے لیے کھتہ بنا لیا یا بادشاہ کی بلا اجازت
رستہ میں ایک لکڑی رکھدے یا پل بنایا اور کوئی شخص قصداً اُس لکڑی یا پل پر سے گزرنا
چاہے اور گر کے مر جائے تو ان چاروں صورتوں میں اُس شخص کے ذمہ کچھ تاوان نہ آئیگا
اگر کوئی شخص رستے میں کچھ بوجھ لئے ہوئے تھا وہ بوجھ کسی پر گر پڑا اور وہ دب کے مر گیا
تو اس بوجھ والے کو اس کا خمیازہ بھرنا پڑیگا۔ اور اگر کوئی چادر (وغیرہ) اوڑھے جاتا تھا وہ
ایک آدمی پر گر گئی (اور اتفاقاً وہ اس چادر ہی کے صدمہ سے مر گیا) تو چادر والے سے اس کا
مواخذہ نہیں ہونے کا۔ ایک محلہ کی ایک مسجد ہے کہ اُس میں محلہ والوں ہی میں سے ایک شخص
نے قندیل لٹکا دی یا بوریئے ڈالدیئے یا بجری بچھادی اور اس سے (اتفاقاً) کوئی آدمی
مر گیا تو اس قندیل وغیرہ والے سے مواخذہ نہیں ہونیکا ہاں اگر ان کاموں کا کرنیوالا محلہ
کا نہ ہو غیر ہو تو وہ اس خون کا ضامن ہوگا (اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ بھی ضامن نہیں ہونیکا
اسی پر فتویٰ ہے) اگر مسجد کے محلہ والوں میں سے کوئی مسجد میں بیٹھا تھا کہ اُسکے نیچے دبکر کوئی
آدمی مر گیا تو وہ ضامن ہوگا۔ بشرطیکہ محلہ والا نماز میں نہ ہو اور اگر نماز میں تھا اور اُسکے نیچے
کوئی دبکر مر گیا) تو ضامن نہیں ہونیکا

فصل فی الحائط المائل

(جھکی ہوئی دیوار کے احکام کی تفصیل)

پر کنبہ کو خونبہا دینی پڑ گئی تو وہ اس اونٹ باندھنے والے کے کنبے سے وصول کرلیں اگر کسی
نے اپنا گھوڑا وغیرہ اس طرح بھگایا کہ اُسے پیچھے سے ہانک دیا اور اُسکے بھاگتے ہی کوئی
آدمی مرگیا یا کسی کا کچھ مالی نقصان ہوگیا تو دونوں صورتوں میں اس بھگانے والے کو
یہ نقصان بھرنا پڑے گا۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور (مثلاً باز وغیرہ) یا کتا چھوڑا
اور پیچھے سے نہیں مارا یا کوئی جانور خود بخود ہی بھاگ پڑا۔ اور اُن سے کسی کی جان یا
مال کا نقصان ہوگیا خواہ رات ہو یا دن ہو یہ جانور والا ضامن نہ ہوگا۔ اگر کسی نے ایک
قصائی کی بکری کی آنکھ نکال لی تو اُس سے بکری کی قیمت میں جسقدر کمی آئیگی وہ
اسے بھرنی پڑیگی اور اگر کسی نے قربانی کے اونٹ یا گائے وغیرہ کی آنکھ نکال لی تو اسکے
بدلے میں اسی قیمت کا اونٹ یا گائے وغیرہ دینی پڑیگی۔ اور اگر کسی کے گھوڑے یا گدھے
کی آنکھ پھوڑ دی تو اس گھوڑے گدھے کی چوتھائی قیمت دینی پڑیگی ٭

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

(اسکا بیان کہ غلام کسی کا نقصان کردے یا غلام کا کوئی نقصان کردے)

ت اگر کسی لونڈی غلام نے بہت سے نقصان کردیئے ہوں تو اُسکے آقا کو فقط ایک
دفعہ ان نقصان والوں کے حوالے کردینا واجب ہے بشرطیکہ اس میں حوالے کرنیکی قابلیت
ہو (یعنی ان نقصانوں کے بعد اُسے آزاد نہ کردیا ہو) اور اگر اب وہ اس قابل نہیں ہے
(یعنی آقا نے اُسے آزاد کردیا ہے) تو وہ فقط ایک دفعہ اسکی قیمت نقصان والوں کو دیدے
(یعنی ہر ہر نقصان والے کو اُسکی پوری پوری قیمت دینی اسکے ذمہ نہیں ہے ایک دفعہ
کے دینے سے یہ بری ہوجائیگا) اگر کسی کے غلام سے خطاءً کوئی خون ہوگیا تھا اور آقا نے
وہ غلام بدلہ میں دیدیا تو مقتول کے وارث اس غلام کے مالک ہوجائینگے اب اگر
آقا چاہے تو خون کا عوض دیکر اپنے غلام کو واپس لے سکتا ہے۔ اگر آقا نے روپیہ دیکر غلام
واپس لے لیا تھا اور اُسنے پھر کوئی خون کردیا تو اس کا حکم مثل پہلے کے خون کے ہے۔
(کہ چاہے آقا غلام دیدے اور بعد میں چاہے تو واپس لے یا پہلے ہی سے روپیہ بھر دے) اگر کسی کے

ت اگر کسی سوار کی سواری کا جانور اپنی ٹانگوں سے آدمی کو یا کسی چیز کو کچل دے یا ٹکر مارے
یا کاٹ لے یا ٹاپ مارے تو سب صورتوں میں سوار پر ضمان آئیگا۔ ہاں اگر لات مار کے یا دم مار کے
کسی کا نقصان کر دے تو اس کا ضمان نہیں آئیگا۔ ہاں اگر سوار رستہ میں کھڑی کر دے تھی (اور پھر اُسنے
لات مار کے یا دم مار کے کسی کا نقصان کر دیا تو اس صورت میں بھی سوار کو نقصان بھرنا پڑے گا)
اگر کسی کی سواری کے اگلے یا پچھلے پیروں سے کوئی کنکر یا گٹھلی اُچھٹی یا سواری نے غبار یا
چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اُڑائے اور ان میں سے کوئی چیز کسی کی آنکھ میں لگ گئی اور آنکھ پھوٹ
گئی تو اس کا ضمان سوار پر نہیں آئیگا اور اگر سواری نے بڑے ڈھیلے اُڑائے (اور وہ کسی
کے لگ گئے) تو سوار پر ضمان آئیگا (کیونکہ یہ اُن سے بچ سکتا تھا کہ سواری کو ایسی جگہ کو نہ لیجاتا)
اگر کسی کی سواری نے رستہ میں لید یا پیشاب کر دیا تھا (اور اس پیشاب وغیرہ سے کوئی آدمی
تلف ہو گیا) تو اس سوار پر ضمان نہ ہو گا اگرچہ سوار نے اُسکے واسطے سواری کھڑی بھی کر دی
ہو ہاں اگر سوار نے اور کسی مطلب کیواسطے سواری کھڑی کی تھی اور اُسنے وہاں پیشاب وغیرہ
کر دیا اور اس سے آدمی تلف ہو گیا تو اب سوار پر ضمان آئیگا۔ اور (مذکورہ صورتوں میں سے جن جن
صورتوں میں سوار پر ضمان آتا ہے اُن ہی صورتوں میں ہانکنے والے اور رسا پکڑ کے آگے چلنے
والے پر بھی ضمان آتا ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ اگر کوئی جان سے مرجائے تو سوار کو اُس کا
کفارہ بھی دینا پڑتا ہے اور ان دونوں کے ذمہ کفارہ نہیں ہوتا (یعنی نہ لیجانے والے پر اور
نہ ہانکنے والے پر) اگر دو سوار یا دو پیادے آپس میں ٹکرا کے ایک دوسرے کے دھکے سے
مرجائیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کی خونبہا اُسکے کنبے کے آدمیوں پر ہو گی۔ اگر کسی نے
اپنے گھوڑے کو پیچھے سے ہانکا تھا اور (اتفاقاً) اُسکی کاٹھی وغیرہ) کسی کے اُوپر گر گئی جسکے
صدمہ سے وہ آدمی مر گیا تو ہانکنے والا ضامن ہو گا اور اگر کوئی اُونٹوں کی نکیل تھامے آگے
آگے جا رہا تھا کہ ایک اُونٹ کے پیر تلے ایک آدمی کچلا گیا اور وہیں مر گیا تو اُس مرنے والے
کی خونبہا اِس لیجانے والے کے کُنبے کو بھرنی پڑے گی۔ اور اگر اُسکے ساتھ کوئی آدمی پیچھے
سے ہانکنے والا بھی تھا تو اس صورت میں خونبہا دونوں کے ذمے ہو گی اور اگر اسی صورت میں
کسی نے اپنا اُونٹ قطار میں باندھ دیا تھا اور پھر خون ہونے پر آگے سے لیجانے والے کو

بھائی کو اپنی غلامی کیحالت میں قتل کیا تھا۔ اُسنے کہا نہیں تو نے تو آزاد ہونے کے بعد کیا ہے تو
اس صورت میں (یا تو مقتول کا بھائی گواہوں سے ثابت کرے ورنہ بالاجماع) غلام کے کہنے کا
اعتبار کیا جائیگا۔ اگر کسی نے اپنے آزاد کردہ لونڈی سے کہا کہ مَیں نے تیرا ہاتھ اُس وقت کاٹا
تھا کہ جب تو میری ملک میں تھی۔ وہ بولی نہیں تو نے تو آزاد ہونے کے بعد کاٹا ہے تو دیا تو کہنے
والا اپنے دعوے کو گواہوں سے ثابت کرے ورنہ) لونڈی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اور اُن سب
چیزوں کا یہی حکم ہے کہ جو آقا نے اپنی آزاد کردہ لونڈی سے لیلی ہوں (اور لونڈی کہے کہ تو نے
مجھے آزاد کرنے کے بعد لی ہے اور وہ دعوی کرے کہ پہلے لی ہے تو یا یہ اپنے دعوی پر گواہ لائے
ورنہ لونڈی کا اعتبار کیا جائیگا) سوائے صحبت کرنے اور محنت مزدوری کے روپے کے (کہ ان دونوں
میں اگر اختلاف ہو تو آقا ہی کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا) اگر مجھور غلام نے کسی آزاد لڑکے سے
ایک آدمی کے مار ڈالنے کو کہا اور لڑکے نے اُسکو مار ڈالا تو اس مقتول کی خونبہا لڑکے کے کُنبے
والوں پر ہوگی اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ ایک مجھور غلام نے دوسرے مجھور غلام سے کہکر
ایسا کرا دیا ہو (تو اب اس قاتل غلام کے آقا کو یا خونبہا بھرنی پڑیگی اور یا غلام دینا پڑیگا) اگر ایک غلام
نے دو آدمیوں کو قصدًا مار ڈالا اور دونوں مقتولوں کے دو وارث ہیں لیکن دونوں کے وارثوں
میں سے ایک ایک نے اپنا اپنا حق اس غلام کو معاف کر دیا تو اب اس غلام کا آقا باقی کے
دونوں وارثوں کو یا تو نصف غلام دیدے (اور نصف اپنی ملک میں رکھے) اور یا ان دونوں کو
پوری خونبہا دیدے اور اگر غلام نے دو خون کئے تھے ایک قصدًا کیا تھا اور دوسرا خطائً اور جو
قصدًا مقتول تھا اُسکے دو وارثوں میں سے ایک نے اپنا حق معاف کر دیا تو اب اس آقا کو اختیار
ہے کہ چاہے خطائً مقتول کے دونوں وارثوں کو پوری خونبہا دیدے اور نصف خونبہا قصدًا
مقتول کے دونوں وارثوں میں سے ایک کو دیدے (یعنی جسنے اپنا حق معاف نہیں کیا) اور چاہے
ان تینوں کے یہ غلام ہی حوالے کر دے کہ تینوں تین حصہ کر لیں (یعنی خود بیچ کے اسکی قیمت کے
تین حصہ کر لیں) اگر ایک غلام نے دو آدمیوں کا تھا اُسنے اِن دونوں کے رشتہ دار کو مار ڈالا
اور اُن میں سے ایک نے یہ خون اسکو معاف کر دیا تو اب مقتول کا سب خون مفت ہی گیا (یعنی

غلام نے ایک ہی دفعہ دو نقصان کر دیئے تو اب اُسکے آقا کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں نقصانوں کے عوض میں غلام دیدے اور چاہے دونوں کا روپیہ بھر دے۔ اگر آقا کو اپنے غلام کے نقصان کر دینے کی خبر نہیں تھی اُسنے آزاد کر دیا تو غلام کی قیمت اور نقصان کے تاوان میں سے جونسی رقم کم ہوگی وہ اِس آقا کو بھرنی ہوگی۔ اور اگر نقصان کرنے کی خبر تھی اور پھر آزاد کر دیا تو اب نقصان کا تاوان ہی بھرنا ہوگا جیسا کہ بیچنے کی صورت میں ہوتا ہے (کہ اگر غلام کے نقصان ہونے کی خبر ہونے پر اسکو بیچ ڈالا تو اب آقا کو تاوان ہی دینا پڑا کرتا ہے) اور اگر آقا نے اپنے غلام کی آزادی کو کسی شخص کے مار ڈالنے یا کسی کے تیر مارنے یا کسی کے زخمی کرنے پر معلق کر دیا تھا۔ (یعنی یوں کہدیا تھا کہ اگر تو ایسا کرے تو آزاد ہے) اور غلام مذکور نے اِن میں سے کوئی فعل کر دیا تو غلام آزاد ہو جائیگا اور ان قصوروں کا تاوان آقا ہی کو بھرنا پڑیگا۔ اگر کسی غلام نے ایک آزاد آدمی کا ہاتھ قصداً کاٹ دیا تھا اور ہاتھ کے بدلے میں یہ غلام ہی آزاد کو دیدیا گیا اور اُسنے آزاد کر دیا اور پھر اپنے ہاتھ کی تکلیف سے مرگیا تو یہ غلام اُس قصور کے عوض میں صلح ہے (یعنی اب اِس آزاد کے مرنے پر غلام کے ذمہ کچھ نہیں آئیگا) اور اگر اُسنے آزاد نہیں کیا تھا اور ہاتھ کی تکلیف سے مرگیا تو اُسکے وارث اِس غلام کو آقا کی طرف واپس کر دیں اور پھر اس غلام کو قصاص میں قتل کریں اگر قرضدار ماذون غلام سے خطاءً کوئی خون ہو گیا تھا آقا کو اُسکی خبر نہ ہوئی اُسنے غلام کو آزاد کر دیا تو اب آقا کو اس غلام کی دوہری قیمت بھرنی پڑیگی۔ ایک قیمت قرضخواہوں کے لیئے اور ایک مقتول کے وارثوں کے لیئے۔ اگر کسی ماذونہ قرضدار لونڈی کے اولاد ہو اور قرض کے ادا ہونے کی کوئی صورت نہ ہو تو قرض ادا کرنے کی غرض سے وہ لونڈی معہ بچے کے فروخت کر دیجائے اور اگر ایسی لونڈی خون کرے اور بعد میں اُسکے بچہ پیدا ہو تو خون کے بدلے میں یہ بچہ نہ دیا جائے (یعنی مقتول کے وارثوں کو صرف لونڈی ہی ملیگی) اگر غلام سے کسی نے یہ بیان کیا کہ تیرے آقا نے تجھے آزاد کر دیا ہے اسکے بعد اس کہنے والے کے کسی مورث کو اس غلام نے خطاءً قتل کر دیا تو اب یہ بیان کرنے والا اس غلام سے کچھ نہیں لے سکتا (کیونکہ اُسکے خیال میں جب یہ غلام آزاد ہے تو اب آقا سے اس کا مواخذہ نہ رہا اور چونکہ درحقیقت یہ غلام ہے تو اسکے کنبہ والوں سے بھی خون کا مواخذہ نہیں ہو سکتا) اگر آزاد شدہ غلام نے کسی سے یوں کہا کہ میں نے تیرے

کے آقا نے جو پہلے نقصان والے کو قیمت بھری ہے اسی میں سے یہ بھی حصہ بٹوا لے) اور اگر آقا نے حاکم کے حکم بغیر قیمت دیدی تھی تو اب دوسرے نقصان والے کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے نقصان کا مواخذہ اسکے آقا سے کرے اور چاہے پہلے نقصان والے سے کرے +

باب غصب العبد والمدبر والصبی والجنایة فی ذلک

(غلام - مدبر اور لڑکے کو غصب کرنے اور اُن میں کچھ نقصان کر دینے کا بیان)

ت اگر ایک غلام کا کسی نے ہاتھ کاٹ دیا تھا پھر اس ہاتھ کٹے کو کسی نے غصب کر لیا اور غاصب کے ہاں یہ اسی ہاتھ کی تکلیف سے مر گیا تو اب اس غاصب کو ہاتھ کٹے غلام کی قیمت اسکے آقا کو دینی پڑیگی - اگر کسی نے ایک غلام غصب کر لیا تھا اور دوسرے شخص نے اس غاصب کے ہاں اسکا ہاتھ کاٹ دیا اور اسکی تکلیف سے وہ غلام مر گیا تو یہ غاصب اس غلام سے بری ہو گیا (کیونکہ اب اس غلام کا سب تاوان وہی دیگا جسنے اسکا ہاتھ کاٹا ہے) اگر ایک مہجور غلام نے اپنے ہی جیسا غلام غصب کر لیا اور اسکے پاس آکے وہ مر گیا تو یہ ضامن ہے (یعنی اس مہجور کو اسکی قیمت بھرنی پڑیگی - مگر چونکہ مہجور ہے اسلئے اسکے آزاد ہونیکے بعد قیمت دینی ہوگی) اگر کسی نے ایک مدبر غلام غصب کر لیا تھا اور اس مدبر نے غاصب کے ہاں کوئی خون کر دیا بعد میں وہ مدبر اپنے آقا کے ہاں آگیا اور آقا کے ہاں آکے اور خون کر دیا تو اول تو یہ آقا اُس مدبر کی قیمت ان دونوں مقتولوں کے وارثوں کو دیدے اور پھر اسکی نصف قیمت غاصب سے وصول کرے (کیونکہ ایک خون اُسنے غاصب کے یہاں بھی کیا تھا اسکا تاوان غاصب ہی کے ذمہ ہے) اور یہ نصف قیمت بھی پہلے ہی مقتول کے وارثوں کو دیدے (کیونکہ پہلے وہی تمام قیمت کے مستحق ہوئے تھے - دوسرے مقتول کے وارث اسوقت اسکے مزاحم اور شریک نہ تھے تو انکے حق میں کمی کیسے کیجائے) اور اسکے بعد جو قیمت نصف اس آقا نے اپنے پاس سے دی ہے یہ بھی غاصب سے وصول کرے (اور یہ اپنے پاس رکھے اور غاصب سے ساری قیمت لیجانیکی یہ وجہ ہے کہ جب اسکے ہاں خون ہوا تو ساری قیمت کا دیندار وہ ہو چکا تھا مگر چونکہ مدبر پھر اپنے آقا کے ہاں آگیا تھا اسوجہ سے قیمت کے یہ ٹکڑے کرنے پڑے) اور اس صورت کے عکس میں دوبارہ

دوسرا وارث اس معاف کرنے والے سے اب کچھ مواخذہ نہیں کر سکتا) یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین اسکے خلاف ہیں **فصل** اگر کسی نے ایک غلام خطاءً مار ڈالا تو اُس قاتل سے اسکے آقا کو اس غلام کی قیمت دلائی جائیگی اگر وہ دس ہزار درم کا یا اس سے بھی زیادہ قیمت کا تھا۔ تو ایک ہزار سے دس درم کم دلائے جائینگے (کیونکہ دس ہزار درم تو آزاد آدمی کی خونبہا ہوتی ہے لہذا غلام اس صورت میں آزاد سے نہیں بڑھ سکتا)۔ اور اگر کوئی لونڈی کو مار ڈالے اور وہ پانچ ہزار درم کی ہو تو اُس کی قیمت میں سے بھی دس درہم کم دلائے جائینگے ہاں مغصوب[له] کی صورت میں قیمت کتنی ہی ہو بہر صورت پوری ہی دینی پڑیگی۔ آزاد آدمی کے اعضا کا نقصان کرنے پر جو مقدار اسکی خونبہا میں سے لی جاتی ہے اسی حساب سے غلام کے اعضا میں نقصان کرنے پر اسکی قیمت کا حصہ لیا جائیگا مثلاً اگر کسی نے ایک غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا تو اُس کاٹنے والے سے اس غلام کی نصف قیمت لیجائیگی (خواہ کتنی ہی ہو) اگر ایک غلام کا کسی نے ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ آقا نے اُس غلام کو آزاد کر دیا اور اب یہ غلام اس ہاتھ کی تکلیف سے مر گیا اور آقا کے سوا اسکے اور وارث بھی ہیں تو اس صورت میں اس غلام کا قصاص نہیں لیا جائیگا (کیونکہ اب یہ تعین نہ رہی کہ یہ قصاص آقا لے۔ یا وارث لیں) اور اگر آقا کے سوا اور کوئی وارث نہ تھا تو اب ہاتھ کاٹنے والے سے قصاص لیا جائیگا (کیونکہ اس صورت میں قصاص لینے کا مستحق آقا ہی ہے) اگر ایک شخص کے دو غلام ہیں اُسنے دونوں سے یوں کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر کسی نے اُن دونوں کے سر پھوڑ دیئے اور اب آقا نے یہ بیان کیا کہ میں نے فلاں غلام کے آزاد کرنے کی نیت کی تھی تو اس صورت میں دونوں کے زخموں کا اس آقا ہی کو ملیگا۔ اگر ایک غلام کی کسی نے دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اب اس غلام کے آقا کو اختیار ہے کہ چاہے یہ اندھا غلام اسکو دیدے اور آپ اسکی پوری قیمت لیلے اور یا صبر کر لے اور اس اندھے ہی کو رکھ لے اور اس شخص سے نقصان کا عوض کچھ نہ لے۔ اگر کوئی مدبر یا ام ولد خون وغیرہ کر دے تو اُنکی قیمت اور نقصان کے تاوان میں جونسی رقم کم ہوگی وہی اِنکے آقا کو بھرنی پڑیگی پس اگر آقا نے حاکم کے حکم سے ایک قصور میں قیمت بھر دی تھی اور اُسنے اب دوسرا قصور اور کر دیا تو یہ دوسرا نقصان والا بھی پہلے ہی نقصان والے کے شریک ہو جائے (یعنی اس مدبر وغیرہ

[له] یعنی اگر کسی نے غلام غصب کر لیا تھا اور غاصب کے پاس وہ غلام مر گیا تو غاصب پر اس غلام کی پوری قیمت دینی پڑیگی خواہ دس ہزار سے بھی زیادہ ہو

پچاس آدمیوں سے جنکو مقتول کا وارث چھانٹ لے قسم لیجائے وہ سب کے سب اس طرح قسم
کھائیں کہ اللہ کی قسم ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں اسکے قاتل کی خبر ہے اگر وہ پچاس کے
پچاس اس طرح قسم کھالیں تو پھر سارے محلہ والوں کے ذمے اس مقتول کی خونبہا ہوگی اور
اگر مقتول (کا وارث بھی وہیں رہتا ہو یا اور کہیں رہتا ہو تو دونوں صورتوں میں (اس) کو قسم
نہیں دیجائیگی اگر اس پچاس سے میں کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو اسکو فوراً جیلخانے میں
بھیجدیا جائے جبتک کہ وہ قسم نہ کھائے وہیں رہے اور اگر محلہ کے قسم کھانے والے پچاس
نہ ہوں تو ان ہی کو دوبارہ قسمیں دیکر پوری پچاس قسمیں کرلیجائیں (مثلاً اگر پچیس ہوں تو
ان سب کو دو دفعہ قسم دیجائے اور اگر دس ہی ہوں تو سب کو پانچ پانچ دفعہ اور اگر چالیس
ہوں تو فقط دس آدمیوں کو دو دفعہ قسم دے لینگے) اور لڑکے۔ سودائے۔ عورت اور غلام پر
یہ قسم نہیں آسکتی (یعنی ایسے مقدمہ میں انھیں قسم دینی نہیں چاہیئے) اگر کسی محلہ میں سے کوئی
ایسی میت ملے کہ جسکے بدن پر زخم کا یا مار کا نشان نہ ہو یا اسکی ناک سے یا منہ سے یا پاخانہ
کی جگہ سے خون جاری ہو تو اس صورت میں نہ محلہ والوں پر قسم ہے اور نہ انکے ذمے خونبہا ہے
ہاں اگر آنکھوں سے یا کانوں سے خون جاری ہو تو اس وقت قسم وغیرہ لیجائیگی۔ کیونکہ ان
دونوں اعضا سے خون بدون ضرب شدید کے نہیں بہا کرتا۔ اگر کوئی مقتول کسی گھوڑے
وغیرہ پر سے لدا ہوا ملے اور اس سواری کو کوئی آگے سے پکڑے لیئے جاتا ہو یا پیچھے سے
ہانکتا ہو یا اوپر سوار ہو تو تینوں صورتوں میں اس مقتول کی خونبہا اس ساتھ والے کے کنبے کے
ذمہ ہوگی۔ اگر کوئی گھوڑا وغیرہ جس پر مقتول لدا ہوا ہو دو گاؤں کے درمیان میں پکڑا جائے تو
(اسکے ساتھ کوئی نہ ہو) تو جو گاؤں وہاں سے زیادہ قریب ہوگا وہاں کے رہنے والوں پر قسم اور
خونبہا لازم ہوگی (اور اگر دونوں برابر فاصلے پر ہیں تو دونوں کے ذمہ ہوگی) اگر کوئی مقتول کسی کے
مکان میں سے ملے (اور صاحب مکان اس خون سے بالکل لاعلمی ظاہر کرے) تو صاحب مکان
کو پچاس قسمیں کھانی ہونگی اور خونبہا اسکے کنبے قبیلے کے ذمہ ہوگی اور اول قسامۃ جاگیرداروں
پر واجب ہوتی ہے نہ کہ رہنے والوں اور خریدنے والوں پر ف یعنی اگر کسی گاؤں والوں سے
خون کی بابت قسم لینے کی ضرورت ہوگی تو جن لوگوں کو بادشاہ نے وہ گاؤں جاگیر کے طور پر دیا

نصف قیمت جو غاصب سے لیجاتی ہے وہ اس سے نہیں لیجائیگی **ف** اس صورت کا عکس یہ ہے کہ مثلاً ایک مدبر نے اول اپنے آقا کے ہاں خون کر دیا تھا بعد میں اُسے کسی نے غصب کر لیا اور غاصب کے ہاں اُسنے اور خون کر دیا تو اس صورت میں غاصب سے فقط نصف ہی قیمت لیجائیگی جو دوسرے مقتول کے وارثوں کو دیجائیگی اور آقا پوری قیمت کا تاوان پہلے مقتول کے وارثوں کو بھرے گا **ت** اور اس حکم میں غلام مثل مدبر کے ہے کہ غلام کی صورت میں آقا یہ غلام ہی مقتول کے وارثوں کے حوالے کرنا پڑتا ہے اور مدبر کی صورت میں اُسکی قیمت دینی پڑتی ہے - اگر ایک مدبر نے اپنے غاصب کے ہاں کوئی خون کر دیا پھر غاصب نے وہ مدبر اُسکے آقا کو دیدیا اور دیکر پھر غصب کر لیا اور اُسنے دوبارہ اُسکے ہاں اور خون کر دیا تو اس صورت میں آقا کے ذمہ یہ بات لازم ہے کہ اس مدبر کی قیمت ان دونوں مقتولوں کے وارثوں کو دیدے اور دینے کے بعد اس مدبر کی پوری قیمت غاصب سے لے اور اس قیمت میں سے بھی آدھی قیمت پہلے مقتول کے وارثوں کو دے دکیونکہ وہ مستحق کل قیمت کے تھے اور پہنچی اُنکو آدھی ہی تھی اور بعد اُسکے یہ آدھی بھی دی ہوئی اُسی غاصب سے وصول کرے کیونکہ مدبر نے دونوں خون اُسی کے ہاں کئے تھے اس لیئے دونوں کا خمیازہ اُسی اکیلے کو بھگتنا پڑے گا) اگر کسی نے ایک آزاد لڑکا غصب کر لیا جو اُسکے ہاں آکے ناگہاں یا بخار سے مر گیا تو غاصب پر اس کا ضمان نہ آئیگا دکیونکہ ضمان تو مال کا آیا کرتا ہے اور آزاد مال نہیں ہوتا - دوسرے یہ کہ اسکے مرجانے میں غاصب کی کوئی خطا نہیں ہے) اور اگر اس لڑکے پر بجلی گر گئی یا سانپ نے ڈس لیا اور مر گیا تو اُسکی خونبہا غاصب کے کنبے قبیلہ کے ذمہ ہوگی - جیسا کہ کوئی غلام بطور امانت کے کسی لڑکے کے سپرد کر دیا جائے اور وہ لڑکا کسی صورت سے اِس غلام کو مار دے (تو اس غلام کی قیمت بھی اُس لڑکے کے کنبے قبیلے ہی کے ذمہ ہوا کرتی ہے) اگر کوئی نابالغ لڑکے کے پاس بطور امانت کے کھانا رکھدے اور وہ لڑکا اُسے کھا پی لے تو لڑکے پر ضمان نہیں آتا ؛

کتاب القسامۃ

(خون کے مقدمہ میں محلہ والوں پر قسم آنیکا بیان)

ت اگر کسی محلہ میں سے کوئی مقتول ملے اور اُسکے قاتل کا پتہ نہ چلے تو محلہ والوں میں سے

اگر ان میں سے کوئی یوں بیان کرے کہ یہ خون تو (مثلاً) زید ہی نے کیا ہے تو (اس دعوے پر) اسکو یوں قسم دیجائیگی کہ خدا کی قسم یہ خون میں نے نہیں کیا اور نہ مجھے اسکے قاتل کی خبر ہے۔ سوائے زید کے اگر کسی محلہ پر قسامت آنیکے بعد اُس محلہ والے یوں گواہی دیں کہ یہ خون تو دوسرے محلہ والے نے کیا ہے یا انہیں میں سے ایک خاص شخص کا نام لینے لگیں تو انکی یہ گواہی اور بیان قابلِ سماعت نہو گا (کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے دوسرے کا نام اپنی جان بچانے اور اپنے ذمہ سے الزام رفع کرنے کے لئے لیا ہو۔

کتاب المعاقل

(خونبہاؤں کے ادا کرنیوالوں کا بیان)

ت معاقل معقلہ کی جمع ہے اور معقلہ خونبہا کو کہتے ہیں جو خونبہا محض خون کر دینے پر آئے وہ قاتل کے عاقلہ کے ذمّہ ہوتی ہے **ف** محض خون کر دینے کی قید سے وہ خونبہا نکل گئی جو صلح کر دینے کے باعث دینی آئی ہو یا شبہۃً دینی پڑی ہو مثلاً باپ نے اپنے بیٹے کو قصداً مار دیا ہو تو اِن دونوں صورتوں میں خونبہا خاص قاتل ہی کے مال میں سے دیجاتی ہے کنبہ والوں سے نہیں لیجاتی **ت** اگر قاتل کسی دفتر میں ملازم ہے تو اُسکے عاقلہ اُسی دفتر کے ملازمین ہونگے اُن سب دفتریوں کی تنخواہوں میں سے یہ خونبہا تین سال میں (قسط وار) وصول کر لیجائے اور انکی تنخواہیں تین برس سے زیادہ میں یا کم میں وصول ہوں تو اُسی وقت مجرا کر لیجائے (یعنی تین برس سے کم میں وصول ہوں تو اُسوقت وصول کر لو ورنہ بعد میں جب وصول ہوں جب ہی مجرا کرنا) اور اگر قاتل دفتر والوں میں سے نہیں ہے تو اُسکے عاقلہ اُسکے خاندان کے لوگ ہیں (یعنی برادری میں جو اُسکے قریبی رشتہ دار ہوں) اُن سے خونبہا تین برس میں قسط وار وصول کیجائے۔ یعنی ہر سال میں فی کس ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم لیا جائے اس حساب سے تین سال میں ہر آدمی سے چار درم سے زیادہ نہیں لئے جائینگے (بلکہ یا تو تین ہی درم وصول ہونگے اور یا زیادہ سے زیادہ چار ہونگے) اگر اس قبیلے کے آدمی اتنے نہوں کہ ان میں ساری خونبہا کا روپیہ اس حساب سے وصول ہوسکے (بلکہ آدمی کم ہونے کے باعث روپیہ باقی رہجاتا ہے) تو ان میں عصبات کی ترتیب سے ان ہی کا قریبی رشتہ دار قبیلے اور ملا لئے جائینگے۔ اور قاتل بھی عاقلہ

ہوگا یعنی جو وہاں کے اصلی زمیندار ہونگے اُنسے لیجائیگی نہ کہ اُن لوگوں سے کہ جو رعیت کے طور پر یہاں رہتے ہوں یا جنہوں نے یہ گاؤں اب خرید لیا ہو مترجم ت اور اگر اُن جاگیرداروں میں سے کوئی نہ رہا ہو تو اب خریدنے والوں پر قسم آئیگی۔ اگر کوئی مقتول کسی مشترک حویلی میں سے ملے اور اُسکے شرکا برابر کے حصہ دار نہ ہوں (بلکہ کسی کا آدھا ہو کسی کا تہائی یا چوتھائی) تو خونبہا اور قسامۃ اُنکی گنتی پر ہوگی (اور اُنکے حصوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا جائیگا) اگر کسی نے ایک مکان بیچ کر دیا تھا اور خریدنے والے نے ابھی اسپر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہاں سے ایک لاش مل گئی تو اُسکی خونبہا (وغیرہ) بیعنامہ کرنے والے کے کنبے کے ذمہ ہوگی۔ اور اگر مکان وغیرہ کی بیع اختیار کے ساتھ ہوئی تھی (یعنی بایع مشتری میں سے کسی نے واپس کر دینے کا اختیار لے لیا اور اس اختیار ہی کی مدت میں وہاں سے لاش مل گئی) تو یہ مکان وغیرہ جسکے قبضہ میں ہوگا اُسکی خونبہا اُسی کے کنبے کے ذمہ ہوگی مگر یہاں قابض کے کنبہ والے ابھی خونبہا ادا نہ کریں جبتک کہ اس بات کے گواہ نہ گزر جائیں کہ یہ مکان اسی کا ہے جس کے قبضہ میں ہے۔ اگر کشتی میں سے کوئی لاش ملے تو اُسکی خونبہا وغیرہ جو اس میں سوار ہوں یا ملاح وغیرہ ان سب ہی کے ذمہ ہوگی اور اگر محلہ کی مسجد میں سے ملے تو اُس محلہ والوں کے ذمہ ہوگی۔ اور اگر جامع مسجد میں سے یا شارع عام میں سے ملے تو اس صورت میں قسامت نہ ہوگی۔ ہاں بیت المال سے اسکی خونبہا دیجائیگی اگر جنگل میں سے یا دریا کے بیچ میں سے کوئی لاش ملے تو اُسکی کچھ بازپرس نہ کیجائیگی اور اگر دریا کے کنارے پر اٹکی ہوئی ملے تو جو گاؤں اس طرف سے زیادہ قریب ہوگا وہیں کے باشندوں سے بازپرس ہوگی۔ اگر کوئی مقتول محلہ میں سے ملا تھا اور اس مقتول کے وارث نے اِس محلہ والوں کے سوا اور کسی پر خون کا دعوی کر دیا تو ان محلہ والوں کے ذمہ سے قسامت جاتی رہیگی اور اگر محلہ والوں ہی میں سے کسی ایک شخص پر دعوی کیا ہے تو اب انکے ذمہ سے قسامت نہیں جائیگی اگر ایک قوم میں تلواروں سے مٹھ بھیڑ ہوئی اور بعد میں ایک مقتول کو چھوڑ کے سب چلے گئے۔ تو جس محلہ میں یہ تکرار ہوئی ہو اُس مقتول کی قسامت اور خونبہا وہیں والوں پر ہوگی ہاں اگر مقتول کا وارث اُن ہی لوگوں پر دعوی کرے کہ جو تلواریں لیکر چڑھے تھے یا اُن میں سے ایک خاص آدمی پر دعوی کرے تو اب محلہ والوں پر قسامت نہیں آئیگی۔ جن محلہ والوں سے قسم لیجا رہی ہے

مقرر کرے اُسے وصی کہتے ہیں) ت موصی کو اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنی درست نہیں ہے (یعنی مثلاً تین سو روپیہ میں سے ایک سو روپیہ یا اس سے کم کسی کو دینے کی وصیت کرے تو یہ درست ہے اور اس تہائی سے زیادہ کی وصیت درست نہیں ہے) اور نہ اپنے قاتل کے لئے درست ہے اور نہ اپنے کسی خاص وارث کے لئے (مگر ان تینوں صورتوں میں ناجائز ہونا اس شرط پر ہے کہ اگر اور ورثہ اس وصیت کو ناجائز رکھتے ہوں اور اگر سب خوشی سے اسکی تعمیل کی اجازت دیدیں تو پھر منع نہیں ہے) اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کے لئے وصیت کرے یا ذمی کسی مسلمان کے لیئے وصیت کرے تو یہ دونوں وصیتیں درست ہیں۔ اور موصیٰ لہٗ کی طرف سے وصیت کو قبول کرنیکا اعتبار موصی کے مرنے کے بعد ہوتا ہے اور اُسکی زندگی میں قبول کرنا یا انکار دونوں بیکار ہیں (یہانتک کہ اگر اُسکی زندگی میں یوں کہدیا تھا کہ اسکی وصیت کا روپیہ لینا ہمیں منظور نہیں ہے اور اسکے مرنیکے بعد کہدیا کہ میں لیتا ہوں تو اسکا یہ قبول کرنا درست ہوگا۔ اور روپیہ اسکو ملیگا) اور مستحب یہ ہے کہ آدمی تہائی مال سے کم ہی کی وصیت کرے اور جب وصیت کی چیز کو موصیٰ لہٗ قبول کرلے تو وہ چیز اُسکی ملکیت ہو جاتی ہے (برابر ہے کہ اُسکے قبضہ میں آئی ہو یا نہ آئی ہو) ہاں اگر موصی یعنی وصیت کرنے والے کے مرتے ہی یہ موصیٰ لہٗ بھی مرجائے اور اس قبول کرنے تک بھی مہلت نہ ملے تو ایسی صورت میں اسکے قبول کئے بغیر ہی وہ چیز اسکی ملک ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کے ذمے اتنا قرض ہو کہ جسقدر مال اُسکے پاس ہے وہ سب قرضہ ہی میں چلا جاویگا تو ایسے قرضدار کی وصیت درست نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی لڑکا نابالغ) یا مکاتب کچھ وصیت کرنے لگے تو بھی درست نہیں ہے اور حمل کے لیئے وصیت کرنی درست ہے (مثلاً کوئی یوں کہے کہ اس عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکو میرے روپیہ میں سے اتنا دیدینا) اور کسی کے حق میں حمل کی وصیت کرنی بھی درست ہے (مثلاً کوئی یوں کہے کہ میری لونڈی کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلاں شخص کو دیدینا تو یہ بھی جائز ہے۔) بشرطیکہ وصیت کے وقت سے لیکر چھ مہینے سے کم میں اُس لونڈی کے بچہ ہو جائے (اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوگا تو وصیت بیکار ہوگی۔ کیونکہ وصیت کیوقت حمل ہونیکا یقین نہ رہیگا) اور حمل کیواسطے کوئی چیز ہبہ کرنی درست نہیں ہے (کیونکہ ہبہ میں جسکے لئے ہبہ کیا جائے اسکا

سکے ایک آدمی جیسا شمار کیا جائیگا (یعنی جیسے عاقلہ میں فیکس تین درم یا چار درم وصول ہوا کرتے ہیں اسی طرح اس قاتل سے بھی وہی تین یا چار درم وصول کئے جائینگے اس سے زیادہ کچھ نہیں لیا جائیگا) اور آزاد کردہ غلام کے عاقلہ اسکے آزاد کرنے والے کی برادری کے لوگ ہونگے اور مولی موالات کا عاقلہ ایک تو وہی شخص ہے کہ جسکے ہاتھ پر اسنے عقد موالات کی ہے اور اسکے علاوہ اس شخص کی برادری کے لوگ ہونگے۔ **ف** مولی موالات کی تفصیل پیچھے مذکور ہوچکی ہے یعنی اُسے کہتے ہیں کہ ایک پردیسی کسی شہر وغیرہ میں آکر رہنے لگے اور وہاں کے کسی باشندے کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر یہ معاہدہ کرلے کہ میں تیرے نفع ونقصان کا شریک ہوں اور تو میرے نفع و نقصان کا شریک ہے یعنی اگر مجھ سے کوئی خطا قصور سرزد ہوکر کہیں جرمانہ وغیرہ دینا آجائے تو وہ بھی تمہیں دینا ہوگا اور اگر میں مرجاؤں تو جو کچھ میرے پاس ہے اسکے بھی مالک تم ہی ہوگے دونوں طرف سے جب یہ معاہدہ طے ہوجائے تو اس کا نام عقد موالات ہے **ت** اور غلام کے خون وغیرہ کرنے کا تاوان (یعنی خونبہا وغیرہ) عاقلہ کے ذمے نہیں ہوتی اور نہ اُس خون کی کہ جو کسی نے قصداً کیا ہو (بلکہ ایسی صورت میں قاتل سے قصاص لیا جاتا ہے) اور جو روپیہ مدعا علیہ کو صلح ہونے پر دینا پڑے یا مدعا علیہ کے اقرار کرلینے کے باعث دینا آئے تو یہ بھی عاقلہ کے ذمے نہیں ہوتا (بلکہ یہ روپیہ مدعا علیہ ہی کے ذمے ہوتا ہے) ہاں اگر مدعا علیہ کے اقرار کرنے پر عاقلہ بھی اسکی تصدیق کرلیں تو اب عاقلہ کو دینا ہوگا۔ اگر کوئی آزاد آدمی خطاءً کسی غلام کا کچھ نقصان کرے تو اسکا تاوان جسقدر بھی ہو آزاد کے عاقلہ کو بھرنا پڑیگا۔ **ف** اس مسئلہ سے یہ صاف معلوم ہوگیا کہ خطاءً جو بھی تاوان دینا آئیگا وہ مجرم کے عاقلہ کو بھرنا پڑیگا برابر ہے کہ مجنی غلام ہو یا آزاد آدمی ہو اس سے کچھ تاوان میں فرق نہیں آتا۔

کتاب الوصایا

(وصیتوں کا بیان)

ت وصیت اسے کہتے ہیں کہ آدمی مرنے سے پہلے یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز فلاں شخص کو ملجائے اور وصیت کرنا مستحب ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ جو شخص وصیت کرے اُسکو موصی یعنی وصیت کرنیوالا کہتے ہیں اور جسکے لئے وصیت کرے اسکو موصی لہٗ اور جسکو اس وصیت کی تعمیل کے لئے۔

مثلاً موصی کے دو غلام تھے ایک گیارہ سو روپیہ کی قیمت کا اور دوسرا چھ سو کی قیمت کا موصی نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرا گیارہ سو والا غلام تو سو میں زید کو دیدینا اور چھ سو والا سو میں عمرو کو دیدینا اور ان غلاموں کے سوا اور کچھ مال اس کے پاس نہیں ہے اور ورثہ اس وصیت کو منظور نہیں کرتے تو چونکہ اس وصیت میں زید کے لئے ایکہزار کی رعایت ہوئی ہے تو گویا اس ہزار کی موصی نے اسکے لئے وصیت کی ہے علیٰ ہذا القیاس عمرو کے لئے چونکہ پانسو کی رعایت ہوئی ہے تو گویا اسکے لئے بھی انکی وصیت کی ہے۔ پس اگر اسکو ورثہ منظور کر لیتے تو کچھ جھگڑا ہی نہ تھا لیکن اب بھی ان دونوں کی یہ محابات برابر جاری ہوگی۔ زید کو جو ایکہزار کی محابات ہوئی تھی تو اسکو ایکہزار دیئے جائینگے اور عمرو کے لئے پانسو کی محابات ہوئی تھی اسے پانسو ملیں گے۔ پس اگر یہ مثل اور وصیتوں کے ہوتی تو زید کو پانسو چھتیس [۲۳۵] اور ایک درم کی دو تہائی سے زیادہ نہ ملتا۔ مگر محابات کیوجہ سے یہاں وہ وصیت کا قاعدہ جاری نہ ہوگا۔ اور سعایہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی جن میں ایک ہزار کا تھا اور دوسرا دو ہزار کا اور انکے سوا اور اسکے پاس مال بھی نہیں ہے پس اگر ورثہ اسکو منظور کرلیں تو یہ دونوں آزاد ہوجائینگے اور اگر وہ منظور نہ کریں تو ایک تہائی سے آزاد ہونگے۔ اور مال کی تہائی ایکہزار روپیہ ہے تو جس کی قیمت ایکہزار تھی اسکا تہائی حصہ تو مفت آزاد ہوجائیگا جو تین سو تینتیس اور ایک روپیہ کا ایک تہائی حصہ ہوتا ہے اور باقی اپنی دو تہائی قیمت اسے کما کر دینی پڑیگی۔ اور جسکی قیمت دو ہزار ہے وہ اس سے دُگنا کما کر دیگا یعنی چھ سو چھیاسٹھ روپے اور ایک روپیہ کی دو تہائی اور ایک تہائی حصہ اسکی قیمت کا بھی مفت آزاد ہوجائیگا۔ اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کے لئے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے دو ہزار کی اور انکے سوا اور کچھ مال اسکے پاس نہیں ہے اور ورثہ نے یہ وصیت منظور نہیں کی تو سارے مال کا ایک تہائی حصہ یعنی ایک ہزار ان دونوں میں تین حصہ ہو کر بٹ جائیگا۔ جسے ایکہزار کی وصیت تھی اسے ہزار کی تہائی یعنی تین سو تینتیس [۳۳۳] اور ایک روپیہ کی تہائی ملیگی اور جسکے لئے دو ہزار کی وصیت تھی اسے اسکا دُگنا یعنی

ت اگر کسی نے یہ وصیت کی فلاں شخص کو میرے بیٹے کا حصہ دیدینا تو یہ وصیت باطل ہے کیونکہ

قبضہ ہونا شرط ہے اور حمل قبضہ نہیں کر سکتا) اگر کسی نے اپنی لونڈی کی کسی کے لیئے وصیت کی اور اُسکے حمل کو استثنا کر لیا (مثلاً یوں کہا کہ میری یہ لونڈی فلاں شخص کو دینا مگر اُسکے پیٹ میں جو بچہ ہے یہ دینا) تو یہ وصیت اور استثنا دونوں درست ہیں (یعنی اُس موصی لہ کو یہ لونڈی ہی ملیگی اور اُسکا بچہ نہیں ملیگا) اور وصیت کرنیوالے کو اپنی وصیت سے پھرنا جائز ہے خواہ زبانی کہکر پھر جائے (کہ مَیں نے جو وصیت کی تھی وہ میں واپس لیتا ہوں) یا کوئی فعل ایسا کرے کہ جو وصیت سے پھرنے کی دلیل ہو مثلاً جس چیز کی وصیت کی ہو وہ کسی کے ہاتھ بیع کردے یا ہبہ کردے۔ یا کپڑے کی وصیت کی پھر اُسے ہونٹ لے یا بکری کی وصیت کرکے پھر اُسے ذبح کرلے) اور فقط وصیت کا انکار کر دینے سے پھرنا ثابت نہیں ہوئیگا +

باب الوصیۃ بثلث المال ونحوہ

(تہائی مال وغیرہ کی وصیت کرنے کا بیان)

ت اگر کسی نے ایک تہائی مال کی ایک شخص کے لیئے وصیت کی تھی اور دوسری تہائی کی دوسرے شخص کے لئے اور وارث اس دو تہائی مال کی وصیت پر رضامند نہیں تو ایک ہی تہائی مال ان دونوں کو برابر تقسیم کر دینگے اور اگر ایک کے لیئے ایک تہائی کی وصیت کرکے دوسرے کے لئے ایک چھٹے حصہ کی کردی (اس صورت میں دونوں وصیتیں نصف مال کی ہوئیں اور ورثہ نصف دینے پر بھی رضامند نہ ہوئے) تو اب ایک تہائی مال ان دونوں میں تقسیم کر دینگے کہ اس تہائی میں سے دو حصے پہلے شخص کے اور ایک حصہ دوسرے کا (غرض کہ اس تہائی کے پھر تین حصہ کر لیئے جائینگے) اور اگر اول ایک شخص کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کردی پھر دوسرے کے لیئے تہائی مال کی اور ورثہ نے اس وصیت کو منظور نکیا تو (امام صاحب کے نزدیک) اس کا تہائی مال ان دونوں کو نصفا نصف دیا جائیگا۔ موصی لہ کا حصہ تہائی سے زیادہ نہ ٹھیرایا جائے سوائے تین صورتوں محابات ، سعایہ اور دراہم مرسلہ کے ف محابات کے معنی بیع میں رعایت کر دینے کے ہیں مثلاً سو کی قیمت کی چیز کوئی سو روپے میں دیدے وصیت میں محابات کی یہ صورت ہوگی کہ

تو اُسکے مرنے کے وقت جو چیز اُسکی ملکیت ہوگی اُسکی ایک تہائی موصی لہٗ کو ملیگی۔ اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وصیت اپنی ام ولدوں اور فقیروں اور مسکینوں کے لئے کی اور ام ولدیں تین ہیں۔ تو اس موصی کے تہائی مال کے پانچ حصہ کرلیں گے ان میں سے تین حصے تینوں ام ولدوں کے اور ایک حصہ فقیروں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا۔ اگر کسی نے یوں وصیت کی کہ میرے مال میں سے ایک تہائی زید اور مسکینوں کو دینا تو تہائی میں سے نصف زید کو دینگے اور نصف مسکینوں کو۔ اگر ایک شخص نے ایک آدمی کے لئے سو روپیہ کی وصیت کرکے دوسرے کے لئے اور سو روپیہ کی وصیت کردی اور پھر تیسرے کے لئے یوں کہدیا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے شریک کردیا ہے تو اس تیسرے کو اُن دونوں کے سو سو میں سے ایک تہائی ملیگی۔ اور اگر ایک شخص[1] کے لئے چارسو کی وصیت کی۔ اور دوسرے کے لئے دوسو کی اور بعد میں تیسرے سے کہدیا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے شریک کردیا ہے تو یہ تیسرا ان دونوں سے نصف نصف بٹوالیگا (یعنی دوسو پہلے سے لے لیگا اور سو دوسرے سے) اگر کسی نے مرتے وقت یہ کہا کہ میرے ذمے قرض ہے (اور قرض کی مقدار بیان نہ کی) اور وارثوں نے اُسکے کہنے کو مان لیا تو اب قرضخواہ سے بیان کرائینگے اور (اس) کا دعوی تہائی ترکہ تک منظور کیا جائیگا۔ (اور تہائی سے زیادہ میں دعوی منظور نہیں کیا جائیگا) اگر کسی نے (اپنے ذمے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرنے اور ورثہ کی تصدیق کرلینے کے بعد) بہت سی وصیتیں کیں تو اب اس موصی کے مال میں سے ایک تہائی مال وصیت والوں کے لئے اور دو تہائی وارثوں کے لئے الگ الگ کرلیا جائیگا اور پھر دونوں فریق سے یہ کہدیا جائیگا کہ قرضہ کے مدعی کا تم جسقدر روپے میں چاہو اعتبار کرلو (یعنی اُسکے کہنے کو مان لو تو ہر فریق جس جس مقدار کو تسلیم کریگی وہی مقدار اُس فریق کے حصے میں سے لیکر مدعی کو دیدینگے) اور اُسکے بعد ایک تہائی میں سے جو کچھ بچے گا وہ وصیت والوں کا ہوگا (وہ بانٹ لینگے) اور دو تہائی میں سے جو بچے گا وہ ورثہ بانٹ لینگے) اگر کسی نے ایک اجنبی شخص اور ایک اپنے وارث کے لئے وصیت کی تو اس وصیت میں سے نصف اِس اجنبی کو ملجائیگا اور وارث کے حق میں وصیت باطل (اور بیکار) ہوگی (کیونکہ وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہوا کرتی انکے حقوق کلام الٰہی سے مقرر ہوچکے ہیں) اگر کسی نے مختلف[2] قسم کے تین تھانوں کی تین آدمیوں کے لئے وصیت کی اور ان میں سے ایک تھان جاتا رہا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کونسا (اور کسکے حصہ کا) گیا ہے اور اس موصی کا وارث

بیٹے کا حصہ اور کسی کو نہیں پہنچ سکتا مگر یہ جب ہے کہ جب اسکے بیٹا ہو اور اگر بیٹا نہ ہوگا تو یہ صحیح ہو جائیگی اور اگر کوئی یوں وصیت کرے کہ فلاں شخص کو میرے بیٹے کے حصہ کی برابر دیدینا تو یہ وصیت صحیح ہے۔ اب اگر اسکے دو بیٹے ہوں تو اس موصی لہٗ کو ایک تہائی مال ملیگا (اور دو تہائی اُن دونوں کے) اور اگر یوں وصیت کرے کہ میرے مال کا ایک سہام یا ایک جز فلاں شخص کو دیدینا تو اسکا بیان کرنا ورثہ کے اختیار میں ہے (کہ وہ جو کچھ چاہیں دیدیں) اگر کسی نے وصیت میں یہ کہا کہ میرے مال کا ایک چھٹا حصہ فلاں کا ہے پھر کہا کہ اسکے لئے میرے مال کا تہائی حصہ ہے تو اس موصی لہٗ کو تہائی حصہ ملیگا۔ اور اگر ایک چھٹے حصہ کی دو دفعہ وصیت کی مثلاً یوں) کہا کہ میرے مال کا ایک چھٹا حصہ فلاں کا ہے پھر کہا کہ میرے مال کا چھٹا حصہ فلاں کا ہے تو اس موصی لہٗ کو ایک ہی چھٹا حصہ ملیگا۔ اگر کسی نے یوں وصیت کی کہ میرے روپوں میں سے ایک تہائی فلاں کو دینا یا بکریوں میں سے ایک تہائی فلاں کو دینا اور (اتفاقاً اسکی وصیت کے بعد) دو تہائی روپیہ یا دو تہائی بکریاں تلف ہوگئیں تو جو روپیہ باقی ہے یا جو بکریاں باقی ہیں۔ یہ حق اُس موصی لہٗ ہی کا ہے۔ اگر کسی نے غلاموں یا کپڑوں یا مکانوں کی نسبت یہ وصیت کی تھی کہ انکا ایک ایک تہائی فلاں کو دیدینا اور (اسکی وصیت کے بعد دو تہائی غلام یا دو تہائی کپڑے یا دو تہائی مکان (قدرتِ الٰہی سے) تلف ہوگئے تو اب اس موصی لہٗ کو اس باقی کی تہائی ملیگی (یعنی روپوں کی طرح باقی سب ہی نہیں ملیگا) اگر کسی نے ایکہزار کی وصیت کی اور اُسکا روپیہ کچھ اُسکے پاس ہے اور کچھ اُدھار میں پڑا ہے پس اگر اُسکے پاس کا روپیہ تین ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو اسی میں سے موصی لہٗ کو ایکہزار روپیہ الگ کر دینگے اور اگر اُسکے پاس تین ہزار سے کم ہے تو اُس میں سے ایک تہائی دیدیں گے اور جب کچھ قرضہ وصول ہوا کریگا اُسکی ایک تہائی یہ لیتا رہیگا یہانتک کہ اسکے ہزار روپیہ پورے ہو جائیں۔ اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وصیت زید اور عمرو دونوں کے لئے کی اور عمرو وصیت سے پہلے ہی مر چکا ہے تو یہ ساری تہائی زید کی ہے۔ اور اگر یوں وصیت کی کہ میرے تہائی مال میں زید اور عمرو دونوں برابر کے شریک ہیں اور عمرو مر چکا ہے تو اب زید کو اُس تہائی کا نصف ملیگا۔ اگر کسی نے (اپنے مرنے سے کئی دن پہلے) اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وصیت کے وقت اُسکے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے

دونوں کی قیمت اسکے تہائی مال کی قیمت سے زیادہ ہو تو اول یہ موصی لہٗ اس لونڈی کو لیلے اور اسکو تہائی ترکہ پہنچنے میں جسقدر کمی رہے وہ اس لڑکے کی قیمت سے پوری کیجائیگی۔ اگر کسی نے اپنی بیماری میں اپنے کافر بیٹے کے لیئے یا ایسے بیٹے کے لیئے جو دوسرے کا غلام تھا کچھ وصیت کی اور پھر (وصیت ملنے سے پہلے) وہ کافر بیٹا مسلمان ہوگیا یا جو غلام تھا وہ آزاد ہوگیا تو ان دونوں صورتوں میں یہ وصیت باطل ہے جیساکہ اس کا ہبہ کرنا اور اقرار کرنا باطل ہوتا ہے (یعنی جیساکہ اگر کوئی بیماری میں اپنے کافر بیٹے یا غلام بیٹے کے لئے کسی قدر روپیہ وغیرہ کا اقرار کرلے یا ہبہ کردے اور پھر یہ کافر بیٹا مسلمان ہوجائے یا غلام آزاد ہوجائے تو یہ اقرار اور ہبہ بھی باطل ہوجاتے ہیں)۔ اور اپاہج یا فالج کا مارا ہوا یا لنجا یا سل کی بیماری والا اگر مدت سے اس تکلیف میں مبتلا ہو اور ان مرض سے اسکے مرجانے کی اُمید نہ ہو (اور ایسی حالت میں یہ کچھ کسیکو ہبہ کردیں) تو انکا ہبہ کرنا سارے مال سے معتبر ہوگا اور اگر (انکی حالت قابلِ اطمینان نہیں تھی بلکہ) اِن ہی امراض سے انکے مرجانیکا کھٹکا لگا ہوا تھا تو اس وقت انکا ہبہ کرنا صرف تہائی مال سے معتبر ہوگا (یعنی وصیت کی طرح فقط ایک تہائی ترکہ میں جاری ہوگا)

باب العتق فی المرض

(مرض موت میں آزاد کرنے کا بیان)

ت کسی کا اپنے غلام کو مرض موت میں آزاد کردینا یا اپنے مال کو کم قیمت پر فروخت کرنا یا ہبہ کردینا وصیت کے حکم میں ہے (یعنی وصیت کی طرح یہ تینوں امر تہائی مال میں سے نمٹائے جائینگے۔ اور اگر ایسے شخص کے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ اُسکے غلام کی آزادی کو منظور کرلیں تو اب اس غلام کو کچھ کماکر ان ورثہ کے حوالہ نہیں کرنا پڑیگا)۔ اگر کسی کے دو غلام تھے اُسنے اول ایک کو کم قیمت پر بیچا اور پھر دوسرے کو آزاد کردیا (بعد میں مرگیا اور ان دو غلاموں کے سوا اور اُس کا مال کچھ نہیں ہے) تو بہ نسبت آزادی کے یہ کم قیمت پر بیچنا ٹھیک ہے (یعنی یہ غلام تو بیع ہوکر مشتری ہی کا ہے ہاں دوسرے غلام کو جو آزاد کیا گیا تھا اپنی قیمت کا روپیہ کماکر ورثہ کو دینا چاہیئے) اور اگر پہلے ایک کو آزاد کیا اور پھر دوسرے کو کم قیمت پر بیچدیا تو اب یہ بیع و آزادی دونوں برابر ہیں **ف** اسکی صورت یہ ہے

اِن تینوں میں سے ہر ایک سے کہتا ہے کہ میاں تیرے ہی حصّہ کا گیا ہے (یعنی وہ کسی کو دینے کی
ہاں نہیں کرتا) تو یہ وصیت ہی باطل ہو گی۔ ہاں اگر وارث باقی کے دونوں تھانوں کو ان
تینوں کے حوالے کر دے (اور یوں کہدے کہ انکو تم آپس میں تقسیم کر لو تو اب (ان میں تقسیم
کی یہ صورت ہو گی کہ) بڑھیا والے کو بڑھیا کی دو تہائی ملیں گی اور گھٹیا کی وصیت والے
کو گھٹیا کی دو تہائی اور میانہ قسم کی وصیت والے کو دونوں میں سے ہر ایک کی ایک
ایک تہائی ملے گی۔ اگر کسی نے ایک مشترک مکان میں سے کسی کے لئے ایک کوٹھری کی
وصیت کی اور موصی کے مرنے کے بعد یہ مکان تقسیم ہوا۔ اور وہ کوٹھری موصی ہی کے حصّہ
میں آ گئی تو اب یہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصہ میں نہ آئی۔ (بلکہ کسی اور شریک کے حصّہ
میں لگ گئی تو اس کوٹھری کی زمین جسقدر بھی ہے اُتنی ہی زمین اُس مکان میں سے اُس موصی
لہ کو دیجائیگی اور اس حکم میں اقرار مثل وصیت کے ہے **ف** یعنی اگر کسی نے اپنے مشترک مکان
میں سے ایک کوٹھری کی بابت کسی کے لئے اقرار کر لیا اور اقرار کے بعد وہ مکان تقسیم ہوا اب اگر
یہ کوٹھری اس مقر کے حصہ میں آ گئی تو بلا شبہہ اُس مقر لہ کو ملیگی اور اگر کسی اور کے حصہ میں لگ
گئی تو اس مقر لہ کو اُس کوٹھری کے برابر اس مکان میں سے زمین ملیگی اور یہی وصیت میں ہوتا
تھا من العینی) **ت** اگر کسی نے دوسرے شخص کے مال میں سے ایک ہزار روپیہ معین کی
وصیت کسی کے لئے کر دی اور اس موصی کے مرنے کے بعد اس مالک مال نے اس وصیت کو
منظور کر کے روپیہ موصی لہ کو دیدیا تو یہ جائز ہے۔ اور اس مالک مال کو منظور کر لینے کے بعد نہ
دینے کا اختیار رہتا ہے (یعنی اگر منظور کر لینے کے بعد بھی یہ نہ دے تو حاکم اس سے زبردستی
نہیں دلا سکتا بلکہ دینا نہ دینا بھی اسکی مرضی پر موقوف ہی) اگر کسی کے دو بیٹے باپ کا ترکہ تقسیم کر لیں اور
بعد میں ایک بیٹا اپنے حصہ میں سے ایک تہائی مال بابت باپ کی وصیت کا اقرار کر لے تو یہ اقرار درست
ہے۔ اگر کسی نے اپنی لونڈی دینے کی وصیت کی اور اس موصی کے مرنے کے بعد اس لونڈی کے
بچہ پیدا ہو گیا اور یہ دونوں ماں بیٹے اُس موصی کے مال کی ایک تہائی میں سے دونوں نکل سکتے
ہیں (یعنی اُسنے بہت کچھ مال چھوڑا ہے کہ ان دونوں کی قیمت ملکر بھی اُسکے مال کے ایک تہائی حصہ
کو بھی نہیں پہنچ سکتے) تو اس صورت میں یہ دونوں ماں بیٹے اُس موصی لہ کو ملیں گے اور اگر ان

سوا اور کچھ مال میت نے نہیں چھوڑا) تو یہ غلام اپنی قیمت کما کر دیوے (اور بعد میں آزاد ہو جائے)
اور یہ قیمت قرضخواہوں کو دیدیجائے۔ اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ (میرے ذمہ جو) اللہ کے حقوق
(ہیں وہ) ادا کر دینا تو اول فرض حقوق ادا کئے جائیں گے گو اس نے فرائض کو پیچھے کہا ہو اور
فرائض یہ ہیں مثلاً حج۔ زکوٰۃ اور کفارہ (یہ سب سے پہلے ادا کئے جائیں گے۔ اور اگر قوۃ میں
سب حقوق برابر ہوں (یعنی سب ایک طرح کے فرض ہی ہوں یا واجبات ہی ہوں) تو ایسی صورت
میں اول وہ ادا کیا جائیگا جو موصی کی زبان سے اول نکلا ہوگا اور جو پیچھے کہا ہوگا وہ پیچھے ادا کیا
جائیگا) اگر کسی نے (اپنی طرف سے فرض حج کرانے کی وصیت کی تو اب وارثوں کو چاہیئے کہ اسکی
طرف سے اور اسی کے شہر سے ایک آدمی سواری پر حج کرنے کے لئے بھیجیں اور اگر اسکے ترکہ کا
اتنا روپیہ نہیں ہے کہ اسکے شہر سے آدمی حج کرنے کے لیئے جاسکے تو جہاں سے جانے میں وہ روپیہ
کافی ہوگا وہیں سے بھیجدینگے۔ اگر کوئی شخص حج کرنیکے ارادے اپنے شہر سے چلا یا نکلا اور رستہ
میں مر گیا تو اب دوبارہ جو آدمی حج کرنیکے لئے بھیجا جائیگا تو وہ اس پہلے نائب کرنے والے یعنی وصیت
کرنے والے ہی کے شہر سے بھیجا جائیگا جہاں یہ نائب مرا ہے وہاں سے نہیں بھیجا جائیگا (تکملۃ البحر)

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

(رشتہ داروں وغیرہ کے لئے وصیت کرنے کا بیان)

ت موصی (اگر اپنے ہمسایہ کے لیئے وصیت کرے تو اس) کے ہمسائے وہ ہونگے جنکے گھر
اسکے گھر سے ملے ہوئے ہوں اور (اگر سسرال کے لئے کوئی وصیت کرے تو) اسکے سسرالی وہ
ہونگے جو اسکی بیوی کے ذی رحم محرم ہوں (یعنی اسکی بیوی کے وہ رشتہ دار کہ جن کا نکاح اسکی بیوی
سے ہمیشہ کو حرام ہو) اور (اگر کسی نے اپنے دامادوں کے لیئے وصیت کی تو) اسکے دامادوں سے اُن
عورتوں کے شوہر مراد ہونگے جن سے اسکو نکاح کرنا حرام ہو اور اہل سے مراد اسکی بیوی ہوگی۔ اور
آل سے مراد اسکے گھر کے آدمی اور جنس سے اسکے باپ کے گھر کے آدمی۔ اگر کسی نے اپنے
رشتہ داروں کے لیئے یا قرابت داروں کے لئے یا ذوی الارحام کے لیئے یا اپنے خاندانیوں کے لیئے

ف یعنے اگر ایک شخص دوسرے کیطرف سے حج کرنے جا رہا تھا رستہ میں مرگیا

کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک زید دوسرا عمرو۔ زید نے ایک ہزار کی قیمت کا تھا اور عمرو دو ہزار کا اس شخص نے مرتے وقت پہلے زید کو آزاد کردیا اور بعد میں عمرو کو ایک ہزار میں فروخت کردیا۔ اور ان دو غلاموں کے سوا اور اسکے پاس مال نہیں ہے اور ورثہ اسکے فروخت کرنے اور آزاد کرنے کو منظور نہیں کرتے تو اس صورت میں یہ فروخت اور آزاد کرنا دونوں برابر ہیں۔ برابر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو غلام آزاد کیا گیا ہے وہ اپنی نصف قیمت کما کر آقا کے وارثوں کو دے اور باقی نصف قیمت مفت آزاد رہے اور اسی طرح دو ہزار کا غلام جسنے ہزار میں لیا تھا وہ بھی اسکو ڈیڑھ ہزار میں رکھے یعنی ہزار کے سوا پانسو اور آقا کے وارثوں کو دے (ملا مسکین و مترجم) ت اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ (میرے) ان سو روپے کا ایک غلام خرید کر میری طرف سے آزاد کردینا پھر وہ مرگیا اور ان روپوں میں سے ایک روپیہ جاتا رہا تو اب یہ وصیت جاری نہ ہوگی۔ بخلاف[ا] اسکے کہ ان ہی سو روپے میں حج کرا لینے کی وصیت کرے (اور پھر ان میں سے ایک آدھ روپیہ جاتا رہا تو وصیت میں کچھ نقصان نہ آئیگا بلکہ حج کی وصیت ان ہی باقی روپوں سے پوری کیجائیگی۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کی اور پھر آپ مرگیا بعد میں غلام نے کچھ ایسا نقصان کیا کہ اس نقصان ہی کے عوض میں وارثوں نے وہ غلام انکو دیدیا جنکا نقصان کیا تھا۔ تو ایسی صورت میں وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر اس نقصان کا عوض وارثوں نے اپنے پاس سے روپیہ دیکر بھر دیا ہو تو وصیت باطل نہیں ہونیکی (یہ غلام آزاد ہوجائیگا) اگر کسی نے اپنا تہائی مال زید کو (مثلاً) دینے کی وصیت کی اور ایک غلام (اور کچھ مال اور وارث) چھوڑا بعد میں زید (موصی لہ) نے یہ دعوی کیا کہ اس غلام کو تو وہ اپنی تندرستی کی حالت میں آزاد[ع] کرچکا ہے[۲] تو اس صورت میں وارث (سے قسم لیکر اس) کے کہنے کا اعتبار کیا جائیگا اور اس غلام میں سے زید کو کچھ نہیں ملنے کا ہاں اگر ترکہ کی تہائی غلام کی قیمت سے کم زیادہ ہو یا یہ موصی لہ اپنے دعوے پر گواہ پیش کردے (یعنی گواہوں سے یہ ثابت کردے کہ موصی اپنی تندرستی میں اس غلام کو آزاد کرچکا ہے تو اب اسکو ترکہ کی پوری تہائی ملیگی) اگر کسی نے ایک میت پر اپنا قرض ہونے کا اور اس میت کے غلام نے اپنے آزاد ہونیکا دعوی کیا (یعنی غلام نے یہ دعوی کیا کہ میرے آقا میت نے اپنی تندرستی میں مجھے آزاد کردیا تھا) اور وارثوں نے ان دونوں کی تصدیق کرلی (اور اس غلام کے

کہ غلام بھی وصیت میں داخل ہے ۱۲

باغ کے پھلوں کی (کسی کے لئے) وصیت کر کے مرگیا اور باغ میں اسوقت پھل لگا ہوا ہے تو موصی لہٗ کو یہی پھل ملیگا (جو اب لگا ہوا ہے) اور اگر موصی نے وصیت میں ہمیشہ کا لفظ بھی کہا تھا تو اس صورت میں یہ پھل اور جو اسکے بعد آئے سب موصی لہٗ کا ہوگا۔ جیسا کہ باغ کی آمدنی کی وصیت کر دینے کی صورت ہے (کہ اس میں بھی جو اس وقت آمدنی موجود ہو اور جو آیندہ ہو سب موصی لہٗ ہی کو ملا کرتی ہے) اگر کسی نے اپنی بکری بھیڑوں کی اُون کی یا اُنکے بچّوں کی یا دودھ کی وصیت کی تو ان چیزوں میں سے موصی کے مرنے کے وقت جسقدر ہوگی وہی موصیٰ لہٗ کو ملجائیگی (اور نہیں ملے گی) لفظ ہمیشہ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔

باب وصیۃ الذمّی

(ذمی کے وصیت کرنے کا بیان)

ت اگر کسی ذمی نے اپنی صحت میں اپنا مکان گرجا یا یہودیوں کا مندر کر دیا تھا۔ پھر مرگیا تو یہ مکان میراث ہے (اسکے وارثوں کو ملجائیگا) اور اگر اسے (گرجا وغیرہ کر دینے) کی کسی خاص قوم کے لیئے وصیت کر گیا ہے تو یہ اُسکے تہائی مال میں سے جاری ہوگی۔ اور اگر کوئی ذمی اپنے مکان کو غیر معیّن قوم کے لیئے عبادتخانہ بنانے کی وصیت کر دے تو یہ درست ہے جیسا کہ اگر کوئی کافر حربی۔ مستامن اپنے سارے مال کی کسی مسلمان یا ذمی کے لیئے وصیت کر دے تو بھی درست ہے۔

باب الوصی

(وصی کرنے کا بیان)

ف وصی اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جسے کوئی اپنے مرنے کے بعد کے لیئے اپنا کارندہ مقرر کر دے کہ وہ اُسکے مال کو وارثوں میں تقسیم کرے اور جسکے ذمے میت کا روپیہ ہو اُسکو وصول کرے اور جو جو باتیں اسکو میت کہہ مرے اُنکی تعمیل کرے (مترجم عفی عنہ) ت اگر کسی نے ایک شخص کو اپنا وصی ٹھیرایا اور اُس وصی نے اُسکے سامنے وصی ہونیکو منظور کر لیا اور پھر اُسکے سامنے ہی اُسے

وصیت کی تو سب سے اول وصیت کے مستحق وہ ہونگے جو اس موصی کے سب سے زیادہ قریب کے رشتہ دار ہوں) اگر وہ نہ ہوں تو جن کا درجہ قریب ہونے میں انکے بعد ہو (اگر وہ بھی نہ ہوں تو جو قریب ہونے میں انکے بعد ہوں اور اسی ترتیب سے) اور اس موصی کے) ماں باپ اور اولاد اور وارث اس وصیت میں داخل نہیں ہونگے (کیونکہ وارثوں کے لیئے وصیت نہیں ہوا کرتی) اور یہ وصیت دو کے لئے یا دو سے زیادہ کے لئے ہوگی (کیونکہ موصی نے جمع کے الفاظ بولے ہیں جو ایک پر نہیں بولے جایا کرتے) پس اگر اس وصیت کرنے والے کے (مثلاً) دو چچا اور دو ماموں ہوں تو مذکورہ وصیت دونوں چچوں کے لئے ہوگی (کیونکہ رشتہ داری میں چچوں کا حق ماموؤں سے مقدم ہوتا ہے۔ لہذا وہ زیادہ قریبی رشتہ دار قرار پاکر وصیت کے مستحق وہی ہونگے) اور اگر اس موصی کے ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف وصیت چچا کے لیئے ہوگی اور نصف دونوں ماموؤں کے لئے اور اگر ایک چچا اور ایک پھوپھی ہے تو یہ وصیت کے مال کو آدھوں آدھ بانٹ لیں گے۔ اگر کسی نے یوں وصیت کی کہ میرے مال میں سے فلانے کی اولاد کو اتنا دینا تو اس صورت میں اس فلانے کے لڑکے اور لڑکی دونوں کو برابر دیا جائیگا۔ اور اگر یوں وصیت کی کہ میرے مال میں سے فلاں شخص کے وارثوں کو اتنا دینا تو اس فلانے کے وارثوں میں مرد کو دوہرا حصہ ملیگا اور عورت کو اکہرا (کیونکہ وارثوں کو حصہ یوں ہی ملا کرتا ہے) ٭

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ

(غلام کی) خدمت اور (مکان کی) سکونت اور (درختوں کے) میوے کی (وصیت کرنیکا بیان)

ت اگر کوئی کچھ معین دنوں کے لیئے یا ہمیشہ کے لئے اپنے غلام کی خدمت کی یا اپنے مکان میں رہنے کی کسی کے لئے وصیت کردے تو یہ درست ہے پس اگر وہ غلام تہائی ترکہ سے کم قیمت کا ہے تو موصی لہ کو دیدیا جائیگا تاکہ اُسکی خدمت کرے اور اگر تہائی ترکہ سے زیادہ قیمت کا ہے تو یہ غلام دونوں وارثوں کی خدمت کیا کرے اور ایک روز موصی لہ کی اور اس موصی لہ کے مرجانے پر یہ غلام موصی کے وارثوں کا ہی ہو جائیگا اور اگر موصی لہ موصی کی زندگی ہی میں مرجائے تو وصیت باطل ہو جائیگی۔ اگر کوئی اپنے

یہ وصی موصی لہ کا حصہ تقسیم نہیں کرا سکتا) پس اگر اسنے موصی لہ کی عدم موجودگی میں ورثہ سے مال تقسیم کراکے موصی لہ کا حصہ خود لے لیا اور وہ اُسکے پاس سے تلف ہوگیا تو یہ موصی لہ باقی مال میں سے تہائی اور لیلے۔ اگر کسی نے اپنی طرف سے حج کرانے کی کسی کو وصیت کی تھی اور اس وصی نے وارثوں میں مال تقسیم کردیا اور حج کرانے کا خرچ اپنے پاس رکھا پھر حج کا روپیہ اُسکے پاس سے جاتا رہا یا اس وصی نے اُس شخص کو دیدیا تھا جو (موصی) میت کی طرف سے حج کرتا اور اُسکے پاس سے وہ روپیہ جاتا رہا تو ان دونوں صورتوں میں باقی ترکہ کی تہائی میں سے موصی کیطرف سے حج کرادے اگر موصی لہ موجود نہ ہو اور قاضی (ورثہ سے) مال تقسیم کرائے اور موصی لہ کا حصہ لے کر اپنے پاس رکھ لے تو یہ درست ہے علی ہذا القیاس اگر قرضخواہ موجود نہ ہوں اور وصی (موصی کے) ترکہ میں سے ایک غلام لیکر (اُن قرضخواہوں کا روپیہ ادا کرنے کے لیئے) فروخت کرے تو اس کا فروخت کرنا درست ہے اگر موصی نے اپنے غلام کو بیچ کردینے اور اُسکی قیمت خیرات کردینے کے لئے کسی کو وصی کیا تھا اور وصی نے وصیت کے مطابق غلام کو بیچ کیا اُسکی قیمت کا روپیہ اُسکے پاس سے جاتا رہا اور یہ روپیہ جاتے رہنے کے بعد وہ غلام کسی اور کا نکلا (جسنے گواہوں وغیرہ سے ثبوت پہنچا کر مشتری سے غلام لے بھی لیا) تو اب اس وصی کو مشتری سے لی ہوئی قیمت اپنے پاس سے دینی پڑیگی ہاں دینے کے بعد پھر موصی کے ترکہ میں سے لے لے اور اگر موصی کا ایک نابالغ لڑکا ہو اور اُس لڑکے کے حصہ کا غلام یہ وصی بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت کا روپیہ وصی کے پاس سے جاتا رہے اور اب وہ غلام کسی اور کا نکلے (جو ثبوت پہنچا کر غلام کو لے بھی لے) تو اب جو وصی کو مشتری کی قیمت واپس کرنی پڑیگی تو یہ قیمت واپس کرنے کو یہ لڑکے ہی کے مال میں سے لے (اپنے پاس سے نہ دے کیونکہ اسنے لڑکے ہی کے فائدے کے لئے بیچا تھا وہی اس کا نقصان بھریگا) پھر یہ لڑکا وہی دام وارثوں سے لے لے (یعنی جو اسکے حصے میں سے لیکر وصی نے مشتری کو دیئے ہیں کیونکہ اسکے حصہ میں اتنی کمی آگئی ہے) اگر اس لڑکے کا مال کسی کے ذمہ ہو اور قرضدار کسی پر حوالے کرے۔ (یعنی دوسرے کو بتلادے کہ تم اس سے لے لینا اور وہ دینے والا بھی منظور کرتا ہے) اور لڑکے کے حق میں اگر اس حوالہ کے قبول کرنے میں کچھ بہتری ہو تو وصی کو اس کا قبول کرلینا درست ہے اگر وصی اس لڑکے کے مال سے خرید و فروخت کرے تو اُتنے نقصان تک کہ جتنا ایسی چیزوں

انکار بھی کر دیا تو یہ وصی بنانا واپس ہو جائیگا (یعنی یہ اس انکار سے اُس کا وصی ہونا نہیں رہنے کا۔
اور اگر اُسکے مرنے کے بعد انکار کیا ہے تو اب وصی ہونا واپس ہوگا۔ اور وصی اگر موصی کے ترکہ
کو فروخت کرے تو یہ فروخت کر دینا وصی ہونے کو منظور کر لینے جیسا ہے (یعنی اسپر منظور کر لینے کا
حکم ہو جائیگا۔ اگرچہ زبان سے منظور نہ کرتا ہو) اگر موصی کے مرنے کے بعد وصی یہ کہے کہ مجھے وصی
ہونا منظور نہیں ہے اور یہ کہکر پھر منظور کر لے تو اُسکی منظوری درست ہے (یعنی وہ وصی ہو جائیگا)
بشرطیکہ جب اُسنے یہ کہا تھا کہ مجھے وصی ہونا منظور نہیں ہے اس کہنے کے باعث قاضی نے اُسکو
وصی ہونے سے برطرف نہ کر دیا ہو (اگر برطرف کر دیا ہوگا تو اُس وقت اسکے قبول کرنے سے
کچھ نہیں ہوگا) اگر کوئی شخص دوسرے کے غلام کو یا کافر کو یا فاسق کو اپنا وصی ٹھیرا کے مرجائے
تو قاضی کو چاہیئے کہ اسکے بدلے میں دوسرا وصی مقرر کرے ہاں اگر کوئی اپنے ہی غلام کو وصی
کر دے اور اُسکے وارث ابھی نابالغ ہوں تو یہ وصی کرنا درست ہے اور اگر ورثہ بالغ ہوں تو اُس
وقت غلام کو وصی کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کوئی وصی وصیت کے کاموں کو انجام دینے سے
عاجز ہو جائے تو قاضی اُسکے ساتھ ایک اور آدمی کر دے (تاکہ یہ دونوں ملکر وصیت کی تعمیل
کریں) اگر کسی کے دو وصی ہوں تو اُن میں سے ایک کا بدون دوسرے کے ہوئے کوئی کام کرنا باطل ہے
ہاں موصی کے مرنے پر اُسکی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرنا کفن خریدنا۔ اُسکے ننھے ننھے بچوں کے لیئے
اُنکی ضروریات کی چیزیں خرید کر لا دینا۔ اور اگر اُنکو کوئی ہبۃً کچھ دے اُسکو لے لینا اور عین امانت
کو اُسکے مالک کے حوالے کر دینا۔ موصی کا قرضا ادا کر دینا۔ خاص وصیت کا ادا کر دینا معین غلام
کو آزاد کر دینا اپنے موصی میت کے حقوق کی جوابدہی کرنا (کہ ان امور کو اگر دو وصیوں میں سے ایک
بلا دوسرے کے ہوئے کریگا تو یہ درست ہونگے) اور وصی کا وصی دونوں ترکوں کا وصی ہوتا ہے
ف یعنی اگر کسی نے ایک شخص کو وصی کیا تھا اور اس وصی نے اپنے مرتے وقت اور کسیکو وصی
کر دیا تو یہ اخیر کا وصی ان دونوں کے ترکوں کا وصی ہوگا (حاشیہ اصل از عینی) **ت** اگر وصی نے
وارثوں کی عدم موجودگی میں (اُنکی) طرف سے نائب ہوکر موصیٰ لہ سے مال بانٹ لیا تو اس کا بانٹ لینا
درست ہے اور اسکا عکس درست نہیں ہے (یعنی اگر موصی لہ موجود نہ ہو اور ورثہ موجود ہوں تو ورثہ سے

(زید اور عمرو) کا ایک ہزار روپیہ میت کے ذمہ ہے تو یہ دونوں گواہیاں مقبول ہونگی اور اگر ان میں سے ہر فریق کی گواہی دوسرے کے حق میں ایک ہزار کی وصیت کی ہو تو وہ مقبول نہیں ہونے کی۔

ف مثلاً زید و عمرو یہ گواہی دیں کہ بکر اور خالد کے لئے میت نے ایک ہزار کی وصیت کی ہے اور پھر بکر اور خالد یہ گواہی دیں کہ میت نے زید اور عمرو کے لیئے بھی ایک ہزار کی وصیت کی تھی تو یہ دونوں گواہیاں لغو ہونگی کیونکہ اس میں شرکت ثابت اور تہمت ہے (فتح)

کتاب الخُنثیٰ

(خنثیٰ کا بیان)

ف خُنثیٰ فُعلیٰ کے وزن پر ف کے پیش سے تخنث سے مشتق ہے جسکے معنی نرمی اور تکسر کے ہیں اور یہ نام اس شخص کا اسی لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے بدن کو عورتوں کی طرح نرم و نزاکت کی صورت پر رکھتا ہے اور شرع میں خنثیٰ اسکو کہتے ہیں جو آگے مؤلف بیان فرماتے ہیں (حاشیہ اصل)

ت (شرع میں) خنثیٰ اسکو کہتے ہیں کہ جسکے ذکر اور فرج دونوں ہوں پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہے اور اگر فرج سے کرے تو لڑکی ہے اور اگر کسی کو دونوں مقام سے پیشاب آتا ہے تو جس مقام سے اول آتا ہوگا اُسی کے حکم میں ہوگا (مثلاً اگر ذکر سے اول نکلتا ہے تو وہ لڑکے کے حکم میں ہے اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو لڑکی کے حکم میں ہے) اور اگر دونوں مقاموں سے برابر (ایک دفعہ ہی نکلتا ہے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے (کہ نہ ایسے پر مرد کا حکم لگا سکتے ہیں اور نہ عورت کا اور اس بارے میں زیادہ پیشاب آنے کا کچھ لحاظ نہیں ہوسکتا (یعنی اگر ایک مقام سے پیشاب کم نکلے اور دوسرے سے زیادہ نکلے تو اس کمی زیادتی سے لڑکے ہونے یا لڑکی ہونے کا ثبوت نہیں ہونے کا اور یہ علامتیں بالغ ہونے سے پہلے کی ہیں) پس اگر ایسی خنثیٰ کے بالغ ہونے پر ڈاڑھی نکل آئی یا اُسنے کسی عورت سے صحبت کر لی تو وہ مرد ہے۔ اور اگر اُسکی چھاتیاں اُبھر آئیں یا چھاتیوں میں دودھ اُتر آیا یا اُسے حیض آنے لگا یا حمل رہ گیا۔ یا اب اُسکی پیشاب گاہ ایسی ہوگئی ہے کہ مرد اُس سے صحبت کرسکتا ہے تو وہ عورت ہے اور اگر ان میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی (نہ مرد کی علامتوں میں سے کوئی علامت اور نہ عورت کی علامتوں میں سے کوئی

خریدنے میں تاجروں کو ہو جایا کرتا ہو اسکی خرید و فروخت جائز ہے (اور اگر اس سے زیادہ نقصان ہوگا تو اِس صورت میں اسکی خرید و فروخت درست نہیں ہونے کی) اگر بالغ وارث کی عدم موجودگی میں وہ اسکی کوئی چیز وصی بیچ ڈالے تو یہ درست ہے سوائے زمین اور مکانوں کے (کہ انکا بیع کرنا درست نہیں ہونے کا) اور وصی اپنے موصی کے بچوں کے مال میں (اپنے فائدے کے لیئے تجارت نہ کرے (کیونکہ اسکی طرف فقط حفاظت کی غرض سے سونپا گیا ہے نہ کہ تجارت کے لیئے) ایک لڑکے کے مال میں تصرف کرنے کا استحقاق اس لڑکے کے باپ کے وصی کو بہ نسبت اِس لڑکے کے دادا کے زیادہ ہوتا ہے (یعنی باپ کے وصی کے موجود ہونے ہوئے دادا کو اپنے پوتے کے مال میں تصرف کرنے کا استحقاق کم ہوتا ہے) اور اگر باپ نے کسی کو وصی نہ بنایا ہو تو پھر دادا بمنزلہ باپ کے ہو جاتا ہے (یعنی جو اختیارات باپ کے سیئے ہوتے ہیں باپ کے نہونے پر وہی اختیارات دادا کے لیئے ثابت ہو جاتے ہیں ۱۲)

فصل فی الشہادۃ

(وصیوں کی گواہی دینے کا بیان)

ف اگر دو وصی یہ گواہی دیں کہ میت نے (ایک تیسرے شخص مثلاً) زید کو بھی ہمارے ساتھ وصی کیا تھا تو یہ گواہی لغو ہوگی ہاں اگر زید بھی اپنے وصی ہونیکا دعوی کرے (اور پھر یہ دونوں گواہی دیں تو بیشک اس کا وصی ہونا ثابت ہو جائیگا) اور یہی حکم (میت کے) دو بیٹوں کا ہے

ف یعنی یہ کہ اگر میت کے دو بیٹے یہ گواہی دیں کہ ہمارے باپ نے زید کو اپنا وصی کیا تھا اور زید وصی ہونے سے منکر ہو تو اُنکی گواہی لغو ہوگی ہاں اگر زید اپنے وصی ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر یہ دونوں بیٹے گواہی دیں تو انکی گواہی مسموع ہو کر اس کا وصی ہونا ثابت ہو جائیگا۔ (عینی)

مت اور اسی طرح اگر دو وصی کسی مال کی بابت یہ گواہی دیں کہ یہ ہمارے موصی کے صغیر سن وارث کا ہے یا یہ وصیت کا مال اُسکے بالغ وارث کا ہے تو اِن دونوں صورتوں میں بھی گواہی لغو ہوگی۔ اگر دو آدمی (مثلاً زید و عمرو) یہ گواہی دیں کہ (مثلاً بکر اور خالد) دو آدمیوں کا ایک ہزار روپیہ میت کے ذمہ قرض ہے اور وہ دونوں یعنی بکر اور خالد یہ گواہی دیں کہ اِن پہلے دونوں گواہوں

ایسی تری سے یہ پاک کپڑا ناپاک نہیں ہوئیگا۔ اگر بکری کی سری خون میں لتھڑی ہوئی آگ میں رکھدی جس سے کچھ کھال جلکر خون اُس پر سے جاتا رہا اور پھر (بلا دھوئے) اُسکو شوربے دار پکا لیا تو اس کا کھانا درست ہے اور نجاست دُور کرنے میں) جلا دینا مثل پانی سے دھوڈالنے کے ہے)۔ اگر بادشاہ زمین کا محصول زمیندار کو معاف کر دے (اور نہ لیا کرے) تو یہ درست ہے اور اگر عشری زمین کا عشر کسی زمیندار کو معاف کر دے تو یہ معافی درست نہ ہوگی۔ **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ زمین کا محصول تو بادشاہ ہی کا حق ہوتا ہے لہذا بادشاہ کا اسکو معاف کر دینا اور نہ لینا درست ہے بخلاف عشر کے کہ وہ حق فقرا اور مساکین کا ہے اُسکی معافی کا بادشاہ کو اختیار نہیں ہے۔ کذا فی الفتح **مختصرات** اگر بادشاہ اپنی مملوکہ اور مقبوضہ زمینیں کسی قوم کو دیدے کہ وہ محصول دیتی رہی تو یہ درست ہے۔ اگر رمضان شریف کی قضا کا روزہ رکھا اور یہ نیت نکی کہ فلان خاص روزے کی قضا ہے تو اُس کا یہ روزہ قضا میں محسوب ہو جائیگا۔ اور اگر ایک روزہ قضا رکھنے میں دو رمضانوں کے دو قضا روزے رکھنے کی نیت کی تو یہ نیت بھی درست ہے (مگر روزہ ایک ہی رمضان کے ایک روزے میں محسوب ہوگا) جیسا قضا نماز پڑھنے میں (کہ کسی کے ذمے کئی نمازیں تھیں اُسنے ایک نماز قضا پڑھی) اگرچہ یہ نیت نہ کی کہ شروع نماز کی قضا ہے یا پچھلی نماز کی قضا ہے تو یہ نماز بھی درست ہو جاتی ہے اگر کسی روزے دار نے دوسرے کا تھوک نگل لیا تو جس کا تھوک نگلا ہے اگر وہ اُسکا محبوب (اور معشوق) ہے تو اس نگلنے والے کو روزے کا کفارہ دینا پڑیگا۔ اور اگر وہ محبوب نہیں تھا تو کفارہ نہیں آئیگا (فقط قضا آئیگی) اگر (مکہ جاتے ہوئے رستہ میں) بعض حاجی جان سے مارے جائیں تو یہ (اُس سال) حج کو نجانے کے بارے میں (لوگوں کے لئے) عذر ہے (کیونکہ رستہ میں امن نہ رہا جو حج کو جانے کی شرطوں میں سے ہے) اگر کسی نے ایک غیر عورت سے یوں کہا کہ تو زن من شدی۔ یعنی تو میری بیوی ہوئی اُسنے جواب دیا شدم ہُوئی تو اس سے نکاح نہیں ہو جائیگا۔ اگر کسی نے ایک عورت سے یوں کہا کہ خویشتن را زن من گردانیدی یعنی تو نے اپنے آپ کو میری بیوی کر دیا اُسنے جواب دیا گردانیدم یعنی کر دیا اور اس پر اس مرد نے کہا کہ پذیرفتم میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح ہو جائیگا۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ دختر خویش را بپسر من ارزانی داشتی۔ یعنی تم نے اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دی اُسنے جواب دیا داشتم۔

علامت، یا دونوں طرح کی علامتیں ظاہر ہو گئیں تو اب بھی یہ خنثیٰ مشکل ہو گا۔ اس کا حکم نماز کی بابت یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کی صفوں کے بیچ میں کھڑا ہوا کرے (یعنی مردوں کی صف سے پیچھے کھڑا ہوا کرے اور عورتوں کی صف سے آگے) اور اسکے لئے (اسی کے روپے سے ایک لونڈی خرید دیجائے تاکہ وہ اسکی ختنہ کر دے اور اگر اسکے پاس روپیہ نہ ہو تو پھر بیت المال سے روپیہ لیکر خرید دیں) اور ختنہ سے فراغت ہونے کے بعد لونڈی کو بیچ کر روپیہ واپس بیت المال میں دیدیا جائے اور میراث میں اس کا حصہ بیٹے بیٹی دونوں سے کم ہوتا ہے مثلاً اگر اس خنثیٰ مشکل کا باپ مرجائے اور وہ اسکے سوا ایک بیٹا بھی چھوڑے تو اس بیٹے کو دو حصہ ملیں گے اور اس خنثیٰ کو ایک حصہ۔

مسائل متفرقہ

(متفرق مسئلے)

ت وصیت۔ نکاح۔ طلاق۔ خرید۔ فروخت۔ اور قصاص کے بارے میں گونگے کا اشارہ کرنا اور لکھدینا مثل زبان سے بیان کر دینے کے ہے سوائے حد کے کہ اس میں لکھنے اور اشارہ کرنے سے کچھ ثبوت نہیں ہو سکتا اور بخلاف اس شخص کے کہ جسکی زبان گویا ہونے کے بعد بیماری سے رہ گئی ہو کہ اس کا لکھدینا اور اشارہ کرنا زبان سے بیان کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گویائی کا آلہ موجود ہے اور اس کا اب رہ جاتا ایک عارضی امر ہے لہذا یہاں زبانی بیان کے ترک کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہاں اگر اسکی زبان بند ہوئے ایک عرصۂ دراز گذر جائے تو اسوقت یہ بھی گونگے کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (مترجم عفی عنہ) ت اگر کہیں ذبح کی ہوئی اور مری ہوئی بکریاں ملجائیں (اور اتفاق امر سے یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں کونسی مذبوحہ ہیں اور کونسی مردار ہیں) پس اگر زیادہ تر ان میں مذبوحہ ہیں (اور مردار کم ہیں) تو آدمی اٹکل کرے (جو مذبوحہ خیال میں آئے اسے کھالے اور اگر مذبوحہ کم ہیں اور ویسے مری ہوئی (مردار) زیادہ ہیں تو ان میں سے بالکل نہ کھائے۔ اگر کوئی بھیگا ہوا ناپاک کپڑا دوسرے سوکھے ہوئے پاک کپڑے میں لپیٹ دیا گیا اور ناپاکی کی تراوٹ اس پاک کپڑے میں ایسی آگئی کہ اگر یہ نچوڑا جائے تو ناپاکی ٹپکتی نہیں ہے۔ تو

سے یہ غلام لونڈی آزاد نہیں ہونگے - اگر کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر قسم ہے میں یہ کام کرونگا تو یہ کہنا اللہ تعالی کی قسم کہا لینے کا اقرار ہے اگر کسی نے یوں کہا کہ
مجکو طلاق کی قسم ہے میں یہ کام نکرونگا تو یہ قسم اُسکے ذمہ ہو جائیگی یہانتک کہ اگر اُسنے بعد میں وہ کام کرلیا تو اسکی بیوی پر طلاق پڑجائیگی - اگر بعد میں
یہ کہنے لگے کہ میں نے تو یہ جھوٹ کہا تھا تو اس کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ہوئیگا - اگر کسی نے یوں
کہا کہ مجھے گھر کی قسم ہے میں یہ کام کرونگا تو یہ طلاق کی قسم کا اقرار ہے - اگر مشتری نے بائع سے
کہا کہ قیمت ہٹا دے بائع نے جواب دیا کہ ہٹاتا ہوں تو دونوں کے اس کہنے سے بیع فسخ ہوگئی - اگر
کسی نے یوں کہا کہ میں بخارا میں یا دہلی میں) جبتک ہوں اگر فلانا کام کروں تو میری بیوی پر طلاق
ہے پھر یہ بخارا سے (یا دہلی سے چلا گیا اور دوبارہ آکر اس کام کو کیا تو اسکی بیوی پر طلاق نہیں پڑیگی
کی - اگر کسی نے ایک گدھی بیچی (جسکے ساتھ اُس کا بچہ بھی تھا تو اسکا بچہ بیع میں نہیں آئیگا - متنازع فیہ
زمین قابض کے قبضہ سے نہیں نکالی جاسکتی جبتک کہ مدعی اس بات کے (جیسے) گواہ نہ گزران دے
کہ یہ زمین میری ملک ہے - جو زمین ایک قاضی کے زیر حکومت ہو اسکی بابت اُس قاضی کا حکم درست
نہیں ہے - اگر کسی مقدمہ میں گواہوں کے ثبوت ہونے پر قاضی کچھ حکم لگادے اور پھر یہ کہے کہ میں
اپنا یہ حکم واپس لیتا ہوں یا کہے کہ مجکو اپنے فیصلہ کے خلاف ثابت ہوا ہے یا یہ کہے کہ میں گواہوں کے
دم میں آگیا تھا یا ایسی ہی کوئی بات اور کہے تو اُسکے اس کہنے کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائیگا اور جو حکم
پہلے دیچکا ہے وہی بحال رہیگا - بشرطیکہ دعوی حق اور گواہ ٹھیک ٹھیک ہوں - اگر کسی نے کچھ لوگوں
کو ایک کمرے میں چھپا لیا اور پھر ایک آدمی سے (جو مدعا علیہ تھا) ایک چیز کا سوال کیا (کہ میری
فلاں چیز تمھارے پاس ہے یا نہیں) اُسنے اُسکا اقرار کرلیا اور یہ کمرے میں بند ہوئے لوگ اسکو دیکھ
رہے اور اُسکے اقرار وغیرہ کو سن رہے اور یہ اقرار کرنے والا انکو نہیں دیکھتا تھا - تو اس اقرار پر ان
لوگونکی گواہی درست ہوگی - اور اگر وہ اُسکی باتیں سنتے تھے اور یہ نظر نہیں آتا تھا تو اب انکی گواہی
منظور نہیں ہونے کی دکیونکہ آواز تو ایک دوسرے کی مشابہ ہوجاتی ہے لہذا فقط آواز سننے پر
گواہی کا اعتبار نہیں ہوسکتا) - اگر ایک شخص نے ایک زمین بیع کی اور اسکا ایک رشتہ دار وہیں (عدالت
میں اُسوقت موجود تھا جسکو اس بیع ہونے کی اچھی طرح خبر تھی اب اگر یہ رشتہ دار اس زمین پر دعوے
کرنے لگے کہ یہ میری ہے تو اس کا دعوی ڈسمس ہوگا - اگر ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو

دی - تو اس سے نکاح نہیں ہو جائیگا - اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو اپنے پاس آنے سے منع کیا حالانکہ یہ شوہر پہلے سے اسی کے پاس اسی کے مکان میں رہتا تھا تو یہ منع کرنا اس عورت کی نافرمانی میں داخل ہے (یعنی اب اس عورت کا نان و نفقہ اس شوہر کے ذمے واجب نہیں رہنے کا - کیونکہ نافرمان بیوی کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں رہا کرتا) اور اگر شوہر نے کسی کا مکان غصب کر رکھا تھا اور اس غصب کے مکان میں یہ رہتا تھا اور اسوقت عورت اسکے پاس آنے سے رکی تو اب یہ نافرمان شمار نہیں ہوگی (یعنی ایسی عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمے برابر رہیگا) اگر کوئی عورت شوہر سے کہے کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہیں رہتی اور میں علیحدہ مکان چاہتی ہوں تو عورت کو ایسا کہنا نہیں چاہیئے (کیونکہ شوہر کو خادم کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسکے کہنے سے لونڈی کو الگ نہیں کر سکتا) اگر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مرا طلاق دہ - یعنی مجھے طلاق دیدے اسنے جواب دیا دادہ گیر یا کہا کردہ گیر یا کہا دادہ باد یا کہا کردہ باد یعنی دی ہوئی لیلے یا کی ہوئی لیلے یا دی ہوئی ہو جیو یا کی ہوئی ہو جیو تو اگر ان چاروں الفاظ سے اسنے طلاق دینے کی نیت کرلی ہے تو طلاق پڑجائیگی (اور اگر نیت نہیں کی یونہی زبان سے نکالدیئے ہیں تو طلاق نہیں ہوگی) اگر شوہر نے اسکے جواب میں دادہ است یا کردہ است یعنی دیدی یا کردی ہے کہدیا ہے تو فوراً طلاق پڑجائیگی خواہ نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر کہا دادہ انگار یا کہا کردہ انگار یعنی دی ہوئی جان یا کی ہوئی جان تو ان سے طلاق نہیں پڑنے کی گو طلاق کی نیت بھی کرے - اگر شوہر نے اپنی بیوی کی بابت یوں کہا کہ یہ مجھے قیامت تک یا عمر بھر نہیں چاہیئے تو اس کہنے سے بغیر طلاق کی نیت کیئے طلاق نہیں پڑنے کی - اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو عورتوں کا حیلہ کرلو یہ کہنا تین طلاق دینے کا اقرار ہے اور اگر یوں کہا کہ تو اپنا حیلہ کرتو یہ تین طلاقوں کا اقرار نہیں ہے - اگر کسی عورت نے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھے مہر بخشا اب تو مجھے لڑائی جھگڑے سے نجات دے تو اگر اسکے جواب میں شوہر نے اسے طلاق دیدی تو طلاق پڑکے مہر ساقط ہو جائیگا ورنہ نہیں ہوگا (کیونکہ عورت گویا مہر پر خلع کرنا چاہتی تھی یا مہر کے عوض طلاق لینی چاہتی تھی - جب اسے طلاق نہ ملی تو اسکا مہر ساقط ہونیکی بھی کوئی وجہ نہ رہی) اگر آقا اپنے غلام سے یوں کہدے کہ اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہدے کہ میں تیرا غلام ہوں تو اس کہنے

ہیں قبضہ ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص نے نابالغ بچے پر ایک مکان کا دعویٰ کیا اور اس بچہ کے باپ نے اسکے مال میں سے کچھ دیکر مدعی سے صلح کر لی۔ تو اگر مدعی نے اپنے دعوے کا ثبوت گواہوں سے دیدیا اور اسکے باپ نے روپیہ بھی مکان کی قیمت کے برابر ہی دیا ہے یا اتنا زیادہ دیا ہے کہ جتنا لوگ قیمتوں میں زیادہ دیدیتے ہوں تو یہ صلح درست ہوجائیگی۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ تھے یا گواہ تھے مگر وہ (گواہی کے قابل) یعنے عادل نہ تھے تو وہ صلح درست نہیں ہونے کی۔ اگر مدعی نے اول یہ بیان کیا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پھر گواہ پیش کر دیئے۔ یا دو آدمیوں نے یوں کہدیا تھا کہ (فلاں آدمی کے اس دعوے میں) ہماری گواہی نہیں ہے اور پھر گواہی دیدی تو وہ گواہ اور یہ گواہی مقبول ہوگی۔ جس امام (حاکم) کو خود بادشاہ نے عہدہ دیا ہو اسکو اختیار ہے کہ شارع عام میں سے کسی شخص کو کوئی قطعہ زمین دیدے بشرطیکہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ جس شخص پر بادشاہ نے جرمانہ کردیا ہوا اور یہ معین نہ کیا ہو کہ وہ اپنا مال بیچکر ادا کرے (بلکہ اسکے ایک مقدار معین کا مطالبہ ہو) تو جرمانہ کے سبب سے اسکو اپنا مال بیچ دینا درست ہے اور اگر بادشاہ نے یہ حکم لگا دیا تھا کہ تو اپنا مال بیچکر جرمانہ ادا کر تو اس صورت میں اُس کا بیچنا درست نہیں ہونے کا کیونکہ یہ زبردستی کا بیچنا ہے اسکی خوشی سے بیچنا نہیں ہے ہاں اگر اب بھی یہ اپنی خوشی سے قیمت لیلے تو بیع درست ہوجائیگی۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کو مار سے ڈرایا (تاکہ وہ اُسے مہر بخشدے) چنانچہ ڈر کے مارے بخشدیا تو اگر یہ شوہر اسکو مار سکتا تھا تو اس عورت کا بخشنا درست نہیں ہوا اور اگر مار نہیں سکتا تھا محض ڈراوا ہی تھا اور پھر عورت نے مہر بخشدیا تو یہ بخشنا درست ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں زبردستی ثابت نہ ہوئی جو نا درست ہونے کی باعث تھی) اگر شوہر نے بیوی سے زبردستی (اُسے مجبور کر کے) خلع کرایا تو اس خلع سے طلاق پڑجائیگی اور بدل خلع یعنی وہ مال (جو شوہر کے ذمہ ہے) ساقط نہیں ہونیکا (بلکہ شوہر کو اِس عورت کے حوالے کرنا پڑیگا)۔ اگر ایک عورت کے ذمہ کچھ قرض تھا وہ قرضا اس عورت نے اپنے مہر کے عوض (اپنے شوہر کے ذمہ کر دیا پھر مہر شوہر کو بخشدیا تو اس کا یہ بخشنا درست نہیں ہونے کا۔ (کیونکہ اسکے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہوگیا ہے۔ اب عورت کو اس کا اختیار نہیں رہا) اگر کسی نے اپنی ملک میں ایک کنواں یا پلیدی کا کھتہ بنایا تھا۔ اِس سے اسکے ہمسایہ کی دیوار کو تری پہنچی

بخشدیا اور عورت مرگئی اسکے بعد اُسکے وارثوں نے شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا اور دمہر بخشنے کی بابت) انھوں نے یہ کہا کہ اُسنے مرض الموت میں بخشا تھا۔ اور شوہر کہتا ہے صحت کیحالت میں بخشا تھا۔ تو یا ورثہ اپنے دعوے پر گواہ پیش کریں ورنہ) شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرض وغیرہ کا اقرار کر لیا پھر کہا میں نے تو یہ جھوٹا اقرار کیا ہی تو اب مقرلہ کو (جسکے لئے اقرار کیا تھا) یوں قسم دیجائیگی کہ (اللہ کی قسم) یہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا نہیں ہی اور نہ میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں اقرار کرنا ملک کے لیئے سبب نہیں ہوسکتا **ف** یعنی مثلاً اگر زید نے عمرو کے لئے کچھ روپے کا اقرار کر لیا جو واقعہ میں زید کے ذمے نہ تھا تو یہ اقرار ہی عمرو کے لیئے اس روپے کے مالک ہونے کا سبب نہیں بن گیا بلکہ باعتبار اس عہد کے جو عمرو کے اور خدا کے درمیان میں ہی عمرو کو اس مال کو لینا درست نہیں ہی اگرچہ اُسکے دعویٰ کر دینے پر حاکم اُسکو ضرور دلوا دیگا۔ مگر یہ حکم دنیوی ہے اسکے دوسرے عالم میں پھر معاملہ پڑنا ہے ہاں اگر زید اپنی خوشی سے دیدے اور یہ از سر نو مالک کرنا ہے یہ اس اقرار کے سبب سے کرنا نہیں کہا جائیگا۔ (ملا مسکین و مترجم بڈھانوی) **ت** اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ چیز بیچنے کے لیئے تجھے وکیل کر دیا ہے وہ خاموش رہا۔ (ہاں نہ کا کچھ جواب نہیں دیا) تو وکیل ہو جائیگا۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو وکیل کیا کہ تو اپنے آپکو طلاق دے لے تو اب شوہر اس عورت کو (وکالت سے) معزول نہیں کر سکتا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اس کام کے لیئے وکیل کر دیا ہے اس شرط پر کہ جب میں تجھے معزول کروں تو میرا وکیل ہی تو بعد میں اگر یہ موکل اسے معزول کرنا چاہے تو دو مرتبہ یوں کہے کہ میں نے تجھے معزول کیا پھر اور معزول کیا۔ اور اگر اس موکل نے (وکیل کرتے وقت) یوں کہا تھا کہ جتنی دفعہ میں تجھے معزول کروں اُتنی ہی دفعہ تو میرا وکیل ہے تو ایسے وکیل کو اگر موکل معزول کرنا چاہے تو یوں کہے کہ میں نے جو وکالت (مشروط اور) معلق کی تھی اُس سے میں نے رجوع کر لیا اور اب جو وکالت ہی اُس سے میں نے تجھے معزول کیا۔ اگر کسی کے ذمہ کچھ روپیہ قرض ہوا اور اس قرض کے عوض قرض ہی دینے پر صلح ہو تو صلح کے اس بدلہ پر یہیں بیٹھے قبضہ ہو جانا اِس صلح کے درست ہونے کی شرط ہی۔ اور اگر قرض کے بدلے قرض پر صلح ہونے کی صورت نہیں ہے تو اس مجلس

(اور اُسکو ختنہ ہونے سے سخت تکلیف اُٹھانی پڑیگی تو اُسکی ختنہ بھی نہیں کیجائیں) ختنہ کرانے کے لیے (مستحب) وقت ساتواں سال ہے۔ گھوڑ دوڑ کرنی اور اُونٹوں کو آپس میں دوڑانا یا پیادہ دوڑنا کہ دیکھیں کون آگے نکلے اور تیر اندازی (یا بندوق چلانی) سیکھنا (جہاد کی غرض سے) جائز ہے اور دونوں طرف سے شرط بدنی حرام ہے اور ایک طرف سے شرط ہونی (استحساناً) حرام نہیں ہے **ف** دونوں طرف سے شرط بدنے کی صورت یہ ہے مثلاً احمد و محمود گھوڑ دوڑ کریں اور یہ شرط ٹھہرالیں اگر احمد کا گھوڑا آگے نکل جائے تو محمود سو روپے دے اور اگر محمود کا نکل جائے تو احمد دو سو روپے دے تو یہ حرام ہے۔ اور ایک طرفہ شرط کی صورت یہ ہے کہ اگر احمد کا گھوڑا آگے نکل جائے تو محمود سو روپے دے اور محمود کا آگے نکل جائے تو احمد کچھ نہیں دیگا۔ یہ درست ہے (حاشیہ عربی کنز و مترجم عفی عنہ) **ت** پیغمبروں اور فرشتوں کے سوا اور لوگوں کے نام پر درود و سلام نہیں بھیجنا چاہیئے (مثلاً کوئی یوں کہے اللہم صل وسلم علی فلان۔ اس طرح کہنا ناجائز ہے) ہاں پیغمبروں اور فرشتوں کے ساتھ میں تبعیت کے طور پر جائز ہے (مثلاً کوئی یوں کہے اللہم صل وسلم علی محمد و علی فلان۔ تو یہ جائز ہے۔ **ف** اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا اور تابعین اور اُنکے بعد سلف صالحین کے ناموں کے بعد رحمہم اللہ کہنا مستحب ہے اور راجح مذہب یہ ہے کہ اس کا عکس بھی درست ہے یعنی صحابہ کے ناموں کے بعد رحمہم اللہ کہنا اور تابعین اور اُنکے بعد کے سلف صالحین کے ناموں کے بعد رضی اللہ عنہم کہنا بھی درست ہے (ط و مترجم عفی عنہ) **ت** کافروں کے تیوہاروں کے نام پر مثلاً نوروز (جو بیساکھ کے پہلے دن کا نام ہے) اور مہرگان (جو کاتک کے پہلے دن کا نام ہے) خیرات کرنی جائز نہیں ہے (اور اسی حکم میں دوالی اور ہولی وغیرہ ہیں کیونکہ یہ بھی کافروں کے تیوہار ہیں) گوشہ دار ٹوپیوں کے اوڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے (گوشہ دار سے مراد کلاہ ہے برابر ہے اُونی ہو یا سوتی ہو مگر ریشمی یا سونے چاندی کے زیادہ کام کی نہ ہو)۔ سیاہ کپڑے پہنا اور عمامہ کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان آدھی کمر تک نیچا رکھنا مستحب ہے بوڑھے آدمی جاہل سے جوان آدمی عالِم (باعمل) کو آگے بڑھکر چلنا جائز ہے۔ حافظ قرآن کو چاہیئے کہ (رمضان میں سُنانے کے سوا) ایک قرآن شریف چالیس روز میں ختم کیا کرے (تاکہ پڑھنے میں جلدی اور گڑبڑ نہ ہو) ❖

اور ہمسایہ نے اس سے درخواست کی کہ تم یہ کنواں یا کھتہ پاٹ دو مجھے نقصان پہنچتا ہے۔ تو کنوئیں والا پاٹ دینے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ اگر اس تری سے ہمسایہ کی دیوار گر بھی پڑیگی تو کنوئیں یا کھتے والے کو بدلہ نہیں دینا پڑیگا۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی کے مکان میں اس سے اپنے روپیہ سے ایک بیٹھک وغیرہ بنالی تو یہ عمارت اسکی بیوی کی ہوگی اور جو کچھ اس پر خرچ ہوا ہوگا وہ اس عورت کے ذمہ ہوگا اور اگر اسنے بلا اجازت اپنے ہی لیئے بنائی تھی تو اب عمارت شوہر ہی کی ہوگی اور اگر بیوی کے لیئے بدون اسکی اجازت کے بنادی تھی تو عمارت اس عورت کی ہوگی۔ اور جو کچھ اس پر خرچ ہوا ہوگا وہ سلوک کرنے کے طور پر ہوگا گویا اتنے روپے کا اسنے عورت کے ساتھ سلوک کر دیا ہے جو اُسے دینا نہیں پڑیگا کیونکہ یہ قرض نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنے قرضدار کو پکڑ لیا تھا ایک اور شخص نے آکر اسکے ہاتھ سے قرضدار کو چھڑا دیا تو چھڑانے والے کے ذمہ یہ قرض نہیں ہوجائیگا۔ ایک شخص کے پاس دوسرے آدمی کا مال تھا جسکے پاس تھا اس سے بادشاہ نے کہا کہ یہ تو مجھے دیدے ورنہ میں دیکھئے چوری کے جرم میں رکھکر تیرا ہاتھ کٹوا ڈالوں گا یا تیرے پچاس کوڑے لگوادوں گا۔ اسنے ڈر کے مارے وہ مال بادشاہ کو دیدیا تو اب اسکو اس مال کا تاوان نہیں دینا پڑیگا (کیونکہ اس سے وہ مال مجبور کرکے زبردستی لیا گیا ہے) ایک شکاری نے جنگل میں بسم اللہ اللہ اکبر کہکر گورخر (وغیرہ) کا شکار کرنے کی غرض سے داننی گاڑدی تھی اور دوسرے دن آیا تو ایک گورخر (وغیرہ) زخمی مرا ہوا وہاں پڑا پایا تو اس کا کھانا درست نہیں ہے۔ بکری (وغیرہ حلال جانوروں میں سے ان اعضاء کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اول پیشاب کا مقام۔ دوسرے کپورے تیسرے غدود چوتھے ٹھکنا۔ پانچویں پتا۔ چھٹے جاری خون ساتویں آلہ تناسل۔ آٹھویں حرام مغز۔ غائب شخص اور نابالغ لڑکے اور پائے ہوئے لڑکے کے مال کا قاضی کو اتنا اختیار ہے کہ جس کو چاہے قرض کے طور پر دیدے (کیونکہ قاضی بلا اہلہ ہی بھکر لگائے پھر وصول کرسکتا ہے اوروں کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ انکو بلا خرچ کیئے وصول کرنا مشکل ہے) اگر کسی لڑکے کی سپاری اتنی کھلی ہوئی ہے کہ اگر کوئی آدمی دیکھے تو اسے ختنہ کیا ہوا خیال کرے اور اب اسکے ذکر کی کھال مشکل سے کٹتی معلوم ہو تو اسکو بے ختنہ ہی کیئے رہنے دیا جائے جیسا کہ اگر کوئی بڈھا مسلمان ہوا اور تجربہ کار جراح یہ کہیں کہ اس میں ختنہ کی طاقت نہیں ہے

توماں کو کل مال کی تہائی ملتی اور جو باقی بچتا اس میں سے ایک چوتھائی بیوی کو ملکر باقی سب دادا
کو ملتا اور یہی صورت بیوی کی جگہ شوہر ہونے پر ہوگی۔ (از حاشیۂ اصل) ت اور دوسرا فرق
یہ ہے کہ میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے باپ کی ماں یعنی میت کی دادی اپنے حصہ سے محروم
ہوجاتی ہے اور میت کے دادے سگے ہوتے ہوئے محروم نہیں ہوتی (ان دو حکموں کے سوا
باپ اور دادا دونوں برابر ہیں) چنانچہ (میت کے) بھائی اور بہنیں دادا کے ہوتے ہوئے محروم
ہوتے ہیں۔ اور ذوی الفروض میں سے تیسری میت کی ماں ہی اور ماں کے لئے تہائی ہے۔
اور اگر میت کے کچھ اولاد ہو یا اولاد کی اولاد ہو اگرچہ کتنے ہی نیچے کی ہو اور لڑکے ہوں یا لڑکیاں
ہوں) یا دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں (برابر ہے کہ حقیقی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں)
تو انکے ہوتے ہوئے ماں کا چھٹا حصہ ہی باقی بھائی بہن کی اولاد اگر ہو تو اس صورت میں یہ حکم
نہیں ہے (ذوی الفروض میں سے چوتھی میت کی جدۂ صحیحہ ہے) اور جدۂ صحیحہ وہ ہی کہ اسکا نانا
میت تک بیان کرنے میں جد فاسد نہ آئے (چنانچہ دادی اور نانی یا پڑ دادی اور پڑنانی سب جدۂ
صحیحہ ہیں کیونکہ انکے ناتے میں جد فاسد یعنی نانا نہیں آتا ہاں نانے کی ماں یا نانے کی دادی جدہ
فاسدہ ہوگی کیونکہ نانا بیچ میں ہی) اور جدات کے لئے خواہ کتنی ہی ہوں (یعنی ایک ہو یا کئی ہوں)
چھٹا حصہ ہی اور جس جدہ کے میت سے دو رشتے ہوں اور جس کا صرف ایک ہی ہو حصہ ملنے میں یہ
دونوں برابر ہونگی ف دو رشتے اس طرح ہوسکتے ہیں کہ مثلاً ایک عورت کے ایک پوتا اور ایک نواسی
ہے اور ان دونوں کا آپس میں نکاح ہوگیا پھر انکے اولاد ہوئی تو انکی اولاد کی یہ عورت دو رشتوں سے
جدہ ہوگی یعنی انکی ماں کی جہت سے یہی نانی بنے گی اور باپ کی طرف سے یہی دادی ہوگی اور ایک
رشتہ سے نانی اور دادی ہونا تو صاف ظاہر ہے ت اور قریب کے ناتے کی جدہ ہوتے ہوئے دور کے
ناتے کی جدہ محروم ہوجاتی ہے اور ماں کے ہوتے ہوئے سب ہی جدات محروم ہوجاتی ہیں (قریب کی
ہوں یا دور کی ہوں) اور ذوی الفروض میں پانچواں شوہر ہے) اور شوہر کے لئے (بیوی کے ترکہ میں
اولاد نہ ہونیکی صورت میں) نصف ہی اور اگر اولاد ہو یا بیٹے کی اولاد ہو خواہ کتنے ہی نیچے کی ہو چوتھائی
ہوتا ہی اور ذوی الفروض میں چھٹی میت کی بیوی ہے) اور بیوی کے لئے (شوہر کے ترکہ میں سے) چوتھائی

کتاب الفرائض

(میت کے وارثوں کے حصوں کا بیان)

ف میت کے مال سے تجہیز و تکفین کے بعد اول اُسکے ذمہ کا وہ قرض ادا کرنا چاہیئے جس کے
عوض اِس میت کی کوئی چیز گرو ہو اور اسکے بعد اسکا ترکہ اس حساب سے تقسیم ہوگا جو آگے خود مؤلف
بیان فرماتے ہیں ت میت کے ترکہ میں سے اول اسکے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے پھر جو کچھ بچے
اُس سے اسکا قرض ادا کیا جائے پھر اس سے جو کچھ بچے اُس میں سے اسکی وصیت پوری کی
جائے۔ پھر جو کچھ بچے اُس کو میت کے وارثوں میں (حصہ رسد) تقسیم کر دینا چاہیئے ف میت
کے وارث تین طرح کے ہوتے ہیں اول ذوی الفروض۔ دوسرے عصبی تیسرے ذوی الارحام
ت اور ورثہ اول ذوی الفروض ہیں یعنی وہ حصہ والے کہ جنکا حصہ قرآنِ مجید یا حدیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے) معین ہو چکا ہے (اور وہ بارہ آدمی ہیں اِن میں سے اول میت کا باپ ہے۔
پس باپ کے لیے میت کے بیٹے یا بیٹے کے بیٹے وغیرہ کے ہوتے ہوئے چھٹا حصہ ہے (اور اگر
باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑ پوتی وغیرہ مؤنث اولاد چھوڑے تو باپ کو چھٹا حصہ بھی ملیگا
اور جو اِن ذوی الفروض کے حصے تقسیم ہو کر بچے گا وہ بھی باپ ہی کو ملیگا۔ اور اگر میت کے لڑکا
لڑکی کچھ نہ ہو اور باپ ہو تو سارا باپ ہی کو ملتا ہے کیونکہ باپ عصبہ بھی ہے اور ان میں سے دوسرا
میت کا دادا ہے) اور دادا (میت کا باپ زندہ نہ ہونے کی صورت میں) مثل باپ کے ہے اگر اسکے
اور میت کے ناتے میں میت کی ماں نہ آتی ہو (جیسے باپ کا باپ یا دادے کا باپ یا اور اوپر تک)
مگر ہاں دو مسئلوں میں باپ اور دادا کے درمیان فرق ہے ایک تو یہ کہ جب میت ماں باپ اور مثلاً
بیوی یا شوہر چھوڑے تو باپ کے موجود ہونے کے باعث شوہر یا بیوی کا حصہ دیکر جو بچتا ہے
ماں کو اُس بچے ہوئے کی تہائی ملتی ہے ف اور اسی صورت میں اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو اُس وقت
ماں کو کل مال کی تہائی ملتی ہے مثلاً ایک شخص مرا اور اُسنے ایک بیوی اور ماں باپ چھوڑے
تو اس صورت میں بیوی کو چوتھائی ترکہ پہنچیگا کیونکہ میت کے اولاد نہیں ہے اور چوتھائی نکلنے
کے بعد جو بچیگا اُس میں سے تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملیگا۔ اور اگر باپ کی جگہ دادا زندہ ہو تو

تو نصف ترکہ ملیگا کیونکہ ایک بیٹی ہو تو اُسے نصف ملتا ہے اور اگر دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں
تو انہیں دو تہائی ملینگی کیونکہ دو اور دو سے زیادہ بیٹیوں کو دو تہائی ملا کرتی ہیں) ذوی الفروض
میں سے دسویں علاتی بہنیں ہیں اور یہ) حقیقی بہنوں کے ساتھ ایسی ہیں کہ جیسے پوتیاں بیٹیوں کے
ساتھ (اور بیٹیوں پوتیوں کی نسبت ابھی مذکور ہو چکی ہے) اور بہنیں خواہ حقیقی ہوں خواہ علاتی ہوں
انکے بھائی انھیں عصبے کر دیتے ہیں (یعنی وہ تو عصبے ہوتے ہی ہیں اُنکی وجہ سے یہ بھی عصبے ہو
جاتی ہیں) اور اسی طرح میت کی بیٹی اور پوتی بھی میت کی بہنوں کو عصبے کر دیتی ہیں (یعنی یہ سب
ملکر عصبے ہو جاتی ہیں) اور ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ سب یہ ہی لے لیتی ہیں۔ اور (ذوی الفروض
میں سے گیارہویں اور بارہویں) اخیافی (بہنیں اور بھائی ہیں اُن) بہنوں اور بھائیوں کے لیئے
ایک ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں تو ایک تہائی ہے ان میں مرد اور عورت دونوں کا حصہ برابر
ہے (یعنی حقیقی اور علاتیوں کی طرح یہ نہیں ہیں کہ مرد کو عورت سے دوہرا حصہ ملے) اور بہن بھائی
(خواہ کیسے ہی ہوں حقیقی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں) میت کے بیٹے اور پوتے پڑپوتے وغیرہ
نرینہ اولاد اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے سب محروم ہو جاتے ہیں اور میت کی سگی بیٹی اور پوتی اخیافی
بہن بھائیوں ہی کو محروم کرتی ہے اور بس (یعنی حقیقی اور علاتیوں کو یہ محروم نہیں کرتیں۔ وارثوں کی
دوسری قسم عصبے ہیں) اور عصبہ وہ وارث ہے کہ اگر اکیلا ہو (یعنی ذوی الفروض نہ ہوں) تو سارا مال
اسی کو ملے اور اگر ذوی الفروض کے ساتھ ہو تو ان سے بچا ہوا اسکو ملے **ف** عصبہ دو قسم پر ہے
ایک عصبہ نسبی دوسرا سببی۔ عصبہ نسبی اُسکو کہتے ہیں جو نسب کے ذریعے سے ہو اور عصبہ سببی مولی
عتاقہ یعنی میت کے آزاد کرنے والے کو کہتے ہیں میراث میں عصبہ نسبی مقدم ہوتا ہے اسکی پوری
تفصیل سراجی وغیرہ سے معلوم ہو سکتی ہے **ت** اور (ترتیب عصبوں میں یہ ہے کہ سب سے اول درجے
کا عصبہ میت کا بیٹا ہے پھر پوتا پھر پڑپوتا۔ اسی طرح آگے اگرچہ کتنے ہی نیچے تک ہو اگر اس سلسلہ میں
کوئی نہ ہو تو) پھر میت کا باپ (باپ نہ ہو تو دادا یہ نہ ہو تو پڑدادا اگرچہ کتنے ہی اُوپر کا ہو اگر اس سلسلہ میں
کوئی نہ ہو تو) پھر (میت کا) سگا بھائی (اور اگر سگا بھائی بھی نہ ہو تو) پھر علاتی (یعنی باپ شریکیا) بھائی (اگر
یہ بھی نہ ہو تو) پھر علاتی بھائی کا بیٹا (اگر یہ بھی نہ ہو تو) پھر میت کے تچھے تائے (اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر

ہے (بشرطیکہ اولاد یا اولاد کی اولاد نہ ہو) اور اولاد کے ہوتے ہوئے یا بیٹے کی اولاد کے ہوتے ہوئے اگرچہ کتنے
ہی نیچے کی ہو آٹھواں حصہ ہے (خواہ بیوی ایک ہو یا دو ہوں یا تین یا چار ہوں انکا حصہ چوتھائی یا آٹھویں
سے نہیں بڑھ سکتا یعنی چوتھائی شوہر کے اولاد نہ ہونے کی صورت میں اور آٹھواں اولاد ہونے
ہونے کی صورت میں بس۔ اور ساتویں ذوی الفروض میں سے میت کی بیٹی ہے) اور (میت کی) بیٹی
کے لئے اگر ایک ہے تو ترکہ کا نصف ہے اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہیں تو ترکہ کی دو تہائی ہیں اور (اگر
وارث بیٹا بیٹی دونوں ہیں تو) بیٹا بیٹی کو عصبہ کر دیتا ہے (یعنی اس وقت یہ دونوں عصبے ہو جاتے
ہیں) اور عصبے ہونے کی صورت میں ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے۔ اور میت کا بیٹا
(زندہ) نہ ہونے کی صورت میں پوتا بمنزلہ بیٹے کے ہو جاتا ہے (یعنی پوتے کا حق وہی ہو جاتا ہے
جو بیٹے کا ہوتا ہے) اور اگر میت کی بیٹی کے ساتھ میت کا پوتا بھی ہو تو بیٹی کو ترکہ کا نصف دیکر باقی نصف
پوتے کو ملیگا۔ اور ذوی الفروض میں سے آٹھویں میت کی پوتی ہے اور پوتی کو (خواہ ایک ہو یا کئی
ہوں میت کی ایک بیٹی کے ہوتے ہوئے) ایک چھٹا حصہ ملتا ہے تاکہ دو تہائی پورے ہو جائیں۔
(کیونکہ پوتی بمنزلہ بیٹی کے ہے اس لئے دو تہائی جو بیٹیوں کا حق ہے ان میں پوری کر دیجائیں گی
مگر ان میں فرق مراتب ہونے کی وجہ سے بیٹی کو نصف ملیگا اور باقی کو چھٹا) اور اگر بیٹیاں دو ہوں یا
دو سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں پوتیاں محروم ہو جاتی ہیں ہاں اگر انکے ساتھ کوئی لڑکا ہو
(یعنی انکا بھائی ہو) یا ان سے نیچے کے درجے میں ہو (یعنی انکے کوئی بھتیجہ ہو) تو وہ اپنے ساتھ والیوں
اور اوپر والیوں کو فرض والیوں کے سوا عصبے بنا دیتا ہے اور جو ان سے نیچے کے درجے میں پوتیاں
ہوں انکو محروم کر دیتا ہے **ف** مثلاً ایک میت کی تین یا دو بیٹیاں اور ایک پوتی اور ایک پڑپوتا اور
ایک پڑپوتی اور ایک پوتی کی پوتی یعنی میت کی سڑپوتی ہے تو اس صورت میں دو بیٹیوں کو دو تہائی
ملیگی اور ایک تہائی جو بچے گی وہ پڑپوتی کے سبب سے پوتی پڑپوتی پڑپوتے تینوں میں تقسیم ہو جائیگی
ہاں پڑپوتے کو ان لڑکیوں سے دونا ملیگا۔ اور میت کی سڑپوتی جو پڑپوتے سے نیچے درجے میں ہے
وہ محروم رہیگی (از حاشیہ اصل مختصراً) **ت** اور ذوی الفروض میں سے نویں میت کی بہنیں حقیقی ہیں
اور حقیقی بہنیں بیٹیاں (اور پوتیاں) نہ ہونیکی صورت میں مثل بیٹیوں کے ہیں (پس اگر ایک بہن ہے)

ت اگر کسی کافر میں ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ ایک کے اعتبار سے وہ محجوب ہوتا ہے اور دوسری کے اعتبار سے حاجب تو فقط حاجب ہونیکے اعتبار سے اسکو میراث ملیگی (مثلاً ایک آتش پرست نے اپنی ماں سے نکاح کرلیا تھا اُس سے اُسکے ایک لڑکا ہوا تو یہ لڑکا اس عورت کا لڑکا بھی ہے اور پوتا بھی ہے۔ اب جس وقت یہ عورت مرگئی تو اس لڑکے کو اس عورت کے بیٹا ہونے کے اعتبار سے میراث ملیگی۔ کیونکہ پوتا تو بیٹے کے ہوتے ہوئے محروم یعنی بیٹے سے محجوب ہوتا ہے) اور اپنی محرم کے نکاح کرنے کے باعث کسی کافر کو میراث نہیں مل سکتی (مثلاً کوئی کافر اپنی بیٹی یا ماں سے نکاح کرے بعد میں یہ مرجائے تو اس کافر کو شوہر ہونے کے اعتبار سے اس عورت کا ورثہ نہیں مل سکتا) اور حرام کی اولاد اور وہ بچہ جسکے سبب سے میاں بیوی میں لعان ہوا ہو اپنی ماں ہی کے وارث ہوا کرتے ہیں (اور باپ کے ترکہ کے وارث نہیں ہوسکتے کیونکہ باپ سے تو انکا رشتہ پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے) اور حمل کیواسطے ایک بیٹے کے حصہ کی مقدار ترکہ روک لینا چاہیئے (یعنی اگر میت کی بیوی حاملہ ہو اور ورثہ ترکہ تقسیم کرانا چاہیں تو حمل کے لئے اُس ترکہ میں سے ایک بیٹے کا حصہ علیحدہ کرکے باقی مال تقسیم کردینگے) پھر اگر یہ بچہ آدھے سے زیادہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد مرگیا تو وہ حصہ اسکا شمار کیا جائیگا۔ اور اگر تھوڑا ہی سا نکل کر مرگیا تو یہ (اس حصہ کا) وارث نہوگا اگر چند رشتہ دار ڈوب کر یا جل کر مرجائیں تو ان میں ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مرنے والوں کی ترتیب معلوم ہوجائے (کہ فلاں شخص پہلے مرا ہے اور فلاں پیچھے تو اُس وقت ان میں پچھلا پہلے کا وارث ہوگا)۔ (تیسری قسم کے وارث ذوی الارحام ہیں) اور ذورحم رشتہ دار کو کہتے ہیں کہ جو نہ ذوی الفروض ہو (یعنی نہ اُس کا شریعت سے حصہ معین ہو) اور نہ وہ عصبہ ہو۔ اور ذورحم ذوی الفروض یا عصبہ کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوسکتا سوائے میاں یا بیوی کے کہ انکے ساتھ (باوجود انکے ذوی الفروض بھی ہونے کے) ذورحم کو حصہ پہنچ جاتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ (میراث میں) ان دونوں پر رد نہیں ہوا کرتا ف یعنی بچا ہوا مال میاں بیوی کو دوبارہ نہیں دیتے بخلاف اور ذوی الفروض کے کہ اگر اُنکے حصّوں سے کچھ مال بچتا ہے تو وہ پھر انھیں کو حصہ رسد دیدیا جاتا ہے پس جب میاں بیوی کو دیکر کچھ بچے (اور قانون شرعی کے باعث وہ اُنکو دوبارہ نہ دیا جائے اور انکے سوا اور کوئی ذوی الفروض یا عصبہ نہو تو اب اس مال کا وارث سوائے ذی رحم کے اور کوئی ہے ہی نہیں اس وجہ سے

باپ کے چچیرے تائے (یہ بھی نہ ہوں تو) پھر (میت کے) دادے کے چچیرے تائے اور اسی مذکورہ ترتیب کے ساتھ (یعنی ان سب میں سگے علاتیوں پر مقدم رہیں گے سگوں کے ہوتے ہوئے علاتیوں کو حق نہیں پہنچے گا) اور ان سب نسبی عصبوں کے بعد میت کے آزاد کرنے والا کا درجہ ہے (جسکو مولی العتاقہ اور عصبہ سببی کہتے ہیں اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر اسکے عصبوں کو اسی مذکورہ ترتیب سے پہنچے گا (جو عصبۂ نسبی میں بیان کی گئی ہے) اور جن عورتوں کا حصہ نصف یا دو تہائی ہوتا ہے (جیسے بیٹیاں پوتیاں اور حقیقی اور علاتی بہنیں) تو وہ بھائیوں کے ساتھ عصبے نہیں ہوتیں اور جس شخص کی میت سے قرابت کسی کے ذریعے سے ہو تو اس ذریعے کے موجود ہوتے ہوئے وہ شخص محروم رہیگا (مثلاً دادا کی قرابت میت کے باپ کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور پوتے کی قرابت میت کے بیٹے کے ذریعے سے تو باپ کے موجود ہوتے ہوئے دادا اور بیٹے کے موجود ہوتے ہوئے پوتا محروم رہیگا) سوائے اخیافی بہن بھائیوں کے (کہ انکی قرابت بھی ماں کے ذریعہ سے ہوتی ہے لیکن وہ اس قاعدے سے خارج ہیں۔ لہٰذا وہ ماں کے ہوتے ہوئے محروم نہیں ہوتے) اور جو وارث کسی قریب رشتہ دار کیوجہ سے (ترکہ سے) محجوب (یعنی محروم) ہو جاتا ہو وہ اوروں کو محجوب کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک میت نے دو بھائی یا دو بہنیں اور ماں اور باپ چار وارث چھوڑے تو اس صورت میں یہ دو بھائی یا دو بہنیں ماں کے حصے کو تہائی سے چھٹے کیطرف محجوب کر دینگی (یعنی میت کا باپ زندہ ہونے کے باعث اگرچہ یہ دونوں بھائی یا دونوں بہنیں محروم ہی رہیں گی۔ لیکن تاہم انکی وجہ سے ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اگر یہ نہ ہوتے تو ماں کو تہائی ملتا۔ ہاں جو شخص غلام ہونے کے باعث یا مورث کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنیکے باعث یا دین مختلف ہونے کے باعث یا ملک مختلف ہونے کے باعث ترکہ سے محروم رہا ہو تو وہ کسی کو محروم نہیں کر سکتا۔ اور جسطرح مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح کافر بھی آپس میں نسب اور سبب دونوں ذریعوں سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں **ف** ذریعہ نسب سے مراد یہ ہے کہ مثلاً آپس میں باپ بیٹے یا بہن بھائی ہوں اور ذریعہ سبب یہ کہ مثلاً آپس میں میاں بیوی ہوں یا ایک دوسرے کا آزاد کردہ ہو اور ایک شخص دو سببوں سے بھی وارث ہو سکتا ہے مثلاً ایک شخص نے کسی کی لونڈی سے نکاح کر رکھا تھا پھر اسے خرید کر آزاد کر دیا تو اس لونڈی کا یہ شخص شوہر ہونے کے سبب سے بھی وارث ہوگا اور آزاد کرنے کے سبب سے بھی

(یعنی نہر یا دو)

دو تہائی کیونکہ جہاں سے انکے بطن یعنی درجہ کا اختلاف ہوا ہے وہاں ایک طرف نواسا ہے اور ایک طرف نواسی تو
نواسے کے اعتبار سے دو تہائی ملیگا اور نواسی کے اعتبار سے ایک (تہائی) اور حصے (جو قرآن مجید میں مقرر
ہوئے ہیں چھ ہیں یعنی) آدھا ۱/۲ چوتھائی ۱/۴ اور آٹھواں ۱/۸ اور دو تہائی ۲/۳ - تہائی ۱/۳ اور چھٹا ۱/۶ ہیں اور ان حصوں کے مخرج
دینے ایسے عدد جن سے یہ حصے نکل سکیں) یہ (سات) ہیں آدھے کے لئے دو کا عدد (یعنی اگر آدھا ترکہ دینا ہو تو
چاہیئے کہ کل ترکہ کے دو حصہ کر لیئے جائیں اور علی ہذا القیاس) اور چوتھائی کے لئے چار کا عدد ہے اور آٹھویں کے
لئے آٹھ کا عدد ہے اور دو تہائی اور تہائی کے لئے تین کا عدد ہے (یعنی اگر کسی وارث کو دو تہائی یا تہائی ترکہ دینا ہے
تو کل ترکہ کے تین حصہ کر لئے جائیں حساب برابر ہو جائیگا) اور چھٹے حصہ کے لیئے چھ کا عدد ہے (اور ان دونوں قسموں
میں پچھلے عدد سے پہلے حصہ بھی نکل سکتے ہیں مثلاً آدھا دو سے نکلتا تھا چار سے اور آٹھ سے بھی نکل سکتا ہے
اور چوتھائی آٹھ سے نکل سکتا ہے اور جیسے تین سے تہائی اور دو تہائی نکلتی تھیں ایسے ہی چھ سے بھی نکل سکتی
ہیں) اور اگر ایک قسم کے حصے دوسری قسم کے حصوں سے ملجائیں (یعنی اگر دونوں قسموں کے حصوں کے
لینے والے وارث جمع ہو جائیں) تو اس وقت مخرج بارہ اور چوبیس ہوتا ہے (مثلاً ایک وارث چوتھائی کا لینے
والا ہو اور دوسرا تہائی یا دو تہائی وغیرہ کا لینے والا تو اس صورت میں دونوں کے حصے نکالنے کے لیئے
مخرج بارہ ہوگا اور اگر ایک وارث آٹھویں کا مستحق ہو اور دوسرا تہائی وغیرہ کا تو اس صورت میں مخرج چوبیس
ہوگا مگر اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ایک وارث آدھے کا مستحق ہو اور دوسرا تہائی وغیرہ کا تو اس صورت
میں مخرج چھ ہوگا اس حساب سے اختلاط کے مخرج تین ہوئے) اور ان مخارج کے حصے بڑھ جانے سے یہ مخارج
عول ہو جاتے ہیں **ف** فرائض کے بعض مسئلہ میں ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ مخرج کے حصوں کا عدد کم
ہوتا ہے اور اسکے حصہ مالکر زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہاں مخرج کو ذرا بڑھا دیتے ہیں تاکہ سب وارثوں کو انکے حصے
پہنچ جائیں اور اس بڑھانے کو علم فرائض میں عول کہتے ہیں اور یہ بڑھنا انہی تین مخرجوں میں ہوتا
ہے جو دونوں قسموں کے حصے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں **ت** پس چھ کا عدد دس تک عول ہو جاتا ہے
طاق اور جفت دونوں (یعنی چھ کے سات اور نو بھی ہو سکتے ہیں اور آٹھ اور دس بھی) اور بارہ کا عول سترہ
تک ہوتا ہے مگر طاق ہی جفت نہیں ہوتا یعنی بارہ کے تیرہ ۱۳ پندرہ ۱۵ اور سترہ ۱۷ ہو سکتے ہیں چودہ ۱۴ اور سولہ ۱۶ نہیں
ہوتے) اور چوبیس کا عول صرف ایک ستائیس تک ہوتا ہے (یعنی نہ پچیس ۲۵ چھبیس ۲۶ ہوتا ہے اور نہ ستائیس سے بڑھتا
ہے) اور اگر وارثوں کے ایک فریق کا حصہ انپر پورا تقسیم نہ ہو (مثلاً چار حصے ہوں اور انکے لینے والے چھ ہوں
تو اب (دیکھنا چاہیئے کہ) اگر حصوں اور لینے والوں کے عدد کے درمیان توافق کی نسبت ہے تو وارثوں کے
عدد کا وفق لیکر اصل مسئلہ میں (یعنی جو سب حصوں کا مخرج بنایا گیا تھا) ضرب دیدیں گے (مثلاً اوپر

ذوی رحم انکے ہوتے ہوئے وارث ہوتا ہے **ت** اور ذوی الارحام کی ترتیب مثل عصبات کی ترتیب کے ہے (یعنی اول میت کے فروع مثلاً اسکی بیٹیوں پوتیوں کی اولاد وارث ہوگی اگرچہ کتنے ہی نیچے کی ہوں۔ پھر اگر فروع نہ ہوں تو میت کے اصول مثلاً جد فاسد اور جدات فاسدہ اگرچہ کتنے ہی اوپر کی ہوں اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر میت کے ماں باپ کی فروع یعنی اخیافی یا علاتی بہن بھائیوں کی اولاد اور علی ہذا القیاس (یعنی بڑیادہ) **ت** اور (ذوی الارحام میں درجے کے قرب سے آپس میں) ترجیح ہوتی ہے (مثلاً میت کی نواسی وراثت میں میت کی نواسی کی بیٹی سے اور پوتی کی بیٹی سے مقدم ہوگی اور) اگر درجہ میں فرق نہ ہو تو پھر اصل کے وارث ہونے سے ترجیح ہوتی ہے۔

ف یعنی اگر ذوی الارحام میں سب برابر ہوں تو پھر وارث کی اولاد کو ترجیح ہوگی برابر ہے کہ وہ عصبہ کی اولاد ہو یا ذوی الفروض کی اولاد ہو مثلاً پوتی کی بیٹی نواسی کی بیٹی سے مقدم ہوگی اور پوتی کا بیٹا نواسی کے بیٹے سے مقدم ہوگا کیونکہ ان دونوں قسموں میں یہ دونوں وارث میت کے قرب کے لحاظ سے اگرچہ درجے میں برابر ہیں لیکن پہلی صورت میں پوتی کی بیٹی کی اصل یعنی پوتا اور دوسری صورت میں پوتی کے بیٹے کی اصل یعنی وہی پوتا وارث ہوتا ہے تو اس اعتبار سے انکو ترجیح ہوگی) یعنی **ت** اور ذوی الارحام کی جہت قرابت اگر میت سے مختلف ہو (یعنی ایک میت کے باپ کی طرف سے قرابت رکھتا ہو اور دوسرا میت کی ماں کی طرف سے) تو باپ کی طرف سے قرابت والے کو دُگنا ملے گا اُس سے جسکی قرابت میت سے میت کی ماں کی طرف سے ہو (مثلاً ایک بوڑھا میت کا نانا ہو اور دوسرا میت کی ماں کا دادا ہو تو پہلے کو دوہرا حصہ ملیگا اور دوسرے کو اکہرا) اور ذوی الارحام کے اصول اگر (مرد وعورت ہونے میں) برابر ہوں تو ترکہ انکے بدنوں پر تقسیم کیا جائیگا **ف** مثلاً میت کی ایک بہن یا دو بہنوں کی اولاد ہو پس اگر یہ لڑکے ہی ہیں تو انکو حصہ برابر ملیگا اور اگر سب لڑکیاں ہی ہیں تب بھی برابر ہی ملیگا اور اگر لڑکے لڑکیاں ہوں تو چونکہ انکے اصول یعنی مائیں میت کی بہن ہونے میں برابر ہیں تو اس صورت میں ترکہ انکے بدنوں پر تقسیم ہوگا۔ یعنی لڑکے کو دوہرا حصہ ملیگا اور لڑکی کو اکہرا **ت** اور اگر انکے اصول مختلف ہوں تو ترکہ انکی گنتی پر تقسیم ہوگا اور جس بطن (اور درجے) میں یہ اختلاف ہوا ہو۔ اُس میں وصف کا (یعنی مرد وعورت ہونے کا فرق لحاظ کر لیا جائیگا (مثلاً میت کی ایک نواسی کی بیٹی اور ایک نواسے کی بیٹی زندہ ہوں تو اس صورت میں پہلی کو ایک تہائی ملیگا اور دوسری کو دو

میت کی دو بیٹیاں اور ایک ماں ہو) یا آدھے اور دو چھٹے (حصّوں کے لینے والے) جمع ہوں (مثلاً ایک حقیقی بہن اور ایک اخیافی بہن ہو) یا آدھے اور ایک تہائی (کے لینے والے) جمع ہوں۔ تو اِن تینوں صورتوں میں مسئلہ پانچ سے کیا جائیگا۔ اور اگر وارث ایک جنس کے ہوں اور اُنکے ساتھ کوئی ایسا وارث بھی ہو جس پر رد نہیں ہو سکتا (مثلاً اُنکے ساتھ میت کا شوہر ہو یا بیوی ہو) تو اس صورت میں شوہر یا بیوی کے حصہ کا سب سے کم مخرج نکال کر اس میں سے اُسکا حصہ دیدیا جائے اور باقی اُن ایک جنس کے وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے مثلاً (ایک عورت مرے اور) ایک شوہر اور تین بیٹیاں وارث ہوں اور اگر باقی حصے اُن ایک جنس کے وارثوں پر پورے طور پر تقسیم نہ ہو سکیں اور اُنکے عدد میں اور اُن حصّوں میں توافق کی نسبت ہو تو اُنکے عدد کا وفق نکالکر اُسکو اُس وارث کے حصہ کے مخرج میں ضرب دیدیں جسپر رد نہیں ہو سکتا (یعنی شوہر یا بیوی کے حصہ کے مخرج میں) مثلاً (ایک عورت کے وارث) ایک شوہر اور چھ بیٹیاں ہوں اور ان میں توافق کی نسبت نہ ہو (بلکہ تباین کی ہو) تو وارثوں کے کُل عدد کو اُن ہی شوہر یا بیوی کے حصہ کے مخرج میں ضرب دینا چاہیئے مثلاً (ایک عورت مرے اور اُسکے) ایک شوہر اور پانچ بیٹیاں (وارث) ہوں اور اگر شوہر یا بیوی کے ساتھ دو جنس کے وہ وارث ہوں جن پر رد ہو سکتا ہے تو اُنکا مسئلہ نکال لینا چاہیئے بعد میں شوہر یا بیوی کو مخرج سے اُنکا حصہ دیکر باقی کو اس مسئلہ کے عدد پر تقسیم کر دینا چاہیے (اگر تقسیم ہو سکے) مثلاً ایک میت کے وارث ایک بیوی اور چار جدات اور چھ اخیافی بہنیں ہوں اور اگر مخرج سے شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد باقی بچا ہوا ان وارثان مختلف کے حصوں پر پورا تقسیم نہو سکے تو جن پر رد ہو سکتا ہے اُنکے حصوں کو شوہر یا بیوی کے فرض کے مخرج میں ضرب دینا چاہیئے مثلاً میت کے وارث چار بیویاں اور نو بیٹیاں اور چھ جدات ہوں اسکے بعد اُن ورثاء کے سہام کو کہ جن پر رد نہیں ہو سکتا اُن ورثاء کے اصل مسئلہ کے عدد میں ضرب دینا چاہیئے کہ جن پر رد ہو سکتا ہے پھر اُنکے سہام کو اُس عدد میں ضرب دو جو رد نہو سکنے والے ورثا کے مخرج سے باقی رہا ہے اب اگر اس تقسیم میں کسر پڑے (یعنی حصوں کا عدد ورثاء کے عدد پر پورا تقسیم نہ ہو) تو موافق قواعد مذکورہ کے اسکی تصحیح کر لیجائے۔ اور اگر ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے کوئی وارث مرجائے تو (اُس وقت پر تقسیم ترکہ کی صورت یہ ہوگی کہ) اول پہلے میت کے (اصل) مسئلہ کی تصحیح کر لو اور ہر وارث کا جسقدر حصہ بیٹھے اُسے دیدو (یعنی معین کر دو) اسکے بعد دوسری میت کے اصل مسئلہ کی (اُسکے وارثوں کے عدد پر) تصحیح کر لو بعد اب دیکھو کہ اس دوسری میت کو جو پہلی تصحیح سے حصہ پہنچا ہے اُسکے عدد میں اور دوسری تصحیح (کے عدد میں) تینوں نسبتوں میں سے ایک نسبت ضرور ہوگی۔ پس اگر اس دوسری میت کو پہلی تصحیح سے جو (سہام کا عدد) پہنچا ہے وہ دوسری تصحیح پر پورا تقسیم ہو سکتا ہے (اور کسر نہیں پڑتی) تو اب ضرب کی ضرورت نہیں پہلی ہی میت

[1] یعنی ان دونوں میں سے جو لنسا ہو ۱۲ [2] ان میں نسبتوں سے مراد توافق تباین اور تماثل ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور آگے انکی تفصیل شروع ہوتی ہے ۱۲

بریکٹ والی مثال میں چھ اور چار ہیں توافق ہی کی نسبت ہے یعنی دونوں نصف ہو سکتے ہیں تو چھ کے وفق تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدیں گے) اور اگر حصوں اور انکے لینے والوں کے عدد کے درمیان توافق کی نسبت نہ ہو (بلکہ تباین ہو جیسے چار اور تین میں پانچ اور چھ میں) تو اس صورت میں سارا عدد ہی اصل مسئلہ کے عدد میں ضرب دیا جائیگا اور جو حاصل ضرب ہوگا اس سے پھر سب حصے تقسیم کئے جائیں گے (یعنی اس حساب سے سب کو اپنا اپنا حصہ پورا پہنچ جائیگا) اور اگر کسر کئی جگہ ہو (یعنی وارثوں کے کئی فریق ہوں اور ہر فریق کے حصے ان پر پورا نہ بٹ سکیں۔ بلکہ سب میں کسر آتی ہو) اور فریقوں کے آپس میں تماثل ہو (یعنی شمار میں سب برابر ہوں) تو ان میں سے ایک فریق کے عدد کو اصل مسئلہ کے عدد میں ضرب دے لینا چاہیئے اور اگر وارثوں کے عدد کے فریق آپس میں متداخل ہوں (یعنی ایسے ہوں کہ ان میں سے بڑا عدد چھوٹے پر پورا بٹ جائے کسر نہ پڑے) تو جس فریق کے آدمی زیادہ ہوں انکے عدد کو اصل مسئلہ کے عدد میں ضرب دے لیں اور اگر ان میں توافق کی نسبت ہو (یعنی وہ ایسے عدد ہوں کہ انکو ایک تیسرا عدد ایک کے سوا فنا کر سکتا ہو جیسے آٹھ اور بیس کو چار کا عدد فنا کر سکتا ہے) تو اس صورت میں ایک عدد کے وفق کو دوسرے پورے عدد میں ضرب دیدیں گے (اور حاصل ضرب پھر اصل مسئلہ کے عدد میں ضرب دیا جائیگا) اور اگر سب فریقوں کے عدد آپس میں متباین ہوں تو ایک فریق کے عدد کو دوسرے فریق کے عدد میں اور پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے عدد میں اور پھر آخر کے حاصل ضرب کو اس مسئلہ کے عدد میں اور اگر مسئلہ عولیہ ہو تو عول میں ضرب دینا چاہیئے۔ اور ذوی الفروض کے حصہ دیکر) جو مال بچ جائے تو وہ ذوی الفروض ہی کو انکے حصوں کے موافق دیدینا چاہیئے سوائے میاں یا بیوی کے (کہ اگرچہ ذوی الفروض میں ہیں) مگر انکو اس بچے ہوئے میں سے کچھ نہیں ملا کرتا پس (یہ بچا ہوا مال دوبارہ اس طرح دیا جاتا ہے کہ) جن وارثوں پر رد ہو سکتا ہے (یعنی جنکو دوبارہ دیا جا سکتا ہے) اگر وہ ایک جنس کے ہیں تو اسکے حصے انکے شمار کے موافق کر لیں گے مثلاً (ایک میت کی وارث (صرف) دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہیں۔ اور اگر جن وارثوں پر رد ہو سکتا ہے وہ کئی جنس کے ہوں تو اب مسئلہ انکے حصوں کی گنتی سے ہوگا (یعنی پہلے اصل مسئلہ میں سے جسقدر حصے انکو پہنچے ہوں انکو جمع کر لیا جائے اور جو حاصل جمع ہو وہ اصل مسئلہ کا عدد قرار دیا جائے) مثلاً اگر دو چھٹے حصے کے دینے جمع ہوں (جیسے میت کی جدہ اور ایک اخیافی بہن) تو اس صورت میں مسئلہ دو سے کیا جائیگا اور اگر تہائی اور چھٹے حصہ والے جمع ہوں (جیسے ایک جدہ اور دو اخیافی بہنیں ہوں) تو اس صورت میں مسئلہ تین سے ہوگا۔ اور اگر آدھے اور چھٹے کے لینے والے جمع ہوں (جیسے ایک بیٹی اور ایک پوتی ہو) تو اب مسئلہ چار سے ہوگا۔ اور اگر دو تہائی اور چھٹے حصے (کے لینے والے) جمع ہوں (جیسے

ملہ جس دوبارہ دینے کو اس علم میں رد کہتے ہیں ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاروقی پریس دہلی کی خدمات اسلامی

ہر چیز کی اشاعت کا یہ بہت اچھا زمانہ آگیا ہے پریس ڈاک۔ ریل اور تار نے حقیقت میں زمین کی طنابیں کھینچدی ہیں اور لوگ جو کچھ چاہیں چھاپکر تقریباً آدھی دنیا میں پھیلا سکتے ہیں اس وقت تمام مذاہب اپنے اپنے کام میں سرگرم ہیں عیسائی انجیل کے کروڑوں نسخے دنیا میں شائع کر چکے ہیں اور ہمارے بھائی ہندو اور آریوں نے اسی طرح پریس کی قوۃ سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی اس قسم کی کوئی انجمن تو یہ بھی جو محض اپنے دین کی پاک کتابوں کو صحیح چھاپکر شائع کرتی البتہ دہلی نے محض اس وجہ سے کہ یہ اُجڑ کر بھی کبھی اچھے لوگوں سے خالی نہ ہوئی تھی اس کام کا بیڑا اُٹھایا۔ اور گزشتہ پچاس برس میں قرآن شریف اور احادیث کو شائع کرنے میں مطبع کی قوت سے کام لیا چنانچہ آج ہندوستان میں ہر جگہ انکی کوششوں کے نمونے موجود ہیں اور دہلی کے چھپے ہوئے قرآن اور دہلی کی چھپی ہوئی کتابیں گوشہ گوشہ میں پہنچ گئی ہیں ان مطابع کے کام میں مشہور و معروف اور بہت پرانے **فاروقی پریس** نے بہت بڑا حصہ لیا ہے اور غالباً اس کا نام لاکھوں آدمیوں کی زبان پر ہے۔ اس مطبع نے اپنی غرض و غایت اور موضوع اسی کام کو قرار دیا اور قرآن و حدیث کے سوائے (اس کو فخر ہے کہ) اس نے کوئی دوسری کتاب نہ چھاپی۔ اور بڑے بڑے فائدوں کے کام جان جان کر چھوڑتا رہا۔ یہ اس مطبع کی کچھ کم خدمت نہیں ہے **الحمد للہ** مسلمانوں نے اس مطبع کے کام کی قدر دانی کی اور اس وجہ سے تمام ہندوستان میں اس مطبع کی یہ خصوصیت مشہور ہوگئی کہ وہ بجز کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کے کوئی چیز نہیں چھاپتا۔ اس مطبع نے ان دو مقدس چیزوں کے چھاپنے میں بھی خاص اہتمام کیا طرح طرح کے قرآن مجید معرا الگ اور مترجم الگ خوشنما خوشخط اور صحیح طبع کئے۔ نئی نئی شرحیں اور حدیث کی کتابیں بھی بار بار چھاپ کر شائع کیں۔ جو کتابیں رائج نہیں اور جو دنیا سے نابید ہونے کو تھیں انکے صحیح نسخے قسطنطنیہ مصر اور مدینہ منورہ سے منگا کر شائع کئے غیر مسلم مطابع کے ہاتھوں ہماری مقدس کتابوں کے چھپنے سے جو بے ادبی اور بے حرمتی منظور رہی اکثر دیندار مسلمان اس کا درد محسوس کر رہے ہیں لیکن اگر مسلمان خود غیر مسلم مطبعوں کے چھپے قرآن و حدیث کی کتابیں لینے سے ہاتھ کھینچ لیں تو خود بخود یہ شکایت مٹ جاتی ہے۔ اب ہم تجارتی رقابت سے نہیں کہتے اس لئے کہ ہم کو رقابت کی کبھی ضرورت ہی نہیں ہو سکتی بلکہ محض اس خیال سے کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی ادنی سی بے ادبی کا خیال ہمارے دلکو دکھاتا ہے اور ہم سے زیادہ کون اس بات کو جان سکتا ہے کہ عدم اعتقادی کے ساتھ کوئی چیز چھاپی جائے تو مطبع والے کیسی کیسی بے ادبی کرتے ہیں۔ اس کا علاج مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہے اگر مسلمان اپنے ہی مطابع کی چھپی ہوئی دینی کتابیں لینے کا عہد کر لیں تو پھر غیر مسلمان مطابع ہماری پاک کتابوں کو خود ہاتھ نہ لگائیں گے ۞

فاروقی مطبع۔ تو اپنی طرف سے کلام الٰہی اور کلام رسالت پناہی کو ادب و احترام سے چھاپنے کا فرض ادا کر ہی رہا ہے مگر اپنی کتابوں کی قدر ہر مسلمان کا فرض ہے مطبع فاروقی کی خدمت کے سلسلے میں یہ کتاب **حسن المسائل کامل** ترجمہ اردو کنز الدقائق بھی ہے جو نہایت صحت کیساتھ چھاپی گئی ہے اور زر کثیر اس کے ترجمہ میں خرچ ہوا ہے ۔ اگر کوئی قلمی کتاب آپکی نظر میں ہو اور آپ اسکی اشاعت دین الٰہی کیلئے مفید خیال کرتے ہیں تو اس مطبع سے خط و کتابت کریں۔ کبھی آپ دہلی تشریف لائیں تو براہ اخوت اسلامی مجھے آپ دہلی میں اپنی ہر ایک خدمت کے لیئے آمادہ پائینگے برادرانہ یکجہتی مسلمانوں میں بہت کم ہوگئی ہے اسے ترقی دینی چاہیئے اور میں نے تو ہر ایک بھائی مسلمان کی بلا کسی غرض کے امداد کرنی اپنا فرض قرار دیا ہے

ملنے کا پتہ :۔ مولوی سید محمد معظم سید عبد السلام مالک و مہتمم مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران

تصحیح (کے عدد) سے یہ دونوں مسئلے ٹھیک ہو جائیں گے اور اگر وہ پورا تقسیم نہ ہو تو اب (غور کرو کہ ان دونوں میں (یعنی میت ثانی کے حصہ کے عدد اور دوسری تصحیح میں) کونسی نسبت ہے) اگر توافق کی نسبت ہے تو دوسری تصحیح کے وفق کو پہلی تصحیح کے کل (عدد) میں ضرب دو (اب جو انتہائی عدد نکلیگا وہی دونوں مسئلوں کا صحیح مخرج بن جائیگا) اور اگر ان دونوں میں تباین کی نسبت ہو تو اس وقت دوسری تصحیح کے انتہائی عدد کو پہلی تصحیح میں ضرب دینا چاہیئے اس ضرب سے جو انتہائی عدد نکلیگا وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا (یعنی اس عدد سے ان دونوں میتوں کے وارثوں کے حصہ پر پوری تقسیم ہو جائیگی اور دونوں میتوں کے وارثوں میں سے ہر واحد کا حصہ معلوم کرنا چاہو تو) پہلی میت کے وارثوں کے سہام کو دوسری تصحیح کے عدد میں یا اسکے وفق میں ضرب دو اور دوسری میت کے وارثوں کے سہام کو دوسری میت کے حصہ میں) یا اسکے وفق میں ضرب دو اور تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر فریق کو جو (عدد) اصل مسئلہ سے ملا ہے اس کو اس میں ضرب دو جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تھا اور فریق ورثاء میں سے ہر ایک کا حصہ اس طرح بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اول یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہر فریق کو جو اصل مسئلہ (کے عدد) سے سہام ملے ہیں انکو اس فریق کے رؤس کے عدد سے الگ الگ کیا نسبت ہے جب یہ نسبت معلوم ہو جائے تو پھر مضروب میں سے اسی نسبت کے موافق (اس فریق کے ہر واحد کو دیدیا جائے۔ اور اگر (میت کے) وارثوں اور قرضخواہوں میں ترکہ تقسیم کرنا چاہو تو (اس کی صورت یہ ہے کہ) اول ہر وارث کو یا ہر قرضخواہ کو) جو سہام تصحیح سے ملے ہیں انکو ترکہ کے انتہائی عدد میں ضرب دو پھر ضرب سے جو عدد حاصل ہو اسکو تصحیح پر تقسیم کرو اور اگر وارثوں میں سے ایک وارث (اپنے حصہ کے عوض میں) کچھ روپیہ وغیرہ لیکر صلح کر لے تو اب (تقسیم ترکہ کے وقت) اسکو ایسا سمجھو کہ گویا ہے ہی نہیں۔ اور بقیہ ترکہ کو اور باقی ورثاء کے سہام پر تقسیم کر دو۔ باقی واللہ اعلم *

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ خَيْرِ خَلْقِهٖ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

رباعی
شائق بودایں ترجمہ و ترتیب ✤ اینک شدہ احسن المسائل کامل
احسن المسائل کامل
ترجمہ اردوئے
کنز الدّقائق
کنز الدقائق عربی کا مشہور و معروف فقہ کا فتاوی ہے اسکی شہرت آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ ہے اُسکے معتبر ہونے
کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ شرقاً غرباً تمام اسلامی درس گاہوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اور تمام علمائے حنفیہ اسپر
اسکی اسناد رکھتے ہیں۔ اس ترجمہ میں یہ خوبی ہے کہ عربی داں اصل سے ترجمہ کا مقابلہ کریں تو اصل اور ترجمہ کا لفظاً بلفظ
مطابق ہوتا چلا جائیگا ترجمہ بامحاورہ ہے۔ اسلیے ترجمہ کی ضرورت سے جہاں زائد الفاظ لانے ضروری سمجھے
وہاں ان زائد الفاظ کو خطوط وحدانی (بریکٹ) میں لکھ دیا ہے۔ علاوہ ترجمہ کے نئے حواشی اور
فوائد بھی لکھے گئے ہیں۔ ت سے مراد ترجمہ اور ف سے مراد فائدہ۔ غرض نرالی شان کا یہ
ترجمہ ہے کہ اب تک ایسا ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ اسی خیال سے مطبع نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور اس
ترجمہ کو شروع کرایا۔ الحمد للہ کہ حسب دلخواہ یہ ترجمہ تیار ہو گیا اور اسلامی دنیا کی
ایک دیرینہ آرزو پوری ہوئی اب
اس کی قدر دانی
اور خاکسار کی ہمت
افزائی اہل علم کا
کام ہے۔ میں نے تو اپنا کام پورا کر دیا۔ واللہ
المستعان و علیہ التکلان ✤
المشتہر سید عبد السلام مالک فاروقی پریس دھلی